

Special Ebook

Rs 500/-



Published by Novel Queens

Black Moon

By Nisha Umer

محترم قارئ
اسلام و علیکم

یہ میرا چھٹانال ہے۔۔ امید کرتی ہوں
اپ کو پسندائے گا۔۔ یہ کہانی ایک ایسی لڑکی کی
ہے جو اپنی محبت حاصل کرنے کے لیے سر توڑ
کو شش کرتی ہے لیکن وہ ناکام رہتی ہے ویسے
ہی جیسے ایک عام دنیا کی عام لڑکی۔۔ محبت صرف
مرد حاصل کر سکتا ہے یا عورت بھی۔۔ اپ کی
راتے کیا ہے
دوسری طرف ایک ایسا لڑکا جو سڑ گل کر کے
کامیاب ہوتا۔۔ ایک لڑکا جو اپنے بچپن میں ہی اپنے
ماں باپ کو قتل ہوتے دیکھتا ہے وہ خود کو دنیا کے
سامنے ایک ایسے انداز میں پیش کرتا ہے کہ سب اس
کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔۔
تو گائیز چلتے ہیں ناول کی طرف۔۔

بیک موں

از قلم نشاء عمر

(مکمل ناول)

صحح کا سورج چار سو اپنی روشنی پھیلاتا سوئے ہوئے لوگوں کو جاگ جانے کی دعوت دے رہا تھا
۔۔۔ لیکن کچھ سست الوجود ابھی بھی اپنے لحافوں میں دبکے پانچ منٹ اور والی نیند پوری کرنے کے
چکروں میں تھے۔۔۔ کچھ عورتیں جو ایسے بچوں کی مائیں تھیں جن کو صحح سویرے سکول کے لیے
نکلنا ہوتا تھا اپنی آنکھیں بمشکل کھولے کچن میں کھڑی ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں

۔۔۔ وہیں سیال فیبلی کا چھوٹا سپوت باقی سب پہ چار حرف بھیجتے واش روم میں گھسا فریش ہو رہا تھا
۔۔۔ جیز پہن کے باہر آیا۔۔۔ اور اپنی شرت کو دیکھا۔۔۔

یہ کیا۔۔۔ وہ جو کالج جانے کے لیے کپڑے چینچ کرنے لگا تھا کپڑوں کی ایسی حالت دیکھ کے تم ملا اٹھا۔۔۔

مما۔۔۔ کپڑے اٹھا کے عائشہ بیگم کے کمرے کی طرف پکا۔۔۔

مما۔۔۔ یہ دیکھیں اپ کی اس چڑیل بیٹی نے میری ساری شرط جلا دی ہے۔۔۔ شرط کو صوفے پہ پھینکتے وہ بس رو دینے کو تھا۔۔۔ عائشہ بیگم جو الماری میں سے کچھ برآمد کرنے کی کوشش میں تھیں منہ باہر نکال کے اسے گھورا۔۔۔

کتنی دفعہ کہا ہے میرے سامنے یہ اپنے کارنامے مت لایا کرو۔۔۔ کرنا تم لوگوں نے وہی ہے جو تم
لوگوں کا دل کرے گا۔۔۔ اسے سنا کے واپس منہ اندر کر لیا۔۔۔

اب میں کیا پہن کے جاوں۔۔۔ غصے سے پاؤں پھٹھتے باہر نکلا۔۔۔ اب اس کا رخ معصوم سی سانوں سی
تیکھے نین نقش والی عشوے کے کمرے کی طرف تھا۔۔۔ دھپ دھپ کرتا ٹھاکی اواز سے دروازہ
کھولا۔۔۔ اور اندر قدم رکھا۔۔۔

تم نے میری۔۔۔

۔۔۔ یہ تم کیا کر رہی ہو اس وقت۔۔۔ وہ جو اس سے شرط کا حساب لینے ایا تھا عشوے کو صحیح
لپٹاپ کھولے اور اسکرین کو دیکھ کے ہنستے چونکا۔۔۔

تم پھر مووی دیکھ رہی ہوں۔۔۔ پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے پاس ایا۔۔۔

اج پھر یونی نہیں جانا نا تم نے۔۔۔ مشکوک نظروں سے دیکھا۔۔۔

نہیں۔۔۔ اداۓ بے نیازی سے لپ ٹاپ کی سکرین کو فولڈ کرتے بیڈ سے اترنے لگی۔۔۔

وجہ۔۔۔ چھ دن میں سے پانچ دن تو تم چھٹی کرتی ہو۔۔۔ ابھی جا۔۔۔ اووووہ یاد آیا۔۔۔ اج تمہارا فزیکس کا ٹسٹ بھی ہے۔۔۔

ہوں۔۔۔ ابھی ابھی جا کے بتاتا ہوں دانت پیستے وہ جیسے تن فن کرتا ایا تھا ویسے ہی باہر نکل گیا۔۔۔ اور عشوے جو منہ کھو لے اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی اب بابا سے بچنے کے بہانے سوچنے لگی۔۔۔

یار یہ ریض کا بچہ بھی نا۔۔۔ اللہ جی پلیز اس بندر سے بچا لے۔۔۔ ہاتھ پھلا کے دعا مانگ۔۔۔ پھر جلدی سے چپل اڑیستے باہر بھاگ۔۔۔

اوے بندر---م---میرا مطلب ریض---رکو---میں تمہیں دوسری کر دیتی ہوں پلیز---وہ جو اوپر بابا کے کمرے کی طرف جا رہا تھا اس کی اواز پہ معنی خیزی سے مسکراتا رکا----

نہیں---اب تو میں بابا کو بتاؤں گا---سیڑھیوں کے کچھ سٹیپس اور طے کرتے کھا----

پلیز نا اچھے بھائی نہی ہو۔ جو کہو گے کروں گی پلیز پلیز---جلدی سے اس کے قریب آتے ہاتھ جوڑے۔ پلیز پلیز زرز اچھے بھائی نہیں ہو---

اچھا اچھا---اب بس کرو---اور

چلو شبابش۔ آ جاو۔۔۔ پھر اسے اپنی شرط پر لیں کروا کے چینچ کیا اتنی دیر میں عشوے واپس آ کے دوبارہ مووی دیکھنا سٹارٹ ہو گی تھی۔۔۔

ابھی دس منٹ گزرے تھے جب اس کے دروازے پہ ناک ہوا۔۔۔ اور یہ ناک کرنے کا انداز صرف بابا کا تھا۔۔۔

بابا۔ اوف جلدی سے لپ ٹاپ بند کیا اور دوپٹہ سر پہ اوڑھا۔ ان کے اندر داخل ہونے تک وہ سب سٹ کر چکی تھی۔۔۔

جلدی سے تیار ہو جاو۔ میں چھوڑ دوں گا کانج۔۔۔ ریض کو کام سے بھیجا ہے میں نے۔۔۔ وہ اسے کہہ کے واپس چلے گے۔۔۔ عشوے تملک کے رہ گی یہ یقیناً ریض نے جان بوجھ کے کیا تھا۔۔۔ ڈیش انسان ڈیش ڈیش۔۔۔ مٹھیاں بھنختے کبڈ سے اپنا یونی فارم نکالنے لگی دیکھنا بچو۔۔۔ ایسا بدلہ لوں گی نا۔۔۔ کبڈ کا دروازہ زور سے بند کرتے واش روم میں گھس گی

ابھی اپ اوپر جن شیطان بچوں سے ملیں ہیں وہ کوئی بہت امیر کبیر ماں باپ کی بگڑی ہوئی اولاد نہیں بلکہ ایک ڈل کلاس فیملی کے چشم و چراغ ہیں۔۔۔ لیکن یہ الگ بات ہے وہ ابھی تک چراغ روشن کرنے نہیں پائے۔۔۔

یہ ایک سیال خاندان ہے--- جی جی ہیر سیال والا سیال خاندان--- جن کی نیف محبت ہے لیکن اس ڈل کلاس فیملی میں کسی میں بھی اتنی محبت نہیں پائی جاتی---

عشوے سیال--- سترہ سال کی ہیں اور سینکنڈ ائیر کی ایک نلائق ترین سٹوڈینٹ ہیں--- مویز ڈارا مے ڈائیجسٹ جیسی چیزیں انہوں نے کبھی نہیں چھوڑیں اور ان کے خوابوں کا راج کمار بھی ایک اعلیٰ پائے کا بندا ہے جو گھوڑے پہ سچ سنور کے انہیں لینے آئے گا--- خیر جو کہ کبھی ہونے والا نہیں ہے

دوسرے نمبر پہ اتے ہیں رضا سیال جو پندرہ سال کے ہیں لیکن سٹوڈنٹ وہ فرست ائیر کے ہیں--- کافی لائیق فالق بچا ہے مستقبل قریب میں یہ اپنے ماں باپ کا نام بھی روشن کرنے والے ہیں لیکن --- ان کی کبھی ان ایک اکلوتی پیاری سی بہن سے کبھی نہیں بنی--- چوبیس گھنٹے دونوں لڑتے رہتے ہیں جیسا کے ہر والدیں کو شکایت ہوتی ہے کہ پتہ نہیں ہماری اولاد کس پہ چلی گئی ان کے مالے میں بھی ویسا ہی سین---

ااا آ۔۔۔ ہاں۔۔۔ ان کا ویسا سین بلکل بھی نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ ویسے ہی ہیں جیسے ان کے والدین
ہیں۔۔۔۔۔

عالشہ بیگم۔۔۔ ایک دس پڑھی گھر داری میں ماہر۔۔۔ سلامی کڑھائی میں ٹاپ پہ رہنے والی ایک ایسی
خاتون ہیں جو گھر میں اپنے میان جی سے توہر وقت لڑنے کے لیے تیار رہتی ہیں لیکن۔۔۔ باہر کسی
کے منہ سے اپنے مجازی خدا کا نام غلط الفاظ میں سن لیں تو وہیں منہ توڑنے سے گریز نہیں کرتیں
۔۔۔ اگلے بندے کا بھئی۔۔۔۔۔

حمدید سیال صاحب۔۔۔ رضا اور عشوے کے والد۔۔۔ نہت سوبر سے ایک ہینڈ سم لک والے دھیمے
مزاج کے ادمی۔۔۔ اپنے بچوں کو رعب میں رکھنے والے ایک زبردست پرسنالٹی کے مالک ہیں
لیکن۔۔۔ ان کی اپنی بیوی سے کبھی نہیں بنی۔۔۔۔۔ اتنا لڑتے ہیں کے الگ الگ کمرے میں رہتے
ہیں دونوں۔۔۔۔۔

یہ جو ابھی ابھی اپ نے اوپر پڑھا وہ تھا گھر کے اندر کا ماحول۔۔۔۔۔ گھر سے باہر یہ لوگ ایک
پرفیکٹ فیملی تھے۔۔۔

میں گھر جا کے بتاول گی تمہیں بندر۔۔۔ عشوے نے پاس سے گزرتے ریض کے سر پہ فولڈر مارا
۔۔۔ وہ جو اپنے دوستوں کے ساتھ دوسرے بلاک میں یکچھ لینے جا رہا تھا دانت پسیتے اسے گھورا
۔۔۔ گھر چل کے بتاتا ہوں۔۔۔

میں بھی۔۔۔ عشوے نے واپس اسے منہ چڑھایا۔۔۔ بندر۔۔۔ وہ دونوں ایک ہی کانج میں پڑھتے
تھے ریض بائیو کا سٹوڈیٹ تھا جب کہ عشوے نے رو رو کے فزیکس اور کمپیوٹر کے ساتھ میتھس
رکھی تھی۔۔۔ اس میں بھی کوئی امید نہیں تھی کہ وہ پاسنگ مارکس لے گی بھی یا نہیں۔۔۔

ہے عشو۔۔۔ چلو او کچھ کھاتے ہیں۔۔۔ یہ تھی عزت۔۔۔ عشوے کی سب سے اچھی اور اسی کی
طرح کی نیچر رکھنے والی دوست۔۔۔

یہ یکچھ ان کا فری ہوتا تھا۔۔۔ سو وہ اس میں کھانے پینے کا کام سرانجام دیتی تھیں۔۔۔

تمہارا بھائی کتنا تمیز ہے۔۔۔ کینٹین میں داخل ہوتے عزت نے کہا۔۔۔
ہاں نا۔۔۔ تمہیں تو پتہ ہی ہے اب اس بندر کا۔۔۔ اج میں نے کانج بھی نہیں آنا تھا منہ بسورتے
اس نے کینٹین والی انٹی کو پسیے پکڑاے۔۔۔

گول گپوں کی پلیٹ بنا دیں۔۔۔ کینٹین میں اس وقت اتنا رش نہیں تھا وہ دونوں تسلی سے بیٹھ گی۔۔۔
وہ پورا لیکھر ان لوگوں نے کینٹین میں گزارا تھا۔۔۔ نیکست ایک لیکھر کے بعد فریکس کا ٹیکٹ تھا جو
اسے زرا بھی نہیں آتا تھا۔۔۔

یار میں کیا سوچ رہی ہوں۔۔۔ گول گپہ پانی میں ڈبوتے اسے دیکھا کلاس بنک ناکر لیں اج۔۔۔

اووہ۔۔۔ بس بس۔۔۔ بنک ناکر دیں۔۔۔ میم کا پتہ نہیں ہے جیسے تمہیں جس بھی کونے کھدرے میں
چھپی ہو گی نا وہیں سے سیدھا نکال کے اپنی کرسی پہ بیٹھائیں گی نقل کرنے کے بھی چانس ختم
۔۔۔ بھیانک فلم بناتے اسے اور ٹینشن میں ڈالا۔۔۔

یار---کچھ تو کرتے ہیں---مجھے سچ میں کچھ نہیں آتا---اب تو اسے گول گپے بھی اچھے نہیں لگ رہے تھے---

گھر میں کیا کیا ہے---دو ہفتے پہلے میم نے کہا تھا ٹیسٹ کا---عزت نے لتاڑا---

کیا مطلب کیا کیا ہے---تمہاری مامی صاحبہ---چوبس گھنٹے کام کرواتی ہیں---اور تم تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے تمہیں پتہ ہی نہیں ہے---جب بھی ہمارے گھر آتی ہو میں کامنکر رہی ہوتی ہوں نا کہتے ہمدردی سمیٹنا چاہی---

بھی نہیں---تم ہمہ فضول کام کر رہی ہوتی ہو---یا ڈائیجسٹ یا مووی یا ڈرامہ---

ہوتے تو کام ہی ہیں نا---چاہے فضول ہی ہوں---کھسیا کے مسکراتے کہا---اچھا تم ہله کر دینا---

پہلے بھی کرتی ہوں۔۔۔ آج بھی کر دوں گی۔۔۔ ٹینشن ناٹ۔۔۔ عزت اس کی نسبت پڑھائی میں کافی اچھی تھی۔۔۔ سو اس کی ہیلپ کرتی رہتی تھی۔۔۔ فائلز میں زبردستی وہ اسے اپنے ساتھ بیٹھاتی تھی ساتھ ملتیں ترے کرتی کہ تم پھچھلی کلاس میں رہ گی تو میرا کیا ہو گا وغیرہ وغیرہ۔۔۔ ایسے عشوے صاحبہ تھوڑی محنت اور تھوڑی نقل کر کے پاسنگ مارکس کے ہی لیتی تھی

پڑوس°

پلوشہ جی بات تو سنئں... سطب خان اپنی بیگم کے پیچھے کچن میں داخل ہوئے...

ماڑا ام نے ایک بار بول دیا ہے ام اس کالی کو نہیں بیاہ کے لائیں گے تو نہیں لائیں گے... اپنی گھرے دار فراک کو گھٹنے سے پکڑ کے چلتے وہ شان سے کچن میں رکھی کرتی پہ بیٹھیں .. ساتھ ملازمہ کو اشارہ کیا کہ چائے رکھے ...

کیا برائی ہے اس بچی میں... اتنی پیاری ہے... پھر ہماری بچی کی سیلی بھی ہے... ان کا خاص بختوں لجھے تھا... پلوشہ بیگم خود پڑھان نہیں تھیں لیکن اتنا عرصہ پورے تمیں سال پڑھانوں کے ساتھ رہ رہ کے وہ بھی ولی ہی ہو گی تھیں...

کطب خان صاب دو بھائی تھے بڑے بھائی پنڈی ہوتے تھے اور وہ خود پشاور رہتے تھے... اگے ان کے بھی دو ہی بچے تھے... بڑا بیٹا جو انہیں قسمت سے ہی نظر اتا تھا... اور چھوٹی بیٹی... وہ بھی قسمت سے ہی گھر ملکتی تھی... ورنہ چوبس گھنٹے پڑوسیوں کے گھر پائی جاتی...

اچا ٹیک ہے... اگر تم کہتا ہے تو ام اپنے بیٹے سے پوچھے گا... اگر وہ مان گیا تو ہم اپنے چاند بیٹے کے لیے وہ کالی لڑکی بیاہ لیں گے... ایسے انداز میں کہا گیا کے پاس کھرے کطب خان کی ہنسی نکلتے بچی...

مجھے یقین ہے میرے بیٹے کو وہ لڑکی کبھی پسند نہیں ایے گی... ہونہہ---پھر خود کو تسلی دیتے بات جاری رکھی---

ایسا میں ہونے نہیں دوں گا... دل میں سوچتے خان صاحب پر سکون ہوئے... بس اب تم دیکھتی جاؤ پلوشہ خان میں کرتا کیا ہوں--- مسکرا کے اپنی اکڑو بیوی کو دیکھا---

پلوشہ لوگ تین بہن بھائی تھے... دو بھائی اور وہ ایک بہن.... بڑے بھائی کی وفات ہو گی تو ان کی بیوہ اپنے بھائیوں کے پاس جا بسیں... چھوٹے بھائی اپنے بیوی بچوں سمیت برابر والے گھر میں مقیم تھے..... کہنے کو تو وہ بھائی تھے لیکن پلوشہ انہیں کسی خاطر بھی نا سمجھتی تھیں ... ان کے بچوں اور بیوی سے خاص قسم کا بیر تھا.. خان صاحب انہیں ہمہ شے ٹھنڈا رکھنے کی کوش کرتے رہتے تھے...

کیا کرتی ہے پلوشہ... پڑھان میں ہوں اور غصہ تم کو اتا ہے..... اکثر اس فقرے سے وہ ان کا مزاد بھی اڑاتے تھے...

ہاں آتا ہے نا--- غصہ سب کو تا ہے-- ام پنجابیوں کی غصہ تو بہت خطرناک ہوتا ہے---

ہاں ہاں-- جانتا ہوں--- اتنا خطرناک کے اپنے بھائی کے بچوں کے خلاف ہوئی بیٹھی ہیں آپ---
دل میں سوچتے وہ انہیں دیکھ رہے تھے جواب چائے می چیج سے چینی مکس کر رہی تھیں

ٹیسٹ کیسا ہوا.. ڈنر کرتے ریض نے بابا کے سامنے ایسے پوچھا جیسے وہ کوئی بہت ہی بہترین بات کر رہا ہو... اور عشوے کا نوالہ حلق میں اٹکا...

ہاں بتاؤ کیسا ہوا... بابا نے بھی اب رک کے اسے دیکھا.. مماال ریڈی اسے گھور رہی تھیں....
جو ان کی بات کو اگنور کر کے دوبارہ سے کھانے کی تیاری میں تھیں

ا.. اچھا ہوا ہے... بس..

بس... ریض نے اسے حیرانی سے دیکھا... پہلے تو کبھی اچھا نہیں ہوا...

ت.. تم چھوٹے ہونا۔ تو چھوٹے رہو اوکے... عشوے نے انگلی اٹھا کے اسے دارن کیا... میرے معاملات میں ایسے بولتے ہو جیسے میرے چھوٹے نہیں بڑے بھائی ہو...

بھائی چھوٹے ہوں یا بڑے.. کوئی فرق نہیں۔ پڑتا... تم اپنے ٹیسٹ کی بات گول مت کرو شabaش...
مامانے اسے رگیدا

کہا تو ہے اچھا ہو گیا ہے...

ہاں جیسے پہلے ہوتا ہے نا... ساری کلاس میں ایک تم ہی ہو جو منه اٹھا کے دروازے کے سامنے
کھڑی ہوتی ہو ... میرے دوست مجھ پہ ہنستے ہیں...

ہاں تو نہیں کرتا نا میرا پڑھنے کا دل.. وہ چچھ پٹخ کے کھڑی ہوئی...

تمیز سے باپ سامنے بیٹھا ہے.. عائشہ بیگم نے ایک سخت گھوری سے نوازتے یاد دلایا

اما اس نے پہلے شروع کیا ہے... کھانا بھی نہیں کھانے دیتے... منه بناتے وہ واپس بیٹھ گی.....

اپ سے ہی سیکھتے ہیں بچے... اب حمید صاحب ہی میدان میں اترے تھے... اپ اپنے بچوں کے سامنے ساری زندگی میرے ساتھ لٹرتی جھگڑتی رہی ہیں.. بچوں نے بھی تو وہی کچھ سیکھا ہے نا ...

ہاں.. اب سارا الزام میرے سر پہ ڈال دیں.. میں ہی بری ہوں اس گھر میں.... وہ بھی کھانا چھوڑ چکی تھی ...

قصور اپ کا ہے تو الزام لگا رہا ہوں نا.. بچوں کو تمیز اپ نے سیکھانی تھی یا میں نے

دونوں نے... اولاد ماں کی بات کم ہی مانتی ہے...

اور اپ نے ان کو اتنی عقل نہیں دی کہ باپ کے سامنے خاموش ہو جایا کرو.... کھانا کھا کے ہاتھ صاف کرتے وہ اٹھ کھڑے ہوئے ...

میں کمرے میں جا رہا ہوں چاہیے بھجوادینا... ساتھ ہی اڈر دیتے اپنے کمرے کی طرف چلے گے...
سوائے ریض کے اور کسی نے بھی کھانا سکون سے نہیں کھایا تھا

* * * * *

اگلے دن نا عزت کا لج گئی تھی اور نا ہی عشوے۔۔۔ صبح کا وقت تو جیسے تیسے کر کے عشوے نے
نکال ہی دیا تھا۔۔۔ ایکچوپی اس کے پاس موبائل نہیں تھا ورنہ وہ اسے ٹیکسٹ کر دیتی۔۔۔ دس بجے
تک تو وہ صبر کر کے بیٹھی رہی۔۔۔ دس ہوتے ہی وہ ماما کو بتا کے پڑوس کا دروازہ بجارتی تھی۔۔۔
جو دو سکنڈ میں گارڈ نے کھول دیا تھا۔۔۔

اسلام و علیکم خان بابا۔۔۔ اندر آئی تو عزت کے بابا جان سامنے ہی لاونچ میں ٹیوی دیکھ رہے تھے
۔۔۔ اسے دیکھ کے مسکراتے۔۔۔

وا علیکم اسلام۔۔۔ کیسا ہے میری بیٹی۔۔۔ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے خوش دلی سے پوچھا۔۔۔ ابھی
تک تو ٹھیک ہوں خان بابا۔۔۔ لیکن آپ کی بیوی کے جو بھائی ہیں نا۔۔۔ عنقریب میرا بھرتہ بنا دیں
گے۔۔۔ رازداری سے آگے ہو کے بتایا۔۔۔

ایں ل--- کیا مطلب ام کو سمجھ نہیں آیا--- حیران ہوتے خالص پختون لجھے میں کہا---

بات دراصل یہ ہے خان بابا--- آپ کو پتہ تو ہے میں کتنا پڑھتی ہوں--- معصوم شکل بنائی--- لیکن پھر بھی میرے ٹیسٹ میں مارکس عزت جتنے اچھے نہیں آتے--- افسردگی سے دیکھتے منہ بسوارا--- تو اب بابا کو ریض کے پچے نے--- دانت پسیے--- بتا دیا کہ میرا ٹیسٹ ہوا ہے--- اب پتہ نہیں کیا بنے گا---

کچھ نہیں ہو گا--- میرا بچہ تو بہت محنتی ہے---

جی ہاں آپ کا بچہ تو ہے لیکن یہ خود نہیں ہے--- اس سے پہلے کہ وہ اور ہمدردی ٹھورتی ون اینڈ او نلی اکلوتی پھپو جان تشریف لے آئیں---

اسلام و علیکم پھپو--- عشوے ایک دم کھڑی ہوی تھی---

واعلیکم اسلام--- کیسے آنا ہوا--- روعب سے کہتے وہ خان بابا کے برابر بیٹھ گئی---

و--- وہ عزت سے ملنا تھا--- ان کا رویہ ہمشہ سے ہی عشوے کے ساتھ ایسا ہی ہوتا تھا--- سخت

اکھڑا ہوا---

وہ تو سورہا ہے۔ تم جاؤ جب جاگے گا تو تم سے مل لے گا---

ابھی تو جاگ رہا تھا--- خان بابا کو بلکل بھی اچھا نہیں لگا اسے ایسے جانے ک بولنے کا----

میں۔ بعد میں آجائیں گی--- بمشکل مسکراتے وہ تیزی سے اٹھ کے باہر آئی تھی--- لان عبور
کرتے وہ بمشکل خود کو کنٹرول کرتے گیٹ عبور کر گی----

اوپنے سامنے سے آتی ماہ بیر کی گاڑی کو دیکھ کے اور الجھن ہوئی۔ اب یہ نواب صاحب بھی
تشریف لے آئے ہیں۔ اس گھر میں دو لوگ بہت اچھے تھے اور دو بہت ہی نک چڑھے۔۔۔

پھپو اور ماہ بیر دونوں نک چڑھے غصے کے تیز۔۔۔ جبکہ عزت اور خان بابا نرم مزاج اور محبت کرنے والے۔۔۔

اپنے گیٹ سے اندر داخل ہوتے اسے اب خود ہی اپنے ٹیسٹ کی سینگ سوچنی تھی۔۔۔

پھر کمرے میں آکے کل والے سارے سوال دھرائے جو میم نے ٹیسٹ پہ دیے تھے۔۔۔ ان کے انسرز بک سے دیکھ کے ایک اور ٹیسٹ شیٹ پہ اتارے۔۔۔ اور پھر خود ہی ریڈ پوائنٹ سے چک کر کے خود کو ہی ایکسیلٹ دیا۔۔۔

شabaش عشوے۔۔۔ توں کتنی زہین ہے۔۔۔ خود کو داد دیتے چک شدہ شیٹ کو سٹ کر کے فولڈر میں رکھا اور لیٹ گی۔۔۔

اب اسے کل ریاض سے بچنا تھا۔۔۔ جس کے مطابق اسے اگر میم باہر بھج دیتی۔ تو لازمی طور پہ اسے پتہ چل جاتا۔۔۔ کوئی ناکوئی اسے ضرور بتا دیتا اگر وہ خود نا بھی دیکھتا تو۔۔۔

چلو کل کی کل دیکھیں گے--- آنکھیں بند کرتے وہ لمبی تان کے سوگی

اسلام و علیکم مورے۔ عزت جو ابھی دوپھر کے ڈھائی بجے اٹھ کے باہر آئی۔ سامنے ہی پلوشه بیگم بہت خوشگوار موڑ میں بیٹھی ٹیوی دیکھ رہی تھیں۔۔۔

والعلیکم اسلام۔۔۔ میرا شہزادی اٹھ گیا ہے۔۔۔ پیار سے اسے اپنے پاس بلایا۔۔۔

جی مورے۔ حیرت سے انہیں دیکھا۔۔۔ ورنہ وہ تو اسے اتنی لیٹ جانے پہ اچھی خاصی ڈانٹ سے نوازتی تھی۔۔۔

صحیح تمہارا دوست آیا تھا۔۔۔ پھر ڈرامہ دیکھتے اسے بتایا۔۔۔

کون--عشوے--ایک وہی تو دوست تھی اس کی جو کبھی بھی آسکتی تھی---

ہاں--عشوے---منہ کڑوا کر کے اس کا نام لے ہی لیا۔--

کیا کہہ رہی تھی---

پتہ نہیں--ام نے تو اسے صاف کہہ دیا۔--جب تم جاؤ گی تو اس سے مل آؤ گے---
ریبوٹ سائند سے اٹھاتے آواز آہستہ کی کہ کمرشل بریک آگیا تھا۔--

آپ اسے میرے کمرے میں بھیج دیتی مورے--اسے کوئی کام ہو گا۔--سر صوف سے ٹکاتے کہا
--اب تو انہوں نے اسے وہاں بھی جانے نہیں دینا تھا۔--صاف لفظوں میں منع نہیں کرتی تھیں
 بلکہ عین جب وہ جانے لگتی اسے کام لگا دیتیں۔--یہ کر دو وہ کر دو۔--پانی پلاو۔--اب تو وہ
کوشش ہی نہیں کرتی تھی ان کے سامنے جانے کی۔--

تم چلا جاؤ اگر جانا ہے تو--- اس کا چھرا دیکھتے اجازت دی---

نہیں--- پھر بعد میں جاؤں گی--- یا کل--- اس نے خود ہی انکار کر دیا--- مورے نے ایک پر سکون سانس خارج کی---

تمہاری بھائی بھی آئی ہوی ہے--- اس سے ملو جا کے---

سچ میں--- اوافق اب بتا رہی ہیں آپ--- پورے چار ماہ بعد وہ گھر آئے ہیں--- وہ تیزی سے اٹھ کے اوپر بھاگی تھی جہاں اس کا روم تھا۔۔۔ ان کا گھر حوالی کی طرز کا تھا لیکن تھا پندرہ بیس مارلوں گا۔۔۔ بہت زیادہ بڑا نہیں تھا۔۔۔ اسی میں باہر کافی پودے گیراج اور بیک سائل پہ سوینگ سچی بھی بننا تھا۔۔۔ اوپر والا پورا پورشن ماہ بیر کے قبضے میں تھا جہاں اس کا اپنا چھوٹا سا کچن پول بھی بننا تھا۔۔۔ اوپر اتھلیٹ کا بہت سارا سامان رکھا تھا۔۔۔ اس کے علاوہ ایک الگ کمرہ جیسے فٹال گراؤنڈ کی طرز سے بنایا گیا تھا وہ بھی تھا۔۔۔ اور والے پورشن میں تب ہی جانے کی اجازت ہوتی جب وہ خود گھر موجود ہوتا۔۔۔ ورنہ اس کے لاونچ کا دروازہ بند ہی رہتا تھا۔۔۔

ہیلو۔۔۔ دروازہ کھلا ہونے کی وجہ سے وہ ایسے ہی اندر داخل ہوئی۔۔۔ لیکن وہ وہاں تھا ہی نہیں

۔۔۔

اوہ۔۔۔ یہاں نہیں ہیں۔۔۔ پھر دوسرے روم میں آئی۔۔۔ اس کا دروازہ لاک تھا۔۔۔ بیہیں ہو گئے
۔۔۔ لیکن کیا فایدہ۔۔۔ وہ یقیناً سائکلنگ کر رہا ہو گا۔۔۔ اور ساتھ کان میں ہیڈ فری ٹھونسے ہو گئے
آواز تو جانی نہیں تھی۔۔۔ سو منہ بناتے واپس آگئی۔۔۔

ان سے بندہ تب ہی مل سکتا ہے جب وہ خود چاہیں مورے۔۔۔ دل برداشتہ ہوتے واپس ٹیوی
لاونچ میں آ کے بیٹھ گی۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔ سورہی تھی کیا۔۔۔

نہیں۔۔۔ جم میں تھے۔۔۔ آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں جگایا یار مورے۔۔۔

اور اٹھو دیر سے۔۔۔ ابھی جا کے پھر سو جاو۔۔۔ کیوں کہ اب تم اس سے شام کو ہی ملوگی۔۔۔ وہ جم کر کے سوئے گا۔۔۔ جلے پہ اور نمک چھڑ کنے کا کام کیا تھا۔۔۔ عزت انہیں خمشگین نظروں سے دیکھتے اٹھ کے کچن میں آگی۔۔۔ کچھ کھا پی لیتے ہیں۔۔۔ بڑے لوگ تم جیسوں سے نصیبوں سے ہی ملیں گے۔۔۔ فرج کھولتے وہ اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی

تم کل ہمارے گھر آئیں تھی نا۔ اگلے دن صحیح ہی عزت نے سلام کے بعد پوچھا۔۔۔ ایک کانج وین پہ آتی تھی اور عزت ڈرائیور کے ساتھ۔۔۔ خان بابا نے بہت کوشش کی تھی عزت اور عشتوے دونوں ساتھ چلی جایا کریں چاہے کانج وین پہ ہی سہی۔۔۔ لیکن نامورے مانی تھی۔ اور نا ہی عائشہ بیگم۔۔۔

آئی تھی۔۔۔ لیکن پھپو نے کہا تم سورہی ہو۔۔۔ بیگ اتار کے سیٹ کو بیگ سے ہی صاف کرتے سائند پر رکھا پھر اپنی سیٹ پر بیٹھی۔۔۔ عزت نے اسے گھور کے دیکھا۔۔۔ لیکن اس کا یہ روز کا کام تھا۔۔۔

کیا کام تھا ابھی بتا دو۔۔۔ عزت بھی اس کے ساتھ بیٹھ گی۔۔۔

ٹیسٹ کا ہی کہنا تھا۔۔۔ آج ملنے ہیں نا۔۔۔ تو میں کوئی جگاڑ لگانے کا سوچ رہی تھی۔۔۔

بس جگاڑ کی لگاتی رہنا۔۔۔ پڑھنا مت۔۔۔

پڑھتی تو ہوں۔۔۔ اب پلیز تم مت شروع ہو جانا۔۔۔ اسے گھورتے اپنا فولڈر کھولا۔۔۔ پھر ٹیسٹ چک کیا جو اس نے گھر میں لکھا تھا۔۔۔ تسلی کر کے واپس ڈیکس پہ رکھ دیا۔۔۔

اوے۔۔۔ تم لوگوں کو پتہ ہے۔۔۔ میم نے آج ٹیسٹ پوری اسمبلی کے سامنے دینے ہیں۔۔۔ ایک لڑکی جو ابھی روم میں داخل ہوئی تھی۔۔۔ اپنی دوست کو بتانے لگی تو عشوے نے سن لیا

کیا۔۔۔ اس کی تو چیز ہی نکل گی۔۔۔ مطلب سارا پلین چوپٹ۔۔۔

تمہیں کیا ہوا۔ عزت سمیت وہاں موجد تمام لڑکیوں نے اسے گھورا۔۔۔

ک۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ وہ بس رو دینے کو تھی۔۔۔ مر گے یار۔۔۔ سر بیگ پہ ٹکاتے بس رونے ہی لگی تھی

کچھ بتاؤ گی تو پتہ لگے گا نا۔۔۔ عزت نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے واپس سیدھا کیا۔۔۔

کچھ نہیں یار۔۔۔ بس ایسے ہی۔۔۔ اب میری سب کے سامنے انسٹ ہو گی۔۔۔ آہستہ سے عزت کے کان میں بتایا۔۔۔ یار میں اتنی نالائق کیوں ہوں۔۔۔ بے بسی سے سوچتے سب کو دیکھا۔۔۔ کوئی بھی اتنی پریشان نہیں تھی جتنی وہ تھی۔۔۔

کوئی بھی نلاٹ نہیں ہوتا یار۔۔۔ کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ ریض سے میں بات کروں گی۔۔۔ وہ نہیں بتائے گا۔۔۔ تم پریشان مت ہو۔۔۔ اور اگر بتا بھی دیا تو کیا ہو گا۔۔۔ کون سا انکل تمہیں مار دیں گے بس انسلت ہی کریں گے نا۔۔۔ اسے تسلی دیتے سمجھایا۔۔۔ لیکن وہ تو کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔۔۔

میم ٹیکٹ کہاں رکھتی ہیں۔۔۔ آہستہ سے بڑھاتے سوچا۔۔۔ یقیناً سٹاف روم میں پڑے ہونگے۔۔۔
جب اسمبلی ہو رہی ہو گی تب۔۔۔

یس۔۔۔ عزت کو تو وہ سن ہی نہیں رہی تھی۔۔۔ وہ تو اپنا ہی سوچ رہی تھی۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ سر درد کا بہانہ کرتے وہیں لیٹ گی۔۔۔ عزت نے بھی زیادہ فورس نہیں کیا۔۔۔

اسمبلی میں نہیں آؤ گی۔۔۔ بل ہونے کے بعد اس سے پوچھا۔۔۔

آؤں گی--- تم۔ جاو۔۔۔ پھر سب کے جانے کے بعد چپکے سے اس نے اپنا ٹیسٹ نکالا۔۔۔ اور کلاسز کے پیچے سے ہوتے ٹاف روم کی طرف بڑھی۔۔۔ تمام پیچے اسے میں جمع ہو چکے تھے اور میمز بھی وہیں تھیں۔۔۔ سب سے اچھا موقع تھا۔۔۔ اسے میں کسی کو بھیج کے ٹیسٹ منگوائیں گی یقینا۔۔۔

ٹاف روم میں چپکے سے داخل ہوتے اس نے آگے پیچھے نظریں دوڑائیں۔۔۔ ٹسٹ والی فائل اسے سامنے ہی نظر آگئی۔۔۔ جلدی سے اس میں سے اپنا ٹسٹ نکال کے دوسرا رکھا جو وہ گھر سے لکھ کے لائی تھی۔۔۔ سب کے رمیان میں رکھ کے وہ ویسے ہی اپنا سکول میں کیا ہوا ٹیسٹ اٹھا کے اپنے کلاس روم میں آئی پھر اسے پھاڑ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔۔۔ اسے میں شروع ہو چکی تھی۔۔۔

ٹکڑے اپنے بیگ کے اندر رکھتے وہ اسے میں داخل ہوئی۔۔۔ دو تین میمز نے اسے گھور کے دیکھا۔۔۔

وہ آرام سے آ کے اپنی کلاس ولی رو میں گھٹری ہو گی۔۔۔ دوسری طرف کھڑا ریض اسے گھور رہا تھا۔۔۔

اسمبلی ختم ہونے کے بعد میم نے ایک بچی کو بھیج کے ٹیسٹ منگوائے۔۔۔ لیکن عشوے اب پر سکون تھی۔۔۔ عزت نے واپس مڑ کے اسے دیکھنے کی کوشش کی جو سب سے آخر میں کھڑی تھی۔۔۔

باری باری سب کو ٹیسٹ دیے جانے لگے۔۔۔

عشوے ناز۔۔۔ میم نے اس کا نام پکارا۔۔۔ ریض اور عزت دونوں نے اسے پچھے مڑ کے دیکھا تھا

۔۔۔

ایکسیلنٹ۔۔۔ بہت اچھا ٹیسٹ ہے آپ کا۔۔۔ میم نے جیرانی سے دیکھتے کنفیوز ہوتے اسے ٹیسٹ کپڑا یا۔۔۔ پھر واپس لے کے اس کی رائٹنگ چک کی۔۔۔ یہ آپ کا ہی ہے نا۔۔۔ وہ جیران تھیں عشوے کو ایکسیلنٹ کیسے مل گیا۔۔۔

جی جی میم۔۔۔ میں ہی ہوں۔۔۔ عشوے نے مسکراتے بھرپور کونفیڈنس سے کہا۔۔۔

یہ رائٹنگ۔۔۔

مجھے دیکھائیں میم۔۔۔ میں چک کرتا ہوں۔۔۔ ریض نے سب کے سامنے ہاتھ کھڑا کیا۔۔۔ میم نے پھر اسے چک کروایا۔۔۔ وہ بھی حیران تھا۔۔۔ واقع۔۔۔ یہ عشوے کی ہی رائٹنگ تھی۔۔۔ عشوے گردن اکٹائے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

لیں میم۔۔۔ یہ اسی کی ہے۔۔۔ پھر میم نے کچھ اور اس کی کلاس فیلوز کو بھی اس کا ٹیسٹ چک کروایا۔۔۔ اسی کی ہی رائٹنگ تھی۔۔۔ پھر میم نے سپیشل اس کے لیے تالیاں بجوائیں۔۔۔ چلتے اپنی جگہ تک آتے عزت کو دیکھا جو دانت کچکچا کے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔ اس کی ساری کارروائی وہ اچھے طریقے سے سمجھ چکی تھی۔۔۔ اب اتنی زندگی ساتھ گزاری تھی تو اتنا بھی اسے ناجان سکتی تو کیا وہ دوستی کھلانے کے لائق رہ جاتی

یہ دیکھیں بابا۔۔۔ رات کو پھر عشوے خوشی خوشی اپنا ٹیسٹ خود سب کو دیکھانے کے آئی۔۔۔

یہ کیا ہے۔۔۔ ٹیسٹ کپڑتے حمید صاحب جیب سے چشمہ نکالنے لگے۔۔۔ پھر لگا کے دیکھا تو وہ اس کا ٹیسٹ تھا۔۔۔ پاس بیٹھا ریض اسے گھور رہا تھا۔۔۔ وہ یہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھا کہ عشوے کا ٹیسٹ اتنا اچھا ہو سکتا ہے۔۔۔

بابا نے عشوے کو شاباش دی اور اور زیادہ محنت کرنے کا کہتے ایک نظر ریض کو بھی دیکھا جو اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے ابھی کچا چبا جائے گا۔۔۔

مجھے دیکھائیں۔۔۔ پھر ممانے بابا کے ہاتھ سے کپڑا۔۔۔

نقل کی ہو گی۔۔۔ ممانے دیکھتے ہی کہا۔۔۔

ہاں نا۔۔۔ مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔۔۔ کیونکہ جو آج تک انڈا۔۔۔ میرا مطلب صفر لیتی آئی ہو۔۔۔ وہ
اچانک پورے مارکس کیسے لے سکتی ہے۔۔۔ اور وہ بھی بنا پڑھے۔۔۔

بنا پڑھے کیوں۔۔۔ میں نے پڑھا ہے ساری رات۔۔۔ اور اب تم جانا چھوڑ دو اور آرام سے اس بات
پہ یقین کر لو کہ میرا ہی ٹیسٹ ہے

کیسے یقین کر لوں۔۔۔ اس دن صبح تو تم موسوی دیکھ رہی تھی۔۔۔ بابا اور ماما کو دیکھتے اس کا ایک اور
بھانڈا پھوڑا۔۔۔ عشوے کا دل کیا اس کا سر پھاڑ دے۔۔۔

ن۔۔۔ نہیں دیکھتی موسوی۔۔۔ بمشکل نوالہ نگلتے اس نے ریاض کو گھورا

جھوٹی۔۔۔ ابھی لپ ٹاپ دیکھوں تمہارا۔۔۔

ہ۔۔۔ ہاں دیکھ لو۔۔۔ ہاتھوں کو ہلاتے اس کے چہرے پہ حوایاں بھی اڑ رہی تھی۔۔۔

ابھی دیکھاتا ہوں--- وہ اٹھ کے اندر جانے لگا---

رکو۔ ابھی کھانا تو کھا لو--- ماما کی گھور کو آگنور کرتے اسے واپس بلایا۔ ریض واپس خاموشی سے بیٹھ گیا۔ کیونکہ آگ تو لگا چکا تھا اب بس بابا اپنے کمرے میں جاتے اور پیچھے ماما نے چپل سے عشوے کی دھلانی کرنی تھی۔ وہ ابھی اچھے طریقے سے۔ اور ریض نے وہ سین انجوانے کرنا تھا۔۔۔

عشوے نے بڑی مشکل سے تین چار نوالے لیے تھے۔ بھوک تو اس کی مرگی تھی۔ بابا کے جانے سے پہلے وہ اٹھنے لگی۔

کھاؤ کھانا سہی کر کے۔۔۔ بس دو ہی نوالے۔۔۔ دانت پیستے ماما نے اسے بیٹھے رہنے کا کہا ناچار وہ وہیں نگی رہی

پھر کچھ دیر بعد بابا چلے گے تو بنا کسی لحاظ کے انہوں نے چپل اتار لیا تھا۔۔۔

تم بے شرم۔۔۔ کتنی بار کہا ہے فلمیں نا دیکھا کرو۔۔۔ پھر بھی۔۔۔ جوتا اس کے بازو پہ مارتے کہا

۔۔۔

نہیں دیکھتی۔۔۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔۔۔ وہ اپنے بچاؤ کے لیے کھڑی ہو گی تھی۔۔۔

سچ کہہ رہا ہوں۔۔۔ میں نے خود اپنی گناہ گار آنکھوں سے دیکھا ہے۔۔۔ اسے چڑاتے وہ اپنا مقصد پورا کر چکا تھا۔۔۔ اور عشوے منہ پہ ہاتھ پھیرتے اسے وارن کرتے عائشہ بیگم کے پھینکے ہوئے جوتے سے بچتے اپنے کمرے میں غڑاپ سے غائب ہو گی۔۔۔ عائشہ پچھے سے ریض کو سنا نے لگیں۔۔۔ کہ تم نے اسے لپ ٹاپ دلوایا تھا اب فیل ہو جاتی ہے یہ وہ اور ریض کان بند کیے کھانا کھا رہا تھا

رولنمبر سلپ آگئی ہیں کیا۔۔۔ ان کا تیسرا پچھر ختم ہوا تھا جب ایک لڑکی نے میم کو روک کے پوچھا۔۔۔

ابھی تک تو نہیں بچے۔۔۔ لیکن کل تک امید ہے آجائیں۔۔۔ وہ خود بھی شیور نہیں تھیں۔۔۔

ان کے پیپر ز سٹارٹ ہونے والے تھے اور رمضان بھی بلکل قریب تھا۔۔۔ آدھے پیپر رمضان میں ہی تھے۔۔۔ سب خوب دل لگا کے محنت کر رہی تھیں سوائے عشوے سیال کے۔۔۔ وہ نقل کرنے کے نئے سے نئے طریقے ڈھونڈ رہی تھی جن کو استعمال کر کے وہ پیپر میں پاس ہو سکتی تھی ایسے ہی دن تیزی سے گزر رہے تھے جب ایک دن اچانک اس پہ پابندی لگا دی گئی پڑوس میں ناجانے کی۔۔۔

آپ آپ سے بات کریں نا عشوے اور ماہ بیر کے لیے۔۔۔ کپڑے الماری میں سٹ سے کرتے وہ اس وقت حمید صاحب کے کمرے میں تھیں۔۔۔

دیکھیں بیگم جی۔۔۔ میں بات تو کر لوں گا بھائی صاحب سے۔۔۔ لیکن پلوشہ کا تمہیں پتہ ہے۔۔۔ وہ پتہ نہیں کیسے ریکٹ کرے۔۔۔ چشمہ درست کرتے انہوں نے عائشہ بیگم کو دیکھا۔۔۔

آپ بات کریں۔۔۔ آپ۔۔۔ چاہے جتنا بھی اختلاف رکھ لیں لیکن وہ اس رشتے کے لیے ضرور راضی ہو جائیں گی۔۔۔ بس عشوے اپنے گھر کی ہو جائے۔۔۔

آپ کو اتنی جلدی کیا ہے۔۔۔ ابھی تو اس کے پیپر نہیں ہوئے ابھی وہ اٹھارہ کی نہی ہوی اور اسے گھر سے نکالنے پہ تلی ہیں۔۔۔

میں ابھی شادی کا تھوڑی کہہ رہی ہوں دو تین سال بعد ہی سہی۔۔۔ لیکن رشتہ تو پکا ہو جائے نا۔۔۔ ٹیشن ختم ہو گی۔۔۔ اگر ہم دیر کریں گے تو کیا پتہ ماہ بیر کسی اور لڑکی کو پسند کر لے اور میری عشوے۔۔۔

عشوے کا نصیب جو ہو گا اسے وہی ملے گا۔ آپ زیادہ ٹینشن نا لیں۔۔۔ ابھی تو وہ خود کو نہیں سنبھال سکتی اور تم اس پر پورے گھر کی زمہ داری ڈالنے کا سوچ رہی ہو۔۔۔

پھر وہی بات۔۔۔ میں شادی کا تھوڑی کہہ رہی ہوں۔۔۔ بس بات کانوں میں ڈال دیں ان کے۔۔۔

اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ بھائی صاحب سے ملاقات ہو تو۔۔۔ میں بات کروں گا۔۔۔

کچھ دنوں بعد انہیں مسجد سے واپسی پر خان بابا مل گے۔۔۔ انہوں نے اپنے گھر آنے کی دعوت دی تو وہ باخوشی چلے گے۔۔۔ پلوشہ بھی خوشدی سے ملی تھی جو بھی تھا۔۔۔ تھا تو بھائی ہی نا۔۔۔ اس سے وہ اکھڑے ہوئے لبجے میں بات تھوڑی کر سکتی تھیں۔۔۔

چائے پین گے یا جوس۔۔۔

کچھ نہیں پلوشہ۔۔۔ بس تم یہاں بیٹھ جاؤ۔۔۔ اتنا کافی ہے۔۔۔ محبت سے ان کا ہاتھ تھامتے ساتھ بٹھا
لیا۔۔۔ پھر باتوں میں ماہ بیر کی شادی کا ٹاپک چھیڑ دیا۔۔۔

ابھی تک تو نہیں بھائی صاحب۔۔۔ لیکن جلدی ہی میں اپنے بیٹے کے سر پہ سہرا جاؤں گی۔۔۔ پلوشہ
تو خوش ہو رہی تھیں اس ذکر پے۔۔۔

ہمم۔۔۔ ہم بھی عشوے کے لیے رشتہ تلاش کر رہے ہیں۔۔۔ آپ کی نظر میں اگر کوئی ہو تو۔۔۔
انہیں امید تھی کہ وہ کہہ دیں گی کہ عشوے مجھے دے دو ماہ بیر کے لیے لیکن جواب بر عکس آیا

ہاں ہاں۔۔۔ کیوں نہیں بھائی صاحب۔۔۔ ان کے رشتے کی بہن کا بیٹا ہے۔۔۔ اس نے بھی
عشوے کے ساتھ ہی انتر پاس کر لینا ہے۔۔۔ ام اس سے بات کریں گے آپ کی عشوے کی۔۔۔
ان کے چہرے پہ آتے جاتے رنگوں کی پرواہ ناکرتے وہ روانی سے بولتی گی تھیں۔۔۔ حمید صاحب
پھر اور بات کیے بنا کچھ دیر وہیں بیٹھے رہے پھر اٹھ کے چلے آئے۔۔۔ وہ جانتے تھے جب یہ بات
وہ عائشہ کو بتائیں گے جو رہا سہا تعلق ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا ان دو گھروں کے درمیان۔۔۔

لیکن وہ کیا کر سکتے تھے۔۔۔ حقیقت سے نظریں چراتے وہ عشوے کو ان کے سروں پہ مسلط تو نہیں کر سکتے تھے نا۔۔۔ دل گرفتگی سے سوچتے وہ اپنے لاونچ میں داخل ہوئے۔۔۔

آج دیر کر دی۔۔۔ عائشہ بیگم سامنے ہی ڈائینیگ چئر پہ بیٹھیں سفید چنے صاف کر رہی تھیں۔۔۔

ہاں بس پلوشہ کی طرف چلا گیا تھا۔۔۔ چلتے ہوئے وہ بھی ان کے پاس آکے بیٹھ گے۔۔۔ پھر انہیں دیکھا۔۔۔

میں نے بات کی تھی ابھی۔۔۔ پلوشہ سے۔۔۔ لیکن۔۔۔ وہ خاموش ہوئے۔۔۔

عائشہ چنے چھوڑ کے ان کا چہرا دیکھ رہی تھیں۔۔۔ لیکن۔۔۔

لیکن۔۔۔ پلوشہ نے انکار کر دیا ہے۔۔۔

کیوں---میری بیٹی میں کیا کمی ہے---متنا عود کے آئی---

کمی نہیں ہے---اچھا ہی ہوا ہے کہ نہیں بنی بات---ہماری عشوے اتنی چھوٹی ہے ماہ بیر سے---
وہ کم سے کم آٹھ نو سال بڑا ہے سمجھ دار ہے---اپنے لیے ایک میچور لائیف پاٹر ڈیزرو کرتا ہے
اور عشوے ابھی بچی ہے---لا بالی سی---ابھی تو اس کے جھگڑے ہی ختم نہیں ہوتے---

ہو جاتی سمجھ دار---ان کے دل کو دھکا سا لگا تھا---افسوس---ازیت کیا کیا نہیں تھا---

آپ پریشان نا ہو عائشہ بیگم---

اللہ نے جو ہماری بیٹی کے لیے جوڑ بنایا ہو گا---اس سے اچھا تو ماہ بیر نہیں ہو گا نا---ان کے
ہاتھوں کو تھامتے تسلی دی---وہ کر بھی کیا سکتے تھے---عائشہ بیگم بھی خاموش ہو گیں---

لیکن یہ دکھ کچھ دنوں میں غصے میں بدل گیا تھا اور اس غصے کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ اب ان کے گھر آنا جانا بند۔۔۔ خاص طور پر عشوے کا۔۔۔ چاہے کوئی مر ہی کیوں نا رہا ہو ان کے گھر کسی بھی حال میں نہیں جانا۔۔۔ سہی کہتے ہیں رشتے ہو جائیں تب بھی لڑائی جھگڑے اور نا ہوں تو پھر تو لازمی سی بات ہے۔۔۔

لیکن کیوں مما۔۔۔ ابھی تو ہم لوگوں نے گروپ سٹڈی کرنی تھی۔۔۔ عشوے نیا حکم سن کے پریشان تھی۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔۔۔ عزت ویسے ہی کم آتی تھی اب اور۔۔۔ اب اس کا بھی آنا جانا ختم۔۔۔

بس میں نے کہہ دیا۔۔۔ نہیں تو نہیں۔۔۔

آپ کو پتہ ہے ہمارے پیپر سٹارٹ ہونے والے ہیں۔۔۔ ہم نے پڑھنا ہے۔۔۔

بے شک فیل ہو جاؤ۔۔۔ پر ان کے گھر نہیں جانا۔۔۔ دو ٹوک انداز میں منع کرتے اسے اور کچھ بولنے سے بھی روک دیا۔۔۔ پاؤں پٹختے وہ اپنے کمرے میں آگی۔۔۔

صرف یہ ہی نہیں۔۔۔ کچھ دن بعد اس سے اس کا لپ ٹاپ بھی چھین لیا گیا۔۔۔ پیپر کی تیاری کرو۔۔۔ اور پھر عشوے اکیلی ہو گی۔۔۔ سارا دن کا جس سے آکے بولائی بولائی پھرتی کبھی ماما کے ساتھ کام کروادیتی۔۔۔ لیکن پڑھتی پھر بھی نا۔۔۔ جس دن پیپر تھا اس سے ایک دن پہلے اس نے پڑھنا شروع کیا تھا اور پھر دل لگا کے پڑھا تھا۔۔۔

پہلا پیپر انگلش کا تھا۔۔۔ جو اس کے خیال میں اتنا اچھا تو ہو ہی گیا تھا کہ وہ پاس ہو جاتی اگلے پیپر
رمضان میں تھے۔۔۔

عائشہ بیگم ساتھ ساتھ رمضان کی تیاری بھی کرتی تھیں اور اسے پڑھائی کی تاکید بھی کرتی رہتیں
 --ریض آج کل اسے کم ہی تنگ کرتا تھا اس کے بھی پیر ہونے تھے۔ اسے بھی تیاری کرنی ہوتی
 تھی۔ نیز یہ کے ان کے گھر ایک دم سے خاموشی چھا گی۔ عائشہ بیگم ہولتی رہتی تھیں۔ کبھی
 تنگ آکے عشوے کو ڈانٹنا شروع کر دیتیں بلا وجہ۔ اس کے رشتے کے لیے بھی پریشان تھیں
 اور اب اس کی حرکتوں سے بھی۔ جو فلمی ہیرون کی طرح کبھی یہاں اداس پڑی ملتی تو کبھی
 وہاں۔

مما جانے دیں آج تو۔۔۔ یار میرا کل پیپر ہے پاک سٹڈی کا۔۔۔ میرے نوٹس ہیں عزت کے پاس
 پہلے عشرے کا تیسرا روزہ تھا اور عشوے مما کی پھر سے منتیں کر رہی تھی۔۔۔ اس کے نوٹس
 عزت نے لیے تھے عزت کے اپنے گم ہونے کی وجہ سے۔۔۔

بک سے پڑھو۔۔۔ افطار کے لیے پکوڑے تلتے اسے صاف انکار کیا۔۔۔

مما بس یوں گی اور یوں آئی۔۔۔ پلیز جانے دیں۔۔۔

کہا نا نہیں تو بس نہیں۔۔۔ اب چاہے فیل ہو جاؤ۔۔۔

مما ہو کیا گیا ہے۔۔۔ ایسی بھی کیا قیامت الگی ہے۔۔۔ آپ نے سارے تعلق ہی توڑ دیے ہیں۔۔۔

جو بھی ہو۔ تمہارا اس سے کوئی لینا دینا نہیں۔ بس جاؤ یہاں سے میرا سرنا کھاؤ۔ کام کاج آتا
نہیں ہے ماں سے سوال جواب کرنے خوب آتے ہیں بس۔۔۔ ائی بڑی یوں گی یوں آئی۔۔۔ نقل
اتارتے اسے ڈانٹ کے بھگایا۔۔۔

میں جا رہی ہوں۔۔۔ پچھو ہیں میری آئی سمجھ۔۔۔ اپ نہیں روک سکتیں۔۔۔ ضدی نداز میں کہتے وہ
باہر جانے لگی۔۔۔

چلی جاؤ۔۔۔ پھر وہیں رہ لینا واپس گھر مت انا۔۔۔ ٹانگیں توڑ دوں گی تمہاری۔۔۔
مما۔۔۔ وہ روہی پڑی۔۔۔ کتنی ظالم عورت ہیں۔۔۔ پاؤں ٹੱخ کے اپنے کمرے میں واپس آگی۔۔۔
پتہ نہیں کیوں ایسا کر رہی ہیں۔۔۔ اب میں کہاں سے پڑھو۔۔۔ پاک سڑی کی بک تو تھی لیکن
اس پہ لوگ لوگ لکھا تھا پاوائٹ ٹو پوائنٹ نہیں تھا۔۔۔ اور نوٹس بہت اچھے اور آسان تھے۔۔۔
لپ ٹاپ بھی نہیں تھا۔۔۔

اچھا ممالپ ٹاپ تو دے دیں۔۔۔ وہ دو منٹ بعد پھر عائشہ بیگم کے سر پہ کھڑی تھی۔۔۔
لپ ٹاپ پیچ دیا ہے میں نے۔۔۔ کفار سے پکوڑوں کو ہلاتے ادائے بے نیازی سے کہا۔۔۔
کیااا۔۔۔ آپ کا دماغ۔۔۔ م۔۔۔ میرا مطلب ہے اس میں میرے کالج کی پکس تھیں مما۔۔۔ صدمے
سے وہ بے حوش ہونے والی تھی۔۔۔

ابھی وہ وقت نہیں ہے کہ تم بیٹھ کے اپنے فوٹو دو کھو۔۔۔ جا کے عبادت کرو۔۔۔ خود روزہ رکھا نہیں
ہے اور میرے سر پہ کھڑے ہو مجھے تنگ کر رہی ہو۔۔۔

میرا پیپر تھا اس لیے نہیں رکھا۔۔۔ صدمے سے چور لجھے میں کہا۔۔۔

آپ بتائیں سچ دیا ہے۔۔۔

ہاں۔۔۔

سچ میں۔۔۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا

اوف ف نہیں بیچا۔۔۔ لیکن دوں گی نہیں۔۔۔

اوکے۔۔۔ روزہ رکھ کے جھوٹ نہیں بولتے ماما۔۔۔ خشنگیں نظرؤں سے ماں کو دیکھا۔۔۔ عائشہ بیگم
نے مشکل سے مسکراہٹ کنٹرول کی تھی۔۔۔

چلو جاؤ اب یہاں بہت گرمی ہے۔۔۔

عشوے وہاں سے ایک بار پھر خالی ہاتھ واپس آگئی۔۔۔ اب بس ایک ہی طریقہ تھا اور وہ تھا
چھت سے پڑوس میں جایا جائے۔۔۔ پڑوس والوں کے دو پورشن تھے اور پھر اوپر چھت تھی۔۔۔
لیکن ان کا ایک ہی پورشن تھا۔۔۔ مطلب ان کے سینکڑ پورشن کے برابر ان کی چھت تھی۔۔۔
دبے پاؤں وہ اوپر آئی۔۔۔ سامنے والا کمرہ ماہ بیر کا تھا۔۔۔ اس کے ٹیرس کی دیوار۔۔۔ ان کے
چھت کے کونے پر تھی۔۔۔ بلی کی چال چلتے وہ سامنے آئی۔۔۔ ٹھہر س کا دروازہ کھلا تھا۔۔۔

شکر ہے--- گھر اس انس لیا۔۔۔

چلو عشوے--- اب اندر چلتے ہیں۔۔۔ ماہ بیر گھر تو تکتا نہیں تھا۔۔۔ جو وہ پھنستی۔۔۔ دوپٹہ کندھے سے لا کے کمر پہ باندھا۔۔۔ پھر آگے ہو کے جوتے پہلے اندر پھینکے۔۔۔ ماہ بیر جو وضو کر کے نکل رہا تھا۔۔۔ ٹھٹک کے رکا۔۔۔

پھر ایک نظر ٹھہر س کو دیکھا۔۔۔ جس پہ لگے بلدر شیشے پہ کسی کے ہاتھ رکھ تھے۔۔۔ پھر بندر کی طرح اچھلتے اس کا آدھا حصہ بھی نمودار ہوا۔۔۔ ماہ بیر ماتھے پہ تیوریاں چڑھائے سامنے ہوا۔۔۔ عشوے جہاں کھڑی تھی اگر وہاں سے اس کا زرا سا بھی پیر ڑپٹا وہ سیدھا زمین پہ گرتی۔۔۔ چھت پہ بھی نہیں زمین پہ۔۔۔

ماہ بیر جس پہ ابھی تک اس کی نظر نہیں پڑی تھی۔۔۔ چلتا ہوا بلکل اس کے قریب آیا۔۔۔ وہ جو سر نیچے کیے اپنے پیروں کو دوبارہ سٹ کر کے لٹکنے کے لیے جگہ تلاش رہی تھی کولون کی خوشبو کو قریب سے اُنے پہ چونکی۔۔۔ پھر پلکیں اٹھا کے دیکھا۔۔۔

سامنے کوئی کھڑا تھا سفید کاٹن کے سوٹ میں کف موٹے ہاتھوں سے ٹکتے پانی کے ننھے قطرے۔۔۔ اس نے تھوڑا سا اوپر دیکھا۔۔۔ چوڑے مضبوط شانے چوڑا سینا۔۔۔ پھر داڑھی کو جو ہلکی بڑھی ہوئی تھی۔۔۔

اس کے اوپر ہونٹ اور پھر ہلکی موٹھیں۔۔۔

ماہ بیر بھائی۔۔۔ اس کا ہاتھ رینگ سے پھسلا تھا جو مکمل پیسے سے تر تھا۔۔۔ اس سے پہلے کے وہ زمین بوس ہوتی۔۔۔ ماہ بیر نے آگے ہو کے اسے کمرے سے کپڑا لیا۔۔۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا۔۔۔

کیا کرنے آئی ہو۔۔۔ ان دونوں کے درمیان بس کچھ اپنچ کا فاصلہ تھا۔۔۔
پ۔۔۔ پلیز چھوڑنا نہیں۔۔۔ م۔۔۔ میں گر جاؤں گی۔۔۔ کن اکھیوں سے زمین سے ٹھہر س تک کی بلندی کو ناپا۔۔۔ یہاں سے گری تو ایک بھی ہڈی نہیں بچے گی۔۔۔ جھر جھری لیتے ماہ بیر کو دیکھا جس کی سانسیں اسے اپنے چہرے پہ محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔

کیا کرنے آئی ہو۔۔۔ یہاں۔۔۔ ماہ بیر سخت لبجے میں کہتا اسے گھور رہا تھا۔۔۔
ع۔۔۔ عزت سے ملنا تھا۔۔۔ اس کی کمر ماہ بیر کے ہاتھ سے نکل رہے تھی۔۔۔ م۔۔۔ مجھے اوپر کریں پلیز۔۔۔ کانپتے ہاتھوں سے اس نے ماہ بیر کے کالر تھامے تھے۔۔۔

اگر میں گرا دوں تو۔۔۔ ماہ بیر نے ہاتھ زرا سا ڈھیلا کیا۔۔۔ وہ پھسل کے نیچے ہوتے چیخنے لگی تھی۔۔۔ اگلے ہی جھٹکے میں ماہ بیر نے اسے اٹھا کے اندر کیا۔۔۔

اب بتاؤ۔۔۔ کیوں آئی ہو یہاں۔۔۔ پھر چلتے اس کے قریب ہوتے دیورا کے ساتھ لگایا۔۔۔ وہ جو خوف سے کانپ رہی تھی بے یقینی سے ماہ بیر کو دیکھنے لگی۔۔۔ اس نے یہ تو سوچا ہی نہیں تھا کہ ماہ بیر بھی ہو سکتا تھا وہاں۔۔۔

و۔۔۔ وہ مجھے نوٹس لینے تھے۔۔۔

سیدھا راستہ بھی تھا نا۔۔۔ اس کی گردن پے اپنی انگلیوں کا لمس چھوڑتے سمعنے پے مجبور کر گیا۔۔۔

ت۔ تھا۔۔۔ لیکن مما نہی آنے دیتیں۔۔۔ گردن جھکاتے گال کو کندھے سے مسلا۔۔۔

لیکن یہ طریقہ بھی تو سہی نہیں ہے نا۔۔۔ ماہ بیر کی آنکھوں میں جذبات کی لو دہک رہی تھی وہ خود
بھی نہیں جانتا تھا کیا کر رہا تھا اس وقت۔۔۔

میں۔۔۔ چلتی ہوں۔۔۔ عشوے اسے ہلاکا سا دھکا دے کے سائنس پر کرتے دروازے کی طرف بڑھی

— 3 —

واپس اسی کمرے میں ہی انا ہے محترمہ۔۔۔ اس کے باہر نکلتے وہ معنی خیزی سے مسکرا رہا تھا۔۔۔

— — — — — — — — — — — —

وہ دبے پاؤں چوروں کی طرح سیڑھیاں اتر رہی تھی۔۔۔ جوتے وہ ماہ بیر کے روم میں ہی چھوڑ آنے کی وجہ سے وہ بے آواز چلتی لیونگ روم تک پہنچی۔۔۔

آئے تم اوپر کھاں سے آ رہی ہو۔۔۔ وہ جو آخری سیڑھی سے دبریز کالین پہ پاؤں رکھنے والی

تھی دبنگ آواز یہ کانپ سی گی۔۔۔۔

و۔۔۔ میں ملنے آئی تھی۔۔۔ ہکلاتے اسے سمجھ نہیں آیا کیا جواب دے۔۔۔

کیا۔۔۔ تم ماہ بیر سے اکیلے ملنے آئی تھی۔۔۔ توبہ توبہ۔۔۔ پلوشہ بیگم اس کے سر پہ کھڑی تھیں۔۔۔

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ بھائی سے نہیں۔۔۔ و۔۔۔ وہ عزت سے ملنا ہے مجھے۔۔۔ میرے نوٹس ہیں اس کے پاس
۔۔۔ وہ جلدی سے سیڑھی عبور کرتے انہیں سمجھانے لگی۔۔۔

اور جوتے۔۔۔ کہاں ہیں۔۔۔ اب ان کی نظر پاؤں پہ پڑی۔۔۔

وہ عزت کے روم میں تیزی سے کہا۔۔۔

آ تو تم اوپر سے رہی ہو۔۔۔ وہ اسے مشکوک نظروں سے گھور رہی تھیں۔۔۔

ج۔۔۔ جی نہیں پھپو۔۔۔ میں عزت کے ہی پاس تھی۔۔۔ وہ۔۔۔ اس نے کہا بھائی سے موبائل لے آؤ۔۔۔ بس وہاں جا رہی تھی۔۔۔ برقت بہانا بناتے وہ تیزی سے عزت کے کمرے کی طرف بھاگی۔۔۔ وہ جو بکس پھلانے لکھ کے یاد کر رہی تھی اسے آندھی طوفان کی طرح نازل ہوتے دیکھ کے سیدھی ہوئی۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔ اس کے چہرے پہ ہو ایسا اڑتی دیکھ کے پوچھا۔۔۔

مجھے یقین نہیں آتا یہ میری پھپو ہیں۔۔۔ اتنی خوفناک۔۔۔

آؤ ہیلو بہن۔۔۔ میری ماں کے بارے میں بات کر رہی ہو۔۔۔

ہاں ہاں پتہ ہے۔۔۔ تم میرے نوٹس واپس کر دیتی نا۔۔۔ تو یوں مجھے دو عورتوں کو دھوکہ نا دینا پڑتا۔۔۔ اب جلدی واپس کرو دیر ہو رہی ہے۔۔۔ پہلے تمہارا بھائی اوپر قید کر کے کھڑا ہو گیا تھا۔۔۔ بناسوچے جلدی سے اپنے نوٹس اس کی بکس کے نیچ سے نکالے۔۔۔

اللہ حافظ--- کل سینٹر میں بات ہو گی----

جس تیزی سے آئی تھی ویسے ہی واپسی کے لیے مڑی----

بھائی نے قید--- عزت ابھی تک وہی بات سوچ رہی تھی----

رکور کو--- تم آئی کیسے ہو--- مانی نے منع کیا ہے نا--- پھر--- عزت کو کچھ کچھ سمجھ آرہا تھا----

جی بلکل--- اور جسے آئی ہوں--- اب واپس بھی--- وہ جو باہر نکلنے لگی تھی سامنے پھپو کو گھورتا
دیکھ کے واپس اندر ہوئی----

عزت پلیز ایک ہیلپ کر دو--- اس کے پاس بیڈ تک چلتی آئی پھر منٹ بھری نگاہوں سے دیکھا

ہاں---کرتی ہوں میں تمہاری مدد---جو تے کھاں ہیں---منہ بناتے اس کے خالی پیر دیکھے---
پھر عشوے نے اسے ساری کہانی---دکھ بھری کہانی سنائی

عزت تو پہلے اسے گھورتی رہی پھر ہستے ہستے اس کے ساتھ باہر آئی---
تم لوگ ماہ بیر کو آرام کرنے دو گے---وہ لوگ اوپر قدم رکھ رہے تھے جب پچھے سے ایک بار
پھر آواز آئی---

رج---جی ماما---ہم لوگ بھائی سے لیپ ٹاپ لینے جا رہے ہیں---کچھ نوٹس بنانے ہیں---عشوے
عزت کے پچھے اسیے کھڑی تھی کہ اس کے پیر چھپ گے تھے---

جلدی واپس آؤ---

جی---پھر وہ دونوں اوپر آئیں---

بھائی دروازہ کھولیں۔ ساتھ دروازہ ناک بھی کیا۔۔۔

اجاو۔۔۔ کھلا ہے۔۔۔ بھاری مردانہ آواز اندر سے آئی تو عزت نے ہینڈل گھماتے دروازہ کھولا۔۔۔

بھائی۔۔۔ اس کے جوتے۔۔۔ اپنی مسکراہٹ کو کنٹرول کرتے عزت نے بھائی کو دیکھا۔۔۔ وہ جو بیڈ پر
بیٹھا قرآن کی تلاوت کر رہا تھا چونکہ۔۔۔ مطلب وہ اکیلی نہیں آئی۔۔۔

کس کے۔۔۔ قرآن مجید بند کرتے غلاف میں لپٹا۔۔۔

عشوے کے۔۔۔ عشوے ابھی تک وہیں کھڑی دم سادھے اس انسان کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ مضبوط
کلائی۔۔۔ اوپر مڑے ہوئے کف۔۔۔ وہ بے دھیانی سے اس کی کلائی پر موجود چھوٹے چھوٹے بالوں
کو دیکھنے لگی۔۔۔

جب آئی تھی پہن کے جاتی۔۔۔ ٹھرس تو عبور کر ہی لیا تھا محترمہ نے۔۔۔ ماہ بیر نے اس کی نظروں کا تعاقب کرتے اپنا کاف سیدھے کر کے بٹن بن کر دیے۔۔۔

میں جاؤں۔۔۔ پھر عشوے نے دونوں کو دیکھ کے ایسے پوچھا کہ جیسے وہ یہاں سے جانا چاہتی بھی ہو اور نا بھی۔۔۔ پھر آگے ہو کے اپنے جوتے پہنے جو ایک ٹھرس کے پاس گرا تھا اور ایک فماتنا اونچا پھینک دیا تھا کی واش روم کے دروازے کے پاس پڑا تھا۔ جھر جھری لیتے اس نے پہلے نوٹس ٹھرس سے اپنی چھٹ پہ پھینکے۔۔۔ پھر واپس جوتے اتارے اور جوتے بھی اپنی چھٹ پہ اچھائے۔۔۔ وہ دونوں اس کی حرکتیں ملاحظہ فرمارہے تھے۔۔۔

میں چلتی ہوں۔۔۔ پاؤں سٹ کر کے رکھتے پچھے مڑ کے دوں کو دیکھا۔۔۔

۔۔۔ گر جاؤ گی عشوے۔۔۔ سامنے دیکھو۔۔۔ ماہ بیر نے بے ساختہ کہا تھا۔۔۔ عشوے نے واپس مڑتیسے ایک بڑی چھلانگ لگائی اور اپنی چھٹ پہ کوڈ گی وہ چھلانگ اتنی بڑی ہو گی تھی کی اپنی چھٹ پہ گرتے اپنا بیلنس برقرار نہیں رکھ پائی اکھڑا ہوا سیمنٹ ہونے کی وجہ سے اس کا گھنٹہ اور ہتھیلی

دونوں چھل گے تھے۔۔۔ لیکن وہ کسی تکلیف کا تاثر دیے بنا واپس مڑی وہ دونوں ہی کھڑے اسے
فکر مندی سے دیکھ رہے تھے۔۔۔

بائے۔۔۔ لنگور۔۔۔ ان کو ہاتھ ہلایا۔۔۔ پھر جوتے پہنے نوٹس اٹھائے اور واپس آگئے۔۔۔ عاششہ بیگم ابھی
تک پکوڑے تمل رہی تھیں۔۔۔

کیسے پاگل دوست ہیں۔۔۔ ماہ بیر نے ایک سنجدہ نگاہ عزت پہ ڈالی جو واپس مڑنے لگی تھی۔۔۔

پاگل نہیں ہے۔۔۔ ایکبھولی مانی اسے یہاں آنے نہیں دیتیں۔۔۔ اور اس کے نوٹس میرے پاس تھے

تو کسی اور کو بھیج دیتی۔۔۔ ریض کو بھیج دیتی۔۔۔ خود بندروں کی طرح اچھل اچھل کے لازمی انا آتا ہے۔۔۔ وہ دونوں انجانے میں ایک دوسرے کو لنگور اور بندر کہہ چکے تھے۔۔۔

وہ بات مان لے تو مسلہ ہی کیا ہے۔۔۔۔۔

هم۔۔۔ جاؤ۔۔۔ کوئی فایدہ نہیں تھا عزت سے کچھ کہنے کا اس نے سائنس ہر حال میں اسی کی ہی لینی تھی۔۔۔ پھر اس کے جانے کے بعد اس نے اپنا موبائل نکالا۔۔۔ بینش کا میسح آیا ہوا تھا۔۔۔

شام پانچ بجے ٹریک پہ ملتے ہیں۔۔۔ میسح دیکھ کے اس کی آنکھوں میں ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی

۔۔۔

ماہ بیر خان۔۔۔ اٹھائیس سال کا نوجوان مرد۔۔۔ وہ کسی بھی بزنس کا اکلوتا وارڈ نہیں تھا۔۔۔ بلکہ وہ اپنے بل بوتے پہ کام کرنے کا قائل تھا چاہے پھر وہ ریڑھی لگا کے پیاز ہی کیوں نا بیچتا۔۔۔ خان بابا کی اپنی فیکٹری تھی لیکن ماہ بیر وہاں کبھی بھی باس کی طرح نہیں گیا تھا اور جاتا بھی بہت کم ہی تھی۔۔۔۔۔

گریجو کیشن کے بعد اس نے فیز کل ایجو کیشن میں پی ایچ ڈی کی تھی۔۔۔ اسے بچپن سے ہی پہاڑوں پہ چڑھنا دریا میں اترنا۔۔۔ اوپھی اوپھی جگاہوں پہ جانے کا بہت شوق تھا۔۔۔ پھر اس نے ایتھلیٹ بننے کا سوچا۔۔۔ وہ ایک قابل ہائیکر تھا۔۔۔ ایک خوبصورت اور مضبوط جسم کا مالک بھی وہ انہی سرگرمیوں کی بدولت تھا۔۔۔ جو اس کا کام تھا اس میں ہمہ انسان کو فٹ رہنا پڑتا تھا۔۔۔ آج کل وہ خود کلاسز دے رہا تھا اور بینش اس کی سٹوڈینٹ ہونے کے ساتھ ساتھ اچھی دوست بھی تھی۔۔۔ اس کا حلقة احباب بہت وسیع نہیں تھا۔۔۔ بچپن سے لے کے اب تک اس نے تین دوست بنائے تھے۔۔۔ وہ بھی ان لوگوں نے اوفر کی تو وہ مان گیا تھا۔۔۔ ایک خبیب خان جو اس کے ساتھ ہی ہوتا تھا۔۔۔ ایک فرید بلوچ اور ایک یوسف۔۔۔ فرید بھی اسے ایتھلیٹ میں ہی ملا تھا۔۔۔ یوسف اپنے باپ کا بزنس سنپھال رہا تھا جس اس کی ملاقات کم ہی ہوتی تھی۔۔۔ اور اب بینش۔۔۔ بینش بھی خود اس کے قریب آئی تھی۔۔۔ وہ ایک میچور لڑکی تھی۔۔۔ ان دونوں کا تعلق چند ماہ میں ہی کافی حد تک مضبوط ہو چکا تھا۔۔۔ اس کا ارادہ تھا مورے سے بات کرے گا تاکہ وہ دیکھ کے فائیل کر سکیں کچھ۔۔۔ لیکن اس کی قسمت میں تو کچھ اور ہی لکھا تھا

شکر ہے۔۔۔ پیپر ختم ہوئے۔۔۔ پین پیسنسنلز ڈائنگ ٹیبل پر رکھتے وہ صوفے پر گری تھی۔۔۔ آج
اکیسوال روزہ تھا۔۔۔

کیسا ہوا پیپر۔۔۔ عائشہ بیگم جوس کا گلاس اسے پکڑاتے پکھا تیز کرنے لگیں۔۔۔ آج کل گرمی بھی
بہت زیادہ تھی اور پھر باہر اس وقت چلپلاتی دھوپ۔۔۔ بہت اچھا ہو گیا ہے۔۔۔ ایک ہی سانس
میں ختم کرتے جواب دیا۔۔۔

چلو۔ اللہ کرے پاس ہو جاؤ۔ گلاس پکڑ کے ڈائنگ ٹیبل پر رکھا۔۔۔

اب کل سے سارے روزے رکھنے ہیں۔۔۔ پھر وہ خود ہی بڑبرائی۔۔۔

ہاں جی۔۔۔ سارے روزے رکھنے ہیں۔۔۔ عائشہ بیگم نے اس کی چیزیں اٹھاتے کہا۔۔۔

آج تو خوب کھاوں گی نا۔۔۔ عشوے خود آٹھ کے کچن میں آئی۔۔۔ پھر فرج میں پڑے کباب اٹھائے۔۔۔ انہیں تلا اور دو بریڈ نکال کے ٹوستر پہ سینکے۔۔۔ کباب ان دونوں کے درمیان رکھ کے کیچپ اوپر لگایا۔۔۔ پھر آرام سے ایک شکوائیش کا گلاس لے کے اپنے کمرے میں آگی۔۔۔ چیزیں رکھ کے واپس ممانے روم میں گی۔۔۔

ممالپ ٹاپ۔۔۔ خوشی اس کے انگ سے پھوٹ رہی تھی۔۔۔ پیپر ز ختم ہونے کے بعد ایسی ہی خوشی ہوتی ہے

عائشہ بیگم نے پھر اسے دراز سے لپ ٹاپ نکال کے دیا۔۔۔

شکریہ۔۔۔ باچھیں پھلا کے واپس آئی۔۔۔ پھر جو اتنے دنوں کا سیزن چھوڑا ہوا تھا وہ مکمل کر کے ہی رات ایک بجے سوئی۔۔۔

مجھے پڑھنے دو۔۔۔ ریض اس کی حرکتیں دیکھ کے چینا تھا۔۔۔ عشوے کے پیر ختم ہوئے تھے کے ریض کے سٹارٹ ہو گے۔۔۔

پڑھو میں نے کب روکا ہے۔۔۔ اس کے آگے پچھے پھرتے والیم اور اونچا کیا۔۔۔ کیا مسلہ ہے۔۔۔ ماما۔۔۔ ماما۔۔۔ اب کی بات اس نے عائشہ بیگم کو آواز دی۔۔۔

مما یہ پڑھنے نہیں دے رہی۔۔۔ وہ جو اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھ کے پڑ رہا تھا عشوے ماما کا موبائل اٹھائے۔۔۔ نعمتیں سرچ کر کر کے لگا رہی تھی وہ بھی اونچی آواز میں۔۔۔

دیکھو میں نے تمہیں کوئی تنگ کیا تھا۔۔۔ ریض نے روزہ بھی رکھا ہوا تھا اور اس کا دو بجے پہپر بھی تھا۔۔۔

اوکے اوکے پڑھو۔۔۔ وہ اسے اور تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتے چھت پہ آئی۔۔۔ پھر جھانک کے ٹھہر س پہ دیکھا۔۔۔ دروازہ بند تھا۔۔۔ اب یہ محترم واپس آئیں گے تو میں عزت سے مل سکوں

گی---اس نے دوسری دفعہ بھی اسی راستے سے جانے کا سوچا تھا۔۔۔ لیکن ماہ بیر کو گئے دو ہفتے ہو گے تھے ایک بار بھی واپس نہیں آیا تھا کہ عشوے اپنی بچھڑی سہیلی سے مل لیتی۔۔۔ واپس سیڑھیاں ترتے مماکے کمرے کی طرف آئیں

میرے ایک جانے والے نے اپنے بیٹے کے لیے ہاتھ مانگا ہے عشوے کا۔۔۔ وہ جو ہینڈل گھماکے اندر داخل ہونے لگی تھی وہیں رک گی۔۔۔

لیکن مجھے وہ لوگ کچھ اچھے نہیں لگ رہے۔۔۔ تم دیکھو مل لو خود پھر کوئی فیصلہ کریں گے۔۔۔ حمید صاحب عائشہ کو کہہ رہے تھے۔۔۔

ہائے۔۔۔ کاش آپا ماہ بیر کے لیے ہماری عشوے لے لیتیں توں کیا تھا۔۔۔ اور باہر کھڑی عشوے کی کان کی لوئیں تک سرخ ہوئی تھیں اس بات پر۔۔۔ منہ اتنا کھل گیا کے شہد کی مکھی بھی آرام سے اندر گھس سکتی تھی

اب ہم کیا کر سکتے ہی۔۔۔ جو اللہ کو۔ منصور۔ حمید صاحب بھی اداس تھے۔۔۔ اگر وہاں ہو جاتی عشوے کی شادی تو۔۔۔ دل کو سکون سارہتا۔۔۔ اب غیروں کو اپنی بیٹی سونپتے ہوں اٹھ رہے تھے

عشوے اندر جانے کی بجائے واپس آگئی تھی اور اب کوئی پتہ نہیں تھا کہ موبائل پر کیا چل رہا ہے
۔۔۔ بے یقینی سے وہ بار بار اسی بات کو سوچ رہی تھی جو ممانے کی تھی۔۔۔

میری شادی ماہ بیر بھائی سے۔۔۔ منه ہونکوں کی طرح کھولے سوچا۔۔۔ پھر بھجھری لیتے نفی کی۔۔۔
وہ اتنے بڑے ہیں۔۔۔ بھائی سمجھتی ہوں میں انہیں۔۔۔ ماما بھی نا۔۔۔

لیکن۔۔۔ کہیں اسی وجہ سے تو ماما مجھے وہاں جانے سے منع نہیں کرتیں۔۔۔ اب ساری کڑیاں اسے سمجھ آرہی تھیں۔۔۔

اوہ یار--- اور میں ماہ بیر بھائی سے کیسے--- حواس باختہ ہوتے اسے چہرے پہ آئے شرم کے رنگوں کو جو اسے خود بھی معلوم نہیں تھے کو ہاتھوں کو پھیرتے ہٹایا---

عزت نے بھی کچھ نہیں بتایا مجھے--- وہ خود ہی سوچے جا رہی تھی حلانکہ کہ انہوں نے انکار کر دیا
تھا---

ویسے پتہ نہیں اسے بھی پتہ ہو یانا---

لیکن ممما تو کہہ رہی تھیں کاش--- مطلب ان لوگوں نے انکار کر دیا--- دل ڈوب کے ابھرا
 وجہ نہیں پتہ تھی لیکن--- اسے برا فیل ہوا--- پھر سر جھٹک کے موبائل اٹھا لیا--- اب وہ خود بھی ان کے گھر کبھی نہیں جائے گی--- ٹھکرائے جانے کا احساس دوستی سے کہیں اوپر ہو گیا

تھا

لیکن---وہ---ماہ بیر بھائی تو بھائی ہیں میرے---میں کیوں سوچ رہی ہوں ان کے بارے میں
---پچھلے کئی دنوں سے اس کی یہ ہی حالت تھی---بے شمار دکھ دینے والی سوچوں سے آزادی
پانے کے لیے اخراں نے خود کو بھائی کے رشتے سے تسلی دینی چاہی---

عشوے---بیٹا یہاں آؤ۔ وہ جو کمرے میں بے چینی سے ٹھہل رہی تھی بابا کی اواز پر رکی---
پھر دوازہ کھول کے باہر آئی۔ بابا سامنے لاونچ میں کھڑے اس کے کمرے کے دروازے کی طرف
دیکھتے اس کے نکلنے کا انتظار کر رہے تھے۔

وہ ہم لوگو تمہاری پچپو کے پاس جا رہے ہیں---ریض بھی گھر نہی ہے تو تم۔ گھر کا خیال رکھنا ہو
سکتا ہے ہمیں کچھ وقت لگ جائے۔ اسے بتا کے ایک بار اپنے کمرے کی طرف دیکھا جہاں سے
عاکشہ بیگم نکل رہی تھیں۔

چلیں حمید صاحب۔۔۔ ایک گھر دری سے عشوے کو نوازتے وہ ان کے پیچے باہر نکل گئیں۔۔۔

اوووه۔۔۔ ہونٹوں کو گول کیے عشوے انکھیں کھولے انہیں جاتا دیکھ رہی تھی وہ عورت جو اسے بھی جانے سے منع کرتی رہی تھی۔۔۔ وہ اب خود کیسے ارام سے جا رہی تھیں۔۔۔ آنکھوں کو سکیرتے وہ واپس اپنے کمرے میں آگئی۔۔۔

شايد وہ پھر کوشش کرنے جا رہے تھے ل۔۔۔ دل کو انجانا سا سکون ملا

حمدید صاحب اور عائشہ بیگم لان عبور کرتے لاونچ کے بڑے دروازے کے قریب پہنچے تھے جب سامنے آتی عزت نے دروازہ ان کے دستک دینے سے پہلے ہی کھول دیا۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔ مامو۔۔۔ مامی۔۔۔ ان کو اچانک سامنے دیکھ کے اس کی باچھیں پھیلی تھیں

والعلیکم اسلام۔۔۔ عائشہ بیگم نے منه بناتے اسے دیکھا۔۔۔

آئیں اندر آئیں۔۔۔ وہ ان دونوں کو ساتھ لیے اندر آئی سامنے ہی اپا بیٹھیں ٹیوی دیکھ رہی تھیں
۔۔۔ ان دونوں کو دیکھ کے کھڑے سلوتے ٹیوی کا والیم کم کیا۔۔۔

اج۔۔۔ بھائی صاحب کیسے آنا ہوا۔۔۔ سلام دعا کے بعد تکلف سے بھرپور لمحے میں پوچھتے ایک کاٹ
دار نظر عائشہ بیگم پہ ڈالی گی۔۔۔ اتنی دیر میں عزت کطب صاحب کو بھی لے آئی تھی۔۔۔

ان سے مل کے حمید صاحب نے اپنے آنے کا مدعایاں کیا۔۔۔

وہ دراصل۔۔۔ آج رات کو عشوے کو دیکھنے کچھ لوگ آرہے ہیں۔۔۔ اور میں چاہتا ہوں کہ۔۔۔
آپ لوگ بھی اگر۔۔۔۔۔۔۔ وہ رکے۔۔۔ پلوشہ بیگم جو پہلے تیوری چڑھائے بیٹھی تھیں اب جیسے
پر سکون ہو گی ہوں ایک دم سے۔۔۔

بلا ٹلی۔۔۔

آپ لوگ بھی اگر شریک ہونگے تو مجھے خوشی ہو گی۔۔۔ سر جھٹکتے حمید صاحب نے پلوشہ کے ہلتے
ہونٹوں کو نظر انداز کیا تھا۔۔۔

جی جی۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے ہم ضرور آئیں گے۔۔۔ بلکہ عزت کو بھی
لے جاؤ۔۔۔ وہ مدد کر دے گی تمہاری۔۔۔ اس سے پہلے کہ کطب صحاب کچھ بولتے پلوشہ نے جلدی
سے ہامی بھری۔۔۔ ان کے چہرے سے ہی خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔۔۔ عاشہ بیگم دل موس کے رہ
گئی کیا تھا اگر۔۔۔ وہ عشوے کے لیے مان جاتیں۔۔۔ خیر اب بیٹیاں کسی کے سر پہ تھوپی تھوڑی
جاتی ہیں۔۔۔

جہاں رہے خوش رہے آباد رہے۔۔۔ دل ہی دل میں سوچتے عاشہ بیگم نے چائے کا سپ لیا۔۔۔
سامنے پڑے لوازمات میں اور انکی حیثیت میں زمین آسمان کا فرق تھا۔۔۔ بے دل سے چائے ختم
کرتے وہ دونوں وہاں سے واپس آگئے تھے۔۔۔

ہائے۔۔۔ دلہنیا۔۔۔ کمرے میں داخل ہوتے عزت اونچی آواز میں کہتے کھکھلائی۔۔۔ وہ جو لیپ
ٹاپ کھولے کچھ سرج کر رہی تھی تیزی سے بند کرتے اٹھی۔۔۔ اس کے چہرے پہ واضح گھبراہٹ
دیکھی جاسکتی تھی۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔ مشکوک نظروں سے دیکھتے وہ قریب آئی۔۔۔

کک کچھ نہیں۔۔۔ تمہیں یوں اچانک اتنے دنوں بعد آتے دیکھ کے۔۔۔

اوہ تو مطلب تمہیں میرا آنا اچھا نہیں لگا۔۔۔ اس کے چہرے کی پریشانی سے وہ یہی اندازہ لگا پائی
تھی۔۔۔

ہا۔۔۔ میرا مطلب نہیں نہیں۔۔۔ مجھے تو بہت خوشی ہو رہی ہے۔۔۔ جلدی سے آگے ہوتے
عشوے نے اسے گلے سے لگایا تھا۔۔۔ پھر تیزی سے مڑ کے لپ ٹاپ بند کرتے پاس پڑی چپس اٹھا
کے سائند ٹیبل پر رکھی۔۔۔ بیٹھو۔۔۔ پھپو نے کیسے آنے دیا آج۔۔۔

وہ اس کے آتے ہوئے بولے جانے والے الفاظ شاید سن ہی ناپائی تھی۔۔۔

آج مامو اور مامی آئے تھے تمہارے رشتے کا بتانے کے لیے۔۔۔ اس کے چہرے کو بغور دیکھا جو پہلے کی نسبت کچھ کملایا ہو لوگ رہا تھا۔۔۔

میرا رشتہ۔۔۔ ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے وہ بے چین ہوئی۔۔۔ مطلب وہ ماہ بیر کی بات کرنے نہیں گے تھے

ہاں۔۔۔ اج دیکھنے آرہے ہیں ناکچھ لوگ۔۔۔ تمہیں نہیں پتہ۔۔۔ اسے اس کی حالت عجیب لوگ رہی تھی۔۔۔

نہیں۔۔۔ شاید بتانے والی ہوں۔۔۔ ماما۔۔۔ پوری انکھیں کھولے وہ ابھی بھی شاید معاملہ سمجھے بنا ہی بات کر رہی تھی یا خود کو کمپوز کرنے کی ناکام کوشش۔۔۔

اچھا چلو۔۔۔ کچن میں۔۔۔ کچھ بناتے ہیں رات کے لیے۔۔۔ پھر وہ اسے لیے زبردستی کچن میں آئی۔۔۔ جہاں پہلے ہی عائشہ بیگم رات کے لیے تیاری کر رہی تھیں۔۔۔ پھر تینوں نے مل کے شام کے لیے کچھ ڈیشیز تیار کیں۔۔۔ کافی دیر بعد عائشہ نے عشوے کو تیار ہونے کے لیے عزت کے تھا کمرے میں بھیج دیا۔۔۔

وہ کپڑے چینچ کر کے آئنے کے سامنے کھڑی تھی۔۔۔ اس کا سانو لا رنگ۔۔۔ گال پہ ہاتھ پھیرتے جیسے محسوس کرنا چاہا۔۔۔ ہلاکا نیلا رنگ اس پہ کچھ خاص سوت نہیں کر رہا تھا۔۔۔ لیکن پھر بھی وہ کچھ اور ٹرائے کیے بنا باں باندھنے لگی۔۔۔ کریم لگا کے وہ تیار تھی۔۔۔

بس۔۔۔ پیچھے کھڑی عزت جو اسے دیکھ رہی تھی ہنسی کو چھپایا۔۔۔

یار فشم سے تم نمونہ لگ رہی ہو جیسے تم انہیں پسند آنے نہیں بلکہ ریجکٹ ہونے کے لیے تیار ہوئی
ہو۔۔۔

میں کفشو شو پیس ہو جو ایسے بن ٹھن کے ان کے سامنے جاؤں۔۔۔ جیسے گھر میں رہتی ہوں ویسے
ہی پسند کریں۔۔۔ اسے غصہ ہی آگیا۔۔۔

اچھا اچھا۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ عزت نے بھی زیادہ نہی کہا کیونکہ وہ اسے جب سے آئی تھی نوٹ کر
رہی تھی۔۔۔ وہ شاید ٹھیک نہیں تھی۔۔۔

شام سات بجے وہ لوگ آئے تھے۔۔۔ جن میں ایک عورت ایک مرد اور ایک چھوٹا بچہ بھی تھا۔۔۔
پھپو اور شان بابا بھی موجود تھے۔۔۔

زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں ہے بس ہمیں بچی سے ملوا دیں۔۔۔ لائیبہ۔۔۔ جو عشوے کی ہونے والی
نند تھیں نے کہا۔۔۔ وہ کافی عمر کی لگتی تھیں ساتھ ان کے شوہر تھے۔۔۔

جی جی۔۔۔ پھر عائشہ بیگم خود عشوے کو ساتھ لے کے ائی تھیں جو امید کے مطابق انہیں بھلی لگی
۔۔۔ پانچ سال کا وہ چھوٹا بچہ تو اس کے ساتھ جڑ کے بیٹھا تھا۔۔۔ پھپو تو بس اج پہلی بار خاموشی سے
تماشا دیکھ رہی تھیں۔۔۔ ان کی جان جو چھوٹ رہی تھی۔۔۔

حمدید صاحب نے سوچنے کا وقت مانگا تھا ماما راضی ہی لگ دی تھیں لیکن پھر بھی ایک بار مشورہ کر لیتے تو اچھا تھا۔۔۔

مجھے نہیں کرنی کسی اور سے شادی۔۔۔ بس ماہ بیر بھائی سے کرنی ہے۔۔۔ کمرے میں واپس اتے ہی اس کا دل تڑپا تھا۔۔۔ پھر وہ قسم گئی۔۔۔

وہ ماہ بیر سے محبت۔۔۔

نہیں نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا کبھی بھی نہیں۔۔۔ اپنے سر کو تھامتے بے چین ہوئی۔۔۔
اب تو ناممکن سے۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔ تیزی سے باٹھ روم۔۔۔ میں گھستے دروازہ لاک کیا۔۔۔ پھر اُنے
میں اپنا چہرا دیکھا جو ہوا یا اڑا رہا تھا۔۔۔

نہیں اللہ جی پلیز۔۔۔ مجھے نہیں کرنی محبت۔۔۔ پلیز اللہ جی دل شدت سے کر لایا تھا۔۔۔ میں نہیں
افورڈ کر سکتی۔۔۔ مما کو پتہ چلا نا تو جان نکال لیں گی میری۔۔۔ پلیز اللہ جی۔۔۔ تیزی سے منہ پ
چھپا کے مارے۔۔۔ پھر باہر ائی تو عزت سامنے آئنے کے پاس کھڑی تھی۔۔۔

لو جی۔۔۔ دھو تو ایسے ای ہو جیسے میکپ کا ڈھیر تھوپا تھا تم نے۔۔۔ گھوری سے نوازتے اس کے
گیلے ہوتے گریبان اور آستین دیکھی جن سے پانی کے نخے قطرے ٹپک رہے تھے۔۔۔
مجھے شادی نہی کرنی ابھی۔۔۔ عزت کو دیکھتے کہا۔۔۔

تو کون سا ابھی کر رہے ہیں پاگل لڑکی--

کبھی بھی نہیں کرنی اس سے--م--مجھے ماہ--

عزت بچے گھر چلیں--اس سے پہلے کہ وہ ماہ بیر کا نام لیتی پھپو اندر داخل ہوتی تھیں--

مبارک ہو ماڑا--تم کے مورے بابا مان گئے ہیں

--

بس اب سال کے اندر اندر تم رخصت ہو گی--محبت سے اپنے بازو کے گھیرے میں لیتے وہ مکمل
سکون میں تھیں جبکہ عشوے کے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی--

باہر برستی ہلکی بارش شیشے کی دیوار اپنے قطروں سے دھندھلا رہی تھی--شیشے کے اس پار
لان تھا جہاں دور چار آمنے سامنے کرسیاں رکھی تھیں جن کے درمیاں ایک لمبی میز تھی--لان
میں چاروں طرف پوادوں کی باڑ تھی جس میں کہیں کہیں مختلف رنگوں کے پھول لگے ہوئے اس
حسین بنار ہے تھے--

سر۔۔۔ میں اندر آجائیں۔۔۔ رفاقت دروازہ بجاتے اندر داخل ہوا۔۔۔

ہاں کیوں نہیں۔۔۔ خیریت۔۔۔ نظریں لان سے ہٹاتے اس نے سامنے سے آتے شخص کو دیکھا۔۔۔

سر ایک پر ابلم آگئی ہے۔۔۔ وہ کچھ پریشان تھا۔۔۔ جس سے ہم نے زمین خریدنی تھی وہ آدھے پسیے لے کے فرار ہو گیا جو ہم نے اڈوانس میں دیے تھے۔۔۔

کاغذات کھاں ہیں زمین کے۔۔۔ تیوری چڑھاتے عصام نے پوچھا۔۔۔

وہ۔۔۔ وہ بھی ساتھ لے گی۔۔۔ ا۔۔۔ اس کی زبان انگلی

لیکن وہ تو ہمارے پاس تھے نا۔۔۔۔۔۔۔ وہ ایک دم سے کھڑا ہوا۔۔۔ اب اس کی آنکھوں سے پریشانی کے ساتھ غصہ بھی ظاہر ہو رہا تھا۔۔۔

وہ---لے کے گیا تھا۔ اس نے اپنی بیوی سے سائنس کروانے تھے---رفاقت زرا سا پچھے سر کا---

اور---

دفہ ہو جاؤ یہاں سے----عصام غرایا۔---تم لوگوں سے ایک کام نہیں ہوتا۔---

وہ---وہ سر یہ معیز نے---

میں نے تم سے پوچھا کس نے کیا ہے---

ن۔۔۔ نہیں سر۔۔۔ می۔۔۔ میں چلتا ہوں۔۔۔ رفاقت الٹے قدموں بھاگا۔۔۔

ڈیم اٹ۔۔۔ بے وقوفی کی بھی حد ہوتی ہے۔۔۔ میز پہ رکھے فون کو اٹھاتے وہ بڑا رہا تھا۔۔۔

راشد۔۔۔ چو بیس گھنٹے ہیں تمہارے پاس جہاں سے مرضی اسے ڈھونڈھو۔۔۔ چاہے زمین کھودو یا آسمان۔۔۔ وہ کاغذات کل میری ٹیبل پہ ہونے چاہئیں۔۔۔

اپنے خاص آدمی کو کہتے فون بند کر دیا۔۔۔ ایک بار پھر شیشے کے پار نظر دوڑائی۔۔۔ اب وہ پھول اور لان اسے چڑاتے ہوئے لگ رہے تھے۔۔۔ یہ زمین اس کے لیے بہت امپورٹینٹ تھی۔۔۔ اتنی کہ وہ جان دے بھی سکتا تھا اور لے بھی۔۔۔

لحاف میں سردیے وہ نجانے کب سے بے سدھ پڑی تھی۔۔۔ کچھ بھی کرنے کا دل ہی نہی کر رہا تھا۔۔۔ رشتہ پکا ہوئے ایک ماہ گزر چکا تھا۔۔۔ روز مماکوئی ناکوئی سوت اڈر کرتی رہتی تھیں کبھی بابا اور کبھی ریض لیپرڈ افس سے اٹھا کے لارہے ہوتے۔۔۔ ماما ایک کام لازمی کرتی تھیں کوئی بھی سوت منگوانے سے پہلے ایک بار اسے دیکھا دیتیں۔۔۔ لے جو اس کے لیے رہی تھیں۔۔۔ وہ بھی بے دلی سے ہامی بھرتی جاتی۔۔۔ جب دل ہی خوش نا ہو تو یہ سب پیارا ہو یا برا کیا فرق پڑتا تھا۔۔۔

آنکھوں کے گرد پھیلتی سیاہی ماما کو پریشان کرتی تھی۔۔۔ وہ نوٹ کر رہی تھیں جب سے بات پکی ہوئی تھی وہ کچھ ابھی ابھی پریشان سی تھی۔۔۔

اگر میری شادی ماہ بیر بھائی سے نا ہوئی تو میں کیسے جیوں گی۔۔۔ ماما کو بتا دوں۔۔۔ وہ تو میرا ساتھ دیں گی نا۔۔۔ دن میں کئی بار ایسی سوچیں زہن میں آتیں۔۔۔

عشو۔۔۔ چلو اٹھو۔۔۔ دوپھر ہو رہے ہیں۔۔۔ آج کل ماما اسے کھانا بنانا سیکھانے کی مہم میں لگی ہوئی تھیں۔۔۔

میرے سر میں درد ہے۔۔۔ جلدی سے لحاف کے اندر ہی آنسو صاف کیے جو ایسے ہی بہتے رہتے تھے۔۔۔

بہانے مت کرو۔۔۔ جلدی اٹھو۔۔۔

سچ میں ماما۔۔۔ وہ بس رو دینے کو تھی کتنا مشکل کام تھا یہ۔۔۔

میں دیکھ رہی ہوں جب شادی کی بات ہو رہی ہے تمہارے رنگ ہی بدلتے ہوئے ہیں۔۔۔ ممانے
غصے سے اسے دیکھا۔۔۔ کام کاج آتا نہیں ہے اور نخزے اٹھوانے کا شوق ہے۔۔۔ شکر کرو ساس
نہیں ہے اگر ہوتی نا تو دو تھپڑ لگا کے واپس بھیج دیتی۔۔۔ لحاف اس کے اوپر سے کھینچتے اسے سنائیں

۔۔۔

آتی ہوں۔۔۔ تیزی سے بازو آنکھوں پر رکھتے رخ بدلا۔۔۔

دو منٹ میں باہر آؤ۔۔۔ سر درد نکالتی ہوں تمہارا۔۔۔ وہ جاتے جاتے بھی سنائیں تھیں۔۔۔ ان کے
دروازے سے باہر نکلتے ہیں عشوے نے شدت سے اپنی ہتھیلیاں ہنسٹوں پہ جمائیں۔۔۔ اس کا دل کر رہا
تھا وہ اونچا اونچا روئے کوئی نہیں تھا جو اس کی مدد کرتا۔۔۔ جو اسے بتاتا صحیح اور غلط کے بارے
میں جو س کی رہنمائی کرتا۔۔۔ بے تحاشا رونے کے بعد وہ نیچے آئی تھی

ہا وو وو۔۔۔ وہ انتہائی دل جمعی سے نوڈ لز بنارہی تھی جب ریض نے کچن میں داخل ہوتے اسے ڈرایا

تھا۔۔۔

لکینے (کمینے)۔۔۔ یہ ابھی میرے اوپر گر جاتا۔۔۔ کفگیر اس کی طرف زور زور سے ہلاتے عزت نے
تپ کے اسے دیکھا۔۔۔

گرا تو نہیں نا۔۔۔ کسی فلمی ہیرو کی طرح دروازے سے ٹیک لگائی۔۔۔

ہاں بے شک۔۔۔ لیکن میں یہ اب تم پہ گراوں گی۔۔۔

سو بسملہ۔۔۔ بازو شارخ خان کی طرح پھیلائے۔۔۔ اب تو میں تمہارا شوہر ہوں کچھ بھی گرا سکتی
ہو۔۔۔

ک---کیا---کیا بکواس ہے---وہ چلائی تھی---کون سی وابیات فلم دیکھ کے آرہے ہو---عزت نے چج رکھ کے اس کے بازو پہ مارا---

آ آ۔۔۔ پھپو۔۔۔ میری بیوی مجھے پیٹ رہی ہے۔۔۔

دبی آواز سے چلاتے منہ باہر کیا۔۔۔

تم کتنی بکواس کرتے ہو ریض۔۔۔ میرا دل کر رہا ہے تمہیں اس چوہے پہ بیٹھا دو۔۔۔ پاؤں پٹخت چولیا بند کیا اور تن فن کرتی باہر نکلی۔۔۔

رکو جان مسن۔۔۔ کہاں جا رہی ہو۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ دروازہ عبور کرتی ریض نے اس کی کلائی پکڑی۔۔۔ پھر گھما کے کمر پہ حصار تنگ کیا۔۔۔

اپنے شوہر کو بیہاں اکیلا چھوڑ کے تم جا رہی ہو۔۔۔ پھر ایک ہاتھ سے گردن سے بال ہٹائے۔۔۔ عزت کی سانسیں سینے میں اٹکی۔۔۔ ریض کی انگلیاں اس کی گردن پہ سرسر ارہی تھیں۔۔۔

آ۔ آ۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ جھلتا۔۔۔ عزت ہٹبڑا کے اٹھی۔۔۔ اس کا چہرہ دھک رہا تھا۔۔۔
انے اپنے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے ہاتھ پھیرا۔۔۔

اتنا گھٹیا خواب۔۔۔ وہ بھی۔۔۔ سوکھے گلے کو تر کیا۔۔۔ ریض۔۔۔ اللہ جی معاف کر دیں۔۔۔ تیزی
سے بستر چھوڑا۔۔۔ عجیب بے حودگی والا خواب تھا۔۔۔

خود کو ڈپٹا۔۔۔ شکر ہے خواب تھا۔۔۔ کتنی دیر وہ اسی خوف میں ڈوبی رہی۔۔۔ شکر ہے خواب ہی
تھا۔۔۔ میں اور ریض۔۔۔ اللہ ناکرے۔۔۔ ہے بھی تو وہ مجھ سے چھوٹا۔۔۔ توبہ توبہ

یہ عصر کے وقت سونے کا نتیجہ ہے۔۔۔ اور سوئو۔۔۔ جھر جھری لیتے وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔۔۔

ماما۔۔۔ بتا دیں۔۔۔ وہ گوشت صاف کر چکی تھی۔۔۔ اور ک لہسن کا پیسٹ بھی بنالیا۔۔۔ ہر ادھنیہ پاک اور سبز لہسن کے ساتھ سبز میتھی کے پتے بھی کاٹ کے بھگو دیے تھے پیاز بھی کاٹ لیا ٹماٹر اور مرچیں بھی الگ کر لی تھیں۔۔۔

اس دن پاس کھڑی تھی نا جب بنایا تھا میں نے۔۔۔ غصے سے اسے گھورا۔۔۔

ایک بار پھر بتا دیں۔۔۔ معصوم سی شکل بنائی

پہلے پیاز ڈارک براون کرو۔۔۔

پھر۔۔۔

پہلے وہ کر لو پھر آگے بتاوں گی۔۔۔ ٹیوی دیکھتے جانے کا اشارہ کیا۔۔۔ وہ والپس کچن میں اتی۔۔۔ پھر اندازے سے کوکنگ آئیں ڈالا۔۔۔ جو کہ زیادہ تھا۔۔۔

پھر پیاز ڈالے--- اور ان کے ڈرائک براون ہونے کا انتظار کرنے لگی---

اما یہ تو ہو ہی نہیں رہے--- پانچ منٹ تک پیاز ابھی براون ہونا شروع ہی ہوئے--

دیر سے ہو گے تھوڑی---

اچھا--- وہ واپس آگئی--- پھر ان کے براون ہونے تک وہ مسلسل دیکھتی رہی تھی کہ یہ نا ہوں جل جائیں--- پہلے بھی ایک بار جلائے تھی مٹر بناتے ہوئے--- ابھی خاصی عزت ہوئی تھی ماما سے--

ہو گئے ہیں--- چولہا بند کرتے وہیں سے ہانک لگائی---

نکال لو۔۔۔ ماما نے بھی وہیں سے جواب دیا۔۔۔ پھر بلندر میں پیاز نکال کے اس میں چار ٹھماڑ ڈالے جو دو دو ٹکروں میں کٹے ہوئے تھے۔۔۔ پانی کتنا ڈالنا ہے۔۔۔ پھر ماما سے پوچھا۔۔۔

ادھا کپ۔۔۔

اچھا۔۔۔ پھر ادھا کپ پانی ڈالا۔۔۔ ڈھکن بند کر کے سائند پہ رکھا اور اسی گرم آئل میں جس میں سے پیاز نکالے تھے میں گوشت ڈال دیا۔۔۔ اب اسے تملنا تھا۔۔۔ اس میں چیکن نمک کی ڈال کے مکس کیا۔۔۔ اس سے نمک گوشت کے اندر چلا جاتا ہے۔۔۔ ماما نے بتایا تھا۔۔۔

پھر اسے چولہے پہ چھوڑ کے بلندر چلایا۔۔۔ پیاز اور ٹھماڑ کا پیسٹ بنایا۔۔۔

اما اس سے آگے۔۔۔

کس سے۔۔۔ وہیں سے آواز آئی

بلینڈ کر لیا ہے اب آگے--

گوشت کو تلنے دو پہلے--- وہ اب کی بار خود آگئی تھیں--- پھر نمک مرج اسے حسب ضرورت
پیٹ میں الگ کی۔۔

اب اس میں ادرک لہسن کا پیٹ ڈالو۔۔ اس میں بڑی الائچی اور لوگنگ پسیے ہیں ساتھ۔۔؟ پیٹ
کو دیکھتے پوچھا۔۔

نہیں۔۔۔

جلدی کرو۔۔۔

پھر ان کو پیس کے ساتھ ہی گوشت میں ڈال دیا۔۔۔ ہلکا سا بھونے کے بعد سرخ مرچیں اور نمک ڈالا۔۔۔ ان کو بھونا جب ان کی خشبو اనے لگی تو ٹماٹر اور پیاز کا پیسٹ ڈال دیا۔۔۔ ساتھ ہی سبز مرچیں بغیر کاٹے۔۔۔ میتھی اور کاٹا ہوا ہر ادھنیہ پاک ڈال کے ڈھکن بند کر دیا۔۔۔

اب اسے اچھے سے پکنے دو۔۔۔

جی۔۔۔

ٹھک ٹھک ٹھک۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ پانی کا پوچھتی دروازہ بجا۔۔۔

میں دیکھ کے آتی ہوں۔۔۔ ماما باہر چلی گئیں۔۔۔

جی کہیے۔۔۔ سامنے کھڑے باور دی ڈرائیور کو دیکھ کے وہ کچھ چونکی تھیں۔۔۔ جس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا۔۔۔

یہ عشوے میڈم کے لیے ہیں۔۔۔ سر جی نے بھیجا ہے۔۔۔ "خاص" ان کے لیے۔۔۔ ہی ہے۔۔۔ سختی سے تاکید کرتے وہ واپس چل گیا۔۔۔ عالشہ بیگم کندھے اچکاتے پیکٹ لیے اندر آئیں۔۔۔

یہ تمہارے لیے۔۔۔ صیام نے بھیجا ہے۔۔۔ کھولو۔۔۔

سالن بھول کے وہ اسے کھولنے کے تجسس میں تھیں۔۔۔

میں دیکھ لیتی ہوں۔۔۔ بعد م۔۔۔ میں

ابھی کھولو۔۔۔ گھوری سے نوازتے کہا۔۔۔ عشوے نے پیکٹ کھولا۔۔۔ اس کے اندر ایک باکس تھا۔۔۔

یہ۔۔۔ اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی تھیں۔۔۔ ماما بھی منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔۔

دونوں ماں بیٹی حیرت سے وہ پتھر دیکھ رہی تھیں۔۔۔ یہ کیسا تحفہ ہوا بھلاں۔۔۔ اینٹ کا ٹکڑا۔۔۔

عائشہ بیگم نے منہ بناتے پتھر کو دیکھا جو کافی مضبوط تھا۔۔۔

اما یہ کیس ہے شاید۔۔۔ عشوے نے اسے جانچتے گھما کے دیکھا۔۔۔ وہاں چھوٹی سی جگہ تھی۔۔۔

شاید یہاں سے کھلے۔۔۔

ہاں شاید مامنے اس سے لے کے کھولنا چاہا۔۔۔ لیکن وہ کھلا نہیں

کیسے کھلے گا تم دیکھو۔۔۔ جب ان سے ناکھلا تو واپس عشوے کو پکڑا یا۔۔۔ سالن جل جائے گا اس کے چکر میں۔۔۔ ساتھ ہی بڑا بڑا میں۔۔۔

ابھی پانی خشک نہیں ہوا تھا۔ جب یہ ہلکا ہلکا نچے لگنے لگے گا تو پھر پانی ڈالنا یہ ایک گلاس۔۔۔
سالن ہلاتے اسے بتایا۔۔۔ پھر وہ خود باہر چلیں گئیں۔۔۔ عشوے ابھی تک اس باکس کو دیکھ رہی
تھی۔۔۔ جس انداز سے وہ بنا ہوا تھا۔۔۔ لگتا نہیں تھا اسانی سے وہ کھول سکے گی اسے۔۔۔

مورے۔۔۔ عزت کمرے سے باہر آئی تو پلوشہ بیگم لاونج میں صوفے پہ نیم درازیٰ وی دیکھ رہی
تھیں جہاں کوئی ڈرامہ چل رہا تھا۔۔۔

کیا ہے نچ۔۔۔ بولتی وہ بڑا پیار سے تھیں۔۔۔ صرف اپنے بچوں کے ساتھ۔۔۔

میں سوچ رہی ہوں کوئی کورس کر لوں جب تک رزلٹ نہیں آ جاتا۔۔۔ گھر میں فارغ رہنے سے تو
اچھا ہے نا۔۔۔ سامنے رکھے کش مش اٹھا کے منہ میں ڈالے جو مورے کھا رہی تھیں۔۔۔

بaba سے پوچھ لو اگر وہ اجازت دیتے ہیں۔۔ لیکن اچھا کورس کرنا۔۔۔ یہ ڈانس وانس کا نہیں۔۔

مورے۔۔ عزت نے خفگی سے انہیں دیکھا۔۔۔ اپ کو لگتا ہے میں ایسا کروں گی۔۔

نہیں تو کیا۔۔ تم تو معصوم ہو لیکن وہ تمہاری سہیلی۔۔۔ تمہیں کہاں معصوم۔۔

بس کریں۔۔ اس نے کچھ نہیں کہا۔۔۔ اور اسے تو مامی گھر پہ ہی سب سیکھاتی ہیں۔۔۔ اس کے پاس وقت نہیں ان سب کے لیے۔۔۔

وقت ہے بچے لیکن پیسہ نہی ہے۔۔۔ ان کی گردان اکٹری ہوتی تھی۔۔۔

اففف۔۔۔ عزت نے گھری سانس لی۔۔۔ مورے کا دل عشوے کے لیے صاف کرنا ایسے ہی تھا جیسے اونٹ کو رکشے میں بیٹھانا۔۔۔

اچا کر لو تم۔۔۔ بابا سے بول دو وہ داخلہ کروا دیں گے۔۔۔ اس کا منہ بنتے دیکھ کے پچکارا۔۔۔

ہونہے۔۔۔ منہ ب سورے وہ بھی ڈرامہ دیکھنے لگی۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ ماہ بیر لاونچ میں داخل ہوا ساتھ ایک ٹرالی بیگ بھی تھا۔۔۔

ٹائم مل گیا ماں کو شکل دیکھانے کا۔۔۔ ام (میں) نے تم کو کتنی بار کہا ہے ام کو مل جایا کرو کم سے کم۔۔۔ شکوئے سے بھرے لبجے میں کہتے اٹھ کے اسے گلے لگایا۔۔۔

کتنا کمزور ہو گیا ہو تم۔۔۔ ہر ماں کی طرح انہیں بھی اپنا ہینڈ سم پیٹا کمزور ہی لگ رہا تھا۔۔۔

کہاں مورے۔۔۔ اتنا صحت مند تو ہوں۔۔۔ ساتھ ہی عزت کے سر پہ ہاتھ رکھا۔۔۔

اج بھی کھانا باہر سے کھا کے آیا ہو گا۔۔۔

نہیں۔۔ میں فریش ہو جاوں پھر کھاتے ہیں۔۔۔ وہ اپنے کمرے کیس چلا گیا تھا۔۔۔

کچن اچھی طرف صاف کر کے بند کرنا۔۔۔ عائشہ بیگم نے برتن دھونے تھے اور اب کچن صاف
کرنے کی ڈیوٹی عشوے کی تھی۔۔۔

اچھا۔۔۔ وہ پہلے ہی چیزیں سمجھ رہی تھی۔۔۔ پھر سارا کچن صاف کیا۔۔۔ جاتے جاتے وہ پتھر کا
ٹکڑا اٹھایا۔۔۔ آخر اس میں ہے کیا جو اتنا مضبوطی سے بند کیا گیا ہے۔۔۔ کمرے میں آ کے بیڈ پہ
بیٹھتے دوبارہ ٹھولا۔۔۔

توڑ کے دیکھوں۔۔۔ پھر خیال آیا۔۔۔ نہی ایک بار ایسے ہی ٹرانے کرتی ہوں۔۔۔

لاکھ کوشش کے باوجود وہ نہیں کھلا۔۔۔

مطلوب اسے توڑنا ہی پڑے گا۔۔۔ بڑبڑاتے وہ اٹھی۔۔۔ پھر بالکنی میں آئی۔۔۔ کیسے توڑوں۔۔۔ کچھ

تلائشنا چاہا۔۔۔

یہ کیسے ٹوٹے گا۔۔۔ اسے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا جس سے وہ توڑ سکے۔۔۔

بیلن سے توڑتی ہوں۔۔۔ سوچتے سوچتے زہن میں آ ہی گیا۔۔۔ پھر چپکے سے بیلن لے کے آئی۔۔۔
زمین پہ رکھتے اس نے بیلن کو زور سے پتھر پہ مارا۔۔۔ وہ ٹوٹنے کی بجائے پھسل کے دور چلا گیا

--

وہ چاند کھاں سے لاوے گے جو چاند تمہارا میرا تھا (موباکل رنگ ٹون)

اس سے پہلے وہ پتھر کو ڈھونڈھتی اس کا فون بجا۔۔۔

اس وقت کون ہے۔۔۔ بھاگ کے اٹھایا۔۔۔ اگر مما آواز سن لیتیں تو فورا پہنچ جاتی۔۔۔ بنا نمبر دیکھے ہی اس نے یہ کر دیا۔۔۔

توڑنے کی کوشش مت کریں۔۔۔ وہ نہیں ٹوٹے گا۔۔۔ بھاری مردانہ آواز پہ اس کی دھڑکنیں رکیں۔۔۔
لمحے کہ ہزارویں حصے میں اس کا خیال عصام کی طرف گیا۔۔۔ ظاہری سی بات اس گفت کا پتہ اسی
کو ہی تھا جس نے بھیجا تھا۔۔۔

ک۔۔۔ کیا۔۔۔ کافی دیر بعد اس کی زبان لڑکھڑائی۔۔۔

اس کے اندر جو بھی ہے وہ آپ کا ہی ہے۔۔۔ چمیر سے ٹیک لگاتے عصام شیخ کے ہنسٹوں کے کونے
زرا سے پھیلے۔۔۔۔۔۔

میں نہیں جانتی کون ہیں آپ۔۔۔ پھر جلدی سے فون کاٹ دیا۔۔۔

یہ---کیا---ایسے کیسے کل کر سکتے ہیں---تیزی سے ماخا آستین سے صاف کیا---

میرا نمبر کہاں سے ملا ان کو---وہ اس پتھر کو بھول چکی تھی---

مما کو بتاؤں گی---کتنی دیر تک وہ اسی بارے میں سوچتی رہی

اچھی طرح سے جان جائیں گی---دوسری طرف یہ عصام کی سوچ تھی

ماہ بیر---تم نے مورے سے بات کی---لحاف سے منہ نکلتے ٹائم دیکھا---صح کے سات نج رہے
تھے---

نہی فلھال تو نہیں---پسینہ صاف کرتے پانی کی بوتل منہ سے لگائی---وہ جو گینگ پہ آیا تھا جب
بیش کی کال آئی---

کب کرو گے---وہ ابھی سو کے انٹھی تھی---

کوئی پتہ نہی---اس نے کہہ کے فون بند کر دیا---اسے اب بینیش سے چڑھتی تھی---فلھال
اس سے منہ ماری کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا

بات تو کروں گا---لیکن تمہاری نہیں---عشوے کی---اپنا ٹاول اٹھاتے وہ ایک بار پھر ٹریک پہ
بھاگنے لگا تھا---دو مزید چکر کاٹ کے وہ واپس گھر آیا---

جوں---

کچن کی طرف جانے کی بجائے وہیں سے میڈ کو اواز لگاتے۔ مورے کے کمرے میں آیا۔۔۔

مجھے آپ سے بات کرنی ہے حال چال کے بعد اصل مدار پہ آیا۔۔۔

بابا شاید چھت پہ تھے وہ فخر کے وقت اکثر اپر چلے جاتے پرندوں کو دانہ ڈالنے۔۔۔

بولو۔۔۔ پلوشہ بیگم کھٹک گئیں۔۔۔ اتنی صحیح کیا بات ہو سکتی ہے۔۔۔

وہ۔۔۔ میں۔۔۔ سوچ رہا ہوں کہ اب شادی کر ہی لوں۔۔۔ جو س کا گلاس منہ سے لگاتے انہیں دیکھا

۔۔۔ جو میدا بھی اس کے پیچھے پیچھے رکھ گئی تھی

ہاں۔۔۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔۔ وہ ایک دم خوش ہو گئیں۔۔۔ میں تمہارے لیے لڑکی دیکھتی

ہوں۔۔۔

وہ (لڑکی)۔۔۔ میں نے دیکھ لی ہے۔۔۔ اس کا چہرا چمک رہا تھا۔۔۔

واہ۔ کون ہے وہ۔۔۔ تجسس سے اسے دیکھا۔۔۔ ان۔۔۔ کام جو آسان کر دیا تھا۔۔۔

اپ جانتی ہیں اسے۔۔۔ بہت اچھی طرح۔۔۔

کون ہے۔۔۔ مورے کے دماغ میں گھنٹی بھی۔۔۔ مشکوک نظرؤں سے دیکھا۔۔۔ ظاہری سی بات ہے
جس چیز سے خطرہ لاحق ہو دماغ اسی طرف ہی سب سے پہلے جاتا ہے

عشوے۔۔۔

ہر گز نہیں۔۔۔ اس کے بارے میں سوچنا بھی مت۔۔۔ فوراً منع کیا

کیوں۔۔۔ اب کی بار ماہ بیر کو جھٹکا لگا

کیونکہ--- کیونکہ--- اس کا پکا ہو گیا۔۔۔

کیا پکا ہو گیا ہے۔۔۔ صاف بات کریں

رشتہ۔۔۔ اس کے باپ نے کر دیا ہے۔۔۔ تمہارے لیے کوئی اور دیکھتی ہوں میں۔۔۔

مجھے اسی سے کرنی ہے۔۔۔ اسی پہ زور دیا

ہاں مجھے بھی پسند تھی وہ۔۔۔ لیکن۔۔۔ بروقت پلوشہ کے دماغ ناکام کیا۔۔۔ ایسے تو اس نے نہیں ماننا
تھا۔۔۔

میں نے بھائی صاحب سے مانگا تھا ہاتھ اس کا۔۔۔ لیکن وہ۔۔۔ پریشانی سے رکیں۔۔۔

نہیں مانے

کیوں نہیں مانے---

مجھے کیا پتہ--- اور میں ایک بار بیستی کروانے کے بعد دوبارہ نہی کرواؤ گی--- انہوں نے رخ
بدلا جیسے جانے کا اشارہ دیا ہو---

لیکن شادی تو میں اسی سے کروں گا--- میں خود بات کروں گا ماموسے---

اگر ایسا کیا تو مرا ہوا منہ دیکھو کے میرا--- اس بات پر تو ان کے حوش اڑے---

فلمنی باتیں مت کریں مورے--- میری زندگی کا سوال ہے---

میری زندگی کا بھی سوال ہے یہ--- اگر تم نے اس سے شادی کی تو میرا مرا ہوا منہ دیکھو گے
--- ان کے لبھ کی کڑواہٹ نے ماہ بیر کو حیران کر دیا تھا

ٹھک ٹھک --- دروازے پہ دستک ہوئی --- عصام نے لپ ٹاپ سے سر اٹھا بند دروازے کو دیکھا

آجائو --- دوبارہ انکھیں سکریں پہ مرکوز کیں ---

سر وہ شخص مل گیا ہے --- لیکن اس نے زمین آگے کسی کو پچ دی ہے --- اور کاغذات بھی اب اس
کے پاس نہیں ہیں ---

اس نے کہا اور تم نے مان لیا۔۔۔ ایک ترش نظر اس پہ ڈلی۔۔۔ جو سر جھکائے کھڑا تھا

وہ زمین اس سے کوئی بھی نہی خرید سکتا۔۔۔ اس کے سکون میں رتی برابر فرق نہیں آیا تھا۔۔۔ اسی
کے پاس ہوں گے کاغذات۔۔۔ تلاشی لو۔۔۔

سب کر لیا ہے سر۔۔۔ لیکن۔۔۔

میں دیکھتا ہوں کہسے نہیں ہیں اس کے پاس۔۔۔ سکرین بند کرتے وہ اٹھا۔۔۔ پھر سینیڈ پہ لٹکا کوٹ
اٹھا کے پہنچتے گاڑی نکالنے کا اشارہ کیا۔۔۔ وہ جانتا تھا اسے کیا کرنا ہے۔۔۔ گھی اگر سیدھی انگلی سے نا
نکلے تو اسے ڈبہ کاٹنا بھی آتا تھا

پندرہ منٹ میں وہ میشن پہنچا۔۔۔ اب اس کا رخ اس طرف تھا جہاں۔۔۔ اس کے تمام مجرموں کو
رکھا جاتا تھا۔۔۔

اپنا ہاتھ لگاتے اس نے وہ بڑا دروازہ کھولا جو کئی تالوں اور خفیہ زنجیروں پر مشتمل تھا۔۔۔

اندر بہت سارے کمرے تھے چھوٹے چھوٹے ۔۔۔ ان میں سے وہ ایک کمرے میں داخل ہوا جہاں ایک شخص کرسی پر بندھا تھا۔۔۔ پاس ہی بہت سارے اوزار رکھے گئے تھے۔۔۔ جن میں آری بلیڈ پلاس کٹر کیل اور ہتھوڑے شامل تھے۔۔۔

خیرت سے ہو گے۔۔۔ سکون سے دروازہ بند کرتے سامنے بیٹھے انسان کو دیکھا۔۔۔ جس کے چہرے سے خوف صاف ظاہر ہو رہا تھا۔۔۔

پیپر ز دو گے یا۔۔۔ ایک کٹیلی نگاہ ڈالتے رکا۔۔۔

صاحب۔۔۔ وہ۔۔۔ میرے۔۔۔

ہاں تمہارے۔۔۔ وہ چلتا ہوا خلیف کی طرف گیا۔۔۔ اور کٹر اٹھایا۔۔۔

میرے---

تمہیں پتہ ہے یہ-- کیا ہے--

ن-- نہیں--

میں بتاتا ہوں نا۔۔۔ اس سے میں تمہارے ناخن ادھیروں گا۔۔۔ اس کے لہجہ سفاکیت سے بھرپور تھا

و۔۔۔ وہ میری

آگے بولو۔۔۔ اس کی اواز ایک دم اوچی ہوئی۔۔۔ پھر جھک کے اس کا ہاتھ پکڑا۔۔۔

صامنے بیٹھا شخص کرسی پہ اچھلا۔۔۔

صل۔۔۔ صاحب۔۔۔ و۔۔۔ وہ۔۔۔ میری۔۔۔ بیوی کے پاس ہیں۔۔۔

ہاں۔۔۔ یہ ہوئی نا بات۔۔۔ وہ مسکرا یا۔۔۔ اس کی انکھوں میں جیت کی الوہی چمک جھلمنلا رہی تھی

جاوہ اسے کے ساتھ۔۔۔ ہائڈن ہوم (خفیہ گھر) سے نکلتے اس نے باہر کھڑے رفاقت جو کہا۔۔۔

جی سر۔۔۔ وہ فوراً اس ادمی کو وہاں سے لے کے چلا گیا۔۔۔

عصام نے واپس مڑ کے گیٹ بند کر دیا۔۔۔

بابا۔۔۔ وہ ابھی اپنے روم میں آیا ہی تھا جب آبان نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔۔۔

کہو آبان۔۔۔ وہ اسے ہمیشہ نام سے بلا تا تھا چاہے غصے میں ہوتا چاہے خوشگوار مود میں۔۔۔

آپ نے کہا تھا مجھے اپ سکول لے جائیں گے۔۔۔ وہاں میں دوست بناؤں گا۔۔۔

جی بلکل--- لے کے جاوں گا لیکن ابھی نہیں---

پھر کب بابا۔۔۔ معمصومت سے بچنے اسے دیکھا۔۔۔

جب اپ پورے پانچ سال کے ہو جاوے گے۔۔۔

میں کب ہوں گا۔۔۔ اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا جو عصام نے بے ساختہ پیچے کیا۔۔۔

ابھی کچھ وقت ہے۔۔۔ اور۔۔۔ میں نے اپ کو کتنی بار سمجھایا ہے اپ کبھی بھی میرا ہاتھ نہیں پکڑیں گے۔۔۔ اس کے لمحے میں دبار و عب بچے کو خاموش کروا گیا۔۔۔

جی۔۔۔ بابا۔۔۔ منہ لٹکا کے واپس گھوما۔۔۔ دو منٹ رکا کہ شاید بابا بلا لیں یا سور کر لیں۔۔۔ لیکن عصام اسے دیکھنے کی بجائے واش روم کی طرف چلا گا۔۔۔ آبان سر جھکائے کمرے سے باہر آگیا۔۔۔ ہمیشہ

سے ایسا ہی تھا۔۔۔ کبھی بابا نے اسے پیار سے نہیں اٹھایا تھا نا کبھی گال چوما جیسے باقی بچوں کے بابا
کرتے ہیں۔۔۔ وہ یہ بات محسوس کرنے لگا تھا اب۔۔۔

مامو کے گھر چلو گی۔۔۔ ماہ بیر کف بند کرتا عزت کے روم میں آیا۔۔۔

ابھی۔۔۔ شام ہو رہی ہے۔۔۔

انا ہے تو آجائو۔۔۔ اس کا جواب سنے بنا ہی وہ باہر کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ عزت جلدی سے دوپٹہ
اٹھاتی اس کے پیچھے بھاگی تھی۔۔۔ مورے شاید اپنے روم میں تھیں جو ٹیوی لاونچ خالی تھا۔۔۔

اس وقت کیوں جارہے ہیں۔۔۔ بتائیں تو سہی۔۔۔

پتہ چل جائے گا۔۔۔ وہ لوگ اپنے گیٹ سے باہر نکل چکے تھے۔۔۔

سامنے سے ریض آرہا تھا بائیک پر۔۔۔ جیسے دیکھ کے عزت نے نظریں چراکیں۔۔۔ حلاںکہ وہ اس خواب کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔۔۔

ہائے۔۔۔ کیسے ہیں بھائی۔۔۔ جلدی سے بائیک کھڑی کر کے وہ چھوٹے دروازے سے اندر گیا پھر گیٹ کھول کے بائیک اندر کی۔۔۔ عزت اور ماہ بیر بھی اندر آپکے تھے۔۔۔

اندر آئیں۔۔۔ سلام دعا کرتے وہ لاونچ آئے۔۔۔

گھر کوئی نہی ہے لگتا پے۔۔۔ ماہ بیر نے طائرانہ نظر ڈالی۔۔۔

مماکمرے میں ہو گی۔۔۔ بابا کام پہ اور عشو کچن میں۔۔۔ وہ ابھی اکیڈمی سے ایا تھا۔۔۔

گلڈ۔۔۔ مجھے مامی سے ہی بات کرنی تھی۔۔۔ ماہ بیر ان کے کمرے کی طرف آیا۔۔۔ پھر دستک دے
کے اجازت مانگی۔۔۔

آجاو۔۔۔ فوراً ہی جواب آیا۔۔۔

تم۔۔۔ آج کیسے انا ہوا۔۔۔ اس دیکھ کے اچانک خوشی اور پھر دکھ بھی ہوا۔۔۔

کیسی ہیں۔۔۔ جھک کے کندھوں پہ ہاتھ پھروایا

میں ٹھیں مک ہوں تم سناؤ آج کیسے چکر لگا لیا۔۔۔

وہ ایکچولی۔۔۔ ایزی چئیر پہ بیٹھتے۔۔۔ جو پاس ہی رکھی تھی۔۔۔ کہا

میں اپ سے کچھ بات کرنے آیا ہوں۔۔۔

ہاں بولو بیٹا۔۔۔ دل پہ پتھر رکھا۔۔۔ کاش۔۔۔

وہ دراصل۔۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کیسے کہے۔۔۔

ایکچوپلی۔۔۔ میں عشوے سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

کیا۔۔۔ وہ خوشی سے تقریباً چلائی ہی تھیں۔۔۔ انہیں بلکل بھی امید نہیں تھی کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے

--

ایم سوری۔۔۔ لیکن میں اپ کے انکار کو اقرار میں بدلتا چاہتا ہوں پلیز مامی۔۔۔ وہ ان کے چہرے کی خوشی نہیں دیکھ سکا تھا شاید۔۔۔

ٹھیک ہے بیٹا۔۔۔ ہمیں منظور ہے۔۔۔ وہ تو تیار بیٹھی تھیں۔۔۔ جھٹ سے جواب دیا

سچ میں۔۔ مشکوک نظروں سے دیکھا۔۔ کہیں طنز وغیرہ ناکر رہی ہوں۔۔۔

ہاں سچ میں۔۔ تم نے اپنی ماں سے پوچھا ہے۔۔۔

جی جی وہ تو راضی ہی ہیں۔۔ بس اپ مامو کو منا لیں۔۔

ان کو کیا اعتراض ہو گا۔۔۔ اگر تم لوگ راضی ہو تو۔۔۔

وہ دونوں بے خبری میں رشته جوڑنے کی پلانگ کر چکے تھے۔۔۔

سفید رنگ کرنا ہے۔۔۔ عصام شخ ایک کارپیٹر کی دکان پہ کھڑا لکڑی کا باکس بنوارہا تھا۔۔۔

مکمل سفید بنا کسی داغ کے ہو۔۔۔ سختی سے کہتے وہ پاس رکھی کرسی پہ بیٹھ گیا۔۔۔ اسے ایک اور تخفہ بھیجننا تھا۔۔۔

صاحب۔۔۔ کچھ وقت لگے گا۔۔۔

ٹھیک ہے میں یہیں ہوں۔۔۔

اور ہاں۔۔۔ کچھ یاد آنے پہ اسے دیکھا۔۔۔

اسے لاک کرنا ہے۔۔۔ ایسے کہ یہ مکمل بند بھی لگے اور کھل بھی سکے۔۔۔

جی صاحب سمجھ گیا۔۔۔

دو گھنٹے لگے تھے۔۔۔ بَاڪس مکمل تیار ہونے میں۔۔۔

صاحب اب اپ اسے لاک کریں۔۔۔ لاکر لگاتے اسے بلایا۔۔۔ وہ جو موبائل میں کچھ سلیکٹ کر رہا تھا
۔۔۔ اٹھ کے اس طرف آیا جہاں بہت ساری لکڑیاں رکھی تھیں اور ان کے درمیاں وہ کارپیٹر بیٹھا
تھا۔۔۔

عصام نے اپنی اوپر والی پاکٹ سے کچھ نکالا اور اس بَاڪس میں رکھ دیا۔۔۔

یہاں پہ دو لکھو۔۔۔ ایسے کے بہت غور سے دیکھنے پہ نظر آئے۔۔۔

جی صاحب ابھی لکھ دیتا ہوں۔۔۔ کٹر سے ایک کونے پہ چھوٹا سا دو لکھا۔۔۔ ایسے کہ کسی کو بھی نظر نا
آتا۔۔۔ پھر اس پہ سفید رنگ کا پریشر کی۔۔۔

پھر اسے لاک کروایا۔۔۔ کتنے پسیے ہوئے۔۔۔

تین ہزار۔۔۔ محنت کا۔۔۔

ٹھیک ہے یہ رکھو۔۔۔ اس نے پورا پانچ ہزار کا نوٹ اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے کا ونڈر پر رکھ دی۔۔۔ اور باکس اٹھا کے نکل آیا

اب اسے اصلی جگہ پر بھجندا رہ گیا تھا

اپ کو پتہ ہے آج کیا ہوا۔۔۔ ڈنر کے بعد حمید صاحب کمرے میں ائش تو عائشہ بیگم بھی پیچھے پیچھے
داخل ہوئیں۔۔۔

نہیں پتہ۔۔۔ بستر پہ بیٹھتے کمرڈ سیدھا کیا۔۔۔

آج ماہ بیر آیا۔۔۔ اور اس نے کہا کہ وہ ہماری عشوے سے شادی کرنا چاہتا ہے اور میں نے کہا ٹھیک ہے۔۔۔ آپ ان کو منع کر دیں۔۔۔ وہ ایک ہی سانس میں سب بتا گئیں۔۔۔

اور آپ کو ایسا کیوں لگا کہ میں منع کر دوں گا ان کو۔۔۔ بے ساختہ ان کو دیکھا

کیا مطلب۔۔۔ اپ منع کیوں نہیں کریں گے۔۔۔

کیونکہ میں اپنی زبان سے نہیں بدلوں گا۔۔۔ خوف کی لہر تھی جو ان کے دل و دماغ پہ دوڑ گئی تھی۔۔۔ جو کام آسانی سے ہوا تھا وہ اب مشکل ہوتا نظر آرہا ہے

کوئی ضرورت نہیں ہے اب پلوشہ سے بات کرنے کی۔۔۔ میں نے عصام صاحب سے کہہ دیا ہے کہ جلدی سے لے جائیں ہماری بیٹی کو۔۔۔ ایسے جوان۔۔۔

کسی باتیں کر رہے ہیں حمید صاحب۔۔۔ اپنی تھے ناجو کہہ رہے تھے چھوٹی سی ہے ابھی۔۔۔ ابھی
شادی نہی کرنی۔۔۔ یہ وہ۔۔۔

ہاں۔۔۔ کہا تھا۔۔۔ لیکن اب نہی کہہ رہا۔۔۔ اور عشوے کی شادی بس عصام سے ہو گی۔۔۔ چار لوگوں
کے تیج بیٹھے کے بات تھے کی تھی اب اس سے مکر جاوں گا۔۔۔ ایسا سوچنا بھی مت۔۔۔ حتی بات کرتے
ان کو دیکھا۔۔۔

کون سے چار لوگ۔۔۔ جو چار لوگ بیٹھے تھے نا انہیں کے ہاں کرنا ہے رشتہ۔۔۔

میں بھی اسی کی بات کر رہا ہوں جن لوگوں میں بات کی ہے جن لوگوں کے لیے کی ہے ان سے
ہی ہو گا۔۔۔ بس میں نے کہہ دیا ہے تو کہہ دیا ہے۔۔۔ دوبارہ اس ٹاپک پہ بات نہیں ہو گی۔۔۔
کمرٹر اوڑھتے انہوں نے رخ بدل لیا جبکہ عائشہ حیرت سے منہ کھولے دیکھ رہی تھیں۔۔۔

ایسے کیسے نہیں ہو گا۔۔۔

ٹنگ ٹنگ۔۔۔ اگلے دن صحیح ہی بل بھی۔۔۔ وہ جو ناشتہ بنانے کا ارادہ کر کے اٹھی تھیں سیدھا گیٹ کی طرف آئیں۔۔۔ آج پھر وہی ڈرائیور تھا جو اس دن گفت دے کے گیا تھا۔۔۔

یہ میڈم کے لیے سر نے بھیجا ہے۔۔۔ پیکٹ عائشہ بیگم کو پکڑاتے وہ با ادب کھڑا تھا۔۔۔

نہیں۔۔۔ ہمیں نہیں چاہیے۔۔۔ انہوں نے لینے کہ بجائے صاف انکار کیا۔۔۔ پہلے بھی پتھر کا ٹکڑا ہی نکلا تھا اندر سے اور اب بھی۔۔۔ ایسا ہی کچھ ہو گا۔۔۔ واپس لے جاو۔۔۔ اور اپنے صاحب سے کہنا یہ رشتہ ختم کرتی ہوں میں۔۔۔ روائی سے کہتے انہوں نے ڈرائیور کو دیکھا۔۔۔ جس کی آنکھوں میں عجیب سی سرخی تھی شاید تھفہ ٹھکرائے جانے کا غصہ یا اپنے سر کی یوں عزت افزائی پہ تیش آئی ہو

ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔ لے جاو اسے اور واپس شکل مت دیکھانا۔۔۔ عائشہ بیگم نے دروازہ زور سے بند کرتے کہا اور اندر چلی گئیں۔۔۔

ڈرائیور نے واپس گاڑی کی طرف آتے عصام شیخ کو کال کی---

یار انہوں نے رشته ختم کر دیا ہے--- وہ جو ابھی مینگ کے لیے نکل رہا تھا۔۔۔ ٹھہکا۔۔۔

کیا مطلب رشته ختم کر دیا ہے--- تحفہ دینے بھیجا تھا کہ---

انہوں نے تحفہ بھی واپس کر دیا ہے اور---

ٹھیک ہے تم واپس چلے جاؤ۔۔۔ میں شام میں ملتا ہوں تم سے۔۔۔ سپاٹ لجے میں کہتے کال کاٹ دی
گئی۔۔۔

کچھ ہی دیر بعد وہ خود حمید صاحب کے گھر موجود تھا۔۔۔

عائشہ صاحبہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے انکار کر دیا ہے۔۔۔ اس کے لمحے میں بلا کی ترشی تھی۔۔۔

جمید صاحب کے چہرے پہ ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔۔۔ انہیں تو کچھ پتہ ہی نہی تھا۔۔۔

ہاں۔۔۔ کیونکہ میں اپنی بیٹی کی شادی اپنی نند کے بیٹے کے ساتھ کرنا چاہتی۔۔۔ اپنی مرضی

سے۔۔۔

ہر حال میں۔۔۔ بات کاٹ دی۔۔۔

ہاں ہر حال میں۔۔۔

اور اگر وہ رہے ہی نا۔۔۔

ب۔۔ بیٹا تم اس کی باتوں کو چھوڑو۔ جو بات ہم نے ایک بار تھا کر دی ہے اس سے پچھے نہیں ہٹیں گے۔۔۔ گھبراہٹ ان کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی عائشہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا یہ حمید صحب کو ہو کیا گیا ہے ایک دم سے۔۔۔ اپنوں کو چھوڑ کے غیروں میں دے رہے تھے۔۔

میں جانتا ہوں اپ پریشان ہوں گی اپنی بیٹی کو لے کے معنی خیزی سے مسکرتے اس نے حمید صاحب کو اور پھر عائشہ کو دیکھا۔۔

لیکن یقین مانیں اپ کی بیٹی کو اس شخص سے کہیں زیادہ خوش رکھوں گا جس کے ساتھ اپ اسے خوش دیکھنا چاہتی ہیں۔۔

اس کے ساتھ وہ خوش رہے نا رہے کم سے کم میری آنکھوں کے سامنے تو رہے گی نا۔۔

تو اپ ہمارے ساتھ شفت ہو جائیں۔۔۔ میشن میں اتنی جگہ تو ہے کہ اپ وہاں ارام سے رہ سکیں گی۔۔۔

ہر چیز کا حل تھا۔۔

ن۔۔ نہیں۔۔ کیسی باتیں کر رہے ہو۔۔ وہ سپیٹا گئیں۔۔ ہم سوچ کے فیصلہ کریں گے۔۔

ایک بار اپنی بیٹی سے بھی پوچھ لجیے گا۔۔ آخر میں حمید صاحب کو دیکھا جو خاموشی سے سر جھکائے بیٹھے تھے۔۔ ان کا گناہ ان کی بیٹی کے گلے میں ساری زندگی کے لیے ڈھول کی طرح بختے والا تھا

عشو۔۔ بالکنی سے عزت نے اسے آواز دی۔۔

ہاں۔۔ عشوے چھت پہ بیٹھی ڈاکھیست پڑھ رہی تھی ساتھ ٹھنڈی ہوا کے مزے لے رہی تھی۔۔

ہمارے گھر نہیں آؤ گی۔۔ بھائی بھی آئے ہوئے ہیں۔۔

م--اہ بیر--اس کی دھڑکن مس ہوئی--

ہاں بھائی سے بھی مل لینا--آجاؤ جلدی سے--

ن--نہیں--اما ڈانٹیں گی ان کو پتہ چل گیا تو--

اس دن بھی تو آئی تھی نایار--آجاؤ--عزت نے اسے گھورتے زبردستی بلایا۔ دل تو عشوے کا
بھی بہت چاہ رہا تھا لیکن ماما سے ڈر بھی لگ رہا تھا۔

اما سے پوچھ لوں--کچھ سوچ کے عزت کو دیکھا۔

اوغفف۔۔ اچھا جاؤ۔۔ پوچھ لو۔۔ اگر اجازت دے دی تو سیدھے راستے آجانا۔۔ ورنہ یہ راستہ ہمیشہ
کھلا رہے گا تمہارے لیے۔۔ منه بناتے کہا۔۔

اوکے--- عشوے تیزی سے بچے آئی مماکن میں تھیں---

وہ--- ماں--- میں عزت کے پاس چلی جاؤں--- پلیز ماما--- ساتھ ہی جلدی سے منتیں بھی کر دیں---

ہاں--- چلی جاؤ--- لیکن جلدی واپس آجانا---

ٹھیک--- جلدی آجائیں گی--- واپس باہر نکلی---

جلدی سے دوپٹہ کپڑوں کے ساتھ کیا جو شیفون کا ہونے کی وجہ سے نہیں کر پاتی تھی۔۔

اگلے دس مینٹ میں وہ پھپو کے گھر موجود تھی اور پھپو اسے بس گھور رہی تھیں۔۔

یہ اب میرے بیٹے کو آدمیں دیکھانے آئی ہے۔۔۔ دل ہی دل میں سوچا۔۔۔

وہ۔۔۔ اسلام و علیکم پھپو۔۔۔ اسے کچھ سمجھ نہی آیا تو جلدی سے کہہ دیا۔۔۔

والعیکم السلام۔۔۔ خیریت سے بھیجا ہے ماں نے۔۔۔

ماما نے نہی بھیجا۔۔۔ خود آئی ہوں۔۔۔

امید تھی۔۔۔ بڑاتے پھپو نے کشمش کا دانہ منہ میں ڈالا۔۔۔ جاو۔۔۔ اوپر ہے وہ۔۔۔ ان کی نظرؤں میں
یتک ہی تھی عشوے کے لیے۔۔۔

نظریں چراتے عشوے نے زینے عبور کیے۔۔۔ عزت نیچے آرہی تھی۔۔۔

پہلے بھائی سے ملوگی یا اوپر۔۔۔

ماہ بیر سے بعد میں---

ایک منٹ بھائی بھی تو کہو۔۔۔ ٹھٹک کے اسے دیکھا۔۔۔

ہ۔۔۔ ہاں بھائی سے بعد میں۔۔۔ سپٹاٹنے وہ تیزی سے اس کے پاس سے گزر گئی۔۔۔ عزت بھی اسے
کے پیچے ہی اوپر آگی۔۔۔

یار مجھے تو حیرت ہو رہی ہے۔۔۔ اتنے ارام سے نہوں نے انکار کر دیا۔۔۔ بلال (ڈرائیور) نے
مزے سے اسے دیکھا۔۔۔

اتنا آسان نہیں ہے۔۔۔ جتنا انہوں نے سمجھ رکھا ہے۔۔۔ عصام تنخی سے مسکرا یا۔۔۔ میری دنیاں میں
جو ایک بار شامل ہو گیا۔۔۔ اس کا باہر نکلنا ناممکن ہے۔۔۔

بلال بھی افسردا ہوا۔ وہ اس کا بچپن کا ساتھی تھا۔ آج تک جو کچھ بھی ہوا تھا وہ سب اس نے بھی اپنی انکھوں کے سامنے دیکھا تھا۔ ہر انسان کا ماضی ہوتا ہے۔ ایسے ہی عصام شیخ کا بھی تھا۔ جو بہت تلخ تھا۔ اتنا کے اس نے ایک زندہ انسان کو مردہ بننا کے رکھ دیا تھا۔

ہر کہانی میں ایسا ہی تو ہوتا ہے۔ ہر دور میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اپ کی نفرت اپ کی تلخی اور غصے کے پیچھے ایک گہرا راز۔ جو ہر کوئی نہیں جان سکتا۔ اور پھر عصام شیخ کا راز جاننے کا حق تو صرف اسی کو ہو سکتا تھا جیسے وہ خود یہ حق دینا چاہتا ہو۔

دن تیزی سے گزر رہے تھے۔ عصام نے دوبارہ کوئی تحفہ نہیں بھیجا تھا کیونکہ اب اسے خود جانا تھا اس لڑکی کو لینے۔ جیسے وہ ایک ایسی زندگی تحفے میں دینا چاہتا تھا جو اس کے باپ کے دل کو بے چین رکھتی۔

حمدید صاحب نے عائشہ کو دیکھا جو افسردا سی بیٹھی تھیں۔ ان کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ جا کے عشوے سے پوچھیں۔ جس انداز سے حمید صاحب اپنے فیصلے پہ ڈلے ہوئے تھے اس حساب سے عشوے کی مرضی کیا معاائنے رکھتی۔

اپ کو اپنی بیٹی عزیز نہیں ہے۔۔۔ ایک آخری کوشش
میرا دماغ ناکھاؤ۔۔۔ اور جا کے پوچھو اس سے۔۔۔ میری عزت کا سوال ہے۔۔۔ گر اس نے نکار کیا تو
میری زندگی کا واسطہ دے کے سے منا لینا۔۔۔ ان کے لمحے کی اجنبيت بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔ عائشہ
خاموش ہو گئیں۔۔۔

انہیں اب خود سب ہینڈل کرنا تھا۔۔۔ وہ نہیں جانتی تھی آخر کیا وجہ ہے جو حمید اتنے جلدی بدل
گئے ہیں۔۔۔ کل تک تو ماہ بیر کے لیے خود ساتھ گئے تھے۔۔۔ یقیناً کوئی بڑی وجہ تھی۔۔۔ لیکن نہیں
ہینڈل کرنا تھا۔۔۔ خود کو بھی اپنی اولاد کو بھی اور اپنی عزت کو بھی۔۔۔

میں مر جاوں گی۔۔۔

مر جاو کم سے کم ہماری عزت تو سلامت رہے گی۔۔۔ سفاکیت سے کہا گیا۔۔۔
مما اپ کو بیٹی سے زیادہ عزت کی پرواہ ہے۔۔۔ اس کی انکھوں میں حیرت در آئی
ہاں ہے۔۔۔ تمہارے باپ نے یہ بڑی مشکل سے کمائی ہے۔۔۔ تمہاری وجہ سے اسے بر باد نہیں
ہونے دوں گی۔۔۔ اور خبردار۔۔۔ خبردار اگر تم نے اس بارے میں کسی کو بھی کچھ بتایا تو۔۔۔
ٹھوڑی کو دبوپتے اسے پرے جھٹکا۔۔۔

وہ ایک دم خاموش ہو گئی۔۔۔

کبھی باپ کی شکل دیکھی ہے۔۔۔ سارا دن باہر رہتا ہے تم لوگوں کا پیٹ بھرنے کے لیے اور تم کیا
چاہتی ہو۔۔۔ اس کو بدنام کرنا۔۔۔ وہ باہر نکل ہی نا سکے۔۔۔

تم چاہتی ہو وہ مر جائے۔۔۔

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ سر جھکائے کھڑی اس لڑکی کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔۔۔ یہ اس نے کیا کیا تھا۔۔۔
غلطی اسی کی تھی۔۔۔ بھل بھل بہت آنکھیں خوف سے سرخ تھیں

اب اگر تم نے دوبارہ ماہ بیر کا نام بھی لیا نا۔۔۔ تو جان لے لوں گی۔۔۔

عشوے کی سسکیاں کمرے میں گونجھ رہی تھیں۔۔۔

مجھے مر جانا چاہیے۔۔۔

تمہاری شادی اسی سے ہو گی جس سے ہم چاہیں گے۔۔۔ اسے گھورتے ہوئے واپس مڑی تھیں شاید
کمرے کی طرف کوئی آرہا تھا

اللہ کرے وہ مجھے روز مارے۔۔۔ دل کی گھرائیوں سے خود کو بدعا دی۔۔۔

اپنی بکواس بند کرو۔۔۔ عائشہ بیگم نے دروازہ کھولنے سے پہلے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا

۔۔۔

اپ کو بھی تو پتہ چلے تکلیف کیا ہوتی ہے۔۔۔ نہیں ہونا مجھے قربان ماما۔۔۔ اپ کیوں نہیں سمجھ رہی ہیں۔۔۔

ایک لفظ بھی اور بولا نا زبان کھینچ لوں گی۔۔۔ بازو سے کپڑ کے اسے اپنی طرف موڑا۔۔۔
چاہے وہ تمہیں روز مارے یا مار کے سچینک دے۔۔۔ ہم اپنا فیصلہ نہیں بد لیں گے۔۔۔
ٹھیک ہے۔۔۔ چند لمحے اس نے آنکھیں بند کی تھیں پھر آنسو صاف کرتے جیسے خود کو بہادر کیا
۔۔۔ اس کا دل تھا کہ پھٹا جا رہا تھا۔۔۔ وہ انہیں کیسے بتاتی۔۔۔ مر تو وہ ویسے ہی جائے گی۔۔۔ کیوں نا
ایسے ہی سہی۔۔۔

بیڈ پ پیپرز بکھرے پڑے تھے ساتھ لپٹاپ اور موبائل بھی رکھا ہوا تھا۔۔۔ وہ خود بیڈ کراون سے
ٹیک لگائے انکھیں موندے لیٹی تھی۔۔۔ پلکوں کی باڑ ہلکی ہلکی بھگلتے چک رہی تھی۔۔۔
وہ نہیں سمجھ پار رہی تھی اسے اس شخص سے آخر محبت کیوں ہو گئی تھی جو اس کے نصیب میں
نہیں لکھا تھا۔۔۔ کیوں اپنے ہی اس کے لیے دیوار بن رہے تھے۔۔۔ پھپو اور ماما دونوں اس کے دل
کے قاتل تھے۔۔۔ وہ کیسے سب بدالے۔۔۔

اللہ جی پلیز مجھے وہ شخص دے دے۔۔۔ تو رحیم ہے نا۔۔۔ توں تو اپنے بندوں کے لیے مجزات کرتا
ہے۔۔۔ پھر میرے لیے بھی کرنا۔۔۔ دل کرلا رہا تھا۔۔۔ کسی کروٹ چین نہیں تھا۔۔۔ کوئی اس کا ساتھ

دینے والا نہیں تھا۔ عزت اس کی دوست تھی۔ لیکن وہ بھی اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی
۔۔۔ ماں سے بھی کچھ نہیں کہہ سکتی تھی ماں تو دوست ہوتی ہے لیکن اسے خوف ارہا ہے۔ ایک
عجیب سی بے چینی پھیل گئی تھی پورے گھر میں۔ عشوے خاموش ہو گئی تھی۔ ریض بھی
مصروف تھا۔ شادی کی تاریخ رکھی جا چکی تھی۔۔۔ اسے بابا سے بات کرنی تھی۔۔۔

میں نے جب کہہ دیا ہے کہ مجھے عشوے سے ہی شادی کرنی ہے
تو پھر۔۔۔ اپ کو مسلہ کیا ہے مورے۔۔۔ ماہ بیر الگ الجھ رہا تھا
مسلہ مجھے نہیں ہے۔۔۔ مسلہ ان لوگوں کو ہے بیٹی۔۔۔ اور ایک بہت اہم بات۔۔۔ وہ خاموش ہوئیں۔۔۔
اب اور کیا اہم ہے۔۔۔ اپ کی وجہ سے سب ہو رہا ہے۔۔۔

میری وجہ سے نہی ہو رہا۔ جس سے تم شادی کرنا چاہتے ہو وہ تم سے نہیں کرنا چاہتی۔۔۔ اس کے
ماں باپ اسی لیے اس غیر سے اسے بیاہ رہے ہیں کہ اس کا جکر تھا۔۔۔ اس۔۔۔

چپ۔۔۔

چپ کر جائیں۔۔۔ وہ ایسی نہی ہے۔۔۔

مجھے بھی لگتا تھا۔۔۔ لیکن وہ ایسی ہی ہے۔۔۔

اپ جھوٹ بول رہی ہے۔۔۔ اس کا دماغ خراب ہو رہا تھا۔۔۔

جا کے خود پوچھ لو۔۔۔ اور اگر میری بات سچ نکلی تو تمہیں۔۔۔ میری مرضی سے شادی کرنی پڑے گی

--

میں یہ گھر چھوڑ دوں گا۔۔۔ لیکن شادی نہی کروں گا۔۔۔ کروں گا تو بس عشوے سے۔۔۔ اٹل لجے میں
کہتا وہاں سے چلا گیا۔۔۔

عجیب بدماغ اولاد پائی ہے۔۔۔ دونوں بہن بھائی اس لڑکی کے لیے ہی مرے جا رہے ہیں۔۔۔ اچھا ہے
بھائی صاحب نے انکار کر دیا ہے۔۔۔

وہ تو پر سکون تھیں۔۔۔ کیونکہ عشوے کا پتہ کلنے والا تھا۔۔۔

بابا میں اندر آجائوں۔۔۔ شام کے چار نج رہے تھے۔۔۔ چائے کی ٹرے ہاتھ میں پکڑے عشوے نے
اجازت مانگی۔۔۔ وہ جو بیڈ پہ نیم دراز ریموت ہاتھ میں پکڑے نیوز سن رہے تھے اسے دیکھا اور سر
ہلایا۔۔۔

یہ لیں چاہے۔۔۔ کپ اٹھا کے انہیں دیا۔۔۔ ٹرے سائند ٹیبل پہ رکھ دی۔۔۔

شکریہ بیٹا۔۔۔ وہ اس سے نظریں نہی ملا پا رہے تھے

کیا کر رہے ہیں وہ پاس ہی بیٹھ گئی۔۔

کچھ نہیں بس نیوز سن رہا ہوں۔۔ سرسری سا جواب دیا۔۔

وہ۔۔ مجھے اپ سے بات کرنی تھی۔۔ ہتھیلیاں مسلتے اس کی نظریں جھکی ہوتی تھیں۔۔ حمید صاحب کا
دل دھڑکا۔۔ کسی انہوںی کے خیال سے۔۔
کہو۔۔

بابا۔۔ میں ابھی شادی نہی کرنا چاہتی

کیوں۔۔ انکے لجھے ہیں ترشی سمٹی تھی

کیونکہ مجھے اگے پڑھنا ہے۔۔ ایک یہ ہی بہانا تھا۔۔

پہلے تو بہت پڑھتی ہو نا۔۔ بمشکل پاس ہوتی ہو۔۔ اور اگر پڑھنے کا دل ہے بھی تو عصام پڑھا لے
گارو کے گا نہیں۔۔

لیکن بابا۔۔

کچھ نہیں سننا اور مجھے۔۔ میری طبیعت خراب رہتی ہے۔۔ جانے کب مر جاو۔۔

بابا۔۔ بے ساختہ ہونٹ ملے۔۔

ہاں۔۔ سچ کہہ رہا ہوں۔۔ جانے کب یہ سانسیں اکھڑ جائیں۔۔ میرے بعد تمہارا کون ہو گا۔۔ ریض کی شادی ہو گی کیا گیر نٹی ہے بھا بھی تمہارے ساتھ اچھی ہو تمہاری ماں بوڑھی ہو رہی ہے ہم کب تک۔۔

بابا ابھی میں نے ایف اے کیا ہے۔۔ ابھی میں کی بھی نہیں ہوتی اپ کو یہ ٹینشن کیوں ہے۔۔ اسے سمجھ نہیں ارہا تھا کیسے سمجھاتی۔۔

شادی ہو جانے میں کیا ہرج ہے۔۔ تقریباً لڑکیوں کی شادی اسی عمر میں ہوتی ہے۔۔

مجھے عصام سے نہیں کرنی۔۔ زبان پھسلی کیا مطلب۔۔ حمید نے انکھیں اچکا کے اسے دیکھا۔۔

میں خاندان سے باہر۔۔

عجیب ہے بیٹا۔۔ ماہ بیر سے کرنا چاہتی ہو۔۔ کڑواہٹ سے بھر پور الفاظ۔۔

ن۔۔ نہی۔۔ اس کا دل بند ہوا تھا۔۔ مجھے ماہ بیر۔۔

دیکھو بیٹا۔۔ ہم تمہارے ماں باپ ہیں غلط فیصلہ نہیں کریں گے۔۔ وہ تھوڑے نرم پڑے۔۔

جی۔۔ عشوے کے جسم سے جان الگ ہو رہی تھی۔۔ وہاں سے اٹھنا محال لگ رہا تھا۔۔ وہ چاہتی تھی کہہ دے۔۔ ایک بار کہہ دے۔۔ اور پھر اس نے کہہ دیا۔۔

بابا۔۔۔ دل کے اندر سے اوaz نکلی تھی۔۔۔

ہوں۔۔۔ وہ اسے دیکھ رہے تھے سفید پڑتا رنگ انہیں شرمندہ کر رہا تھا۔۔۔

اپ۔ میری شادی ماہ بیر سے کر دیں۔۔۔ میں۔۔۔ ان۔۔۔ سے محبت۔۔۔

جمید صاحب کے ہاتھ میں کپڑی چائے کپ سے چھلکی۔۔۔ وہ کس راہ کی راہی بن گئی تھی۔۔۔

جاوہ یہاں سے۔۔۔ بمشکل انہوں نے اسے وہاں سے جانے کا کہا تھا۔۔۔ وہ پاتال میں گرتے جا رہے تھے۔۔۔ آج سے تیرا سال پہلے کا گناہ۔۔۔ آج ان کی بیٹی کے سر پڑنے والا تھا۔۔۔ اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے کچھ بھی نہیں۔۔۔ کیونکہ عشوے۔۔۔ عشوے حمید نہیں۔۔۔ بلکہ عشوے عصام تھی۔۔۔ آج سے تیرا سال پہلے وہ ان کی بیٹی نہیں رہی تھی۔۔۔ ان کی زندگی کا یہ پہلو۔۔۔ کسی کو معلوم نہیں تھا یہاں تک ان کی شریک حیات بھی اس سے بے خبر تھی۔۔۔ وہ نہیں جانتے تھے عصام شخ دوبارہ انکی زندگی میں آئے گا۔۔۔ وہ نہیں جانتے تھے ان کی بیٹی کو کسی اور سے محبت ہو گی۔۔۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ اگے کیا ہونے والا تھا۔۔۔ وہ تو اس خوش فہمی میں تھے کہ عصام سب بھول گیا ہو گا۔۔۔ ان سالوں میں آخری بار وہی ملا تھا جب اس کا نکاح عشوے سے ہوا تھا۔۔۔ عشوے محض ساڑھے پانچ سال کی تھی اور وہ اٹھارہ سال کا تھا۔۔۔ انہیں لگا وہ اپنی زندگی گزار چکا ہو گا۔۔۔ اس نکاح کا اب کوئی مقصد نہیں تھا۔۔۔ شوہر گمشدہ ہو اور اس کے ملنے کی کوئی امید بھی نا ہو تو اسے

مردہ کر ار دے کے ایک سو تیس دن کی عدت کے بعد نکاح ختم ہو جاتا ہے۔۔ لیکن وہ تو زندہ تھا

--

کمرے میں آ کے وہ بے تحاشاروئی تھی۔۔ آنسو جیسے انکھوں سے چپک گئے تھے۔۔ شام کے پانچ
نج رہے تھے۔۔ ابھی کچھ دیر بعد امی نے اجانا تھا اسے اٹھانے اور اس کا بلکل دل نہیں تھا ہمت ہی
نہیں تھی۔۔ دل کٹ کٹ کے رس رہا تھا۔۔ ایسے جیسے کوئی آہستہ آہستہ مٹھی میں بھینچ رہا ہے اور
وہ انکھوں کی جانب سے رس رہا ہو۔۔

اللہ جی میں اپنی دعا سے پچھے نہیں ہٹوں گی۔۔ لیکن تیری رضا میں راضی ہو جاوں گی۔۔ جب
انکھیں خشک ہو گئیں تو دل کو بہلا یا۔۔ کتنی دیر وہیں بے سدھ پڑے پڑے گزر گئی۔۔ آج تو مما
بھی نہیں اٹھانے نہیں ائیں تھی

ہیلو بھائی۔۔ عزت جو ابھی اکیڈمی سے آئی تھی سامنے ٹیوی لاونچ میں بیٹھے ماہ بیر کو کہا۔۔

ہائے۔۔ اس نے بھی بے دلی سے جواب دیا۔۔

خیریت کیا ہوا۔۔ چیزیں ڈائیگ ٹیبل پر رکھتے پاس آئی۔۔

کچھ نہیں میرا ایک کام کرو گی۔۔

جی کہیں--

عشوے سے پوچھ دو وہ مجھ میں انٹر سٹڈ ہے یا نہیں۔۔۔ پر سوچ نگاہوں سے اسے دیکھتے کہا۔۔۔

خیریت ہے سب۔۔۔ آپ کیوں پوچھنا چاہ رہے ہیں۔۔۔

خیرت ہے۔۔۔ بس تمہیں جتنا کہا ہے اتنا کرو۔۔۔

ہم

پھر شام کو وہ عشوے کے پاس گئی تھی واپس آتے رات کے نو ہو گئے تھے اور بھائی کو اس نے یہ نیوز دینی تھی۔۔۔ وہ ایک بار پھر ان کے سامنے بیٹھی تھی۔۔۔ اب کی بار اس کا چہرا اترا ہوا تھا اور ماہ بیر بے چین تھا۔۔۔

کیا کہا۔۔۔ پورا جسم کان بننا تھا

وہ اپ کو۔۔۔ خشک ہوتے گے کو ترکرتے عزت نے بھائی کو دیکھا۔۔۔ جو جاننے کے لیے اپنی حالت کو فراموش کر رہا تھا

کیا کہا۔۔۔ ماہ بیر کا پورا جسم کان بننا

وہ اپ کو۔ خشک ہوتے گلے کو ترکرتے عزت نے بھائی کو دیکھا۔ جو جاننے کے لیے اپنی حالت کو فراموش کر رہا تھا۔ وہ یہ بھول رہا تھا اس کی پرسنیلٹی کو یہ سب سوٹ نہیں کرتا تھا کہ وہ کسی لڑکی کے لیے خود کو بھول جائے۔

اس نے کہا ہے کہ۔۔۔ وہ رکی۔۔۔ وہ بھائی کے چہرے پہ اتے جاتے رنگوں کو دیکھ کے پریشانی سے بول ہی نہیں پار ہی تھی۔۔۔ لیکن اسے یہ قدم اٹھانا تھا

کیا۔۔۔ بولو بھی۔۔۔ ماہ بیر کا دل سینے میں تیزی سے دھڑک رہا تھا
یہی کے وہ اپ کو بھائی سمجھتی ہے۔۔۔ نظریں چراتے بول دیا۔۔۔

ک۔۔۔ کیا۔۔۔؟ وہ الجھا

جی بھائی۔۔۔ وہ اپ کو ویسے ہی بھائی سمجھتی ہے جیسے میں۔۔۔ اس نے تو مجھے بہت باتیں بھی سنائی ہیں
۔۔۔ اور یہاں تک کہہ دیا کہ ماہ بیر بھائی میری نظروں سے گر گئے ہیں۔۔۔ عزت نے وہ سب کہہ دیا
جو عشوے نے اسے کہا تھا۔۔۔

ہم۔۔۔ ماہ بیر نے بمشکل خود کو قابو کیا۔۔۔ ایک لمحے کے لیے تو اسے لگا کہ اسکی ریح پرواز کر گئی
ہے۔۔۔ وہ کسی اور جگہ ہے جیسے سب کچھ بدلتا گیا ہو۔۔۔ اس کی دنیا نے الٹا چکر لیا ہو۔۔۔ کتنی ہی دیر
عزت اسے تسلی دیتی رہی۔۔۔ پھر اٹھ کے چلی گئی۔۔۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کی تسلی صرف اللہ کے ذکر
میں ہی ہے۔۔۔ اور ماہ بیر۔۔۔ تو پہلے بھی اللہ کے قریب تھا

"بaba۔ ہم کہاں جا رہے ہیں---؟"

ایک بہت اچھی جگہ--- ایسی جگہ جہاں سے تمہیں بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا--- وہ پانچ سالہ بچے کا ہاتھ کپڑے میشن کے اس علاقے میں آیا تھا جس طرف آنے کی کسی کو اجازت نہیں تھی حتیٰ کہ ملازمین کو بھی نہیں---

"لیکن بابا یہاں تو کچھ بھی اچھا نہیں نظر آ رہا ہے۔" اپنے سامنے وہ ایک بہت بڑا سا کمرہ دیکھ رہا تھا۔ جس کو چاروں طرف سے ایسے بند کیا گیا تھا کہ کہیں کوئی روشن دان۔ کوئی کھڑکی کوئی درز نہیں تھی کہ اندر سورج کی ایک کرن بھی جا سکے۔۔۔ بس ایک دروازہ تھا بڑا سا جو ایک دیوار کی چوڑائی جتنا موٹا مضبوط میٹل سے بنा ہوا تھا۔ جہاں بے شمار ایسے ان دیکھے لاک تھے جو صرف وہاں رہنے والا ہی جان سکتا تھا یا پھر اس دروازے کو بنانے والا۔۔۔

"بابا کیا ہم اس کے اندر جائیں گے---؟" بچے نے کچھ اشتیاق سے گردن اٹھا کے اوپر دیکھا۔۔۔

"ہاں بلکل۔۔۔" گردن کو ہلاکا ساختم دیتے اس نے بچے کو دیکھا۔۔۔ پھر اگے ہو کے اپنی ہتھیلی دروازے پہ لگائی تھی چند لمحوں میں ٹووں کی اواز سے دروازہ جیسے دیوار کے ندر غائب ہوا۔۔۔

سامنے موجود منظر دیکھ کے وہ بچہ ایک دم س توانا مرد کے پیچے چھپا تھا۔۔۔

"ب۔۔۔ بابا۔۔۔ چلیں یہاں سے۔۔۔" اس کا کوٹ اپنی شخصی مٹھیوں میں پھیجے سہم سا گیا۔۔۔

"نہیں۔۔۔ ہر گز نہیں۔۔۔" رخ موڑتے بچے کو دیکھا گیا۔۔۔ "تم جان لو یہ ہی تمہاری اصلیت ہے۔۔۔ تم نے ویسا ہی بننا ہے جیسے میں ہوں۔۔۔"

"اور ایسا بننے کے لیے تمہیں۔۔۔ یہ سب صرف دیکھنا ہی نہیں کرنا بھی ہو گا میرے پیارے بیٹے

"۔۔۔

"میں تمہارا رول ماذل ہوں نا---؟" پھر زرا جھک کے اس کی ٹھوڑی اوپر کی---"تو تمہیں یہاں تک پہنچنے کے لیے یہ سب کرنا ہو گا۔" اس کے لمحے میں دبارعہ۔۔ جیسے بچے کو اس کا بچپن چھین جانے کو خوف دلا رہا تھا۔۔

"لیکن بابا۔۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔۔ م۔۔ مجھے ڈر۔"

"تم کر سکتے ہو میرے بچے۔" پیار سے اس کے گھنگریا لے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔۔

"تمہیں یہ سب کرنا ہے۔۔" لفظوں پہ زور دیتے وہ بہت کچھ باور کروا گیا تھا۔۔

"لیکن بابا۔۔ ایک آنسو پھسل کے گلابی گال پہ پھسللا۔۔"

"مرد روتے نہیں ہیں۔۔ ایک دم سے اس کی آنکھیں سرخ ہوئی تھیں۔۔ بچے نے فوراً اپنی آستین سے گال رگڑے۔۔

"گلڈ بوائے۔۔۔" انکھوں میں حیوانیت لیے اب وہ سامنے منظر کو دیکھا رہا۔۔۔ جہاں بے تحاشہ اوزار رکھے تھے۔۔۔ اور ایک طرف بھورے رنگ کا بڑا سا کتا بندھا تھا۔۔۔

وہ جلتا ہوا اس کے قریب آیا۔۔۔ یہ ہمارا دوست ہے۔۔۔ نیچے بیٹھتے اس کی پیٹھ پہ ہاتھ پھیرا۔۔۔ اب ان دور کھڑا خوف زدہ سا دیکھ رہا تھا کیونکہ کتنے کے دانت بڑے بڑے اسے ڈرا رہے تھے۔۔۔
بابا۔۔۔ چلیں۔۔۔ وہ تیزی سے واپسی کے لیے مڑا۔۔۔

رکو۔۔۔ عصام کھڑا ہوا۔۔۔ یہاں او۔۔۔ پھر اپنے پاس بلایا۔۔۔ وہ ڈرتے ڈرتے اس کے پیچھے سے ہو کے قریب ہوا۔۔۔

یہاں ہاتھ رکھو۔۔۔ اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔۔۔ کتنے کی پیٹھ کو سہلاتے اسنے اب ان کو پکڑ کے اگے کیا۔۔۔ اس سے پہلے کے وہ قریب ہوتا خوف سے اس کی پینٹ بھینگا شروع ہو چکی تھی۔۔۔ عصام کی نظر زمین پہ پڑی وہ ایک دم سے کھڑا ہوا۔۔۔ اور اگلے ہی لمحے اب ان کو جھک کے اٹھایا۔۔۔

بہادر بچے ڈرتے نہیں ہیں۔۔۔ گلے سے لگاتے اس کا خوف کم کرنا چاہا۔۔۔ وہ اتنا ڈر گیا تھا کہ۔۔۔ کیا وہ اسے اپنی طرح بنانے کے اچھا کر رہا تھا۔۔۔ کیا اس کا بھی سکون سے خوشیوں سے روشنیوں سے تعلق ختم ہونے والا تھا۔۔۔ یہ تو اب وقت ہی بتاتا

پر طرف شہنائیاں نج رہی تھیں۔۔ عشوے کو تیار کیا جا رہا تھا کسی اور کے لیے۔۔ جیسے وہ جانتی تک نا تھی۔۔ بابا ایسا کیوں کر رہے ہیں۔۔ ماما اپنی بیٹی کا ساتھ نہیں دیں سکتیں کیا۔۔ دل مچل مچل جاتا تھا۔۔ خود کو بے حس کیے وہ میک اپ کرو رہی تھی۔۔

شادی بھی کہاں ہو رہی۔۔ عصام مینشن میں۔۔ وہ اتنی ازراں تھی کہ اپنے ماں باپ کے گھر سے رخصت بھی نا ہو سکی۔۔ اس کے پیارے بابا نے کیوں کچھ نہیں کہا۔۔ وہ اتنے خاموش تھے کہ ڈر لگتا تھا ان کی خاموشی سے۔۔ کیا وہ اس سے محبت نہیں کرتے تھے۔۔ اسے یاد تھا جب وہ چھوٹی تھی تو ایک بار بابا کے پیٹ پہ سوار تھی۔۔ بابا نے بس بنیان پہنی تھی جس کے اندر سے ان کے سینے کے بل نظر ارہی تھے۔۔ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے وہ بال کپڑ کے کہتی کتنا انیہ (دھنیہ) ہے۔۔ تو تلی زبان سے وہ دھنیہ کو انیہ کہتی تھی اور بابا ہند کے اس کے ہاتھ چوم لیتے۔۔ وہ ہر وقت اس کے گالوں پہ پیار کرتے رہتے۔۔ ریض سے کہتے کہ یہ میرا سیب ہے جو ہر وقت سرخ رہتا ہے۔۔

اپ اداں کیوں ہیں۔۔ میک اپ والی نے اسے سوچوں سے نکلا۔ کیا یہ اپ کی پسند سے رشتہ نہی ہو رہا۔۔ اسے تو اس کی اداسی کی یہی وجہ سمجھ آئی۔۔

ہاں۔۔ میں عصام سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔ وہ بغیر کسی خوف کے بولی۔۔

اپ اپنے گھر والوں سے نہیں کہا۔۔۔ اب وہ ہاتھ روکے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔ وہ میک اپ مکمل کر چکی تھی

"ضروری نہیں ہے جس سے محبت ہو شادی بھی اسی سے ہو۔۔۔" دلہن بنی آئنے کے سامنے بیٹھے اس نے سر جھٹکا۔۔۔

"لیکن۔۔۔ عصام سرتواپ سے بے انتہاء محبت کرتے ہیں۔۔۔" مسکراتے ہوئے پارلر والی نے اسے آخری ٹھیک دیا۔۔۔

ہا۔۔۔ "اگہرا سانس لیتے اس نے آئنے میں نظر اتا اس عورت کا عکس دیکھا جو پینتیس چھتیس کے لگ بھگ تھی۔۔۔

ایسا کیوں ہوتا ہے۔۔۔ کہ لوو میرج صرف مرد کی ہی ہوتی ہے۔۔۔ عورت کی کیوں نہیں۔۔۔؟" اس نے جانے کیا سوچ کے یہ سوال اس انجان سے پوچھا۔۔۔

"نہیں عورت کی بھی ہوتی ہے۔۔۔ میری ہوئی ہے۔۔۔" ساتھ ہی اس نے فخریہ کہا۔۔۔

کیا وہ بھی تم سے کرتا ہے---؟ بازو میں گنگن کھنکھناتے سوال پوچھا گیا۔

ہاں۔۔۔ بہت زیادہ۔۔۔

بس پھر--- یہ تمہاری نہیں اس کی لوو میرج تھی۔ "تلخی سے مسکراتے ایک بار پھر سر جھٹکا۔۔۔

لیکن میری بھی تو تھی..." وہ حیران ہوئی اس کے روپیے سے۔۔۔

نہیں--- اگر تم اس سے محبت کرتی لیکن وہ تم سے ناکرتا۔۔۔ پھر بھی تمہاری اس سے شادی ہو جاتی تو پھر تمہاری لوو میرج ہوتی۔۔۔ لیکن ہمارے معاشرے کا الیہ یہ ہے کہ۔۔۔ اگر مرد محبت میں مبتلا ہے تو وہ عورت سے زبردستی بھی شادی کر لیتا ہے لیکن اگر عورت ہے تو پھر اگر مرد نے

انکار کر دیا تو پھر کبھی اس سے اس عورت کی شادی ہو ہی نہیں سکتی۔۔۔" اس کے اندر کہیں بہت
گھرائی میں جیسے درد ڈھکتا تھا۔۔۔

پارلر والی نے پلکیں چھپ کا کے اس لڑکی کو دیکھا۔۔۔ جو انیس سے بیس سال کی تھی۔۔۔ یہ باتیں تو
اس کے ذہن میں بھی نہیں تھیں۔۔۔ واقع۔۔۔ ایسا تو ہے۔۔۔

ہمیشہ عورت کو ہی نام کیوں دیا جاتا ہے۔۔۔ تم نے سنا ہے نا۔۔۔

بدکردار عورت۔۔۔ بے پرداہ عورت۔۔۔ جاہل عورت۔۔۔ اچھی عورت بڑی عورت۔۔۔ یہ پیکا نے صرف
عورت کے لیے ہی کیوں ہیں۔۔۔ کیا عورت کے پاس دل نہیں ہے۔۔۔ کیا عورت محبت نہیں کر سکتی
۔۔۔؟ اگر کر سکتی ہے تو اسے ملتی کیوں نہیں ہے۔۔۔؟" اپنی انگوٹھی کو گھماتے وہ گود میں رکھے
ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

میں یہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔۔ لیکن۔۔۔ مجھے مجبوراً کرنی پڑ رہی ہے۔۔۔ کیونکہ میرے والدین کی
عزت کا سوال ہے۔۔۔ یہ عزت کا بوجھ عورت کے سر پہ ہی کیوں دھرا جاتا ہے۔۔۔ عورت بوجھ
کیوں ہے۔۔۔ بے بسی سے آنسو آنکھ کی پلکوں پہ اٹکا تھا۔۔۔

"کیونکہ عورت کی برداشت ہمت اور حوصلے کو دیکھ کے ہی اسے عزت سونپی گئی ہے۔۔۔ ورنہ کوئی مرد اس کے قابل کہاں ہوتا ہے کہ وہ عزت کا بوجھ اٹھا سکے۔۔۔" اداسی سے کہتے صائمہ (پارلر والی) نے دوپٹہ اس کے سر پر رکھا

اگر اپ ان سے شادی نہیں کرنا چاہتی تو انکار کر دیں نا۔۔۔؟" اب وہ اس کا دوپٹہ سٹ کر رہی تھی

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ مجھے شادی کرنی ہے۔۔۔" وہ تیزی سے بولی۔۔۔

بیٹیوں کے دل تو اتنے مضبوط ہوتے ہیں کہ وہ اپنی محبت کو اس میں دفن کر لیتی ہیں۔۔۔ وہ بھی کر سکتی تھی۔۔۔ اور اس نے یہی کیا۔۔۔

عصام نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ چھپائی۔۔۔ وہ جو دیکھنے آیا تھا کہ یہاں ساری تیاری مکمل ہے اس کے کمرے سے اتی آواز پر رک گیا

اسے زیادہ کچھ نہیں کرنا پڑا تھا بس حمید صاحب کو اتنا کہا تھا کہ انکی بیٹی کی قیمت سالوں پہلے لگ چکی ہے۔۔۔ اب اگر وہ کسی اور کے حصے میں گئی تو اس کی قیمت بازاروں میں لگے گی۔۔۔ اور اب وہ اس کے دسترس میں انے والی تھی۔۔۔ پھر ایک دیو کی جان اس کے ہاتھ میں ہوتی۔۔۔ چاہے جیسے اسے توڑتا مرودرتا یا بے اسرائیل چھوڑ دیتا۔۔۔

کیا اپ کو عاصام شیخ ولد ریاض شیخ۔۔۔ کے ساتھ سکھ رانج الوقت پچاس ہزار حق مہر کے عوض یہ نکاح قبول ہے

جی۔۔۔ بہت مشکل سے اس کی اواز نکلی سامنے پھپو کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں۔۔۔ اس کے قبول ہے کہنے پہ انکی ہوئی سانس بحال کی

یہی فقرہ تین بار دہرا�ا گیا اور تینوں بار قبول کرتے اس نے بابا کی عزت بچائی تھی۔۔۔ نکاح خواں اب عاصام کی طرف متوجہ تھا اس نے بھی قبول کرتے نکاح کی شرائط کو مکمل کر دیا

مبارک باد کا شور اٹھا تو کچھ لوگ گلے ملنے لگے عاصام نے تکلفا بھی حمید صاحب کو گلے نہیں لگایا تھا یہ بات اور کسی نے محسوس کی ہو یا نا ہو عشوے نے ضرور کی تھی۔۔۔ گھونگٹ سے بھی اسے بابا کے چہرے پہ بھیلتا سکون نظر ارہا تھا۔۔۔ پاس بیٹھا شخص کیا چیز تھا اخر۔۔۔ کون تھا جو ایک دم ایا اور اس کی دنیا ہی بدل گئی۔۔۔ اس کے دل میں ماہ بیر تھا جبکہ زندگی میں عاصام وہ یہ دو غلی زندگی کیسے

جی پاتی سوچ سوچ کے ہی دل بیٹھ رہا تھا۔۔۔ تقریباً تین گھنٹے وہ لوگ وہاں سُج پہ بیٹھے رہے پھر ایک لڑکی اسے کمرے میں چھوڑ گئی۔۔۔ جانے وہ کون تھی۔۔۔ وہ تو کسی کو بھی نہیں جانتی تھی۔۔۔ یا شاید عاصام کی بہن تھے جب وہ لوگ رشتہ لے کے ائے تھے تب وہ بھی ساتھ تھی اسے یاد ایسا۔۔۔ ان کے ساتھ تو ایک چھوٹا بچہ بھی تھا وہ اسے کہیں نظر نہیں آیا۔۔۔ خیر اسے کیا۔۔۔ کمرے کو گھورتے سر جھٹکا۔۔۔ دل بلکل خاموش تھا۔۔۔ اُنے والا پتہ نہیں کہ اتنا وہ کچھ دیر ہی اس کے انتظار کر پائی تھی پھر چینچ کر کے سو گئی

وہ پچھلے چھ گھنٹے سے مسلسل جی ٹی روڈ پہ ون ویلنگ کر رہا تھا۔۔۔ اس پاس دیکھنے والے لوگ اسے کچھ دیر ٹھہر کے دیکھتے پھر اگے گزر جاتے۔۔۔ وہ ہر چیز سے بے پرواہ تھا سوائے ایک کے کہ عشوے انج۔۔۔ کسی اور کے نام۔۔۔ ہو گئی تھی۔۔۔ کاش وہ پہلے سٹینڈ لے لیتا۔۔۔ کاش وہ اپنی ماں کو۔۔۔ منا سکتا۔۔۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ مر جائے اسی ارادے سے وہ ایک ٹریفک سے بھرپور سڑک پہ باہم کو کئی جھٹکے دیتے کبھی سامنے والے ٹارپہ تو کبھی پیچے والے ٹارپہ چلاتے ہر چیز سے فراموش ہو چکا تھا۔۔۔ وہ عشوے کو کھو چکا تھا تو اب یہ زندگی کس کام کی۔۔۔ یہ سانسیں کیوں چلیں جب عشوے ان کو محسوس ن کر پاتی۔۔۔ وہ چھوٹی سی لڑکی اس کے دل و دماغ پر اتنی حاوی ہو چکی تھی کہ وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کا اکلوٹا بیٹا ہے۔۔۔ انہیں بھی اس سے محبت ہے۔۔۔ اس کی ضرورت ہے۔۔۔ لیکن قسمت شاید اس سے روٹھ چکی تھی جو اتنی دیر خطرناک سٹینڈ کرنے کے

باوجود اس کا ایکسٹرینٹ نہیں ہوا تھا۔ اور وہ زندہ تھا۔ وہ بے حس ہقنا چاہتا تھا لیکن جانے کتنا عرصہ اسے لگتا عشوے کو بھولنے میں پتہ نہیں بھول پاتا بھی کہ نا

بابا

?who is she

-- عصام اس وقت تیسری منزل پہ بنے اب ان کے روم میں تھا۔ اب ان جسے شادی میں شرکت کی اجازت نہیں تھی اوپر سے وہ چھپ چھپ کے دیکھتا رہا تھا۔--

.She is your step Mom

عصام نے اسے گھورا کیونکہ وہ کھڑکی کے پاس کھڑا ادا سی سے سب ماند پڑتا دیکھ رہا تھا۔

Stepmom will be good or bad

ایک بار پھر پوچھا

وہ جیسی بھی ہوں۔ اپ ان کے قریب نہیں جائیں گے۔ اسے ونڈو سے اتارتے بیڈ پہ بیٹھایا۔ اور اگر اپ۔ مجھے ان کے اس پاس بھی نظر آئے تو پنیش کروں گا۔ سخت انداز سے کہتے اے سی اون کیا۔ وہ پانچ سال کا تھا اور اکیلا روم میں سوتا تھا۔ اسے ڈرنے کی اجازت نہیں تھی اسے

رونے کی بھی اجازت نہی تھی۔۔۔ وہ اکیلا تھا۔۔۔ اس کے ساتھ کسی اور کو ہونے کی بھی اجازت نہیں تھی بس ایک میڈ جو چوبیس گھنٹے کے لیے بس اب ان کے لیے تھی وہی اس کی دیکھ بھال کرتی۔۔۔

اوکے۔۔۔ لیکن ان کا نام کیا ہے۔۔۔ اشتیاق سے اس کے چہرے کو دیکھتے پوچھا ع۔۔۔ عشوے عاصام۔۔۔ وہ ہلاکا سا مسکرا یا۔۔۔ پر اسرار مسکرا ہٹ۔۔۔ جانے اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔۔۔ وہ اب ان کو لیٹاتے وہیں اس کے ساتھ ملک گیا۔۔۔ اج سے عشوے کی سزا شروع تھی۔۔۔ لیکن دوسری طرف عشوے تھکاؤٹ کی وجہ سے سوچکی تھی

اگلے دن ان کا ریسیپشن تھا۔۔۔ لیکن یہ ریسیپشن بہت خطرناک ثابت ہوا تھا عشوے کے لیے۔۔۔

.....

صھ سات بجے عاصام کمرے میں آیا تو عشوے مزے سے سورہی تھی۔۔۔ وہ جو سمجھ رہا تھا وہی بھاری کپڑے پہنے زیورات سے لدی اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔۔۔ لیکن وہ تو۔۔۔ خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی

آرام آرام سے چلتا وہ بیڈ کے قریب آیا۔۔۔ پھر زرا سا جھکتے اس کے چہرے کے نقش دیکھے
۔۔۔ تیکھے سے تلوار جیسے اٹھی کمان جیسے ائی برو۔۔۔

بند موٹی موٹی آنکھیں۔۔۔ لمبی سیاہ۔۔۔ پلکیں نرمی سے ایک دوسرے میں پیوست تھیں۔۔۔

پتلی کھڑی ناک اور درمیانے گلابی ہونٹ۔۔۔ رنگ سانو لا تھا لیکن اسے ایک عجیب مدھوش کر دینے والا لگا۔۔۔ اس سے پہلے کہ دل اسے چھونے کی تمنا کرتا وہ سیدھا ہوا۔۔۔

پھر چلتا الماری تک گیا اور وہاں سے کچھ نکالا۔۔۔ یہ اس کا تحفہ تھا رو نمائی کا۔۔۔ کیوں کہ وہ چہرا تو غور سے دیکھ چکا تھا۔۔۔ اب گفت تو بتتا تھا۔۔۔

ایک بار پھر وہ اس کے قریب آیا اور جھکا۔۔۔ ایک چھوٹا سا جی پی ایس تھا جو اس کی گردن کے پچھے اتنی زور سے دبایا کے وہ سکین کے اندر چلا گیا۔۔۔ تکلیف کی شدت سے عشوے کسمسائی۔۔۔
پھر آنکھیں کھولیں تو سامنے فانوس لٹک رہا تھا۔۔۔

دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اس کا دماغ ابھی تک نیند میں تھا۔ کچھ لمحے لگے تھے سب کچھ دوبارہ یاد آنے میں--

ماہ بیر۔۔ اس کے ہونٹ ہلکے سے پھڑ پھڑائے۔۔ عصام جو پاس کھڑا اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا اس کے ہونٹوں کی جنبش پہ مٹھیاں بھینجی بہت سارا غصہ پیشانی پہ نمودار ہوا۔۔

نہیں میری جان۔۔ پھر ایک سفاک سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ لاتے اسے سر کے پیچھے سے پکڑا۔۔ یہ تمہارے ایکس کا نہیں تمہارے شوہر کا کمرہ ہے بالوں کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔۔

چھ۔۔ چھوڑو۔۔ عشوے کراہ کے رہ گئی۔۔

عزت سے کہو چھوڑیں۔۔۔ بال سختی سے کھینچے جا رہے تھے

چھوڑیں۔۔۔ آنکھوں میں نمی سی جمع ہونے لگی۔۔۔

زرا پیار سے۔۔۔ میرا نام لے کے۔۔۔ وہ بضد تھا

چھوڑیں۔۔۔ عصام۔۔۔ درد ہو رہا ہے۔۔۔ اس کا چہرہ اپر اٹھ چکا تھا۔۔۔

منِت سے کہو۔۔۔ عصام کا چہرہ اس کے چہرے سے ٹھیک ہوا۔۔۔

پلیز چھوڑیں۔۔۔ درد سے رنگ سفید پڑ رہا تھا۔۔۔

شادی مبارک ہو۔۔۔ مسکراتے عصام نے چھوڑ دیا۔۔۔

یہ تمہارا رو نمائی کا گفت۔۔۔ آنکھ دباتے وہ سیدھا ہو گیا۔۔۔ پھر اٹھ کے واش روم جاتے ہلکی سی
پراسرار مسکراہٹ اس کی طرف اچھائی۔۔۔

عشوے بھی نہیں سمجھ پارہی تھی ابھی اس کے ساتھ ہوا کیا ہے۔۔۔ سر کے پیچے ہاتھ رکھتے
آنسو گال بھگور ہے تھے۔۔۔

یہ ان کی پہلی صح تھی

ئی زندگی کے۔۔۔ نئے عذاب

ماہ بیر نے وہ ساری رات گھر سے باہر گزاری تھی۔۔۔ مورے اور خان بابا الگ پریشان تھے اور
عزت کو الگ ٹینشن تھی۔۔۔ مورے کی فکر صرف بیٹے کے لیے تھی

خان بابا کو اس کی حالت کا نہی پتہ تھا بس انہیں غصہ تھا کہ بتا کے نہیں گیا۔ جبکہ عزت جانتی تھی کہ بھائی بہت ڈسٹرپ ہو گا۔ یہ سب کچھ اسی کا کیا دھرا تھا۔

بیٹا بھائی کا کوئی میسج ایا۔ عزت پریشانی سے باہر لان میں ٹھیل رہی تھی جب خان بابا وہاں ائے۔

نہیں۔ موبائل ایک نظر دیکھتے کہا۔ پتہ نہیں بھائی کہاں گئے ہیں۔

وہ واپس اپنے کام پہ چلا گیا ہو گا۔ پتہ تو ہے اس کے کاموں کا کب اچانک آجائیں۔ مورے جو اندر سے چائے لیے آرہی تھی کہا۔

صحیح کے دس نج رہے تھے ابھی تک ماہ بیر کا کوئی اتنا پتا نا تھا۔ جانے کہاں گیا تھا۔

شام کو عشوے کے پاس بھی جانا ہے۔ دیکھیں تو سہی بچی وہاں خوش ہے یا نہیں۔ پتہ نہیں کیوں پراؤں میں دے دی۔ پلوشہ بیگم کرسی پہ بیٹھ چکی تھیں۔

اپنوں سے تو پرائے اچھے۔۔۔ خان بابا بڑبڑائے۔۔۔

کیا کہا۔۔۔ پلوشہ نے گھورا

کچھ نہیں ماما۔۔۔ اپ کی تو ٹینشن ختم ہے نا۔۔۔ عزت نے تلخی سے کہا۔۔۔ اسے بھی مورے کا یوں کرنا
اور اب ایسے کہنا بلکل اچھا نہیں لگا تھا۔۔۔ کتنی مطلبی عورت تھیں۔۔۔

ہاں ہاں۔۔۔ شکر الحمد اللہ میری ٹینشن ختم۔۔۔ اس بلا سے جان چھوٹی۔۔۔

بس کر دیں۔۔۔ وہ کیا کہتی تھی اپ کو۔۔۔ یا کیا نقصان کرتی۔۔۔

میرا بیٹا چھین لیتی اس سے بڑا بھی کوئی نقصان ہوتا۔۔۔ وہ تملہ ہی تو گئیں تھیں بیٹی کے جواب پر

وہ تو اب بھی آپ کا نہیں رہا۔۔۔ اب کبھی وہ آپ سے ویسی محبت سے بات نہیں کر سکیں گے جیسے پہلے کرتے تھے۔۔۔ بھائی کی فکر کم ہی نہیں ہو رہی تھی۔۔۔

کچھ نہیں ہوتا دو دن کی محبت ہے بھول جائے گا۔۔۔ پلوشہ نے جیسے ناک سے مکھی اڑائی۔۔۔

کاش ایسا ہو جائے۔۔۔ لیکن آپ نے اچھا نہیں کیا۔۔۔

اچھا بس بس۔۔۔ زیادہ ٹر ٹر نا کرو۔۔۔ مجھے پفہ تمہارے دل میں اس لڑکی کے لیے محبت جاگ رہی ہے

عزت اپنا کپ اٹھا کے وہاں سے چلی گئی مورے کو کچھ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔۔

یہ مت بھولو کے تم بھی ایک جوان بیٹی کی ماں ہو۔۔۔ کیا پتہ کل کو ہمیں ان کے قدموں میں گرنا نا پڑ جائے۔۔۔

توبہ توبہ۔۔ کیسی فضول باتیں کر رہے ہیں۔۔ میری بیٹی ان کی بیٹی جیسی بے حیا نہی ہے۔۔ اور ناہی کبھی ایسی نوبت آئے گی کہ مجھے ان کے قدموں میں گروں۔۔ جھر جھری لیتے کہا۔

اللہ ہی تمہیں ہدایت دے پلوشہ۔۔ خان صاحب خاموش ہو گئے۔۔ پلوشہ سے بات کرنا سمجھو دیوار سے سر مارنے والی بات تھی۔۔ بس ماہ بیر شام سے پہلے گھر آ جاتا۔۔ کل بھی وہ نہی تھا اور کتنے لوگوں نے اس کا پوچھا تھا

دوپھر کا کھانا اسے کمرے میں ہی دیا گیا تھا عصام خود پتہ نہیں کہاں تھا اس نے بس دو ہی نواں لیے بھوک تو ویسے ہی مری ہوئی تھی۔۔ عصام کا رویہ دیکھ کے اسے یہاں سے بھی کسی اچھے کی امید نہی رہی تھی اب۔۔

زندگی پتہ نہی کن را ہوں پر چل نکلی تھی۔ ان سب باتوں سے اوپر اس کے بابا کی عزت محفوظ تھی اب۔ اور ماہ بیر کو وہ سوچنا نہی چاہتی تھی۔ اس کی ہی غلطی تھی ساری جو اس نے ماہ بیر کے لیے ایسا سوچ لیا تھا۔ حلاںکہ وہ اسے بہن سمجھتا تھا۔

بیڈ کراوں سے ٹیک لگائے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی جب کل رات والی لڑکی دستک دے کے اندر آئی

اسلام و علیکم مسز عصام شخ۔۔۔ شراری سی۔ مسکراہٹ سے نوازتے اس کے قریب آئی۔ پھر گال سے ہونٹ مس کیے۔ عشوے سمٹ سی گئی۔۔۔

کیوں اچھا نہیں لگا۔ دانیہ نے خفگی سے اسے دیکھا۔

ن۔ نہیں وہ۔ وہ شرمندہ سی ہوئی۔

ہاں۔۔۔ یہاں بھائی نے دی ہو گی اور تم۔۔۔

نہیں۔۔۔ وہ تیزی سے بولی چہرا حیا سے سرخ ہوا

اہم۔۔۔ اچھا رونمائی کا گفت کیا ملا۔۔۔ اس کے خالی بازو اور گردن دیکھتے ہو چھا۔۔۔ بے ساختہ عشوے کا
ہاتھ بالوں تک گیا تھا۔۔۔

کیا ملا۔۔۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

وہ۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ ش۔۔۔ شاید انہیں یاد نہیں رہا۔۔۔ اسے عصام کا ذکر کرتے لجھن ہو رہی تھی۔۔۔

کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ اس کے تو کان میں کھینچوں گی۔۔۔ عشوے کا ہاتھ پکڑتے چوما۔۔۔ اس چھوٹی سی
لڑکی پہ اسے بہت ترس آیا۔۔۔

میرا بھائی تھوڑا سخت مزاج ہے۔۔ کسی سے نبی بنتی اس کی۔۔ لیکن وہ دل کا اچھا ہے۔۔ وہ اسے دھیرے دھیرے سمجھانے لگیں۔۔ عشوے خاموشی سے سنتی رہی۔۔ اب وہ کیا کہتی کہ کتنے اچھے دل کا مالک تھا ان کا بھائی۔۔ آتے ہی اپنا سخت مزاج دکھا دیا تھا اسے۔۔

اچھا چلو تم بھی کھو گی بور کرنے آگئی ہوں۔۔ کافی دیر بولتے رہنے کے بعد انہیں خیال آ ہی گیا۔۔ تم آرام کرنا چاہو تو کر لو۔۔ ورنہ گھر کال کر لو۔۔ آنٹی کی دو تین بار کال آچکی ہے۔۔ ادھر ادھر دیکھتے اس کا موبائل ڈھونڈنا چاہا۔۔

میرا موبائل۔۔ عشوے کو بھی اب خیال ایسا کہ اس کا موبائل کہیں نہی ہے۔۔

ساتھ لے کے ائی تھیں۔۔ دانیہ نے ڈرار کھولتے پوچھا۔۔

جی رات کو پاس تھا میرے۔۔۔ پریشان سے وہ بھی آس پاس تلاش کر رہی تھی

ہو سکتا ہے عصام نے کہیں رکھ دیا ہو۔۔۔ تم میرے فون سے بات کر لو۔۔۔ میں لا کے دوں۔۔۔
تلاش کرنا ترک کرتے اسے دیکھا۔۔۔

جی۔۔۔

اوکے۔۔۔ پریشان نا ہو مل جائے گا۔۔۔ اس کی اداس شکل دیکھ کے تسلی دی اور باہر چلی گئیں۔۔۔

کہاں گیا موبائل میرا۔۔۔ آخری بار موبائل اس نے رات کو ہی دیکھا تھا۔۔۔ آنکھوں میں نبی سی جمع
ہونے لگی۔۔۔

رونا نہی ہے۔۔۔ دانیہ دوبارہ کمرے میں دخل ہوئی تو اس کی انکھوں میں پانی دیکھ تیزی سے پاس آئی

یہ لو۔۔۔ کر لو ماما سے بات۔۔۔ یہاں تمہیں کوئی پریشانی نہی ہو گی۔۔۔ اگر ہو بھی تو عصام کر لے گا
ہینڈل۔۔۔ تم مجھے بھی بتا سکتی ہو۔۔۔ اسے خود سے گلے لگایا جو موبائل گم ہو جانے پر رونے بیٹھ گئی
تھی۔۔۔ موبائل کا کیا ہے ایسے لاکھوں قربان تم پہ۔۔۔ سر پہ پیار کرتے خود سے الگ کیا۔۔۔ پھر آنسو
صف کیے۔۔۔

یہ لو اب پکڑو اور بات کر لو۔۔۔ وہ بھی پریشان ہو رہے ہوں گے۔۔۔ پھر آرام کر لینا۔۔۔ ریسپشن کے
لیے ساڑھے سات بجے پارلر والی آئے گی۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ تصدیق کے لیے دیکھا کہ اس نے اس
کی بات سمجھی بھی ہے یا نہی

پھر اسے پیڑن بتا کے وہ چلی گئی تھیں۔۔۔ عشوے نے تھوڑی دیر موبائل کو دیکھا پھر سائند پر رکھ
دیا۔۔۔ وہ کسی سے بات نہی کرنا چاہتی تھی۔۔۔ اپنے گھر والوں سے تو بلکل بھی نہی

وہ اس وقت آفس میں بیٹھا پیپر ویڈ انگلیوں میں گھما رہا تھا۔ اس کے سامنے عشوے کا موبائل رکھا تھا جہاں اس کے گھر سے بے تحاشا کالز اور میسیجز آچکے تھے اور وہ مسکراتے وہ سب دیکھ رہا تھا۔۔

یہ سب تو میری تکلیف سے بہت کم ہے جمید صاب غائبانہ ان سے مخاطب ہوا

یہ سب تو شروعات ہے۔۔ ایسی ایسی جگہ چوت لگاؤں گا کہ آپ چنج بھی نہیں سکو گے۔۔ پچھے ٹیک لگاتے ٹانگیں ٹیبل پر رکھیں۔۔ فون دوبارہ بجئے لگا تھا اگے ہو کے اٹھایا تو اب ماہ بیر کی کال تھی۔۔ یہ صحیح سے پہلی بار اس کی کال ای تھی۔۔ عصام نے یہیں کا بٹن دبایا۔۔

ع۔۔ عشوے اگے سے بے چین سی آواز ای۔۔

عصام از ہئیر۔۔ ماتھے پہ بل پڑے۔۔

عشوے سے بات کرو۔۔۔ ماہ بیر بد تمیزی سے بولا۔۔۔

آئندہ کال کرنے کی غلطی مت کرنا۔۔۔ ورنہ۔۔۔ عصام کو اور زیادہ تپ چڑی تھی۔۔۔ اوپھی آواز وہ اپنی بہن کی برداشت نہی کرتا تھا یہ تو پھر اس کی بیوی کا ایکس تھا۔۔۔

ورنه کیا۔۔۔ اگے بھی ماہ بیر تھا۔۔۔

کچھ نہیں۔۔۔ عصام ریکس ہوتے سیدھا ہوا۔۔۔

بس تمہاری کزن عشوے۔۔۔ اس کے لیے مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔۔۔ کہتے فون کاٹ دیا۔۔۔ دوسرا طرف ماہ بیر ٹوں ٹوں کی آواز پہ تملہ کے رہ گیا تھا۔۔۔

عصام فون اٹھاتا اٹھا شام کے پانچ نج رہے تھے اسے ریسپشن کے لیے سب دیکھنا تھا۔۔۔ گھر پہنچنے میں آدھا گھنٹہ لگا تھا۔۔۔ سامنے ہی دانیہ آپی اباں کو کھانا کھلا رہی تھیں۔۔۔

یہ دیکھو۔۔۔ ابھی آرہا ہے۔۔۔ اسے دیکھ کے تو دانیہ کو اور غصہ ایا۔۔۔ پہلے اباں صاحب نے دوپہر کا کھانا یہ سوچ کے نہیں کھایا تھا کہ شام میں بابا کا ریسپشن وہاں کھائے گا۔۔۔ پر اب اسے پانچ بجے ہی بھوک لگ گئی تھی اور دانیہ کو سارے کام چھوڑ کے اس کی خدمت کرنی پڑ رہی تھی۔۔۔

بڑی تھا۔۔۔ دو لفظی جواب دیتے اپنے کمرے میں آگیا۔۔۔ جہاں عشوے موبائل ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی۔۔۔

عصام لمحہ بھر رکا۔۔۔ یہ کس کا موبائل ہے۔۔۔ پھر قریب اتے موبائل چھین لیا۔۔۔

دانیہ آپی کا۔۔۔ بے تاثر لمحے میں جواب دیا۔۔۔

کیوں لیا۔۔ بہت دل کر رہا تھا اپنے عاشق۔۔

جست شٹ اپ۔۔ اپنا منہ بند کریں۔۔ عشوے کھڑی ہو گئی۔۔ میرے بارے میں جو مرضی کہیں
۔۔ لیکن میری فیملی کو پیچ میں مت لائیں۔۔

تمہاری فیملی اب صرف میں ہوں۔۔ ٹھوڑی کو دبوچتے وہ تقریباً غرایا تھا۔۔ اور میرے سامنے آئنداہ
ایسی آواز نکالنے کی ہمت بھی مت کرنا۔۔ پیچھے دیوار سے لگاتے وہ سرخ آنکھیں اس پہ گاڑے
ہوئے تھا۔۔

اور آئنداہ۔۔ کسی سے بھی موبائل مت مانگنا۔۔ یہ پہلی اور اخیری بار تھا۔۔ تمہارا تعلق اب تمہارے
گھر والوں سے ختم سمجھو۔۔ جھٹکے سے چھوڑتے پیچھے ہٹا۔۔

عشوے کی ٹھوڑی سرخ ہو چکی تھی خوف سے انکھوں میں آنسو جمع ہوتے اب گالوں پہ لڑکھنے
لگے تھے۔۔

تم یہ مت سمجھنا کہ یہاں آکے مجھ پہ راج کرو گی۔۔۔ یہاں تم بس وہی کرو گی جو میں کہوں گا۔۔۔
یہاں میرا راج چلتا ہے۔۔۔ اس کے لبجے کی کڑواہٹ سے عشوے کی ریڑھ کی ہڈی سننا اٹھی تھی

اسے بت بنا چھوڑ کے عصام ڈریسنگ روم میں چلا گیا

ریسیدپشن

ہر طرف زرق برق کپڑوں میں ملبوس خواتین قہقہے لگا رہی تھیں مرد حضرات لان کی دوسری
طرف موجود تھے

ہر طرف زرق برق کپڑوں میں ملبوس خواتین قہقہے لگا رہی تھیں مرد حضرات لان کی دوسری
طرف موجود تھے

ہر طرف رنگینیاں ہی رنگینیاں بکھری تھیں عصام سفید رنگ کی شرت اور بلیک پینٹ میں لمبوس ضرورت سے زیادہ ہینڈ سم اور ڈیشنگ لگ رہا تھا۔۔۔ ایک بازو پہ کوٹ لٹکائے وہ ویٹر کو ہدایت دے رہا تھا اور ساتھ ہی کف کھولتے بازو فولڈ کیے۔۔۔ مضبوط گلائی میں مہنگی گھڑی جگمگارہی تھی۔۔۔

دوسری طرف سفید شرارے کے ساتھ سفید ہی لانگ کرتی جس پہ پتھر کا کام ہوا تھا پہنے عشوے بیو ٹیشن کے سامنے بیٹھی تھی۔۔۔ پندرہ منٹ لگے تھے پارٹی میک اپ میں۔۔۔ سسپل سا تیار ہو کے بلیک کلر کے ولیوٹ کی شال دائیں کندھے پہ ڈالی۔۔۔ بالوں کی سٹائلش چھپیا کی گئی اور ان پہ سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے پتھر جگمگاتے روشنیاں بکھیر رہے تھے۔۔۔ کلائیوں میں بلیک کلر کی چوریاں اور الگیوں میں بلیک انگوٹھیاں ہاتھوں کو اور خوبصورت بنارہی تھیں۔۔۔ اس کا میک اپ اس کے کپڑوں کی مناسبت سے کیا گیا تھا۔۔۔ وائٹ کلر کی ہیل پہنے وہ بھی اداسی میں بہت حسین لگ رہی تھی۔۔۔ کچھ دیر بعد اسے دانیہ آپی کے ساتھ باہر سٹیچ پہ جانا تھا۔۔۔

یہاں کیوں بیٹھے ہیں حمید صاحب۔۔۔ جانا نہی ہے بیٹی کے گھر۔۔۔ عائشہ تیار ہو کے انہیں ڈھونڈھتی ہوئی وہاں آئی۔۔۔

جانا تو ہے۔۔ لیکن۔۔ وہ جو عشوے کے کمرے میں آئے تھے انہیں اس کی بہت یاد آرہی تھی اس کا پین ہاتھ میں لیے اداسی سے اس کا لمس محسوس کرنا چاہ رہے تھے شاید۔۔ بیٹیاں تو باپ کی جان ہوتی ہیں ان کی بھی عشوے میں جان بسی تھی۔۔

لیکن۔۔؟ وہ بھی ان کے پاس ہی تک گئیں یاد تو انہیں بھی بہت آرہی تھی اس کی۔۔

لیکن میں اس کا سامنا کیسے کروں گا۔۔ میں نے اس کا دل توڑا ہے۔۔ جانے وہ وہاں کیسی ہو گی۔۔ اگر وہ خوش نا ہوئی تو میں مر جاؤں گا۔۔ ان کی آواز بھیگ رہی تھی۔۔

عائشہ نے ان کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔۔

اپ نے اس کے لیے اچھا ہی سوچا ہے۔۔ اگر آپ کے گھر جاتی تو کیا پتہ وہاں اسے کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔۔

لیکن وہ ہماری انکھوں کے سامنے تو ہوتی نا عائشہ۔۔ جانے کیوں مجھے لگ رہا ہے میں نے اس کے ساتھ بہت برا کر دیا ہے۔۔ میرا دل بیٹھ رہا ہے۔۔

کچھ نہیں ہو گا۔۔ اپ کیوں اتنی ٹینشن لے رہے ہیں۔۔ اللہ کے سپرد کریں اپنا معاملہ۔۔ اللہ بہترین کرنے والا ہے۔۔ انہیں تسلی دیتے وہاں سے اٹھایا۔۔ تاکہ تیار ہوں۔۔ ریض پھپو کے گھر گیا ہوا تھا۔۔ سب نے ساتھ ہی نکلا تھا یہاں سے

تم چلو میں آتا ہوں۔۔ وہ ان کے ساتھ کھڑے تو ہو گئے لیکن وہاں سے جانے کا دل نہیں کر رہا تھا۔۔ عشوے کی مخصوص خوبیوں نہیں بے چین کر رہی تھی۔۔ عائشہ بیگم باہر چلی گئیں تو انہوں نے پین دراز میں رکھنے کے لیے دراز کھولا۔۔ وہاں ایک بلوکلر کا نوٹ پڑا تھا جیسے انہوں نے اٹھا لیا۔۔ اس کے اوپر جو کچھ لکھا تھا ان کی جان نکالنے کے لیے کافی تھا۔۔ ان کی بیٹی انہیں زندگی بھر کی سزادے گئی تھی یا سزاۓ موت سنا گئی تھی۔۔ دل کو تھامتے وہ زمین بوس ہوئے

شاید بلیک اینڈ وائٹ تھیم تھا۔ جو حال بھی انہیں دو رنگوں میں سجا�ا گیا تھا۔ وہ دانیہ آپی کے ساتھ چلتی ہوئی سٹیچ تک آئی۔ عصام وہاں موجود نہیں تھا۔ آس پاس لوگ ٹھہر کے اسے دیکھ رہے تھے۔ سانو لے رنگ پہ سفید رنگ خاص کشش پیدا کر رہا تھا۔ اداسی میں وہ کوئی کلاسیکل حسن کی ملکہ لگ رہی تھی۔ جس کی انکھیں جھیل جیسی ہوں ان میں ایسا درد ہو کے دیکھنے والے ایک لمح کے لیے اس درد میں ڈوب کے ابھریں۔

آپی۔ ممالوگ نہیں ائے۔ کافی دیر کے بعد جب حال لوگوں سے بھرنے لگا تو عشوے نے دانیہ سے پوچھا۔

پتہ نہیں۔ عصام بھی نظر نہیں آرہا۔ وہ بھی کافی دیر سے یہی نوٹ کر رہی تھیں۔ اچھا پریشان نہی ہونا۔ میں آتی ہوں۔ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا جو کب سے پکڑ کے بیٹھی تھی۔

اچھا۔ اسے اتنے انجان لوگوں میں گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ ان میں کوئی ایک بھی اس کا اپنا نہیں تھا۔ پتہ نہی ممالوگ کہاں رہ گئے۔ دل بیٹھ رہا تھا۔ موبائل بھی نہی تھا کہ کال کر لیتی۔ جب سے وہاں آئی تھی ایک بار بھی اس کی بات نہیں ہوئی تھی۔ ریض ہی آجاتا۔ آنکھوں میں جمع

ہونے والی نمی کو اندر دھکیلا۔۔ اس سے پہلے کے سوچوں کی رو اور بھلکتی اس کے پاس آکے کوئی بیٹھا۔۔ عشوے نے سختی سے آنکھیں بند کیں۔۔ کلوں کی خشبو اس کے ناک سے ٹکراتی دماغ پہ حاوی ہو رہی تھی۔۔ اس نے زرا سا آنکھ اٹھا کے دیکھا۔۔ ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتے عصام زرا سا پھیلا۔۔ عشوے تھوڑی سائنس پہ ہوئی۔۔

بد تمیز۔۔ بے ساختہ زبان سے پھسلا۔۔ جو عصام نے بخوبی سنا تھا۔۔

عصام۔۔ عشوے کے گھر والے نہیں آئے۔۔ دانیہ آپی جانے کہاں سے خوار ہو کے آرہی تھیں۔۔

نہیں۔۔ اور انہوں نے آنا بھی نہیں ہے۔۔

کیوں۔۔ اس بار عشوے نے اسے دیکھا۔۔

رات کو بتاؤں گا۔۔ اتنا آہستہ کہا کہ صرف عشوے ہی سن سکی

کیوں نہیں آئیں گے عصام بتاو۔۔ دانیہ آپی نے غصے سے عصام کو ہلا�ا جو آدھی بات کر کے
موبائل پہ متوجہ ہو چکا تھا۔۔

اس لیے کہ ان کے والد صاحب کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔۔

ک۔۔ کیا۔۔ ہوا بابا کو۔۔ وہ بیٹی تھی۔۔ اسے جھٹکا لگا اور عصام سکون سے بیٹھا ایسے بتا رہا تھا جیسے
کوئی نارمل سی بات ہو۔۔

بس ہارت انجیک۔۔

کیا۔۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ عصام نے تیز سے اس کا ہاتھ پکڑتے واپس بیٹھایا۔۔

مجھے ان کے پاس جانا ہے

یہاں سے ہلنا بھی نہیں سختی سے ہاتھ دباتے واپس بیٹھایا۔۔

عصام۔۔ ایسا نہی کرنا چاہیے۔۔ دانیہ آپی پریشان ہوئیں۔۔ کیونکہ یہ کوئی عام بات نہیں تھی۔۔

عشوے کا وہاں موجود ہونا ضروری تھا ان کی بیٹی تھی وہ۔۔

ابھی اسے لے کے جاو۔۔ عصام کو غصے سے دیکھتے کہا۔۔

اپ اپنا کام کریں۔۔ ایک دل چیر دینے والی نگاہ دانیہ پے ڈالتے عشوے کے ہاتھ کو اور دبایا

م۔۔ میں جا رہی ہوں۔۔ اپنا ہاتھ دوبارہ چھڑاؤنے کی کوشش کرتے اس کی انگلیوں پہ ناخن
کھبوئے۔۔

آرام سے بیٹھی رہیں۔۔ ایک سرد آواز سے کہتے اس کے ہاتھ کو اتنی زور سے دبایا کے اس کی
چھوٹی انگلی ہلکی سی کڑک کی آواز سے ٹوٹ گئی۔۔

میرا ہاتھ۔۔ تکلیف سے اس کارنگ سفید پڑا۔ دانیہ پہلے ہی خاموش ہو چکی تھی

چھوڑیں پلیز۔۔ وہ سسکی لیکن عصام کو کب پرواہ تھی اسی سختی سے اس کا ہاتھ کپڑے رکھا

میری انگلی ٹوٹ گئی ہے ع۔۔ عصام پلیز۔۔ وہ کر لائی۔۔

عصام نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔۔ پھر اس کی انگھوں میں پھیلتی نہی اور سرخی دونوں کو دیکھا۔۔ یہ بے بسی۔۔ یہی تکلیف۔۔ اس کے بیمار باپ کی موت کے لیے کافی تھی۔۔

اٹھو۔۔ پھر وہی ہاتھ کپڑا۔۔

آہ۔۔ عشوے کی چیخ نکل گئی۔۔ درد ہو رہا ہے چھوڑیں۔۔ پر عصام نے چھوڑا نہی۔۔ راستے میں دانیہ آپی کو بتا دیا کے کوئی ان کے بارے میں پوچھے تو کوئی بہانہ کر دیں

آدھے گھنٹے میں وہ سڑی ہو سپیٹل پہنچے تھے۔۔۔ ریسپشن پہ پہنچتے روم نمبر پوچھا۔۔۔ ان کا روم دوسرے فلور پہ تھا۔۔۔

عشوے کا تکلیف سے سانس لینا محال ہو رہا تھا لیکن بابا سے ملنا تھا۔۔۔

بابا۔۔۔ مطلوبہ کمرے میں داخل ہوتے ہونٹ پھر پھڑائے۔۔۔ ان کو ایم جنسی سے روم۔۔۔ میں شفت کیا جا چکا تھا۔۔۔

کیا لینے آئی ہو یہاں۔۔۔ عائشہ نے نفرت سے اسے دیکھا۔۔۔

ک۔۔۔ کیا مطلب ماما۔۔۔ اپ ایسے کیوں کہہ رہی ہیں۔۔۔ انگلی کی تکلیف کو نظر انداز کرتے حیرت سے انہیں دیکھا عصام ابھی روم میں نہیں آیا تھا۔۔۔ عشوے نے سینڈ فلور کی سیڑھیاں بھاگتے عبور کی تھیں

تمہاری وجہ سے تمہارا باپ یہاں آیا ہے۔۔۔ تم نے ایسے بدلہ لیا ہے اپنا۔۔۔ اپنے باپ کو معاف نہیں کر سکی تم۔۔۔

وہ اسے جھنجھوڑنا چاہتی تھیں۔۔۔ لیکن ہوسپٹ میں کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔۔۔

م۔ میں نے کیا کیا ہے۔۔۔ ماما۔۔۔ وہ شاکلڈ تھی۔۔۔ بابا اس کی وجہ سے اسی حالت میں تھے۔۔۔

چلی جاو یہاں سے۔۔۔ واپس اپنی شکل مت دیکھانا۔۔۔ انہوں نے حقارت سے کہتے اسے پیچھے دھکا دیا۔۔۔ وہ دروازے سے ٹکرائی۔۔۔

ماما۔۔۔ پلیز یار میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔ وہ ہاتھ جوڑتے ان کے قریب آئی۔۔۔

میں نے کہا ہے یہاں سے چلی جاو عشوے۔۔۔ میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔ اگر تمہارے بابا کو کچھ ہوانا۔۔۔ تو کبھی معاف نہیں کروں گی تمہیں۔۔۔ منہ دوسری طرف کرتے اسے نکل۔ جانے

کا اشارہ۔ کیا۔۔۔ وہ۔ کتنی دیر حیرت اور بے یقینی سے وہاں کھڑی رہی پھر وہ خاموشی سے باہر نکل ائی۔۔۔ عصام اسے دور تک نظر نہیں آیا تھا۔۔۔ واپس ریسپیشن تک اتے وہ عصام کو تلاش کر رہی تھی۔۔۔ اس کی کشتیاں ہر طرف سے جل گئیں تھیں۔۔۔ وہ جانے کون سے سفر پہ تھی جو اگلگ مرحلے میں داخل ہوتے ہی پچھلے سے زیادہ ازیت ناک تھا۔۔۔ اسے نہیں معلوم تھا اس کا قصور کیا تھا۔۔۔

نکاح سے ایک دن پہلے۔۔۔

اس گھر میں آج تمہارا اخri دن ہے۔۔۔ اس کے بعد تم جب بھی یہاں آؤ گی بس ایک مهمان کی طرح آؤ گی۔۔۔ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے حمید صاحب صوفے پہ بیٹھے۔۔۔

عشتوے جو مائیوں پہ بیٹھی تھی کم ہی کمرے سے باہر نکلتی۔۔۔ اس لیے حمید صاحب خود ہی اس کے پاس چلے آئے۔۔۔

وہ سب سے ناراض تھی۔ اس کا دکھ ایسا تھا کہ جیسے کسی بیوہ کا جوان بیٹا ہو اور وہ پاگل ہو۔۔۔ وہ اتنی بے بس تھی کہ اپنے لیے کچھ نہیں کر پا رہی تھی۔۔۔ رو رو کے منا منا کے وہ تھک چکی تھی۔۔۔
اب خاموش دل کے ساتھ گم سی بیٹھی بابا کی باتیں سن رہی تھی

ہم سے کوئی غلطی کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو ہمیں معاف کر دینا۔ اس کے ہاتھ پکڑتے حمید صاحب نے ہونٹوں سے لگایا۔۔۔

اور۔۔۔ میں جانتا ہوں اپنی پسند کا نکاح کرنا تمہارا حق ہے۔۔۔ لیکن جو فیصلہ میں نے تمہارے لیے کیا ہے وہ تمہارے حق میں بہتر ہے

یہ آپ کیسے جانتے ہیں۔۔۔ وہ تڑپ اٹھی۔ آپ کو کیسے پتہ بابا آپ جس جگہ مجھے بھیج رہے ہیں وہ میرے لیے بہتر ہے۔۔۔ آپ جانتے ہیں اس شخص کو؟۔۔۔ نہیں جانتے۔۔۔ جانے کون ہے کہاں سے آیا ہے۔۔۔

جانتا ہوں۔ اس کی بات کافی۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ ماہ بیر سے بہت بہتر ہے۔۔۔ اپنا بزنس ہے اس کا اچھا انسان ہے۔ چھوٹی فیملی ہے اور میرے دوست کا بیٹا ہے۔۔۔ میرے لیے یہ کافی ہے۔۔۔ اس کی سرکشی بڑھنے سے پہلے وہ اٹھ گئے۔۔۔

لیکن بابا یہ بھی تو سوچیں نا میرا دل کیا چاہتا ہے۔۔۔ آنکھیں سرخ سوچی ہوئی تھیں۔۔۔

تمہیں شرم آنی چاہیے باپ کے سامنے ایسی بکواس کرتی ہو۔۔۔ اس وقت عائشہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں۔۔۔ حیا مر گئی ہے کیا۔۔۔

چپ کرو تم۔ حمید صاحب نے عائشہ کو گھورا۔۔۔

اپ کے ہی ان لاڈوں نے اسے اتنی شہہ دی ہے۔۔۔ جو آج سر پہ چڑھ کے ناج رہی ہے۔۔۔ عائشہ بیگم کے تلوں پہ لگی۔۔۔

مجھے بتاو۔ تمہارا دل کیا چاہتا ہے۔۔ حمید صاحب نے عشوے کو دیکھا۔۔

کچھ نہیں۔۔ دل مار دیا گیا۔۔ جو اپ کو میرے لیے اچھا لگے وہی کریں۔۔ آنسو دل پر گر رہے تھے لیکن زبان کچھ اور کہہ رہی تھی

باپ کی رضا رب کی رضا۔۔ عائشہ بیگم نے ٹکڑا لگایا۔۔ تمہارے باپ کا فیصلہ ہرگز غلط نہیں ہوا گا تمہارے لیے۔۔ بہت خوش رہو گی۔۔ عائشہ بیگم بھی اب نرم پڑ گئی تھیں۔۔ آگے ہو کے خود سے لگایا۔۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہاں سے چلے گئے تو عشوے نے نوٹ پیڈ اٹھایا اور اس پر لکھا

"میں عشوے حمید۔۔ آج قسم کھاتی ہوں دوبارہ اس گھر میں کبھی قدم نہیں رکھوں گی۔۔ میں ان کے لیے مر گئی ہوں۔۔ وہ میرے لیے مر گئے "

پھر نیچے تاریخ میں نہ کی۔۔ نوٹ پھاڑ کے ڈرار میں رکھ دیا۔۔ جاتے ہوئے وہ یہ لازمی لے کے جائے گی تاکہ اس کا دل مضبوط رہے کبھی یہاں واپس آنے کی ضد ناکرے۔۔ جہاں اس کے جذبات کو سننا پسند نہیں کیا جا سکتا تھا جہاں اس کی کوئی قدر نہیں تھی۔۔ پھر وہاں آنے کا کیا فائدہ۔۔

عصام جو اسکے ہو سپیٹل روم میں داخل ہوتے ہی پٹ آیا تھا گاڑی میں بیٹھا اب اس کے انے کا انتظار کر رہا تھا۔۔۔ اتنی جلدی واپس آنے پہ باہر نکلا۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔ جانے کیوں پوچھ لیا۔۔۔ رکی نہیں آپ۔۔۔ اس کی حالت دیکھ کے خود ہی دروازہ کھولا۔۔۔ وہ اندر بیٹھ گئی تو دروازہ بند کرتے خود فرنٹ سیٹ پہ آ کے بیٹھا۔۔۔ عشوے گم سم سی ہاتھ پکڑے بیٹھی تھی۔۔۔ ماں کا حقارت آمیز رویہ اس کی روح فنا کر گیا تھا۔۔۔ اس کے اندر اب تو سانس لینے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔۔۔ اس نے کیا کیا تھا ایسا۔۔۔ کون سا گناہ تھا جو اس کے دامن سے لپٹ گیا تھا۔۔۔ عصام اس کی حالت دیکھ کے خاموش رہا۔۔۔ وہ ہلکی ہلکی کانپ رہی تھی لیکن اس کی فطرت میں نہیں تھا کہ اسے تھام لیتا۔۔۔ اسے تسلی دیتا۔۔۔ وہ تو اسے تکلیف دینے کے لیے بنایا گیا تھا۔۔۔ وہ تو اس کا دکھ تھا۔۔۔ سکھ کیسے بن جاتا

گھر پہنچے تو مہمان جا چکے تھے۔۔ عشوے خاموشی سے اتر کے اپنے کمرے میں آگئی۔۔ عصام کمرے میں جانے کی بجائے آب ان کے پاس آیا تھا۔۔

اپ آگئے بابا۔۔ وہ خوشی سے دوڑ کے اس کی طرف آیا۔۔ لیکن عصام نے اسے خود سے لگانے کی بجائے فاصلہ قائم رکھا۔۔

کیا ہو رہا تھا۔۔ پردے کھولتے پوچھا۔۔

کچھ نہیں بس آپ کا ویٹ کر رہا تھا۔۔ وہ جو پہلے ایکسائزڈ ہوا تھا۔۔ کہ رسپیشن پہ کیا کیا ہوا سب بتائے گا۔۔ اب واپس اپنے خول میں بند ہوا۔۔ یہ خول عصام کا بنایا گیا تھا جس سے باہر نکلنے کی اجازت تو اسے ہرگز نہیں تھی۔۔

آج کا دن کیسا گزرا۔۔ پھر اس کے پاس آتے پوچھا۔۔

اچھا۔۔ رسپیشن پہ نہیں تھے آپ۔۔ بیڈ پہ ہاتھ پھیرتے ابا نے عصام کو دیکھا۔۔

ہاں۔۔ کام تھا اس لیے۔۔

مما کے ساتھ کام تھا۔۔ معصومت سے پوچھا

مما نہیں ہیں آپ کی وہ۔۔ اسے غصہ ایا۔۔

دانیہ پھپھونے کہا تھا۔۔ وہ مما ہیں میری۔۔ وہ سہم گیا۔۔

وہ عشوے عصام ہے۔۔ اپ اسے عشوے عصام کہیں گے۔۔ مما نہیں۔۔ تنہیہ کی

وہ بڑی ہیں مجھ سے۔۔ اسے اچھا نہی لگا تھا شاید

جبیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی کریں گے آپ۔ اور کوئی آرگیومنٹ نہیں۔ کندھے سے پکڑتے باور
کروایا

رج۔ جی بابا۔ وہ ڈر رہا تھا

اور ان کے پاس بھی نہیں جانا۔ آپ کا تعلق صرف مجھ سے ہے۔ یہاں کوئی نہی ہے جو آپ کا اپنا
ہو۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا

جی بابا۔ وہ اسے کافی دیر تک سمجھاتا رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا جیسے وہ ٹوٹا تھا ویسے ہی اس کا بیٹا بھی
ٹوٹے۔ اسے زندگی کیسے جینی ہے یہ سب سیکھنا تھا۔ خاص طور پہ اکیلے کیسے جینی ہے

دیکھا میں نے کہا تھا نا۔۔۔ وہ لڑکی کھا گئی میرے بھائی کو۔۔۔ پلوشہ تو ہمیشہ اس کے خلاف ہی بولتی تھیں۔۔۔

بس کرو بیگم۔۔۔ اس میں اس بچی کا کیا قصور ہے۔۔۔ خان بابا نے ان کو گھورا۔۔۔ وہ لوگ ہو سپیٹل جا رہے تھے

وہ بچی بچی نہی ہے۔۔۔ پہلے عزت کو پاگل کیا پھر میرے ماہ بیر کو اور اب اپنے گھر والوں کو وہ کسی قابل نہی چھوڑے گی۔۔۔ شادی تو اس نے اپنی پسند سے کی ہے پھر بھی۔۔۔ مجھے تو لگتا ہے میرا بھائی اسی دکھ میں بیمار ہے کہ اس کی بیٹی نے دغا کر دیا اس کے ساتھ۔۔۔

وہ معصوم کیا برا کرے گی جس کے ساتھ خود برا ہو رہا ہے۔۔۔ تم جانتی ہو ہمارے بچے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے بس تمہاری اور تمہارے بھائی کی بلا وجہ کی ضد نے اس حال تک پہنچایا ہے۔۔۔ پتہ نہیں عشوے کا کیا حال ہو گا۔۔۔

انہیں اس لڑکی کی فکر تھی جو ان سے چھپ چھپ کے باتیں کیا کرتی تھی۔۔۔ وہ عزت کی ہم عمر تھی اور ان کے لیے عزت جیسی ہی تھی۔۔۔ ان کی بھی خواہش تھی کہ وہ ان کی بہو بن جاتی لیکن قسمت کے آگے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔ سارے راستے پلوشہ عشوے کو برا بھلا کہتی آئی تھی اور اور اب روم میں داخل ہوتے کانوں نے جو فقرہ سنا تھا اس سے اور یقین ہو گیا تھا کہ یہ سب عشوے کا کیا دھرا ہے

عشوے کے جانے کے دو گھنٹے بعد بعد حمید صاحب کو ہوش ایا تھا۔۔۔ انہوں نے سب سے پہلے یہی کہا تھا کہ ریسپشن پر جانا ہے لیکن۔۔۔

ائی تھی عشوے۔۔۔ عائشہ نے انہیں بتایا۔۔۔

تم نے روکا نہیں۔۔۔ ناراض تھی وہ مجھ سے۔۔۔

نہیں۔۔۔ پہلے ہی سب کچھ اسی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔۔۔ اب اور نہیں برداشت کر سکتی میں۔۔۔

بیٹی ہے ہماری۔۔۔ وہ بے مشکل بول پار ہے تھے۔۔۔

اسے بھی یہ بات سمجھنی چاہیے۔۔۔ بیٹی ہے وہ ہماری۔۔۔

پلیز زیادہ باتیں نا کریں۔۔۔ اندر آتی نرس نے انہیں باتیں کرنے سے روکا

ہمم۔۔۔ عائشہ خاموش ہو گئی۔۔۔

محھ سے ملنے تو دیتیں نرس کے جانے کے بعد دوبارہ حمید صاحب نے عائشہ کو ماہیوس نظرؤں سے
دیکھا۔۔۔

کیسے ملنے دوں۔۔۔ اپ اس بیڈ تک اسی کی وجہ سے پہنچے ہیں نا۔۔۔ بیٹی تھی تو ہمارے فیصلے پہ خوش
ہوتی نا کہ یوں ہمیں سزا دیتی۔۔۔

ہا ہائے--- میں ناکہتی تھی وہ لڑکی ہی میرے بھائی کو اس حال تک پہنچانے والی ہے۔۔۔ کمرے میں
داخل ہوتے پلوشہ اوپھی اوaz میں بولیں۔۔۔

پھر حمید صاحب کو ان کی بیٹی کے بارے میں پتہ نہیں کون کون سی کہانیاں سناتی رہیں۔۔۔ وہ پہلے
ہی بیڈ پہ تھے ان کی طبعت اور خراب ہونے لگی۔۔۔ عائشہ بیگم نے آخر انہیں غصے سے وہاں سے
جانے کو کہا۔۔۔ خان بابا سمجھ رہے تھے سیچپوئیشن کو۔۔۔ سو بغیر برا منائے وہ پلوشہ کو لے کے واپس
چلے گئے

ریض۔۔۔ کھانا کھا لو۔۔۔

مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔ ریض نے اسے منع کیا

پریشان ہونے سے کیا ہو گا۔ اب وہ ٹھیک ہیں۔۔۔ وہ جانتی تھی مامو کی وجہ سے وہ پریشان ہے۔۔۔

عشوے سے رابطہ ہوا تمہارا۔۔۔ ریض نے سر جھکتے اس سے پوچھا۔۔۔

نہیں۔۔۔ کال رسیو نہیں کرتی۔۔۔ بے دلی سے کہتے وہ بھی ساتھ ٹک گئی۔۔۔

مجھے بھوک نہی ہے لے جاو یار۔

کھانے سے کیا ناراضگی۔۔۔ کھا لو پلیز۔

نہیں بھوک نا۔۔۔ ایک بار سمجھ نہی آئی۔۔۔ غصے سے کہتے وہ خود ہی اٹھ گیا۔۔۔ ہر کوئی عجیب سی ٹینشن میں تھا۔۔۔

عزت نے بھی پھر کھانا نہی کھایا۔۔۔ دوسری طرف ماہ بیر کئی فٹ بلندی سے خود کو ہوا میں اچھاتے اسمانوں سے زمین پہ گر رہا تھا۔۔۔

~~~~~

دو بجے وہ کمرے میں آیا تھا۔۔ عشوے ابھی تک جاگ رہی تھی۔۔ ہاتھ کی چھوٹی انگلی سوجن کی وجہ سے موٹی نظر ارہی تھی۔۔ عصام نے ایک نظر اسے دیکھا۔۔ تکیے پہ گال ٹائے وہ باعثیں کروٹ پہ لیٹی جانے کیا سوچ رہی تھی۔۔

اسے کچھ کہے بنا وہ ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔۔ پانچ منٹ بعد باہر نکلا تو وہ ہنوز اسی پوزیشن میں تھیں۔۔

خیریت ہے؟۔۔ اس کے سرخ چہرے کو بغور دیکھا۔۔ عجیب سی کشش تھی اس کے وجود میں جو اسے اپنی جانب کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

عشوے نے شاید سنا نہیں تھا۔۔ اس لیے اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں

کچن۔ سے کچھ کھانے کے لیے لا دیں۔۔ دوبارہ متوجہ کرنا چاہا۔۔ لیکن عشوے تو ہوش میں ہی نہیں تھی کیسے اس کی بات سنتی۔

عصام نے دوبارہ کہا ہی نہیں اپنی جگہ پہ آکے لیٹتے اس نے بھی دوسری جانب کروٹ لے لی۔۔ اسے کون سا فرق پڑ رہا تھا۔۔ بھاڑ میں جائے۔۔ بھوک تو ویسے بھی نہیں تھی بس اسے تنگ کرنا مقصد تھا

پھر صحیح دس بجے اس کی انگل کھلی تو وہ وہاں موجود نبھی تھی۔۔ غیر ارادی طور پہ اس نے عشوے کو ڈھونڈھا لیکن نہیں ملی۔۔ باہر آکے بواسے پوچھا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔۔۔

کہاں جا سکتی ہیں۔۔ اب عصام کی پیشانی پہ بل پڑے۔۔ واپس کمرے میں اتنے ٹھہر س پہ دیکھا وہاں بھی نہیں تھی ڈریسنگ روم۔۔ سٹڈی روم۔۔ با تھر روم۔۔ سب خالی تھے۔۔

پھر سائنس ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھاتے گارڈ کو کال کی۔۔

مسز عصام باہر نکلی ہیں۔۔ دو ٹوک انداز میں پوچھا۔۔

نہیں سر۔۔ سوائے بو اکی بیٹی کے اور کوئی باہر نہیں نکلا۔۔

بو اکی بیٹی کب ائی تھی۔۔ اسے شک ہوا

نہیں معلوم سرپتہ کر کے بتاتا ہوں۔۔۔

ہم۔۔ وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔۔

بو اپ کی بیٹی ائی تھی۔۔ کچن میں آتے ان سے پوچھا۔۔

نہیں۔۔۔ وہ تو کراچی ہوتی ہے۔۔۔ اسلام آباد کیسے ائی گی اکیلی۔۔۔ انہوں نے جیرانگی سے اسے دیکھا

---

عشوے میں چھوڑاں گا نہیں تمہیں۔۔۔ دانت پسیتے اس مٹھیاں بھینخی تھیں

-----

سات بجے کے قریب وہ بیڈ سے اٹھی تھی۔۔۔ ٹوٹی ہوئی انگلی اب سن ہو چکی تھی۔۔۔ ڈریسنگ روم سے کالے رنگ کی چادر نکالی جو کہ یقیناً عصام کی تھی۔۔۔ لیتے ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ وہ سردیوں کے لیے ہے۔۔۔ لیکن اس وقت منہ چھپانے کے لیے اس کے پاس اور کچھ نا تھا۔۔۔ اسے بابا کے پاس جانا تھا۔۔۔ ساری رات اضطراب میں گزری تھی۔۔۔

گرم شال لیتے وہ کمرے سے باہر آئی۔ سامنے کوئی نہیں تھا سب سورہے تھے۔۔۔ خاموشی سے سیڑھیاں اترتے وہ لٹی دی لاورنچ عبور کر گئی۔۔۔

گیٹ پار کرتے اسے گارڈ نے دیکھا تھا جو شاید اوونگھ بھی رہا تھا۔۔۔ دوسرا پتہ نہیں کہاں تھا۔۔۔ موقع تو بہت اچھا تھا۔۔۔ بہت خاموشی اور آرام سے وہ اس عصام مینشن سے نکل گئی تھی۔

میں روڈ پہ آتے ہی اس نے ایک آٹو لیا جو اسے ہو سپیٹل کے عین سامنے اتار کے چلا گیا۔ روم کا اسے پتہ تھا اس لیے زیادہ مشکل نا ہوئی۔ لیکن اندر داخل ہونے سے پہلے اس نے جو سنا تھا۔ وہ اس کی زندگی اجاڑ گیا تھا۔ وہ جو اب تک یہ سمجھ رہی تھی کہ اس کے ماں باپ نے اس کے بھلے کے لیے عصام شیخ سے اسے بیاہ دیا ہے اصل کہانی تو کچھ اور تھی۔ دل چیر دینے والی۔ اس کے بابا۔ پیارے بابا۔ ایسا کیسے کر سکتے تھے۔ اپنی بیٹی کون پیچتا ہے۔ شاید کوئی پاگل یا جواری یا نشی جیسے پسیے چائے ہوں اپنا نشہ پورا کرنے کے لیے۔ اس کا باپ نا تو جواری تھا نا پاگل اور نا ہی نشی۔ پھر۔ کیوں۔۔۔ وہ اتنی ازراں تھی۔ بوجھ تھی ان پہ۔ اگر ایسا تھا تو مار دیتے۔ کہیں زندہ دفن دیتے۔ کیا اس کی موجودگی اتنی اذیت ناک تھی ان کے لیے جو اسے یوں کیسی انجان آدمی کو۔۔۔ اف خدا یا۔۔۔ اس کے پاؤں من من کے بھاری ہوئے۔ وہ وہاں سے کیسے نکلی تھی صرف عشوے ہی جانتی تھی۔۔۔ رنگ لٹھے کی ماند سفید پڑ چکا تھا۔ سڑک عبور کرتے وہ کس چیز سے ٹکرائی تھی۔۔۔ اسے کتنے زخم آئے تھے۔ حواس کھوتے اسے صرف خود کا یک جانا یاد تھا۔۔۔

---

تم لوگوں کو نوکری پہ کیوں رکھا ہے۔۔۔ بس سونے کے لیے۔۔۔ دونوں گارڈ سر جھکائے اس کے سامنے کھڑے تھے مجھے عشوے عصام یہاں چاہیے۔۔۔ چاہے جہاں سے مرضی ڈھونڈھ کے لاو۔۔۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔ لبھ کی سختی ریڑھی کی ہڈی میں سنساٹھی تھی جیسے جی سر وہ دونوں سر جھکائے وہیں سے واپس پلٹ گئے۔۔۔

وہ خود بھی گاڑی لے کے باہر نکل ایا۔ کیونکہ اسے کچھ اندازہ تھا وہ کہاں جا سکتی ہے۔ اس کا رخ ہو سپیٹل کی طرف تھا۔ ادھے گھنٹے کا سفر اس نے دس منٹ میں طے کیا۔ لیکن عشوے وہاں بھی نہیں تھی تو پھر وہ گئی کہاں تھی

اس نے پورا شہر چھان مارا تھا لیکن اسے عشوے عصام نہیں ملی تھی۔ زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا  
—آخر کہاں گئی تھی وہ—

سر ہم نے تمام ہو سپیٹل چک کر لیے ہیں۔ ہمیں مسٹر عصام کہیں نہیں ملی۔ اس کے ادمی دوسری دفعہ بھی خالی ہاتھ ائے تھے

اوہ۔ اچانک اسے کچھ یاد ایا۔ وہ تیزی سے کمرے کی طرف بھاگا تھا۔ اس کے چلے جانے کی ٹیکشن میں اسے خیال ہی نا رہا تھا کہ ایک جی پی ایس کی لوکیشن اسے ہمیشہ بتا سکتا تھا۔ تیزی سے لیپ ٹاپ اون کرتے اس نے لوکیشن نکالی۔ اتنا وقت ضائع کیا تھا اب ایک لمحہ بھی لگائے بنا وہ اس تک پہنچنا چاہتا تھا۔ اگلے ایک گھنٹے میں وہ بگوالہ نامی گاؤں جو جہلم کے قریب تھا وہاں پہنچا۔

وہاں تھی عشوے۔ وہ وہاں کیسے پہنچی۔ یہ تو اس سے ملنے کے بعد ہی پتہ چلنا تھا۔

-----

جی اپ کون؟۔ ایک بارہ تیرہ سالہ لڑکی نے گیٹ کھولتے اس سے پوچھا۔

عصام نے پہلے اس لڑکی کو دیکھا۔ پھر اسے ہٹاتے وہ اندر چلا ایا۔ ساتھ اس کے گارڈز بھی تھے۔ سامنے ہی برآمدے میں دو عورتیں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں جو اسے دیکھ کے کھڑی ہوئی۔

اوہ اپ کون ہیں اور یہاں۔ ایسے منہ اٹھا کے۔

ابنی بیوی کو لینے آیا ہوں۔ دو ٹوک انداز میں کہتے دونوں خواتین گھورا۔

اپ کی بیوی یہاں۔ کیسے اسکتی ہے۔ جو عمر سے قدرے کم تھی وہ بکشکل بولی۔

اپ کے چہروں کے اترتے چڑھتے رنگ ہی سب بتا رہے ہیں۔ آرام سے بتا دیں ورنہ اگر میں نے ڈھونڈھانا تو اچھا نہیں ہو گا اپ لوگوں کے لیے۔ عصام نے موبائل پہ لوکیشن دوبارہ دیکھی وہ سہی جگہ پہ کھڑا تھا بس تھوڑا سا فاصلہ تھا۔

تمہیں کس نے کہا ہے یہاں ہے تمہاری بیوی۔ ایسے ہی دماغ ناچاٹو اور نکلو یہاں سے۔ اب بڑی عمر کی خاتون دوپٹہ سیدھا کرتے سامنے ائمیں تھیں۔ عصام نے ان سے کچھ کہنے کی بجائے گارڈز کا اشارہ کیا۔ جو حکم کے ملتے ہی کمروں میں چلے گئے۔ دو منٹ میں ہی ایک باہر نکلا۔

سر یہاں ہیں۔ مسز عصام۔ دونوں عورتیں اب حواس باخنگی سے انہیں روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ عصام ان کے ہاتھ جھکلتے اندر ایا جہاں عشوے ایک ٹوٹی سی چار پائی پہ پڑی ہوئی تھی اسے دیکھ لگتا نہیں تھا کہ وہ ہوش میں ہے۔ اسے بازوں میں اٹھاتے اسے اندازہ ہوا کہ اس کے سر سے خون نکل رہا ہے۔

انکو ساتھ لے کے او۔۔ ایک کرخت نگاہ ان پہ ڈالتے وہ عشوے کو لیے تیزی سے گاڑی تک آیا۔۔  
پتہ نہیں اس کے ساتھ انہوں نے کیا کیا تھا۔۔ اگر اسے کچھ بھی ہوانا تو تم لوگ اپنی موت کی  
تیاری کر لینا۔۔

عشوے کو لیے وہ پیچھے بیٹھا۔۔ گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا دوسری گاڑی میں گارڈز اور وہ دونوں  
عورتیں تھیں

---

ان کے سر پہ گہری چوٹ آئی ہے۔۔ اتنا زیادہ خون بہنے کی وجہ سے مشکل ہے کہ ہم انہیں کسی  
خطرناک بیماری کے ہونے سے بچا سکیں۔۔

کسی بھی حال میں ان کا زندہ اور ٹھیک رہنا بہت ضروری ہے۔۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ سب  
کچھ تحس خس کر دے سب کچھ اپنی جگہ لیکن وہ اس کی بیوی تھی۔۔ پچھلے کئی سالوں سے اس کے  
خیال کے علاوہ اسے اور کسی کا خیال نہیں آیا تھا۔۔ دس سال اس نے محض عشوے عصام کو سوچا تھا  
۔۔ چاہے وہ۔۔ کسی بھی مقصد کے لیے ہو۔۔

انہیں پہلے نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔۔ پھر شاید کسی چیز سے ٹکرانے کی وجہ سے ان کے سر کی  
پچھلی طرف گہری چوٹ آئی ہے۔۔ اب بس دعا کریں چوبیس گھنٹوں میں اگر یہ نارملی ہوش میں

اگئیں تو ٹھیک ہے۔۔ ورنہ یا تو یہ کوہ میں جا سکتی ہیں یا پھر ان کا ذہنی توازن بگڑ سکتا ہے۔۔ ڈاکٹر بری خبر سننا کے وہاں سے جا چکا تھا۔۔

کچھ نہیں ہونے دوں گا۔۔ کوریڈور میں ٹھہلتے جیسے خود کو باور کروایا۔۔ عشوے عصام تمہیں جینا ہے۔۔ ہر حال میں ہر قیمت پہ

اسے اس کی اتنی فکر کیوں ہو رہی تھی وہ ابھی بھی نہیں جان پایا تھا۔۔ یہ ان کی نئی۔۔ زندگی کا تیسرا دن تھا یہ تیسرا عذاب تھا جس نے عصام شیخ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا

-----

وہ بہت بڑی حولی تھی جس کے چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ تھا۔۔ اسلام آباد کی پتھریلی زمین پہ بنی وہ حولی اپنی ایک الگ شان سے کھڑی آنے جانے والوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی تھی۔۔ حولی کی دیواریں مضبوط پتھروں سے بنائی گئی تھیں جن پہ خوبصورت ڈیزائنگ اس کے حسن پہ چار چاند لگاتی تھی۔۔

ایسے ہی اس اٹھائیس سالہ مرد کی توجہ کا مرکز بھی بنی۔۔

وہ جو اپنی پسند کی شادی کی وجہ سے اپنے ماں باپ کی نظر وہ میں کھلکھلتا تھا اج کل جا ب لیس مارا مارا پھر رہا تھا۔۔ اس حولی کو دیکھتے وہ قدم بڑھاتا رہا پھر وہ گلی پار کر گیا۔۔ اس کے بعد اس کا گزر وہاں سے روز ہونے لگا۔۔

جہاں وہ کام کی تلاش میں جاتا تھا وہاں بہت بڑے بڑے پلازے بن رہے تھے۔۔۔ اسے امید تھی کہ جب یہ عمارتیں تعمیر ہو جائیں گی تو کہیں ناکہیں اسے بھی نوکری کے لیے رکھ لیا جائے گا۔۔۔ ایک پلازہ تھا جو بس آخری مراحل پہ تھا۔۔۔ وہاں کے مالک سے اس نے بات بھی کی ہوئی تھی۔۔۔ انہوں نے اسے کچھ دن بعد آنے کا کہا تھا۔۔۔ کچھ دن بعد پھر جب وہ دوبارہ اس راستے سے گزرتا تو اس حوالی کی بالکنی میں اسے ایک اڑتا ہوا آنچل نظر آیا جیسے دیکھ کے وہ ذرا دیر رکا کہ شاید کوئی باہر جھانکے۔۔۔ لیکن وہ جو بھی تھی اندر کی طرف رخ کیے کھڑی تھی۔۔۔ اس وجہ سے وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا۔۔۔ سر جھٹکتے وہ اپنے راستے ہو لیا۔۔۔ دن گزرتے گئے اسے وہ آنچل دوبارہ اس بالکنی میں کبھی نظر نہیں آیا۔۔۔

پھر ایک روز اسے اس گیٹ سے باہر آتی ایک لڑکی نظر آئی جس کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ تھا جس کی عمر شاید بارہ سے تیرا سال تھی۔۔۔ برانڈڈ کپڑوں میں ملبوس وہ اکٹر کے چلتا ماں کے ہم قدم تھا۔۔۔ پاس سے گزرتے اس کے گال کو چھووا جیسے نخوت سے جھٹک دیا گیا۔۔۔ اس عورت نے بھی اسے گھور کے دیکھا۔۔۔ وہ ہستا ہوا آگے چلا گیا۔۔۔ وہ وہاں سے گزرتا تو اس کا دل کرتا وہ حوالی اندر سے دیکھے۔۔۔ اس نے کبھی بڑے بڑے گھر نہیں دیکھے تھے کہ وہ اندر سے کیسے ہوتے ہیں۔۔۔ چلو کبھی اللہ موقع دے گا۔۔۔ دل کو تسلی دیتے ایک بار پھر وہ اس کے سامنے سے گزر گیا۔۔۔

پھر ایک دن اس کی قسمت جاگی۔۔ اس حویلی کے گارڈ نے اسے اپنے پاس بلایا۔۔

کیا تم یہاں کام کرو گے۔۔ اس نے آفر کی۔۔

ہاں۔۔ کیوں نہیں۔۔ بے ساختہ سر ہلاتے اس نے جواب دیا۔۔

ٹھیک ہے۔۔ کل سے تم اپنا سب سامان یہاں لے آنا۔۔ تمہیں چوبیں گھنٹے یہیں نوکری کرنی ہے  
۔۔ گارڈ نے اسے دیکھتے کہا۔۔

ٹھیک ہے وہ جسامت سے کافی تند رست اور تو اندا نظر اتا تھا شاید اسی لیے گارڈ نے اسے یہ نوکری  
دی تھی۔۔ اسے اور کیا چاہیے تھا۔۔ اس کی تو حسرت پوری ہو رہی تھی۔۔

گھر آ کے اپنی بیوی کو خوش خبری سنائی۔۔ جو واقع ہی خوش ہو گئی۔۔ اس کی بیوی امید سے تھی۔۔  
چھوٹی سی فیملی تھی لیکن پھر بھی گھر کے اخراجات کے لیے کام تو کرنا تھا نا۔۔ پھر آنے والے بچے  
کی بھی ضروریات تھیں۔۔ اگلے دن وہ جلدی ہی حویلی پہنچ گیا۔۔ اسفند صاحب نے اسے دیکھتے ہی  
ڈن کر دیا تھا۔۔

گن چلانی آتی ہے۔۔ انہوں نے اسے پسل پکڑاتے پوچھا۔۔

ن۔۔ نہیں صاحب لیکن سیکھ لوں گا۔۔ اس کے اندر ایک جزبہ تھا۔۔ اسفند صاحب مسکرائے۔۔

ٹھیک ہے علی۔۔ اسے سیکھا دو سب۔۔ اب یہ یہیں رہے گا۔۔

جی ٹھیک ہے صاحب۔۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نا تھا۔۔ اسفند صاحب اپنے آدمی کو اشارہ کرتے باہر جانے لگے پھر اس کی آواز پر رکے۔۔

صاحب چھوٹا منہ بڑی بات۔۔ لیکن ایک بات پوچھنی تھی۔۔ ہچکچاتے انہیں پیچھے سے پکارا۔۔  
ہاں کہو کہو۔۔ وہ واپس گھومے۔۔

صاحب میری تشوہ کتنی۔۔۔۔۔ وہ رکا۔۔

ہاہاہا۔۔۔ اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے۔۔۔ تم پوچھ سکتے ہو۔۔۔

یہ تیس ہزار۔۔۔ اگر تم نے اچھا کام کیا تو زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔۔۔ اس کا کندھا تھپٹھاتے وہ چلے گئے۔۔۔

وہاں سے اس کی ایک نئی زندگی شروع ہوئی۔۔۔ اس بچے سے اور اس آنچل والی سے ملاقات اب روز ہی ہونے لگی۔۔۔ وہ آنچل والی اسے دیکھ کے مسکرا دیتی۔۔۔ ان کو بھی اس سے اب کوئی خوف یا ڈر نہیں تھا اس لیے بلا جھجھک وہ بچہ اس کے پاس آتا کبھی باتیں کرتا۔۔۔ کبھی وہ اسے گھمانے بھی لے جاتا تھا۔۔۔ آہستہ آہستہ وہ اسفند کا خاص آدمی بننے لگے۔۔۔ بہت جلدی وہ وقت آگیا جب اسفند کے گھر سے وہ اس کی فکٹری تک پہنچا تھا۔۔۔ فیکٹری کے تمام اہم عمر اسی کے حوالے کر دیے گئے۔۔۔ اسفند صاحب تو سمجھو ریلیکس ہی ہو گئے تھے۔۔۔ اسے اپنا اہم سے اہم اور خفیہ سے خفیہ کام کہتے ہوئے انہی کوئی خطرہ نہیں تھا کہ وہ کوئی گڑ بڑ کرے گا۔۔۔ یہاں اسفند کے کام آسان ہوئے

وہاں اس کی بیوی اور بچوں کی زندگی اسان ہوئی۔۔۔ تیس ہزار سے تینواہ لاکھوں تک پہنچ گئی۔۔۔  
 اصل کھٹن مرحلہ تب شروع ہوا جب اسفند کی بیوی ایک بار پھر امید سے ہوئی۔۔۔ اور یہ بچہ  
 اسفند کا نہیں تھا۔۔۔ یہ بات اسفند اور ان کی بیوی کے علاوہ ایک تیسرا انسان بھی جانتا تھا۔۔۔ لیکن  
 اسفند صاحب اس تیسرے انسان کو نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے۔۔۔ ان کا بیٹا اٹھارا سال کا ہو  
 چکا تھا۔۔۔ اب ان کی بیوی کا امید سے ہونا کسی مزاق سے کم نہیں تھا۔۔۔ اور وہ بھی ناجائز۔۔۔

اسے اسفند صاحب سے اس معاملے میں ہمدردی تھی۔۔۔ کیونکہ وہ ایک جانے مانے بزنس میں تھے  
 اس عمر میں بچے کی پیدائش سوسائٹی میں ان کا مزاق بنا کے رکھ دیتی۔۔۔ دنیا والوں کو تو نہیں پڑتا  
 تھا وہ بچہ اسفند کا ہے یا کسی اور کا۔۔۔ دوسری طرف ان کی بیگم اس نئی خوشی سے بہت خوش تھیں  
 ۔۔۔ انہیں اس بات سے کوئی لینا دینا نہیں تھا کہ یہ بچہ کس کا ہے۔۔۔ وقت گزرتا گیا۔۔۔ نو ماہ پر لگا  
 کے گزرے

یہاں اس کی اپنے یکے بعد دیگرے بیٹی اور بیٹا ہوئے۔۔۔ جو پانچ اور چار سال کے تھے۔۔۔ مسز اسفند  
 کو اللہ نے بیٹی کی نعمت سے نوازا تھا۔۔۔ اسفند کو سمجھ نہیں آرہا تھا وہ خوش ہوں یا پریشان۔۔۔ کیونکہ  
 وہ بیٹی ان کی نہیں تھی۔۔۔ اور سوسائٹی کو وہ کیا منہ دیکھاتے۔۔۔ دوسری طرف ان کی بیگم ہر چیز  
 بھلائے بیٹی کی دیکھ بھال کرتیں۔۔۔

پھر یہ خبر کسی نے باہر نکالی کہ یہ بچی اسفند کی نہیں بلکہ ان کی بیگم نے کسی کے ساتھ منہ کالا کیا  
 ہے۔۔۔ یہاں اسفند کا کاروبار گرنے لگا کیونکہ جب وہ کسی سے میٹنگ کرتے تو لوگ پہلے انہیں

مزحہ خیز نظروں سے دیکھتے۔ لوگوں سے ملنا کم ہوا۔ کام ٹھپ ہوا۔۔۔ یہاں ان کی مدد اس پانچ سال سے وفادار شخص نے کی۔۔۔ اس نے ان کا بزنس اور ان کا رتبہ قائم رکھنے کے لیے ایک قتل کیا۔۔۔ وہ قتل اسفند کی بیوی اور بیٹی کا نبی تھا۔۔۔

---

مام۔۔۔ بابا بلا رہے ہیں اپ کو۔۔۔ عائشہ کچن میں حمید صاحب کے لیے پرہیزی کھانا بنارہی تھیں آتی ہوں بس یہ چولہا بند کر لوں۔۔۔ پھر وہ پانچ منٹ میں کمرے میں آئیں  
میرے کپڑے نکال دو۔۔۔ مجھے کام پہ جانا ہے  
حمید صاحب کو ڈیسچارج کر دیا گیا تھا۔۔۔ اور اب انہیں گھر میں سکون نہیں مل رہا تھا۔۔۔ مل بھی کیسے سکتا تھا۔۔۔ وہ جو کسی کی زندگی بر باد کر کے خود سکون سے زندگی گزار رہے تھے۔۔۔ اس کا حساب بھی تو دینا تھا

بھی نہیں۔۔۔ اپ نہیں جائیں گے۔۔۔ اپنی حالت دیکھیں پہلے۔۔۔ عائشہ کو غصہ ایا۔۔۔

گھر میں بیٹھا رہوں گا تو زیادہ بے سکون ہوں گا۔۔۔ بے چارگی سے انہیں دیکھا۔۔۔

کچھ نہیں ہوتا۔۔ میں بھیں ہوں پاس۔۔ ان کے کپڑے نکلتے کہا۔۔

تمہارے اس پاس ہونے سے کیا ہو گا۔۔

تو کام پہ جانے سے کیا ہو گا۔۔ اچھی بھلی نوکری تھی اپ کی پتہ نہیں کیوں وہ چھوڑ کے یہ محنت طلب کام شروع کر دیا۔۔

چپ کر جاو۔۔ اب یہاں بیٹھ کے کون سا سکون کرنے دو گی۔۔ انہیں اس زکر سے کوفت ہوئی۔۔ ان کا ارادہ باہر کا کرنے کے لیے جانے کا نہیں بلکہ وہ عشوے کے پاس جانا چاہتے تھے۔۔

-----

چوبیں گھنٹے ایسے جیسے صدیوں پہ محیط ہو گئے تھے۔۔ وہ اس کے پاس بیٹھا اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔ ڈاکٹر تین چار چکر لگا چکا تھا۔۔

انہیں ہوش ائے گا۔۔ ڈاکٹر جب اسے ہمدردانہ نگاہوں سے دیکھتا تو وہ انہیں گھور کے دیکھتا۔۔

اپی کا بھی کئی بار فون آچکا تھا۔ عشوے کے لیے۔۔

چوبیں گھنٹے گزر گئے لیکن اسے حوش نہیں ایا۔۔

-----

دوپہر سے شام ہونے لگی تھی۔۔ ڈاکٹرز تو مایوس ہو چکے تھے کیونکہ مقررہ وقت سے کئی گھنٹے اوپر ہو چکے تھے

ان کو ہوش میں لانے کا کوئی اور طریقہ نہیں ہے۔۔ ڈاکٹر دوبارہ چیک اپ کے لیے آیا تو عصام نے پوچھا۔۔

نہیں۔۔ پیشٹ کی حالت کو دیکھتے کچھ کہہ نہیں سکتے۔۔ کیونکہ ان کا دماغ نارمل ہے۔۔ کومہ میں جانے کا بھی کوئی ایسا ایشو نظر نہیں اتا۔۔ بلڈ پریشر چیک کرتے ڈاکٹر نے عصام کو دیکھا۔۔ میرے خیال سے انہیں ہوش میں آ جانا چاہیے۔۔

عشوے جو ڈاکٹر کی باتیں سن رہی تھی بمشکل خود کو حرکت سے بچایا۔۔ وہ پچھلے پندرہ گھنٹے سے ہوش میں تھی۔۔ لیکن اس کا دل نہیں کر رہا تھا کہ وہ آنکھیں کھولے۔۔ پر ڈاکٹر کا بھی بھلا ہو جو اس نے ٹارچ نکالتے اس کی آنکھیں کھول کر چیک کی تھیں۔۔

یہ ہوش میں آچکی ہیں وہ بھی کافی ٹائم سے۔۔ بے ساختہ کہا۔۔

عصام نے عشوے کو دیکھا جس کی آنکھیں حرکت کر رہی تھیں۔۔

ک۔ کب سے ہوش میں ہیں۔۔ عصام ہرٹ ہوا۔۔ وہ کب سے وہاں اس کے لیے بیٹھا تھا اور وہ ناٹک کر رہی تھی۔۔ اس سے پہلے کہ غصہ شدید ہوتا وہ اٹھ کے باہر چلا گیا۔۔ عشوے بس ڈاکٹر کو دیکھ کر رہ گئی۔۔ پہلے ہی وہ اتنی ڈسٹرپ تھی اب پتہ نہیں عصام اس کے ساتھ اور کیا کرتا۔۔

---

ماہ بیر سے کوئی رابطہ ہوا۔۔ پلوشہ بیگم نے عزت سے پوچھا۔۔ جو اپنی نئے کورس کی بکس کھولے دیکھ رہی تھی

نہیں۔۔ ان کا نمبر بند جا رہا ہے۔۔

کوئی اور نمبر بھی تو ہو گا۔۔ کسی دوست کا۔۔

مورے۔۔ حد کرتی ہیں۔۔ میرے پاس بھلا بھائی کے دوستوں کے نمبر کہاں سے آئیں گے۔۔ اسے ماں پہ جیرانگی ہوئی۔۔

کیا کروں۔۔ پریشانی ہو رہی ہے جانے کہاں ہو گا میرا بچہ۔۔ اس کلموہی کی وجہ سے ماں سے ناراض ہو گیا ہے۔۔

یار۔۔ عزت کو الجھن ہو رہی تھی۔۔ اب تو عشوے کو بخش دیں۔۔ چلی گئی ہے وہ آپ کے بیٹے کی زندگی سے۔۔

چلی تو گئی ہے لیکن میرے گھر کا سکون بر باد کر گئی ہے۔۔

اچھا آپ بابا کو کہیں وہ بھائی سے رابطہ کریں۔۔ ان کا دھیان عشوے سے ہٹایا

ان سے کیا کہوں۔۔ وہ تمہارا باپ ہے آگے سے چار سناتا ہے۔۔

تو ناکرتیں یہ سب۔۔ اکتا کے کہتے اپنی بکس سمیٹیں۔۔ مورے سے بات یا بحث کرنا مطلب اپنا سر کھپانا۔۔

اب بھاگ رہی ہو یہاں سے ماں آکے پاس بیٹھی ہے تو۔۔

نہیں۔۔ ایسا کچھ نہی ہے۔۔

اسلام و علیکم۔۔ اس سے پہلے کے عزت اور وضاحتیں دیتی ریض آگیا۔۔

و علیکم اسلام۔۔ پھپو نے اسے دیکھتے جواب دیا۔۔

وہ۔۔ میں عزت کو لینے آیا تھا۔۔ عزت کی طرف ایک نظر دیکھا جو اندر کی طرف جا رہی تھی۔۔

کیوں۔۔ خیریت ہے گھر میں۔۔ پھپو نے جانچتی نظرؤں سے دیکھا

جی۔۔ عشوے کے گھر جانا تھا اس لیے۔۔ عزت نے بھی جانا تھا تو ساتھ ہی چلتے ہیں۔۔

نہیں میاں۔۔ تم جاؤ۔۔ ہم نہیں جائیں گے۔۔ تمہاری بہن ہے تمہاری رشتہ داری۔۔

چلو ریض۔۔ عزت چادر لے کے باہر نکلی مورے کی بات وہیں رہ گئی۔۔

اے مجھ سے پوچھا ہے۔۔۔ وہ کمر پہ ہاتھ رکھتے اس کے پیچھے آئیں۔

بابا سے اجازت لے لی ہے۔ انہوں نے کہہ دیا ہے چلی جاو۔۔۔

نام کی کوئی اہمیت ہے بھی یا نہی۔۔۔ میں کہہ رہی ہوں نہیں جانا اور تم منہ اٹھا کے چل دی۔۔۔  
ریض کا لحاظ کیے بنا عزت کو ڈانٹا۔۔۔

مورے پلیز۔۔۔ ہم لوگ جلدی آجائیں گے۔۔۔ عزت کو اب کوفت ہونے لگی تھی۔۔۔ سو جلدی  
سے ان کی اور کوئی بات سننے بنا ہی وہ باہر نکل آئی۔۔۔ گیٹ کے پاس ہی ریض کی بائک کھڑی تھی

--

ریض بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر نکلا۔۔۔

بیٹھو۔۔۔ بائک سٹارٹ کرتے کہا۔۔۔

گھر کا پتہ ہے۔۔۔ چادر سنبھالتے اس سے پوچھا۔۔۔

ہا۔۔۔ یاد ہے مجھے۔۔۔ گئیر لگاتے کہا۔۔۔

اسے بتایا کہ ہم لوگ آرہے ہیں۔۔۔ کندھے پہ ہاتھ رکھتے شیشے سے نظر آتے اس کے چہرے کو  
دیکھا۔۔۔ تھا تو وہ اس سے چھوٹا لیکن جسمت میں وہ اس سے پانچ چھ سال بڑا لگتا تھا۔۔۔ شاہد جم جاتا  
تھا جو بازو پھول رہے تھے۔۔۔

نہیں بتایا۔ کال ہی پک نہیں کرتی۔ پچھلے دو دن سے مسلسل کیے جا رہا ہوں۔۔۔ اس نے بھی شیشے میں کندھوں کے پیچھے سے نظر آتیں اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ عزت جو اسے ہی دیکھ رہی تھی نظر ملنے پر دل نے ہلاکا سا دھک کیا۔۔۔

ہم لوگ بھی تو اس کے ولیمے پر نہیں گئے تھے۔ ناراض ہونا تو بنتا ہے۔۔۔ ایک لمحے میں خود کو کمپوز کرتے اب وہ سڑک کو دیکھنے لگی۔۔۔

پتہ نہیں شاید۔ بابا کی طبیعت بھی اتنی خراب تھی پوچھنے بھی نہیں آئی۔ اتنی ناراضگی بھی نہیں ہوتی۔ مجھے تو فکر ہو رہی ہے۔۔۔ پتہ نہیں عصام بھائی کا رویہ اس کے ساتھ کیسا ہو گا۔۔۔

پتہ نہیں۔۔۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔۔۔ جب سے شادی ہوئی ہے اس کی ماہ بیر بھائی بھی غائب ہیں۔۔۔ جن سے محبت ہو ان سے شادی نا ہو تو زندگی کبھی مکمل لگتی ہی نہیں ہے۔۔۔ اب عشوے اور بھائی ساری زندگی ادھورے رہیں گے۔۔۔ دل کا ایک کونا ہمیشہ سہا ہی رہے گا۔۔۔ عزت کی آنکھوں میں اس جدائی کے خیال سے ہی نمی بھرنے لگی تھی۔۔۔ جانے ان کا کیا حال ہو گا جو جدا ہوئے تھے عصام مینشن پہنچنے میں پکپسیں سے تمیں منٹ لگے تھے۔۔۔

بانک کھڑی کرتے عزت کو اترنے دیا۔۔۔ پھر خود اترا۔۔۔ ایک نظر اس بڑی سی حولی کو دیکھا۔۔۔ جو دل کھا گئی تھی۔۔۔

چلو۔ عزت نے اسے اشارہ کیا تو اس نے بیل بھائی۔۔۔ فوراً گارڈ باہر نکلا۔۔۔

جی کس سے ملنا ہے۔۔

عشوے سے۔۔ عزت نے اسے دیکھتے کہا

جی یہاں عشوے نام کا کوئی فرد نہی ہے۔۔

مسز عصام۔۔ سے ملنا ہے۔۔ ریض کو تپ چڑھی۔۔

اوہ۔۔ اچھا۔۔ میں پوچھ کے بتاتا ہوں۔۔ گارڈ کو واقع اس کا نام نہی پتہ تھا۔۔ اندر آکے اندر کال کی جو کہ دانیہ نے اٹھائی تھی۔۔

میڈم جی۔۔ باہر کوئی مسز عصام سے ملنے آیا ہے

نام پوچھو۔۔ وہ جو آب ان کو چلتی کروارہی تھی ٹیلیفون کندھے اور کان کے درمیان پھنسایا۔۔ پھر گارڈ

نے ان دونوں سے نام پوچھ کے اسے انفارم کیا تو انہیں اندر آنے کی اجازت مل گئی۔۔

اوہ یہ بڑے لوگ اور ان کے بڑے چونچلے۔۔ عزت نے بڑا بڑا تے چادر سیدھی کی۔۔

ہاں۔۔ رہض نے اس کے انداز پہ مسکراہٹ چھپائی۔۔ کیونکہ اس کہ پیشانی کے بل بتا رہے تھے کہ وہ شدید الجھن میں ہے

راہداری عبور کر کے لیونگ روم کے دروازے کے سامنے پھر سے رکنا پڑا کیونکہ وہ بھی اندر سے لاک تھا۔۔ بیل بجانے سے پہلے ہی کھل گیا

آجائے۔ دانیہ آبان کو چینچ کروا چکی تھی اس لیے جلدی ہی دروازہ کھول دیا۔ ان دونوں کو دیکھتے مسکرا کے ویکم کیا

اسلام و علیکم۔ پھر عزت کو خود ہی گلے لگایا۔

بیٹھو۔ سامنے ہی اباں بیٹھا ٹیب پہ گئم کھیل رہا تھا۔ ان دونوں کو دیکھ کے پلکمیں چھپ کائیں پھر شرما کے دوبارہ ٹیب میں مصروف۔

کیسی ہیں۔ عزت نے ہی بات کا اغاز کیا۔

میں ٹھیک تم دونوں سناؤ۔ گھر میں سب کیسے ہیں۔

بوا کو اشارہ کرتے حال چال پوچھا

سب ٹھیک ہیں۔ دارا صل عشوے سے ملنے ائے تھے۔ رابطہ نہیں ہو پارہا اس سے تو۔

ہاں۔ بس وہ اس کا موبائل گرنے کی وجہ سے خراب ہو گیا تھا شاید اس وجہ سے رابطہ نہیں ہو سکا

--

ہمم ابھی کہاں ہے۔ اس کے ملنے کے کوئی آثار نظر نا ائے تو پوچھا۔ ریض خاموش ہی تھا۔

وہ۔ ابھی تو دعوت پہ گئی ہے۔ عاصم کے دوست نے کی تھی۔ دوسرا جھوٹ بولا

اچھا۔ عزت نے بمشکل کنٹرول کیا۔ مطلب ہم عشوے سے نہیں مل سکتے۔ ضبط سے مسکراتے پوچھا۔

میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔ عصام کو فون کر کے پوچھتی ہوں کب تک واپس آئیں گے۔ پھر وہ فون لے کے دوسری طرف چلی گئی۔

پہتہ نہیں کہیں مجھے لگتا ہے کوئی گڑ بڑ ہے۔ عزت ریاض کے قریب ہوتی۔

مجھے بھی ایسا ہی فیل ہو رہا ہے۔ اس سے ملے بنا تو نہیں جائیں گے۔ چاہیے ساری رات یہیں رکنا پڑے۔

آپ کون ہیں۔ آبان جوان کی وجہ سے ڈسٹریب ہو رہا تھا ناچاہتے ہوئے بھی پوچھ لیا۔ میں۔

یہ آپ کے ماں ہیں۔ اس سے پہلے کہ ریاض بولتا دانیہ آپی چلی آئیں۔

اور یہ ماں ہیں۔ معصومت کے ریکارڈ توڑتے عزت اور ریاض دونوں کو جیرانگی کے سمندر میں اتارا

--

نہیں۔ یہ آپ کی آنی ہیں۔ دانیہ ہنس پڑی۔

وہ لوگ آرہے ہیں۔۔ پھر ان دونوں کو شرمندگی سے نکالنے کے لیے بتایا۔۔ بس کچھ ہی دیر میں  
پہنچ جائیں گے

---

وہ اسے لے کے سیدھا پارلر آیا تھا۔۔ جہاں اس کا میک اپ کیا جانا تھا۔۔ دانیہ کے فون سے اسے  
پہتہ چلا تھا کہ اس کے بہن بھائی آئے ہیں۔۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ لوگ اس کے بارے میں کچھ  
غلط سوچیں۔۔ اس کا مقصد صرف حمید کو نیچا دیکھانا تھا۔۔

آدھے گھنٹے میں وہ ٹھیک ٹھاک لگ رہی تھی۔۔ گاڑی میں بیٹھتے اس نے سائٹ مرر سے خود کو دیکھا  
۔۔ لہکی لپسٹک ہونٹوں کو کومل بنارہی تھی۔۔

کسی کو کچھ پہتہ ناچلے۔۔ گاڑی سٹارٹ کرتے عصام نے درشتگی سے کہا۔۔

عشوے کوئی جواب دئے بنا دوسری طرف دیکھتی رہی۔۔

یہ اکٹھ میرے سامنے نہیں چلے گی۔۔ عصام کو اگنور ہونا برالگا تو اس کا بازو پکڑ کے رخ اپنی طرف  
کیا۔۔

کچھ نہی بتاواں گی فکر ناکریں۔۔ بازو چھڑوایا۔۔

اور یہ روتی شکل بھی سیدھی کریں۔۔ آنکھوں میں آتی نبی کی طرف اشارہ کیا۔۔

اب روؤں بھی نا میں۔۔۔ اپ کی غلام نہیں ہوں۔۔۔ ایک بار پھر باہر کی طرف رخ کیا کیونکہ آنسو پھسل کے گال پہ ایا۔۔۔

غلام نہی ہیں۔۔۔ لیکن بیوی تو ہیں۔۔۔ میں چاہوں تو آپکی سانسوں پہ بھی پابندی لگا سکتا ہوں۔۔۔ ٹرن لیتے باور کروایا۔۔۔

ہاں۔۔۔ جو مجھے خرید سکتا ہے۔۔۔ وہ میری سانسیں بھی چھین ہی سکتا ہے۔۔۔ اس پہ چوت کرتے دوبارہ آنسو صاف کیے۔۔۔

اتنی آسانی سے نہیں لوں گا جان۔۔۔ مسکراتے اسے دیکھا۔۔۔ عشوے نے تلنی سے سر جھٹکا۔۔۔ یہ تکلیف کچھ بھی نہیں تھی۔۔۔ اصل درد تو تب اٹھا تھا سینے میں جب اس کے کانوں نے اپنے بابا کی جان نکالتی آواز سنی تھی۔۔۔ سینے کے اندر ٹیس اٹھی۔۔۔ بھلا پیٹیاں بھی بکتی ہیں۔۔۔ ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھتے سوچا۔۔۔ عصام خاموش ہو گیا تھا۔۔۔ وہ بھی خاموشی سے سامنے دیکھتی رہی۔۔۔

گھر پہنچتے ہی وہ ریض اور عزت کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن کرنا پڑا۔۔۔

شکر ہے تم نظر تو ائیں۔۔۔ عزت نے بھاگ کے اسے گلے لگایا۔۔۔ پھر ریض سے ملی جس نے اسے گلے لگاتے سر پہ ہاتھ رکھا۔۔۔ تکلیف سے انکھیں میچتے عصام نے اسے دیکھا تھا۔۔۔ یہ چوت اس کی دی ہوئی نہی تھی۔۔۔ لیکن جس نے بھی یہ دی تھی اس کی چوٹوں کا حساب لگانا ناممکن ہونے والا تھا

--کیونکہ عصام شخ نے وہ ساری انفار میشن نکال لی تھی جس میں عشوے اس حادثے کا شکار ہوئی تھی

ان سب کو باتیں کرتا چھوڑ کے وہ خود کمرے میں آگیا۔ دو دن بعد وہ اپنے کمرے میں آیا تھا  
--جہاں عشوے کی خوشبو اب رچنا شروع ہو چکی تھی

چینچ کر کے کچھ دیر کے لیے لیٹ گیا۔ نیچے عزت ریض اور عشوے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ اتنے آنے سے عشوے کے بے چین دل کو کچھ قرار ملا تھا

---

وہ لوگ شام کو واپس گئے تھے۔ اس کا موڈ بھی اب کافی بہتر تھا۔ آرزن کی ڈرپ لگنے کی وجہ سے اس کی طبیعت بھی ٹھیک تھی اب۔

دانیہ آپی بھی آبان کو لے کے چلی گئی تھیں کب سے۔ عزت اور ریض کے جانے کے بعد اسے اب کمرے میں ہی جانا تھا کچھ دیر وہیں بیٹھی رہی پھر اٹھ کے کمرے میں آگئی۔ عصام بنا شرط کے کروٹ لیے سورہا بازو کان پہ رکھے وہ بے خبر پر سکون تھا۔ عشوے آہستگی سے چلتی ڈریسنگ روم میں چلی آئی۔ ہلکے پھلکے کپڑے ڈھونڈھے۔ چینچ کر کے باہر آئی تو عصام سیدھا ہو چکا تھا۔ کشادہ سینے پہ پھلیے بال اس کی وجہت میں اضافہ کر رہے تھے۔ چہرے پہ ہلکی سی داڑھی اور

موخچیں جو تھکن زدہ ہونے کذ پتہ دیتیں تھیں۔۔ بند آنکھیں۔۔ چوڑی پیشانی جس پہ سوتے میں  
بھی بل پڑے ہوئے تھے۔۔

اکٹرے ہوئے خود ہیں اور مجھے کہتے ہیں۔۔ بے ساختہ ہونٹ ہلے عشوے بڑی فرصت سے اسے دیکھ  
رہی تھی۔۔ ماہ بیر سے کئی گنا وہ پیارا اور دل دھڑکا دینے والا تھا۔۔ لیکن اس کا دل تو پہلے ہی ماہ بیر  
کے نام کی مala جھپکتا تھا۔۔ کیسے وہ اس شخص کو دل میں بسائے گی۔۔ سوچ کے ہی ریڑھ کی ہڈی  
سننسنا اٹھی۔۔ کاش مما اپ میرا ساتھ دیتیں۔۔ کمفرٹر اٹھاتے وہ صوف پہ آگی۔۔ پتہ نہی شاید میں  
ان کے لیے بوجھ بن گئی تھی۔۔ لیٹتے انکھیں بند کیں۔۔ اتنے دنوں کی تھکی ہوئی تھی۔۔ جلدی ہی  
نیند کی وادیوں میں چلی گئی۔۔

---

رنگ تو سانولا ہے لیکن۔۔ پر کشش ہیں۔۔ اسکے چہرے پہ نظریں ٹکائے پر سوچ انداز سے بڑا بڑا یا۔۔  
پھر کشن پہ بکھرے بال دیکھے جو لیزر میں کٹے کافی خوبصورت لگ رہے تھے۔۔ پھر اس کی نظر  
تیکھی ناک پہ لگی۔۔ یہاں نتھلی ہوتی تو بس۔۔ دانتوں تلے ہونٹ دبائے۔۔ پھر اگے ہو کے اس  
کے ہونٹوں پہ انگوٹھا رکھا۔۔ جو نہی اس نے انگوٹھا اٹھایا تو ایک چھوٹا سا خون کا قطرہ نمودار ہوا۔۔  
جیسے جھک کے اس نے ہونٹوں سے چوم لیا۔۔ عشوے چبھن سے کسمائی۔۔ انکھیں کھولیں تو عاصام  
کو جھکے پایا۔۔

آپ۔۔ تیزی سے اٹھتے پچھے ہوئی۔۔ دل دھک دھک کر رہا تھا۔۔

ہاں۔۔ وہ آپ کے ہونٹ سے خون نکل رہا تھا۔۔ وہی صاف کیا ہے۔۔ پھر اپنے ہاتھ سے اپنے ہونٹ پہ لگا خون صاف کیا۔۔ عشوے جو پہلے اپنا ہونٹ چھو کے چیک کر رہی تھی۔۔ اس کی انگلی پہ لگا خون دیکھ کے دل دھک سے رہ گیا۔۔ لمح کے ہزارویں حصے میں اسے سمجھ آیا تھا یہ خون اس کے ہونٹوں پہ کیسے گیا ہے۔۔

آپ میرا فائدہ اٹھا رہے تھے۔۔ وہ ہتھ سے ہی اکھڑ گئی۔۔

نہیں۔۔ میں کبھی کوئی کام فائدے کے لیے نہیں کرتا۔۔ بیڈ سے کھڑے ہوتے عصام ڈریسنگ ٹیبل کی طرف گیا۔۔

پھر اپ میرے اتنے قری۔۔ یہ۔۔ تیزی سے بولتے زبان لڑکھڑائی۔۔ کیونکہ عصام پر تپش نگاہوں سے آئینے میں اسے دیکھ رہا تھا۔۔

آپ کے قریب جانے سے میرا کون سا فائدہ ہو گا۔۔ پروفیوم سپرے کرتے اس کی طرف آیا۔۔

م۔۔ مجھے کیا پتہ۔۔ اپ اپنی حوس پوری۔۔

جست شٹ اپ۔۔ وہ جو صوف کے کونے پہ لگی بیٹھی تھی۔۔ عصام نے سختی سے اس کی ٹھوڑی پکڑی۔۔ حوس پوری کرنی ہوتی نا تو اور بھی بہت سارے طریقے تھے میرے پاس۔۔ میں اپ کے با۔۔ ہونہہ خود کو کٹرول کرتے اس کا چہرا جھٹکا۔۔

بولیں۔ خاموش کیوں ہو گئے ہیں۔ وہ اسے تیش دیلا رہی تھی۔

اگر میں اپنی آئی پہ آیا نا۔ تو سانس لینے کے قابل نہیں رہیں گی۔ سٹڈی روم میں جاتے اسے وارن کیا۔

ہونہے۔ آئے بڑے۔ اپنی ٹھوڑی کو رکھتے وہ اٹھ کے بیڈ پہ آئی۔ خود آرام سے سوئے ہیں۔ اور مجھے اتنی مشکل سے نیند آئی تھی اٹھا دیا۔ تمیز۔ بڑبڑاتے کمفرٹر پھر سے تان لیا

-----

آج سے تیراہ سال پرانی فائلز نکلتے رائٹنگ ٹیبل پہ رکھیں۔ پہلی فائل پہ ہی اس شخص کا نام لکھا تھا جس نے اس کا سب کچھ چھین لیا تھا۔

وہ اکتیس سال کا نوجوان آج بھی اپنے باپ کو مس کرتا تھا۔ اس کے باپ کا جو رشتہ تھا اج تک کسی کو معلوم نہ ہو سکا تھا۔ اس کے بابا۔ اپنے خاص آدمی کے علاوہ۔ ایک اور فرد کو بھی وہ تمام معلومات دیتے تھے جو ان کے بزنس کے لیے بہت ضروری تھی۔ ہر فائل کی ایک ڈبلیکٹ فائل تیار کی جاتی تھی۔ ایک فائل عصام کے کمرے میں بنے اس خفیہ لاکر میں رکھی جاتی تھی اور ایک فائل بزنس ڈیلز کے لیے یا جہاں بھی ضرورت ہوتی وہاں بھی جاتی تھی۔ اسے پہلے پہلے یہ سب سمجھ نہیں آتا تھا۔ لیکن مرنے سے پہلے جو کچھ اسے اس کے بابا نے بتایا تھا اس کے بعد سے اج تک عصام نے ان فائلز کی حفاظت اپنی جان سے زیادہ کی تھی۔

فائل کے دوسرے صفحے پر ایک خط لکھا ہوا تھا جیسے وہ ہزاروں بار پڑھ چکا تھا اس سے اگے اس کا  
نکاح نامہ تھا جو اج سے تیرہ سال پہلے کا تھا۔۔۔ اس کا نکاح بابا نے اپنی مرضی سے کروایا تھا۔۔۔ اور  
اس نے بھی اپنے بابا کا فرمانبردار بیٹا بن کے ثابت کیا تھا کہ وہ ان کے لیے سب کچھ کر سکتا ہے

--

ضخبط--

اسلام و علیکم۔۔۔ میں جانتا ہوں تم اپنا خیال خود رکھ سکتے ہو۔۔۔ تم میرے اکلوتے وارث اور بہادر  
بیٹے ہو۔۔۔ مجھے زندگی میں سب کچھ ملا ہے۔۔۔ لیکن نہیں ملا تو کوئی وفادار دوست نہیں ملا۔۔۔ میرا سب  
کچھ تمہارا ہے اور تم ہی میرے دوست ہو میرے بہت سارے راز ایسے ہیں جو میں صرف تمہیں  
 بتانا چاہتا ہوں۔۔۔ میں جد پشتی امیر تھا میرے باپ دادا کا اپنا کاروبار تھا۔۔۔ جو سنبھالتے میں نے اپنی  
 جوانی ختم کر لی۔۔۔ اب تم سمجھدار ہو۔۔۔ لیکن یہ کاروبار تمہارے حوالے نہیں کیا جائے گا۔۔۔ بلکہ۔۔۔

ٹوں۔۔۔ ٹوں۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ اگے بڑھتا موبائل بخنے لگا۔۔۔

ہاں بولو۔۔۔ فائل بند کرتے شیف پر رکھی۔۔۔

سر کام ہو گیا ہے۔۔۔ رفاقت کا فون تھا۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ مجھے ویدیو لازمی بھیجننا۔۔۔ پرسrar سی مسکراہٹ ہونٹوں پر آئی۔۔۔

جی سر۔۔۔ پھر کال کاٹ دی۔۔۔

کچھ ضروری فائلز لیتے وہ سٹڈی روم لاک کرتا باہر نکل آیا۔ محترمہ عشوے صاحبہ بیڈ پر اجمان پر سکون سورہی تھیں۔ اسے ایک نظر دیکھتے جوتے پہنے۔

سو لیں۔ رات کو بتاؤں گا۔۔۔ معنی خیز سے جھک کے اس کے کان میں کہتے باہر نکل گیا۔

عشوے جو۔۔۔ کب سے سونے کی کوشش کر رہی تھی ابھی جب دوبارہ انکھ لگنے لگی تھی۔۔۔ اس کی آواز پر انکھیں حیرت سے کھولے اب چھت کو گھورنے میں مصروف ہو چکی تھی۔۔۔ آخر عصام کہہ کے کیا گیا ہے

-----

بات سنو۔۔۔ بینش نے دور جاتے لڑکے کو آواز دی۔۔۔ جو اپنے جسم کے گرد سیف بیلٹ باندھ رہا تھا۔۔۔

جی میم۔۔۔ اس لڑکے نے اس کی طرف دیکھا۔۔۔

یہ ماہ بیر کو کیا ہوا ہے۔۔۔ دور بیٹھے ماہ بیر کو دیکھا جو سموکینگ کر رہا تھا۔۔۔

پتہ نہیں۔۔۔ لیکن جب سے آئیں ہیں ایسے ہی ہیں۔۔۔ بیلٹ سیٹ کرتے کہا۔۔۔

ہم بینش پھر خود ہی ماہ بیر کی طرف چل دی۔۔۔ اوپنجی پنجی جگہ سے ہوتے اس کے پاس ائی۔۔۔

ہیلو۔ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ پاس بیٹھتے اسے مخاطب کیا

کچھ نہیں بس۔ سکرٹ پھینک کے جوتے کے نیچے مسلا۔۔۔

یہ سموکینگ کب سے شروع کر دی ہے۔۔۔

ایسے ہی بس۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اونےے۔ آجائے۔ پھر دور کھڑے لڑکوں کو آواز دی۔۔۔ بنیش  
سمجھ گئی تھی وہ اس سے جان چھڑوارہا ہے۔

ماہ بیر اسے آگنور کرتا لڑکوں کے ساتھ چلا گیا۔ وہ وہیں بیٹھی۔ اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔۔۔

---

وہ ہو سپیٹل میں ان کے روم کے سامنے کھڑی تھی آس پاس لوگ اور نرسیز گزر رہیں تھیں۔۔۔  
چھت پہ لگا کیمرہ اسے ریکارڈ کر رہا تھا کتنی دیر وہ وہاں کھڑی رہی پھر لڑکھڑائی۔۔۔ واپس مڑی اب  
اس کا رخ کیمرے کی طرف تھا۔۔۔ چہرے پہ پریشانی واضح محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

وہ سمجھ گئے یہ کون سا وقت تھا۔۔۔ دل ڈوب کے ابھرا۔ ان کی بیٹی نے وہ سب سن لیا تھا۔۔۔ اور  
سنا بھی کیسے انہیں کی زبان سے۔۔۔ وہ کوئی بہانہ کوئی جھوٹ نہیں بول سکتے تھے اب اس کے سامنے  
۔۔۔ کیا عزت رہ گئی تھی۔۔۔ اس دن عائشہ گھر گئی ہوئی تھیں کچھ سامان لانا تھا ان کے پاس ان کا پرانا  
اور جگری دوست علی بیٹھا تھا جو ان کی زندگی کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا۔۔۔ اس کے سامنے  
دل کا بوجھ ہلکا کرتے وہ اپنی بیٹی کو نادانستگی میں سب کچھ اپنے منہ سے بتا گئے تھے۔۔۔

سیکرین میں اب وہ دیوار کے سہارے چل رہی تھی۔۔۔ اگلا کلب سیر ہیوں کا تھا جہاں وہ بیٹھی رو رہی تھی۔۔۔ پھر وہاں سے اٹھ کے ہو سپیڈ سے باہر نکلی۔۔۔ اسے کچھ خبر نہیں تھی کہاں جا رہی ہے۔۔۔ جیسے ایک ریت کا پنلہ چل رہا ہو اور زرا سی ہوا چلے اور وہ ڈھے جائے۔۔۔ عشوے بھی گری تھی۔۔۔ سپیڈ سے آتی گاڑی نے بمشکل اپنا رخ بدلا تھا ورنہ عشوے کچلی جاتی۔۔۔ اس کا نرسوس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ زمین پہ گرتے اس کا سر فُباتھ سے ٹکرایا۔۔۔ چند سینڈ میں وہاں سے خون کی لکیر نکلی تھی۔۔۔

حمدید شرمندگی اور تکلیف سے وہ سب دیکھ رہے تھے۔۔۔ بس ایک اور اٹک کی دوری پہ تھی ان کی زندگی۔۔۔

ٹوں ٹوں۔۔۔ اس سے پہلے کہ ان کی جان نکلتی فون بجا حمید صاحب۔۔۔ کیسی گلی اپنی بیٹی کی زندگی۔۔۔ خوشی اس کے لمحے سے صاف محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ وہ جانتا تھا اس وقت حمید صاحب کی کیا حالت ہو گی

اس کا کیا قصور ہے۔۔۔ م۔۔۔ مجھے سزا دو نا۔۔۔ وہ منمنائے

اپ کو ہی تو دے رہا ہوں۔۔۔ دیکھیں اپ کو درد ہو رہا ہے نا۔۔۔ کتنی تکلیف میں اپ اس وقت۔۔۔  
مسکرا کے کہتے پچھے ٹیک لگائی۔۔۔ وہ اس وقت افس میں تھا

اور آپکی یہ تکلیف۔۔۔ ابھی بھی بہت کم ہے اس تکلیف سے جو میں نے کم عمری میں برداشت کی  
ہے۔۔۔ ابھی تو اپ اس کی نظروں سے گرے ہیں۔۔۔ ابھی تو اپ نے اسے مرتے ہوئے دیکھنا ہے  
۔۔۔ سفاکیت سے کہتے وہ ایک لمحے میں عشوے کی زات کو ہوا میں اچھال گیا تھا۔۔۔

جو ان بیٹی کی موت پہ اپ کو درد ہو گا۔۔۔ وہ بول رہا تھا۔۔۔ اور حمید بے بُسی سے سن رہے تھے۔۔۔

خیر۔۔۔ ابھی میں گھر جا رہا ہوں۔۔۔ کل کے لیے تیار رہنا۔۔۔ ایک نئے اٹیک کے لیے۔۔۔ فون بند  
کرتے اٹھ کھڑا ہوا۔۔۔

حمدید صاحب پھوپھوٹ کے رو دیے۔۔۔ کاش کاش وہ لاچ میں آکے وہ سب ناکرتے

-----

موباکل دیا اس نے۔۔ دانیہ اس کے بال بنا رہی تھی۔۔ چوٹ کی وجہ سے دو دن سے بالوں کو  
سیدھا نہیں کیا تھا اس لیے اب احتیاط سے خود ہی کنگھی کر رہی تھی

نہیں۔۔۔

تو مانگ لیتی نا۔۔ شیشے میں اسے دیکھا

کیسے۔۔ خفگی سے انہیں دیکھا۔۔

جیسے بیویاں مانگتی ہیں۔۔ اس کے منہ بنانے پر وہ مسکرائیں  
میں بیوی تھوڑی ہوں ان کی۔۔ میں تو۔۔۔ وہ رکی۔۔۔ پتہ نہیں ان کے علم میں تھا بھی یا نہیں

ویسے اپ ان کی سگی بہن ہیں۔۔۔ بات بدی

تم کیوں پوچھ رہی ہو۔۔۔ بال پن اپ کرتے وہ اس کے سامنے آئیں۔۔۔

کیوں کہ میں نے سنا تھا کہ عصام اکیلے ہیں۔۔۔ مطلب ان کا کوئی اور بہن بھائی نہیں ہے۔۔۔

ہاں۔۔۔ میں اس کی پچپو کی بیٹی ہوں۔۔۔

اور وہ بچہ۔۔۔ اسے ابھی اس نے ایک ہی بار دیکھا تھا۔۔۔

کون اباں۔۔۔

شاید۔۔۔ وہی۔۔۔ اس نے دیکھا ہی ایک بار تھا نام کیسے پتہ ہوتا۔۔۔

وہ عاصم کا بیٹا ہے--

کیا۔۔۔ اسے جھٹکا لگا۔۔۔ اپ لوگوں نے جھوٹ بولا ہے ہم سے۔۔۔ اسے شدید دکھ ہوا۔۔۔ مطلب اس کے ساتھ کچھ اچھا ہو ہی نہیں سکتا تھا

تمہیں عاصم نے کچھ نہیں بتایا۔۔۔ وہ تو خود حیران ہوئیں۔۔۔ انہیں لگا اسے سب پتہ ہو گا۔۔۔

مجھے کسی نے بھی کچھ نہیں بتایا۔۔۔ صدمے سے چور لبجے میں بولا۔۔۔

اچھا۔۔۔ اب تو تم اکیلی ہی ہو نا۔۔۔ ٹینشن نا لو۔۔۔ اسے ریلیکس کیا۔۔۔ ا

مجھے نہیں ہے ٹینشن۔۔۔ بس بتانا چاہیے تھا۔۔۔

ہو سکتا ہے تمہارے والدین کو پتہ ہو۔۔

ہم وہ خاموش ہو گئی۔۔ کیونکہ اس کے والدین کی تو بات ہی کچھ اور تھی۔۔ انہوں نے تو جان بوجھ کے اسے جہنم میں جھونکا تھا

تم پریشان نا ہو۔۔ اسے تسلی دی۔۔ عصام بہت اچھا ہے۔۔ وہ تمہیں خوش رکھے گا۔۔ وہ پھر کچھ دیر وہاں بیٹھی رہیں عشوے بھی بس ہوں ہاں کرتی رہی۔۔ تھوڑا تھوڑا ایڈجیست ہو رہی تھی اب پھر سب سے دل اٹھ گیا تھا

---

ریض بیٹا۔۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا لیپ ٹاپ چلا رہا تھا۔۔ عشوے کی تمام چیزیں اب اسی کی تھیں  
۔۔ جب حمید اس کے کمرے میں آئے

بھی بابا۔۔ وہ سیدھا ہوا

کل تم عشوے سے ملنے گئے تھے۔۔۔ پاس بیٹھے کہا۔۔۔ وہ ان کچھ دنوں میں بہت بوڑھے لگنے لگے تھے۔۔۔ ایک تو اٹیک کی وجہ سے اور دوسرا عصام کی وجہ سے۔۔۔ کیا حال تھا اس کا۔۔۔ پوچھا

ٹھیک تھی۔۔۔ وہ اور بھائی کسی دعوت سے واپس آئے تھے۔۔۔ بھائی سے زیادہ بات نہیں ہوئی۔۔۔ عشوے کے ساتھ کافی وقت گزارا۔۔۔ انہیں بتایا۔

خوش تھی۔۔۔ جانچتی نظر وہ اسے دیکھا

جی۔۔۔ مجھے تو ٹھیک لگی تھی۔۔۔ اپ لوگ چلے جائیں مل لیں۔۔۔ مس کر رہی تھی اپ کو اور ماما کو

--

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ میرا مطلب ہے میں ابھی مصروف ہوں۔۔۔ تو وقت نکال کے جاوں گا۔۔۔ تم اپنی ماں کو لے جانا۔۔۔ وہ گڑبرڑا گئے۔۔۔ وہ اس کا سامنا نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ اب تو ہر گز نہیں۔۔۔

مما نے کہا تو لے جاوں گا۔۔۔ لیکن ان کا بھی کوئی ارادہ نہیں لگتا۔۔۔ ان کا چہرہ دیکھا

نہیں۔۔۔ وہ تو جائے گی۔ میں کہوں گا اسے۔۔۔ ہماری بیٹی ہے۔۔۔ اسے تو نہیں چھوڑ سکتے نا۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ ابھی تو دو تین دن تک میرے ٹیسٹ ہو رہے ہیں۔۔۔ میں سنڈے کو لے جاوں گا۔۔۔  
اس کی کچھ چیزیں بھی ہیں یہاں۔۔۔ وہ بھی دینی ہیں۔۔۔ مانگ رہی تھی۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ جانے سے پہلے مجھے مل لینا۔۔۔

جی بابا۔۔۔ پھر وہ چلے گئے تو ریاض نے دوبارہ لپٹاپ سیدھا کر لیا

~~~~~

اس کے پاس کرنے کے لیے کچھ بھی نہی تھا بور ہو ہو کے بھی اب دماغ دکھنے لگا تھا۔۔۔ ٹیوی پر بھی کوئی اچھا پروگرام نہی تھا جو بیٹھ کے دیکھ لیتی۔۔۔ موبائل تو تھا نہیں اس کے پاس۔۔۔

بکس دیکھتی ہوئی کوئی۔۔۔ اٹھ کے سڑی روم کی طرف آئی۔۔۔ لیکن وہ بھی لاک تھا۔۔۔ حد ہے۔۔۔ یہ کون لاک کرتا ہے۔۔۔

میں۔۔۔ بڑھاتے گھومی عین اسی وقت عصام کمرے میں داخل ہوا۔۔۔ اس نے اس کی بڑھاتی بخوبی سن لی تھی

ہاں۔۔۔ اپ سے ایسی ہی توقع کی جا سکتی ہے۔۔۔ تڑخ کے کہا

کچھ دنوں میں ہی جان گئی ہیں۔۔۔ ائی برو اچکاتے داد دی۔۔۔ پھر جوتے اتارے۔۔۔ کف کھول کے وہ فولڈ کر چکا تھا۔۔۔

کپڑے نکال دیں۔۔۔ بیڈ پہ بیٹھتے حکم سادر کیا۔

کیوں۔۔۔ میں کیوں نکالوں۔۔۔ عشوے کے سر پہ لگی۔۔۔

کیونکہ بیوی ہی شوہر کے کپڑے نکلتی ہے۔۔۔ پاکٹ سے موبائل نکالا

ایسا کہاں لکھا ہے۔۔۔ میں نے تو کبھی نہیں پڑھا۔۔۔ عشوے دوسری طرف جا کے بیڈ پہ بیٹھی

میری بک میں۔۔۔ موبائل پہ نظریں جمائے کہا۔۔۔ جلدی سے نکال دیں۔۔۔ مجھے اور بھی کام کرنے ہیں
۔۔۔ موبائل بند کرتے دوبارہ پکٹ میں رکھا۔۔۔

پہلے میرا موبائل واپس کریں۔۔۔ جلدی سے یاد انے پہ بولی۔۔۔

بھول جائیں کے اپ کو کبھی موبائل ملے گا۔۔ قہر الود نظر ڈالتے اٹھ گیا۔۔ اس سے بحث کر کے خود ہی لیٹ ہو رہا تھا۔۔ ڈریسینگ روم میں جاتے اندر سے لاک کر لیا۔۔

عشوے بس کلس کے رہ گئی۔۔ تھوڑی دیر بعد باہر نکلا تو بنیان کندھے پہ جھول رہی تھی۔۔ ٹاؤن پیٹے وہ باتھ روم میں چلا گیا۔۔

حد ہے۔۔ شرم ہی نہی آتی۔۔ عشوے جو دروازہ انلاک ہونے کی اواز پہ اس طرف دیکھنے لگی تھی اسے ایسی حالت میں نمودار ہوتے شرمندہ سی ہو گئی

ہاں تو ہر طرف منہ اٹھا کے نہیں دیکھتے نا۔۔ اندر جاتے جاتے بھی اسے سنا گیا تھا۔۔

بندے کو خود بھی پتہ ہونا چاہیے کہ کمرے میں اس کے علاوہ بھی کوئی ہے۔۔ وہ اوپنجی اواز میں بولی

--

اس بندے کو پتہ ہے باہر اس کی بیوی ہے۔ جو اسے ہر حالت میں دیکھ سکتی ہے۔ سر باہر نکلاتے
اس طنزیہ مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی

بد تیز۔ وہ تملک کے رہ گئی۔

سر یہاں پہ سائیں کر دیں۔ رفاقت نے اس کے سامنے فائل رکھی تھی۔ یہ اسی زمین کے
کاغذات تھے جس پہ ان کی فیکٹری ہوا کرتی تھی۔ یہی زمین اس ادمی سے لی تھی۔ جو بہانے بنانا
فرار ہو گیا تھا

آج سے یہ افسوسی طور پہ ہماری۔ یہاں پہ دوبارہ سے فیکٹری بنے گی۔ ایگر یمنشن۔ اور پریشان
کے تمام کاغذات نکالے۔ یہ سب تم نے سنبھال کے رکھنے ہی۔ پھر رفاقت کو وہ فولڈر دیا۔
اور یہ نقشہ ہے۔ اس وقت کمرے میں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہی تھا۔ وہ لوگ اس وقت
فارم ہاؤس میں تھے۔ رات کے گیارہ بجے ان لوگوں نے اس فیکٹری کی دوبارہ سے بنیاد رکھی تھی۔
جو اس کے بابا نے اپنی زندگی میں خود تباہ کروادی تھی۔

اسلام و علیکم۔۔ کال پک ہوتے ہی سلام کیا۔۔ دانیہ اپی کے موبائل سے اس نے ریض کو کال کی
تھی۔۔

میں عشوے بول رہی ہوں۔۔ اس سے پہلے کہ رونگ نمبر سمجھ کے کاشٹا جلدی سے نام بتایا۔۔

واعلیکم اسلام۔۔ پہچان لی تھی اواز۔۔ اپنا موبائل کہاں ہے۔۔

وہ۔۔ خراب ہوا ہے۔۔ تم میرا ایک کام کرو گے۔۔ وہ جلدی جلدی بات کر رہی تھی۔۔

ہاں بولو۔۔ وہ بھی سونے کے لیے لیٹ رہا تھا

کل عزت سے میرے ناولز تو لے کے دے جانا۔ اور نیو بھی لا دینا۔ کوئی اچھے سے عزت کو ساتھ لے جانا مار کیٹ۔ اور میری کبڈ کے لا کر میں جو کچھ بھی ہوا وہ سب لے انا۔ ٹھیک ہے۔۔

اچھا۔ لیکن تم مجھے یہ سب واٹس اپ پہ لکھ کے بھج دو۔ ابھی میں سورہا ہوں۔۔

اوکے۔۔ میں دانیہ اپی کے نمبر سے ہی بھیجتی ہوں۔۔ نمبر بھی سیو کر لینا۔۔ عصام کے انداز سے وہ اتنا تو سمجھ گئی تھی کہ موبائل اسے نہی ملے گا۔۔ اسے دانیہ اپی کا ہی موبائل استعمال کرنا تھا۔۔۔

تیزی سے واٹس اپ کھوئی۔۔ کوئی پتہ نہی تھا عصام کب واپس آ جاتا۔۔ جلدی سے سب ٹائپ کرتے میسح سینڈ کیا۔۔ اس سے پہلے کہ وہ ڈلیٹ کرتی عصام دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا

عشوے نے جلدی سے موبائل تکیے کے نیچے کھسکایا۔۔ عصام اس کی حرکت کی سپیڈ سے سمجھ گیا کہ کچھ گڑبرڑ ہے۔۔

اسے کچھ کہے بنا سڈی روم میں چلا گیا فائلز رکھنے۔۔۔ عشوے نے سکون کا سانس لیا اور موبائل کو بیڈ کے نیچے رکھا۔۔۔ نیچے رکھتے اس کی لائٹ اون تھی عشوے خوف کی وجہ سے دھیان نہیں دے پائی۔۔۔ اور سونے کے لیے کمفرٹر اوڑھ لیا۔۔۔ عصام فائل رکھ کے واپس ایا تو وہ سوچکی تھی۔۔۔ جوتے اتار کے وہ اس کی طرف ایا۔۔۔ پھر نیچے جھک کے موبائل اٹھایا۔۔۔ وہ سڈی روم میں لگی سکرین سے دیکھ چکا تھا۔۔۔

یہ دانیہ اپی کا موبائل نیچے کیسے گرا۔۔۔ موبائل اون کرتے اسے کمفرٹر تانے دیکھا۔۔۔

مجھے کیا پتا۔۔۔ وہ جو سختی سے کپڑے لیٹی تھی بے اختار زبان سے نکلا۔۔۔

آپ جاگ رہی ہیں۔۔۔ اس کے چہرے سے کمفرٹر ہٹاتے دیکھا۔۔۔ عشوے کا رنگ اڑ چکا تھا۔۔۔

ایک بار کہی ہوئی بات سمجھ نہیں آتی۔۔۔ سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔۔

م۔۔۔ میں نے نہیں مانگا تھا اپی۔۔۔ وہ ہکلائی

چچھلی بار بھی اپی ہی دے کے گئی تھیں۔۔۔ اس کے گریبان میں ہاتھ ڈالتے قمیض کو ایسے مرودڑا کہ عصام کی انگلیاں اس کی شہر رگ سے لگیں۔۔۔

س۔۔۔ سوری۔۔۔ اس کی سانس اٹکی۔۔۔ وہ اور زور سے گریبان کو مرودڑ رہا تھا اور عشوے کی سانس بند ہو رہی تھی۔۔۔ انگلیوں کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا

م۔۔۔ مجھ۔۔۔ س۔۔۔ سا۔۔۔ ن۔۔۔ س۔۔۔ اس کا دم نکلنے لگا۔۔۔ عصام کی شرٹ تھامے اس نے سانس لینے کی کوش کی۔۔۔ لیکن کیسے لے پاتی۔۔۔ عصام کی انکھوں میں خون اترنا ہوا تھا جیسے۔۔۔ جھٹکے سے اس کا گریبان چھوڑا۔۔۔ نیکسٹ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔

بہتی انکھوں سے کھانستے ہوئے عشوے نے عصام کو دیکھا۔۔۔ جو اسے خون خوار نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ میری کہی ہوئی ہر بات پہ اپ نے انکھ بند کر کے عمل کرنا ہے۔۔۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہی تھی۔۔۔

اپ یہ مت سمجھیں کے اپ کی زندگی یہاں اسان ہو گی۔۔۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا۔۔۔ کہنے والی ہمشہ چیزیں ہی ہوتی ہیں۔۔۔ اور چیزوں کو ان کی جگہ پر رکھنا مجھے بہت اچھے سے اتا ہے۔۔۔ اس کے سر کے پیچھے احتیاط سے ہاتھ رکھتے اس کی نکھروں میں جھانکا۔۔۔ جو خوف اور تکلیف سے سرخ پڑ گئی تھیں۔۔۔ اس کی سانس ابھی تک نارمل نہیں ہوئی تھی

عصام نے اس کی کمر کے کرد بازو باندھتے اپنے قریب کیا۔۔۔ پھر سانس دینے کے لیے ہونٹوں کو قید کیا۔۔۔ عشوے اتنا ستم اور پھر اتنی قربت۔۔۔ وہ بس بے حوش ہو کے گر جاتی اگر عصام نے اسے کمر سے ناپکڑا ہوتا۔۔۔

اللٰہ کام نہیں کریں گی تو سکون سے رہیں گی۔۔۔ اس کا سر سینے سے لگاتے کمر تھپٹھپائی۔۔۔ وہ اتنا ڈر جائے گی اسے اندازہ نہیں تھا۔۔۔

ہمارے جسموں پہ لگے بوسوں کے نشان

ان چاہے ملن کے گواہ ہیں ،

ہماری رو جیں تو کب کی مر چکیں ہیں ،

ہمیں حق مہر میں خاموش آہیں اور سسکیاں ملی ہیں

اور جسم ایک ایسے شخص کے پاس ہے جو

کاغذوں پہ تو ہمارا محروم ہے ،

لیکن دل کا محروم تو کوئی اور ہے جو دل میں آج بھی مقیم ہے ،

جسم فروشی کرنے والی عورت اور ہم میں کیا فرق ہے ؟

وہ بھی تو کسی غیر کو جسم دیتی ہے اور ہم بھی ،

جسم اپنی اس ناقدری پہ نوحہ کرنا چاہتا ہے،

لیکن روز اس جسم کو نوچنے والا اس بات کی اجازت نہیں دیتا!

صحح کے دس بجے اس کی انکھ کھلی۔۔۔ سر میں شدید درد تھا۔۔۔ شاید چوت کی وجہ سے۔۔۔ سر کے پچھے ہاتھ لگانے کی کوشش کی تو ایسا لگا پورا جسم پیرالائز ہو چکا ہو۔۔۔ اس کے جسم سے آگ نکل رہی تھی۔۔۔ بخار کی شدت سے چہرا سرخ اور آنکھیں پیلی ہو رہی تھیں۔۔۔ با مشکل اس نے کروٹ بدی۔۔۔ عصام وہاں موجود نہیں تھا۔۔۔ رخ بدلنے سے درد کی شدید لہر پورے جسم میں دوڑ گئی۔۔۔

کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ وہ کسی کو بلا قی۔۔۔ کتنی دیر اسی حالت میں بے سدھ پڑی رہی۔۔۔ اپنے اکیلے پن پہ آنکھوں میں نمکین پانی بھرنے لگا۔۔۔ اسے دیکھنے والا کوئی بھی نہیں تھا۔۔۔ وہ اکیلی تھی۔۔۔ بلکل اکیلی۔۔۔ گال کے نیچے ٹکائے ہاتھ پہ آنسو گرا۔۔۔

شادی سے کچھ دن پہلے عشوے اس کے پاس آئی تھی۔۔۔ گھبرائی ہوئی۔۔۔

عشوے۔۔۔ میں نے بھائی سے تمہارے بارے میں بات کی تھی۔۔۔ وہ جو رو رو کے تھک گئی تھی
۔۔۔ اب ساکت سی لیٹی چپت کو گھور رہی تھی۔۔۔ عزت کی اواز پہ اسے دیکھا۔۔۔

بھائی نے کہا کہ۔۔۔

کیا کہا۔۔۔

کہ وہ تمہیں اس نظر سے نہیں دیکھتے۔۔۔ اور یہ بھی کہا ہے کہ میں تم سے کہوں کہ ان کے بارے
میں ایسا کچھ بھی نا سوچو۔۔۔

عشوے کے پاس ایک چھوٹی سی امید تھی وہ بھی ختم ہو گئی۔۔۔ جب ماہ بیر ہی اس کے ساتھ نہیں
تھا تو وہ اکیلی کہاں تک سب کو منا سکتی تھی۔۔۔

اس کی قسمت میں ہی ماہ بیر نہی تھا۔ عزت اور بھی بہت ساری باتیں کرتی رہی۔ لیکن عشوے کا
اب دماغ وہاں موجود نہیں تھا۔

ہیلو لیٹل گرل ابھی تک سورہی ہو۔ دانیہ جو ناشتے کے لیے اس کا انتظار کرتی رہی تھی۔ اس کے
نہ آنے پہ اوپر آئی۔

وہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔

اٹھ جاو۔ عشوے۔ اس نے قریب آتے کہا۔

آپ۔۔ بمشکل ہونٹوں کو حرکت دی۔۔ پورا جسم درد سے بے جان ہو رہا تھا۔

جی میری جان۔۔ اس کی درد سے چور آواز پے دانیہ کا دل پریشان ہوا۔۔

عشوے بس انہیں دیکھ کے رہ گئی۔ پھر ہمت کر کے بیٹھی۔۔

بیٹا۔۔ تمہیں تو بخار ہے۔۔ وہ بھی اتنا زیادہ اس کی تیقی پیشانی کو چھوتے فکر سے دیکھا۔۔

مجھ سے ہلا نہیں جا رہا۔۔ بے بسی سے آنسو نکل ائے۔۔

لیٹی رہو۔۔ اسے سیدھا کر کے لیٹایا۔۔ میں ڈاکٹر کو کال کرتی ہوں۔۔ موبائل لینے وہ نیچے چلی گئی۔۔

اس کا پورا جسم سلگ رہا تھا۔۔ گرم سانسیں جیسے نتھنے سلکھا رہی ہوں۔۔ تپش سے اس کا چہرا تناؤ کا
شکار تھا۔۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آئیں۔۔ ساتھ ملازمہ بھی تھی جس کے ہاتھ میں پیاں اور ٹھنڈے پانی کا
باول تھا۔۔

دانیہ نے اس کے پاس بیٹھتے ملازمہ سے باول لے کے سامنہ ٹیبل پر رکھا۔ پھر پیاس گیلی کر کے اس کے ماتھے پر رکھیں۔ عشوے آنکھیں بند کر کے لیٹی رہی۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر آگیا۔

زیادہ ٹینشن کی بات نہی ہے۔ بس نارمل بخار ہے۔ انشاء اللہ آپ یہ دوائیں دیں ٹھیک ہو جائیں گی۔ پریسکریپشن پکڑاتے ڈاکٹر نے دانیہ سے کہا۔

ابھی یہ انجیکشن لگانا ہے۔ انہوں نے کچھ کھایا پیا ہے۔ پھر دانیہ کو دیکھا۔

نہیں۔ ابھی تک کچھ نہیں کھایا۔

کچھ کھا لیں پہلے پھر میں لگاتا ہوں۔

پھر ہلاکا پھلاکا ناشتہ کر کے اسے انجیکشن دیا۔

پھر وہ چلے گئے--

دانیہ ان کو باہر تک چھوڑ کے آئی۔ انجیکشن لگا گیا تھا۔ اب وہ ارام کر رہی تھی

سر پولیس آئی ہے۔۔۔ وہ ارکیٹیکٹ کے پاس بیٹھا نقشے پر تفصیلی جائزہ لے رہا تھا جب رفاقت ہانپتا ہوا اس کے پاس آیا۔۔۔ وہ لوگ اس وقت سائٹ پر تھے۔۔۔

نظر آگیا ہے۔۔۔ وہ لوگ کرسیوں پر بیٹھے اسی طرف دیکھ رہے تھے۔۔۔

پتہ کرو کیوں ائے ہیں۔۔۔ اسے اندازہ تھا ایسا کچھ ہو گا۔۔۔

جی سر۔۔ رفاقت واپس پلٹا۔ پولیس کی گاڑی قریب پہنچ کے رک چکی تھی۔۔ اگلے دس سینٹ میں دو
حوالدار ان کے قریب آئے۔۔

اپ کے گرفتاری کے وارنٹ ہیں۔۔ پیپر عصام کے اگے لہرایا۔۔

کیوں۔۔ اپنی جگہ سے اٹھتے اسے گھورا۔۔ پھر اس کے ہاتھ سے پیپر کپڑ کے پڑھا۔۔

یہ بھینے والے صاحب خود نہیں آئے۔۔ براون چشمہ اتارتے اس نے گاڑی کی طرف دیکھا۔۔ پھر
مسکراتے کلائی اگے کی۔۔ گرفتار کر سکتے ہو تو کر لو۔۔ اس کے بعد کیا ہو گا۔۔ اس کا زمہ دار پھر
میں نہیں ہوں گا۔۔

اپ کر کیا سکتے ہیں مسٹر عصام شیخ۔۔ گاڑی کا دروازہ کھلا۔۔ اور اندر سے ستائیں اٹھائیں سال کی
پولیس انسپیکٹر نکلیں۔۔ کافی خوبصورت بھی تھی۔۔

بہت کچھ کر سکتا ہوں۔۔۔ کندھے اچکائے۔۔۔ وہ ریلیکس تھا۔۔۔ ابھی اپ کو جاب کی وارنینگ ملے گی
۔۔۔ آنکھ دباتے اسے دیکھا۔۔۔

اچھا۔۔۔ اس سے پہلے کے وہ کچھ بولتی اس کا موبائل بجا۔۔۔ گھورتی نظرؤں سے عصام کو دیکھا۔۔۔ پھر
پاکٹ سے موبائل نکال کے کان سے لگایا۔۔۔ دو سینئڈ میں چہرے سے واضح ہو گیا کے کیا کہا جا رہا
ہے۔۔۔

والپس چلو۔۔۔ موبائل والپس جیب میں ڈالتے سب کو اشارہ کیا۔۔۔ پھر عصام کے قریب آئی۔۔۔

یہ۔۔۔ بہت مہنگا پڑے گا تمہیں۔۔۔ کوئی بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔۔۔ انڈر سٹینڈ۔۔۔ سٹک
اس کے سینے پہ بجاتے وہ کافی تیش میں لگ رہی تھی۔۔۔

لیکن قانون کو قانون تو ہاتھ میں لے سکتا ہے۔۔۔ اس کے کان کے قریب ہوتے وہ جتا گیا۔۔۔ اور
پریشے اس کے اتنے اٹیٹیوڈ پہ جل بھن گئی۔۔۔

گلد بائے۔۔ عصام نے ایک دل جلانے والی مسکراہٹ سے نوازا۔۔

ایک دن خود ہتھ کڑی پہناوں گی۔۔ اس کے قریب سے گاڑی نکلتے پریشے نے اسے وارن کیا۔۔
عصام سر جھکلتے واپس جگہ پہ ایا۔۔

یہ محترم۔۔ کچھ زیادہ بازو لمبے ہو رہے ہیں کاٹنے پڑیں گے۔۔ بیٹھتے رفاقت کو دیکھا۔۔ جب پولس
اس ایریا میں انظر ہوئی تھی تب ہی عصام نے مسیح کر دیا تھا۔۔

پھر وہ پورا دن وہیں چھوٹے چھوٹے کاموں میں گزر گیا۔۔ مینشن میں عشوے کس حال میں تھی
۔۔ اس سب سے وہ بت نیاز تھا۔۔

سیٹھ علی۔۔ جو کسی دور میں اسفند کا گارڈرہ چکا اب اپنے علاقے کے وڈیروں میں شامل اپنے علاقے کے کئی لوگوں پہ حکومت کر رہا تھا۔۔ وہ جو کسی کا حکوم تھا اج حاکم بنا ظلم کی انہتا کر رہا تھا۔۔ اس کے اندر جتنے بھی لوگ تھے سب کے سب اس سے خوف کھاتے تھے۔۔ کیونکہ سیٹھ علی کسی کو بھی مارنے پہ گھبرتا نہیں تھا۔۔ پھر چاہیے اگلا قصور وار ہو یا نا ہو۔۔۔ یہ رتبہ اج سے تیرہ سال پہلے سے ملا تھا۔۔

اج سے تیرہ سال پہلے۔۔

وہ ایک بہت بڑی حویلی میں گارڈ کی نوکری کرتا تھا۔۔ اس کا مالک ایک بہت اچھا اور سلیح ہوا انسان ہونے کے ساتھ ساتھ کشادہ دل بھی تھا۔۔ ہر ماہ اس کی تنخواہ میں اضافہ ہوتا۔۔ اس نوکری سے ویسے تو بہت خوش تھا۔۔ لیکن کبھی کبھی خیال آتا کہ کاش وہ بھی اسفند کی طرح کامیاب انسان ہوتا اور ایسے کئی نوکر اور گارڈ اس کے غلام ہوتے۔۔

لیکن کیسے۔۔ اس نے اپنی ادھی زندگی اسفند کا گارڈ بن کے گزار دی تھی وہاں گیٹ کے سامنے بیٹھا وہ اتے جاتے لوگوں کو دیکھتا۔۔ ان اتے جاتے لوگوں میں ایک دن حمید کا گزر ہوا۔۔ پھر وہ وہاں سے روز گزرنے لگا۔۔

علی اسے دیکھتا۔۔ شکل سے وہ سیدھا اور بلکل معصوم لگتا تھا۔۔ اس کا حوالی کی طرف دیکھنا علی نوٹ کرتا تھا۔۔ ایک دن اس کے زہن میں ایک خیال ایا۔۔ اس خیال کا داروددار وہ گزرنے والا شخص تھا۔۔ جو اس کی زندگی کا پتہ کھیلنے والا تھا۔۔

اسلام و علیکم اسفند صاحب۔۔ اسفند لا بیریری میں بیٹھے بک پڑھ رہے تھے جب علی اجازت لے کے اندر داخل ہوا۔۔

واعلیکم السلام۔۔ او اندر او۔۔ اسے اپنے پاس بلایا۔۔

وہ سر دراصل اپ سے بات کرنی تھی۔۔

ہاں ہاں کہو۔۔۔ کتاب بند کرتے اسے دیکھا۔۔۔

اصل میں میں گیٹ پہ اکیلا ہوتا ہوں۔۔۔ اکثر عصام صاحب کو کہیں جانا پڑ جائے تو میڈم مجھے ساتھ بھیج دیتی ہیں۔۔۔

پھر پچھے گیٹ پہ کوئی نہی ہوتا۔۔۔ تو۔۔۔ میں سوچ رہا ہوں۔۔۔ اگر اپ کو مناسب لگے تو ایک اور گارڈ رکھ لیں۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ اسفند اس کی بات سمجھ گئے تھے اس لیے اسی کو تلاش کرنے کے لیے کہہ دیا۔۔۔ اگلے دن حمید اسفند کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔

اسفند کو اس کی قابلیت اور دینانت داری سے بہت فائدہ ہوا۔۔۔ جب وہ علی سے اگلے عہدے پہ پہنچنے لگا تو علی کو لگا اس نے زندگی سب سے بڑی غلطی حمید کو وہاں لا کے کر دی ہے۔۔۔ حمید اسفند کے دل کے قریب ہوتا گیا۔

- اس کے تمام بزنس میں حمید کا نام انے لگا اور علی وہیں۔۔۔ گیٹ کے سامنے بیٹھا۔۔۔ اسفند کے بعد حمید کو کامیاب ہوتا دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس نے اپنا پلین چنج کیا۔۔۔

وہ ایک رات تھی۔۔۔ بہت بھیانک رات۔۔۔ گارڈ کا کام ہوتا ہے حفاظت کرنا۔۔۔ پھر چاہے وہ دن کے اجائے میں کرے یا سیاہ گھنور رات میں۔۔۔

لیکن یہ محافظ لوٹنے کے لیے پہنچا۔۔۔ پہلے عزت اور پھر دولت۔۔۔ اور یہ دونوں چیزیں تھیں اسفند کی۔۔۔

شی۔۔۔ سب کے سونے کے بعد وہ مسز اسفند کے کمرے میں ایا۔۔۔ اسفند صاحب اج کل بزنس ٹور پہ تھے۔۔۔

موقع اچھا تھا علی نے حمید کا حلیہ اپنایا۔ اور منہ پہ کپڑا کر کے وہ اندر ہیری رات میں مسز اسفنڈ کو لوٹنے پہنچا۔

وہ نہیں جانتا تھا وہاں دو لوگ موجود تھے۔ عصام جو باتھ روم میں تھا۔ شور کی اواز پہ باہر نکلا تو حمید اس کی ماں کو قابو لیے اس کے کپڑے پھاڑ رہا تھا۔

عصام نے پاس پڑا اوaz اٹھا کے اس کے سر پہ مارنا چاہا لیکن اس نے دیکھ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اوزار اس کے سر پہ لگتا۔ اس نے پاس پڑی شیشے کی بوتل اٹھا کے عصام کے سر پہ دے ماری۔ وہ رات۔۔ عصام کی زندگی کی سنگین رات تھی۔۔ اپنی ماں کے لیے وہ کچھ نہی کر پایا تھا۔

وہ اپنے باپ سے بھی نہیں کہہ پایا کہ یہ سب کس نے کیا ہے۔۔ اسے حمید سے نفرت ہو گئی تھی

دوسری طرف علی۔۔ بنا شادی کے باپ بننے والا تھا یہ خبر کچھ دن بعد ہی شیخ ہاؤس کے ہر ملازم کو پتہ چل گئی۔۔

لیکن یہ بات جانتے تھے کہ مسز عصام ایکسپیکٹ کر رہی ہیں۔۔ اسفند کی نیندیں اڑ گئیں۔۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے درمیان ایسا کچھ نہی ہوا کے وہ باپ بنتے۔۔

انہوں نے یہ بات حمید سے کی۔۔ حمید نے انہیں مشورہ دیا۔۔ کہ اب ارشن کروادیں۔۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اب ارشن کرواتے۔۔ علی نے چال چلی۔۔

اور حمید کے ذہن میں بیٹھایا کہ ہر طرف یہ ہی کہا جائے کہ یہ بچہ اسفند کا ہی ہے۔۔ کون سا کسی کو پتہ چلے گا۔۔ یہ بات بس ان تینوں کے دلوں میں ہی دفن ہو جائے۔۔ مسز حمید اس حادثے کے بعد پاگل ہونے لگی تھیں۔۔

ہر وقت روئی اور چلاتی رہتیں۔۔ نو مہینے گزرے۔۔ ایک بچی نے دنیا میں آنکھ کھولی۔۔ جیسے دیکھ مسز اسفند کی مراد پوری ہوئی۔۔ بیٹا تو پہلے ہی تھا۔۔

اب بیٹی بھی اللہ نے دے دی تھی۔۔ ناجائز ہی سہی۔۔ تھا تو وہ ان کے جسم کا ٹکڑا ہی۔۔ اور یہی بات اسفند کو کاٹ کھاتی۔۔ وہ ایک ناجائز بچی کو نہی پال سکتے تھے۔

انہوں نے اسے ختم کرنے کا سوچا۔۔ پھر حمید سے بات کی۔۔ ان کے کہنے پہ حمید نے ایک قتل کیا تھا اور وہ قتل مسز اسفند اور اس کی نومولود بیٹی کا نہی بلکہ اسفند کا خود تھا۔۔ یہ ایک بہت بڑی اور بری سچائی تھی۔۔

یہ نفرت کا دوسرا پودا تھا۔۔ جو عصام کے دل میں حمید کے لیے لگا تھا۔۔

وہ رات کو دیر سے گھر آیا۔۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی بیڈ کی طرف نظر گئی۔۔ عشوے دوسری طرف رخ کیے لیٹی تھی۔۔ ایک دم سے کل رات والا واقع یاد ایا۔۔

جوتے اتار کے سائند پر رکھتے سامنے لگے مرر سے اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی آنکھیں بند کیے شاید وہ سورہی تھی۔۔ دس منٹ میں فریش ہو کے واپس ایسا تو وہ ہنوز اسی حالت میں لیٹی تھی۔۔

شاید ناراض ہیں۔۔ بال بناتے اسے نظروں میں رکھا ہوا تھا۔۔ پلکیں ہلکی ہلکی لزر رہی تھیں۔۔

چہرا ابھی تک سرخ تھا۔۔ اپنی سائند پر اکے بیٹھا۔۔ اس کے بیٹھنے پر بھی عشوے نے کوئی حرکت نہی کی۔۔

عشوے۔۔ اسے اب گڑ بڑ کا احساس ہوا۔۔ اس کے قریب ہوتے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ جو تپ رہا تھا۔۔ عشو۔۔ اسے سیدھا کیا۔۔ وہ کراہ کے رہ گئی۔۔

بخار ہے اپ کو۔۔ انکھیں کھولیں۔۔ رخ اپنی طرف کیا تو سر ڈھلک گیا۔۔

جلدی سے فون اٹھا کے ڈاکٹر کو کال کی۔۔۔ کال کر کے باہر آیا۔۔۔ دانیہ اپی کو اواز دی جو کچن میں
تھیں۔۔۔ فوراً اوپر آئیں۔۔۔

کب سے ان کی طبیعت خراب ہے۔۔۔ بندا دیکھ ہی لیتا ہے یار۔۔۔ پریشانی اس کے پورے وجود سے
چھلک رہی تھی

جی دیکھ چکی ہوں اور ابھی اسی کے لیے پرہیزی کھانا بنارہی تھی۔۔۔

تمہیں ہی نہیں پتہ تھا۔۔۔ اسے جاتے عشوے کے پاس بیٹھیں۔۔۔ اسے پھر سے بخار ہو گیا تھا پہلے
دپھر میں ایک بار ٹھیک ہو گئی تھی۔۔۔

تمہاری بیوی ہے۔ تمہیں چاہیے اس کا خیال رکھو۔ لیکن نہی تمہیں تو فرست ہی کہاں ہے اپنے
کاموں سے اسے ڈانٹ روم فریزر سے برف کے کیوبز نکالے۔

پھر باول جو صبح سے وہیں پڑا تھا۔ اس میں پانی ڈالنے اس کے ماتھے پہ پیاس رکھیں۔ عصام کو
ابھی ان کی ڈانٹ زرا بھی بری نہی لگ رہی تھی۔

اب یہاں ٹہل کیوں رہے ہو۔ ڈاکٹر کو بلاو۔ مسکراہٹ چھپاتے اسے دیکھا۔ جو مسلسل ٹھیلتے
عشوے کو ہی دیکھ رہا تھا۔

ڈاکٹر ارہا ہے۔ رکا پھر ان کے قریب ایا۔ کب سے بخار ہے۔

تم بتاؤ۔ رات کو ٹھیک تھی۔

ہاں۔۔۔ ب۔۔۔ بلکل ٹھیک تھی۔۔۔ صحح ہوا ہو شاید۔۔۔ اسے گلت ہوا۔۔۔ اگر رات کو وہ تھوڑا سا خود پر
کنٹرول کر لیتا تو ابھی اس کی یہ حلت نا ہوتی۔۔۔ پہلے ہاتھ کی چھوٹی انگلی پر پلاسٹر لگا ہوا تھا۔۔۔ سر
کے پیچے الگ سے چوٹ تھی اوپر سے یہ۔۔۔ پیشانی کو مسلطے وہ پشیمان تھا

کچھ دیر میں وہی ڈاکٹر دوبارہ ایسا تھا۔۔۔

کیا ہوا ابھی تک ارام نہی ایا۔۔۔ اپنا بیگ رکھتے ان کے پاس ایا۔۔۔

نہیں۔۔۔ ایسا ہوتا تو بلاستے۔۔۔ اس کی فضول بات پر عصام اکھڑا۔۔۔ ڈاکٹر نے دوبارہ چک کیا۔۔۔۔۔۔

زیادہ پریشان نا ہوں۔ بلکل نارمل بخار ہے۔۔۔ یہ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔۔ بس انکنی خوراک کا بہت خیال
رکھیں۔۔۔ اور یہ ڈرپ لگوائیں انہیں۔۔۔ ائرن کی کمی ہے۔۔۔

زیادہ پریشان نا ہوں۔ بلکل نارمل بخار ہے۔۔۔ یہ ٹھیک ہو جائیں گی۔۔۔ بس انگنی خوراک کا بہت خیال رکھیں۔۔۔ اور یہ ڈرپ لگوائیں انہیں۔۔۔ ائرن کی کمی ہے۔۔۔

اوکے۔۔۔ کوئی اور پر ابلم۔۔۔

نہیں نہیں۔۔۔ اپ بس ڈرپ منگوا لیں۔۔۔ پھر میں لگاتا ہوں۔۔۔

پھر عصام نے کال کر کے ڈرپ منگوائی تھی جو ڈاکٹر لگا کے چلا گیا۔۔۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد دانیہ اپی کچھ دیر وہاں بیٹھی رہیں پھر وہ بھی نیچے چلی ائیں اب ان سو چکا تھا۔۔۔ اپنے کمرے میں آکے انہوں نے کسی کو کال کی۔۔۔

کام ہو گیا ہے بابا۔۔۔ ایک پراسرار سی مسکراہٹ اس کے چہرے پہ نمایا تھی

ایک گھنٹے کی ڈرپ کے دوران عشوے کچھ بہتر ہو گئی تھی۔ ڈرپ اتارتے عصام نے اس کا تکمیل
سیدھا کیا۔۔

کچھ دیر سو جائیں۔۔ کمزوری ختم ہو گی۔۔ کفر ڈر اس پہ سیدھا کیا۔۔۔

نہیں۔ باہر جانا ہے۔۔ سارا دن کمرے میں بند رہ رہ کے اس کا دل گھبرا رہا تھا۔۔

ابھی ٹھیک نہیں ہیں۔۔ جب ٹھیک ہونگی میں خود باہر لے جاؤں گا۔۔

ٹھیک ہوں میں۔۔ عنودگی کے باوجود وہ بیٹھ گئی۔۔ عصام نے سہارا دے کے اسے کھڑا کرنا چاہا لیکن
عشوے نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔۔

مجھے اپ کی ہمدردیاں نہیں چاہیں۔۔ جیسے ہیں ویسے ہی رہا کریں۔۔ طنز کرتے اٹھنے کی کوشش کی لیکن سر اتنا چکرا رہا تھا کہ واپس بیٹھ گئی۔۔ عصام سائند پہ کھڑا اسے دیکھتا رہا۔۔

جائیں اب باہر۔۔ واپس بیٹھتے دیکھ چوت کی۔۔ اپ کو دیکھ کے ہی کہہ رہا ہوں ارام کریں۔۔ سینے پہ بازو باندھے ٹانگیں تھوڑی سی کھول کے کھڑا اسے گھور رہا تھا۔۔ ہاتھ تو اس نے لگانے نہیں دینا تھا۔۔ کوشش کر کے اپنی ہی بیستی ہو جاتی۔۔

عشوے کوئی جواب دیے بنا بیٹھی رہی اور عصام بھی کھڑا رہا۔۔

اپ جا کے سو جائیں۔۔ میری فکر ناکریں۔۔ اس کے یوں اکڑ کے کھڑے ہونے پہ عشوے کو الجھن ہو رہی تھی۔۔

فکر نہیں ہے۔۔ وہ جما رہا۔۔ بس دیکھ رہا ہوں اپ کی ضد کب ٹوٹے گی۔۔

ہاں۔۔ کسی کو پرواہ نہیں ہے۔۔ اس کی بات پر عشوے کا دل اداں ہوا۔۔ خود سے کہتے وہ پیچھے ہو
کے لیٹ گئی۔۔

عصام بھی اپنی طرف اکے لیٹ گیا۔۔ ہلاکے سی اوں کرتے عشوے کو دیکھا وہ انکھیں موندے
کچھ سوچ رہی تھی۔۔

سو جائیں۔۔ سارا دن ایسے ہی بے چینی میں گزارا ہے اسے زبردستی گھسیٹ کے خود سے لگایا۔۔
پہلے تو پھر پھر اس کے کشادہ سینے میں منہ چھپا لیا۔۔ یہ ہی اللہ کے بعد اس کا اخیری سہارا تھا

--

جنت کے پتے بھی پڑھا ہوا ہے۔۔ واپس رکھا

اب حیات بھی پڑھا ہوا ہے۔۔ عزت اور ریض اس وقت اردو بازار میں گھوم رہے تھے

یار--یہ پیر کامل لے لو یہ بھی نمرہ احمد کا ہے۔۔۔ ریض کوئی دس ناول دیکھا چکا تھا۔۔۔

یہ سب پڑھے ہیں۔۔۔ مala لینا تھا وہ مل نہی رہا۔۔۔

کمپلیٹ نہی ہوا تو کیسے ملے گا۔۔۔ اریض عاجز تھا۔۔۔ سب دکانداروں نے یہی کہا تھا کہ وہ ابھی نہیں
ایا۔۔۔

تمک گئے اتنی جلدی۔۔۔ اگر تمہاری بیوی ناول پڑھنے والی ہوئی تو کیا کرو گے۔۔۔ اس کی پتی ہوتی
حالت کو عزت انجوائے کر رہی تھی

میں نکاح نامے پہ شرط لکھوادوں گا کہ اسے ناول پڑھنے کا پاگل پن نا ہو اگر ہوا تو پھر بے شک وہ
ناولز کے ساتھ شادی کرے اور انہیں کے ہنی موں پہ جائے۔۔۔ وہ لوگ اس شاپ سے بھی بنا کچھ
خریدے باہر نکلائے تھے۔۔۔

اگر تمہیں پتہ ہی بعد میں چلے پھر کیا۔ عزت نے بال سیدھے کرتے اسے دیکھا جیز پہ شورٹ
شرٹ کے ساتھ گلے میں دوپٹہ لپیٹے وہ اس کے اگے چل رہی تھی۔ پچھے شوٹس پہنے اکتا یا
ہوا ریض اس پاس دیکھ رہا تھا۔

طلاق دے دوں گا۔ کندھے اچکاتے وہ اس سے دو قدم اگے نکل گیا جبکہ عزت منہ کھولے شاکٹ
ہوئی۔ اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ اسے ریض اچھا لگنے لگا تھا۔ لیکن۔ کیا وہ اسے پسند ائے گی
۔۔۔ اس نے بھی تو ماہ بیر اور عشوے کو جدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اب اگر وہ سب
پلٹ کے اس تک اجائے تو۔ وہ لاپرواہی سے جاتے ریض کو دیکھ رہی تھی۔

ایسا بھی ہوتا ہے۔ تیزی سے فاصلہ طے کرتے اس کے ساتھ قدم ملائے۔

نا ہوتا ہو۔ لیکن میں کر دوں گا سچ میں۔ جتنا ابھی میں اپ لوگوں کے لیے خوار ہو رہا ہوں
زندگی میں کبھی نہی ہوا۔

اب اتنا بھی نہی ہے۔۔۔ بس اگلی شاپ پہ دیکھتے ہیں۔۔۔ کوئی اچھے ملے تو۔۔۔ تین تو ہو گئے ہیں دو اور لیں گے۔۔۔ اسے تسلی دی۔۔۔

پچھلے تین ہم نے تین گھنٹوں میں لیے ہیں اگلے دو گھنٹے اور ضائع نہی کر سکتا۔۔۔ اتنی دیر میں تو ہم عشوے سے مل کے بھی اچکے ہوتے۔۔۔

میں نے تو نہی کہا تھا نا۔ تمہاری بہن نے ہی کہا تھا۔ مجھ پہ کیوں چڑھ رہے ہو۔۔۔

اپ بھی اسی جیسی ہیں۔۔۔ اگر اپ کو ناولز کی اتنی انفارمیشن نا ہوتی تو ابھی اتنا زیل نا ہو رہا ہوتا

--

اچھا بس کر دو۔۔۔ نہیں لے رہی اور۔۔۔ وہ وہیں سے واپس مڑی۔۔۔ اسے برا لگا۔۔۔

اچھا رکیں۔۔۔ ریض نے اس کی کلائی پکڑ کے روکا۔۔۔ بس دو۔۔۔ اس کے علاوہ اور نہیں۔۔۔ جانے کیوں
اس کا دل نرم ہوا۔۔۔

نہیں اب نہی۔۔۔ اپنی کلائی کھینچتے وہ واپس بائیک کی طرف چل دی۔۔۔ ریض بھی اس کے پیچے بھاگتا
ہوا آیا۔۔۔

چلو پھر بیٹھو۔۔۔

نہیں جانا تمہارے ساتھ۔۔۔

میں کیب سے چلی جاوں گی۔۔۔ جانے اسے کس چیز نے ہرٹ کیا تھا۔۔۔

سوری۔۔۔ اسی لیے ناول والی سے شادی نہی کرنی۔۔۔ ایک تو اتنی محنت سے ناول ڈھونڈھو۔۔۔ پھر مناو
بھی۔۔۔

تو میں نے کب کہا ہے مجھ سے شادی کرو۔۔ جا کے کسی ان پڑھ سے کر لو جو پڑھنا ہی ناجانتی ہو۔۔ اور اس کے پاس اکے رکی تو وہ اس میں بیٹھ گئی۔۔

ریپس وہیں اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔ کتنی دیر وہ یہ نہیں سمجھ پایا تھا کہ بات عزت کے بارے میں ہو رہی تھی یا کسی اور کے بارے میں۔۔ باسیک ٹارٹ کرتے وہ بھی اور کے پیچھے ہو لیا

سیٹھ صاحب۔۔ یہ فلیٹری کی کا نقشہ ہے۔۔ ایک بڑا کاغذ اس کے سامنے پھیلاتے آرکیٹیکٹ نے اسے دیکھا۔۔ یہاں سے عصام صاحب نے بیک ڈور رکھے ہیں۔۔ ایک جگہ انگلی رکھتے میںشن کیا۔۔ یہی جگہ ہمارے لیے بھی کام ائے گی

مطلوب یہاں سے پیٹرول کے ڈرم اندر جائیں گے۔۔۔ یہ پیٹرول عصام کو فیکٹری چلانے کے لیے ضرورت پڑے گا۔۔۔

اور جب تک فیکٹری اپنے پیروں پہ کھڑی نہیں ہو جاتی وہ اپنا پیٹرول استعمال کرے گا۔۔۔ جب ہر چیز مکمل ہو جائے گی پھر میں اپنے ڈرم سپلائے کروں گا۔۔۔ جو اس کی فیکٹری کو دھماکے کی طرح اڑائیں گے۔۔۔

یہاں عصام کے قدم اکھڑیں گے ہم اپنے قدم جمائیں گے۔۔۔ ہستے ہوئے وہ پوری پلینگ بتا گیا

یہ پروس بہت لمبا ہے۔۔۔ پہلے تو فیکٹری بنے میں ایک سال لگے گا۔۔۔ پھر اس کا نام ہونے میں ایک سال لگے گا۔۔۔ پھر کہیں جا کے۔۔۔ آرکٹیکٹ نے ٹائم ٹسل سیٹ کیا۔۔۔

نہیں۔۔۔ یہ فیکٹری چھ مہنوں میں تیار ہو گی۔۔۔ عصام اپنے تمام زرائے لگائے گا۔۔۔ اور اس کا نام ہونے میں دو ماہ لگیں گے ٹوٹل اٹھ ماہ۔۔۔ ان اٹھ مہنوں میں اسے محنت کرنے دیتے ہیں۔۔۔ جتنی وہ کر سکتا ہے۔۔۔

اس زمین اور اس فیکٹری کے لیے میں نے اپنے ہاتھ خون سے رنگے ہیں۔۔۔ اتنی آسانی سے سب
تحوڑی جائے گا۔۔۔

تیرا سال بعد اسی جگہ پہ سیٹھ علی کا جھڈا الہ رائے گا۔۔۔ وہ سوچ رہا تھا اور ارکیٹیکٹ اس کی سوچ
سے بے خبر نقشہ روں کر کے بغل کے نیچے دباتا ہوا چل دیا۔۔۔

مورے باہر دو عورتیں ائی ہیں۔۔۔ عزت جو ابھی ابھی گاڑی سے اتری تھی۔۔۔ ان کو اپنے گیٹ کے
سامنے کھڑے دیکھ کے حیراں ہوئی۔۔۔ پھر پلوشہ کو بتایا۔۔۔ وہ باہر آئیں اور انہیں ڈرائیگ روم میں
بیٹھایا۔۔۔ وہ لوگ بیٹش کے گھر سے تھیں۔۔۔

اصل میں ہم لوگ جانتے ہیں یہ موقع ٹھیک نہیں ہے اپ کے بھائی صاحب بیمار ہیں لیکن کیا کریں۔ وقت اتنی تیزی سے گزر رہا ہے لگتا ہے کچھ دن اور رکتے تو سب ہاتھ سے نکل جاتا۔۔ فضول کہ تمہید بابری عمر کی عورت نے پلوشه کو دیکھا۔۔

ہمارے بچے ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ ان کی بات پہ پلوشه کے تاثرات بدل رہے تھے

کون سے ہمارے بچے۔۔ انہیں برا الگ۔۔ انہیں لگا شاید عزت کی بات کر رہی ہیں۔۔ کیونکہ۔۔ لڑکے والے ہی ایسے رشتہ لے کے پہنچ جاتے ہیں۔۔

ماہ بیر اور بینش۔۔

اوہہ اچھا۔۔ اچھا۔۔ اب وہ مسکرائیں۔۔ کیونکہ وہ بینش سے پہلے مل چکی تھیں۔۔

جی۔۔ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی رشتہ کی بات چلاس۔۔ اب دوسری عورت بولی۔۔

ہاں کیوں۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں تو خود یہی چاہتی ہوں۔۔۔ ابھی سکطب صاحب کو بلا تی ہوں۔۔۔ پھر وہاں ماہ بیر اور بینش کی منگنی کی تاریخ رکھی گئی۔۔۔ جو کے اج سے دو ہفتے بعد کی تھی۔۔۔ ماہ بیر جو میلیوں دور بیٹھا تھا اسے خبر ہی نہیں تھی کہ یہاں کیا ہو رہا ہے

طبعیت کیسی ہے۔۔۔ وہ ٹیوی لاونچ میں بیٹھی تھی جب عصام اس کے قریب آکے بیٹھا۔۔۔ ذج وہ جلدی اگیا تھا

ٹھیک ہوں۔۔۔ ریموت رکھ کے وہ کھڑی ہونے لگی عصام نے واپس بیٹھایا۔۔۔

ناراض ہونے کی غلطی نہیں کرنا۔۔۔ ہاتھ پکڑتے گھورا۔۔۔

ہو بھی نہیں رہی۔۔ہاتھ کھینچتے عشوے نے منہ بنایا۔۔

تو پھر بیویوں والے خزرے کر رہی ہیں۔۔اس کے منہ بسورنے پہ اُنی برو اچکائیں۔۔

جی نہیں۔۔میں اپ کو اپنا شوہر سمجھتی ہی نہیں ہوں۔۔ہاتھ زور سے کھینچا۔۔

تو اور کیا سمجھتی ہیں۔۔غلام۔۔وہ سیر لیں ہوا۔۔

خریدار۔۔اپ نے مجھے خریدا ہے۔۔اسے یہ بات نہیں بھولتی تھی

نہیں خریدا میں نے۔۔بس اپ کے بابا نے بیچا تھا تو مجھے لینا پڑا۔۔ورنہ

ورنہ۔۔عشوے نے اس کی انکھوں میں دیکھا۔۔۔

ورنہ اپ اس دنیا میں نا ہوتیں۔۔۔ اس کے کان کے قریب ہوتے اسے ڈرانا چاہا۔۔۔

میرے بابا مجھے بچپن میں ہی مار دینا چاہتے تھے۔۔۔ دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔۔۔ وہ پہلے ہی خوف زدہ تھی۔۔۔

ہاں۔۔۔ وہ تو میں نے دیکھ لیا۔۔۔ اور کہا کہ یہ مجھے دے دیں۔۔۔ اور مجھ سے پسیے لے لیں۔۔۔ اس کے چہرے سے کہیں بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ مزاق کر رہا ہے۔۔۔

کتنے پسیے چاہیے تھے انہیں۔۔۔ بجھتے دل کے ساتھ پوچھا

ڈیڑھ کروڑ چاہیے تھے انہیں۔۔ لیکن میں نے سوچا۔۔ اتنی۔۔ پیاری گڑیا کو ڈیڑھ کروڑ میں نہیں سیدھا دو کروڑ میں خرید لیتا ہوں۔۔ ان کا بھی بھلا ہو گا اور میرا تو ویسے ہی ہو رہا تھا۔۔ اس کی انکھوں میں سچیلیتی نہیں کر دیکھتے وہ رکا۔۔

ب۔۔ ب۔۔ اے ایسا کیوں کیا۔۔ اس کے اوaz میں بھی نمی گھلی۔۔

مجھے کیا پتہ۔۔ شاید انہیں تم اچھی نا لگتی ہو۔۔ وہ ابھی تک اس کے دل سے کھیل رہا تھا اور عشوے کا دل جیسے کوئی مٹھی میں لیے بھیجنچ رہا تھا۔۔

میں بابا سے نفرت کرتی ہوں۔۔ وہ اس سے دور ہوئی۔۔ میں ان سے شدید نفرت کرتی ہوں۔۔ وہ میرے پیارے بابا نہیں ہیں۔۔ وہ کبھی مجھ سے پیار نہیں کرتے تھے۔۔ ساری زندگی انہوں نے میرے ساتھ پیار کا ڈرامہ کیا۔۔ بہتی انکھوں کے ساتھ وہ چلانی۔۔۔۔۔ وہ ریاض سے محبت کرتے تھے کیونکہ وہ بیٹا تھا۔۔

مجھے ڈانٹتے تھے۔ انہوں نے کبھی میری کوئی خواہش پوری نہی کی۔۔۔ وہ زمین پہ بیٹھی۔۔۔ اپ کو پتہ ہے۔ اس کی اوaz اوپنجی اونے لگی۔۔۔

۔۔۔ وہ ہمیشہ مجھے کہتے تھے۔۔۔ کہ۔۔۔ وہ۔۔۔ مجھ سے۔۔۔ چکلی بندھی۔۔۔ بیٹیاں تو بابا کی جان ہوتی ہیں نا۔۔۔ وہ مجھے جان کہتے تھے۔۔۔ کہتے تھے میں ان کے دل کا ٹکڑا ہوں۔۔۔ دل کو کوئی ایسے بیچتا ہے۔۔۔
۔۔۔ تڑپ کے عصام کو دیکھا۔۔۔ دل نکال دیں تو مر جاتا ہے نا بندا۔۔۔ تو وہ زندہ کیوں تھے۔۔۔ وہ مر جاتے۔۔۔ وہ جو اس کے قدموں میں بیٹھی رو رہی تھی۔۔۔ اس کے گھٹنے کو تھاما۔۔۔ میری جان ہے ان میں یار۔۔۔ وہ کیسے۔۔۔ مجھے۔۔۔ مار سکتے تھے۔۔۔ ا۔۔۔ اپ جھوٹ بول رہے ہیں۔۔۔ اپ نے زبردستی خریدا ہو گا۔۔۔ وہ پچھے سر کی۔۔۔

عشوے۔۔۔ عصام نے ایک دم اسے بازو سے کپڑ کے اٹھایا۔۔۔ میں مزاق کر رہا تھا۔۔۔ اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔۔۔ اپ اتنی۔۔۔

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ اپ۔۔۔ مزاق نہی کر رہے تھے۔۔۔ سب۔۔۔ سچ ہے۔۔۔ کیونکہ میں نے بابا سے خود سنا تھا
۔۔۔ اس کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

کیا سنا تھا اپ نے۔۔ اپنے انگوٹھوں سے اس کے آنسو صاف کیے۔۔

با۔۔ باکسی سے کہہ رہے تھے۔۔ انہوں نے مجھے اپ کو سیل کر دیا تھا۔۔

کب سنا تھا۔۔ اسے صوفے پہ بٹھا کے پانی جگ سے نکالا۔۔

جب نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔۔ لبوں سے گلاس لگاتے ہچکی لی۔۔

اوہ۔۔ یعنی اس دن اس نے یہ خبر سنی تھی۔۔ وہ جو سوچ رہا تھا کبھی اسے نہیں بتائے گا وہ تو پہلے سے ہی جانتی تھی۔۔ اس دن بھی واپسی پہ اس نے یہ بات کی تھی لیکن عصام مراقب سمجھا تھا۔۔

وہ ایسے ہی کہہ رہے ہونگے۔۔ اپ پلیز روئیں نہیں۔۔ اس کے آنسو عصام کو تکلیف دے رہے تھے۔۔

کتنی دیر وہ اسے بہلاتا رہا۔۔۔ وہ جانتا تھا یہ بات اسے تکلیف دے گی۔۔۔ وہ کبھی نہیں چاہتا تھا ایک بیٹی کا دل اپنے باپ سے خراب ہوتا۔۔۔ اس کی دشمنی حمید سے تھی۔۔۔ وہ بس حمید کو اس کے زریعے تکلیف دینا چاہتا تھا پر یہاں تو عشوے دہری ازیت میں تھی

چھڑا ٹھیک کریں۔۔۔ وہ لوگ کمرے میں تھے۔۔۔ عشوے رو رو کے انکھیں سجا چکی تھی۔۔۔ نیچے عزت اور ریض اس سے ملنے آئے تھے

میں نہیں جا رہی۔۔۔ اس کا بلکل بھی دل نہیں تھا وہاں سے اٹھنے کا۔۔۔

کیوں نہیں جا رہیں۔۔۔ شabaش۔۔۔ اٹھیں۔۔۔ دل بھلے گا۔۔۔ زبردستی اس کے کندھے کے نیچے بازو رکھتے اٹھایا۔۔۔

منہ ہاتھ دھو لیں۔۔ انتظار کروانا اچھا نہیں لگتا گردن کے دونوں اطراف پہ بکھرے بالوں کو سمیٹ کے پیچھے کیا۔۔

جائیں۔۔ اب بالوں پہ کیچھر لگاتے اٹھایا۔۔ وہ بھی ناچار اٹھ گئی۔۔ اچھے سے منہ دھو کے کریم لگائیں۔۔ سانو لا رنگ مر جھا سا گیا تھا۔۔ کشش ماند پڑتی جا رہی تھی۔۔

اپ بھی ائیں۔۔ نکلتے نکلتے خیال ایا تو رکی۔۔

میں کیا کروں گا۔۔ وہ سونے لگا تھا۔۔

جو میں کروں گی۔۔ اس کے قریب اتے اٹھنے کا اشارہ کیا۔۔

میں نہیں ارہا۔۔ اور ضد بھی نہیں کرنی اپ نے۔۔ تکیہ انگھوں پہ رکھا

میں بھی نہیں جاوں گی۔۔

یار۔۔۔ وہ اپ کے بہن بھائی ہیں میرے نہیں۔۔۔ اور ارام سے چلی جائیں۔۔۔ ورنہ میں اپنے طریقے سے چھوڑ کر اول گا ورانگ دیتے اسے گھورا۔۔۔

اگلی بار اپ کو پہلے سمجھوں گی۔ جھک کے اس کے بال کھینچے۔ پھر گلے پہ جھولتا دوپٹہ سیدھا کیا۔ اور باہر نکل گئی۔ عصام حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جنگلی بلی۔ تکیہ گال کے نیچے ٹکاتے وہ اوندھا ہو کے سو گیا

جلدی نہی آگئی۔۔۔ ریض اس کے سامنے جھکا۔۔۔ پھر وہ عزت سے ملی۔۔۔

یہ تمہاری چیزیں دینے ائے تھے۔ ٹیبل پر پڑے پیکٹ اس کی طرف کھسکائے۔

یہ کس نے لیے۔۔ ناول نکال کے دیکھتے مسکرائی۔۔

کون خرید سکتا ہے۔۔ ریض نے جل کے کہا۔۔ عزت نے کندھے اچکائے۔۔

تھینکیو۔۔ میرا وقت اچھا گزر جائے گا۔۔ دوبارہ شاپر میں ڈالتے سیدھی ہوئی۔۔۔

تم رو کے ائی ہو۔۔ عزت بغور اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

نہیں سو سو کے۔۔ جلدی سے بات بنائی۔۔ کل تھوڑی طبعت خراب تھی تو ڈرپ لگائی تھی۔۔ اسی کی عنودگی تھی۔۔

ڈرپ لگانے سے نیند نہیں آتی۔۔ ریض بولا۔۔۔

نہیں اتی لیکن ڈاکٹر نے شاید انجیکشن ملایا تھا۔۔۔ بس اسی لیے۔۔۔

ہم۔۔۔ کچھ چھپا تو نہیں رہی۔۔۔ وہ بھائی تھا مشکوک نظر وں سے دیکھا۔۔۔

نہیں۔۔۔ کیا چھپانا ہے۔۔۔ سپٹائی۔۔۔

یہ تو تم ہی بتاو۔۔۔

کچھ نہیں ہے۔۔۔ فضول میں شک نہیں کرو۔۔۔ اور یہ چائے پیوں۔۔۔ میڈ ریفریشمنٹ لے آئی تھی۔۔۔

ہاں۔۔۔ اب وہ تمہیں اپنے پراؤیٹ لمحے تو نہیں بتا سکتی نا۔۔۔ میڈ کے جانے کے بعد عزت بڑھتا آئی۔۔۔ اور عشوے سرخ ہوئی۔۔۔ عزت ابھی بھی ریاض سے ناراض تھی۔۔۔ بقول اس کے وہ اس پر احسان کرتا تھا۔۔۔

اور ریاض وقوع یہ سوچتا تھا کہ وہ اس کے کام آکے احسان ہی کرتا تھا۔۔۔

اپ لوگوں کو یہ ناول کا چسکا پہلے تو نہیں تھا۔۔۔ اب کہاں سے ایسا ہے۔۔۔

پہلے بھی تھا۔۔۔ بس پہلے ہم کالج لابریری سے ہی لے لیتے تھے۔۔۔ اب جبکہ گھر لابریری تو ہے نہیں۔۔۔ تو بازار سے لینے پڑ رہے ہیں۔۔۔ عشوے نے تفصیل سے بتایا۔۔۔

تم کیا جانو ہم ناول پڑھنے والے کتنے حساس ہوتے ہیں۔۔۔ ہماری ایک الگ دنیا ہوتی ہے۔۔۔ جہاں ہم عیش کرتے ہیں۔۔۔ عزت نے ٹیڑھی انکھ سے دیکھتے کہا جیسے وہ ریاض کو جلانا چاہ رہی ہو۔۔۔

اسے خوابوں کی دنیا کہتے ہیں۔۔۔ اور جب خواب ٹوٹتے ہیں نا تو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔۔۔ یہ عیش عشرت گھر کے کاموں میں بدل جاتے ہیں۔۔۔ حساس دل جب اماں کے طعنے تشنے سنتا ہے نا تو بہت زور کا ٹوٹتا ہے۔۔۔ ریاض نے پورا گھومتے اس کی انکھوں میں دیکھ کے کہا۔۔۔

یہ تم لوگ دشمن کب سے بنے ہو۔۔۔ عشوے حیرت سے ان کی جلی ہوئی باتیں سن رہی تھی۔۔۔

جب سے تم نے ناولز کا کہا ہے--- تمہاری وجہ سے---

میں نے ناولز لینے کا کہا تھا۔ لڑنے کا تو نہیں۔۔۔

تمہارے بھائی نے ہی شروع کیا تھا سب۔۔۔ ورنہ مجھے کیا پڑی تھی اس کے منہ لگنے کی۔۔۔

اپ کو منہ لگا بھی نہیں رہا۔۔۔

میں لگ بھی نہیں رہی۔۔۔

لگاؤں گا تو لگیں گی نا۔۔۔

تم لگاؤ گے تب بھی نہیں لگوں گی۔۔۔

بس بس۔۔۔ انگی پڑ پڑ چلتی زبان کو عشوے نے روکا۔۔۔ تم لوگ بے شک ایک دوسرے کو منہ لگاؤ یا نا لگاؤ۔۔۔ لیکن ابھی یہ چائے کو منہ لگا لو یہ ٹھنڈی ہو رہی ہے

ہونہہ ریض نے کپ اٹھا لیا۔۔۔ عزت نے بھی اگے ہو کے اپنا مگ اٹھا لیا۔۔۔

ان کے جانے کے بعد وہ کمرے میں ائی تو عصام سورہا تھا۔ اپنی سائنس پر اتنے ناول سائنس ٹیبل پر رکھے۔ پھر دوسرا پیکٹ کھولا۔ جس میں اس کی کبڈی والی چھوٹی چھوٹی چیزیں تھیں۔ جیولری کارڈز جو کالج اور سکول میں دوستوں نے دیے تھے۔ اور ایک پتھر۔ کالے رنگ کا۔ یہ وہی تھا جو عصام نے بھیجا تھا پھر کچھ یاد انے پر عصام کے گال کے نیچے سے تکیہ کھینچا۔

ہوں س۔ وہ جو گہری نیند میں تھا۔ ایک دن سے تکیہ کھینچنے پر اس کی انکھ کھلی۔

اپ کے پاس میرا نمبر کہاں سے ایا تھا۔

کون سا نمبر۔ اب چہر اس کی طرف کیا۔

میرا موبائل نمبر۔۔ اپ نے شادی سے پہلے مجھے کال کی تھی یاد یے اپ کو۔۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

مجھے نہیں یاد۔۔ انکھیں واپس بند کیے جواب دیا
وہی جب اپ یہ پتھر بھیجا تھا۔۔ اسی رات کو اپ نے کال۔۔ کی تھی یاد کریں۔۔۔

مجھے فلحاں کچھ بھی یاد نہیں ہے۔۔ اور تنگ نا کریں۔۔ سونے دیں۔

کیوں سونے دوں۔۔ میں جاگ رہی ہوں۔۔ اپ سور ہے ہیں۔

کچھ زیادہ ہی فری نہیں ہو رہیں۔۔ انکھیں کھولتے اسے بغور دیکھا۔۔ دوپٹہ سر سے ڈھکلتا کندھے پہ جھوول رہا تھا۔۔

ہاں جی۔۔ سارا دن فری ہوتی ہوں۔۔ کچھ کرنے کو نہیں ہوتا۔۔ بور ہوتی ہوں۔۔ ابھی اپ گھر ہیں تو بھی بور ہی ہو رہی ہوں۔۔ روہانسے ہوتے دیکھا۔۔ میں بلکل اکیلی ہو گئی ہوں۔۔

اکیلی کہاں ہیں۔۔ دانیہ اپی ہوتی ہیں اباں۔۔

اباں کی تو بات ہی مت کریں۔۔ اسے اپ نے ہی منا کیا ہوا ہے نا۔۔

اچھا دانیہ اپی سے ہی دوستی کر لیں۔۔

کیسے کروں۔۔ وہ بھی سارا دن اپنے کمرے میں رہتی ہیں۔۔ یا اباں کے پاس۔۔۔

تو میں اپنا کام چھوڑ دوں۔۔ ائی برو اچکائے۔۔ کیونکہ ہر حل کو وہ انگار رہی تھی۔۔

ن۔۔ نہیں۔۔ بس میرا موبائل واپس کر دیں۔۔

موبائل نہیں دینا۔۔ اس کے علاوہ جو بھی کہیں۔۔۔

موبائل میں کیا مسلہ ہے۔۔ میں نے کون سا کسی ایرے غیرے کو کال کرنی ہے بس۔۔۔ وہ خاموش ہوتی۔۔

بس۔۔۔ بس کے بعد اگے کچھ نہی ہے۔۔۔ نا۔۔۔

یہ جو ناول منگوائے ہیں یہ پڑھا کریں۔۔۔

پڑھ لوں گی شکریہ مشورہ دینے کے لیے عشوے کو غصہ اگیا۔۔۔ میرا موبائل واپس کریں مجھے نہی

پتہ

پہلے کیا ہوا تھا بھول گئی ہیں۔ فضول کی ضد ناکریں خود نقصان اٹھاتی ہیں۔۔۔ چہرا دوسری طرف پھیرتے وہ اس کا دل توڑ گیا۔۔۔ عشوے صبر کا گھونٹ بھر کے رہ گئی۔۔۔ پتہ نہی موبائل کیوں نہی دیتا تھا۔۔۔

بتہمیز۔۔۔ اس کی چوڑی پشت کو گھورتے بڑ بڑائی۔۔۔

سلام عصام شخ۔۔۔ اگلے دن وہ افس بیٹھا تھا جب ان نون نمبر سے کال آئی۔

واعلیکم اسلام۔۔۔ جی کہیے۔۔۔ وہ فائل دیکھ رہا تھا۔۔۔ اج بشیر اینڈ سانز کمپنی کی ڈلیوری کرنی تھی۔۔۔ اور وقت بہت کم تھا۔۔۔

ایویٹیشن کارڈ تو۔۔۔ مل گیا ہو گا۔۔۔ ماہ بیر نے گیٹ سے داخل ہوتے واپس بند کیا۔۔۔

ایویٹیشن۔۔۔ سوچتے اس نے ٹیبل پہ نظر دوڑائی۔۔۔ سامنے براؤن کلر کا کارڈ پڑا تھا۔۔۔ جیسے اٹھا کے دیکھا۔۔۔ ماہ بیر۔۔۔ اچھا۔۔۔ مبارک ہو گئی۔۔۔ بڑے جلدی محبت ختم ہو گئی ہے۔۔۔ لطیف سا نظر کرتے پورا کارڈ کھولا۔۔۔

اپنی بیوی کی ساتھ آئیے گا۔۔۔ انتظار کروں گا۔۔۔ اس کے ظریف کو اگنور کرتے ماہ بیر ٹیوی لاونچ میں داخل ہوا۔۔۔ سامنے ہی پلوشہ شاپنگ بیگز پھیلانے جانے کیا کر رہی تھیں۔۔۔

میرا تو مشکل ہے۔۔ لیکن اپنی مسز کو بھیج دوں گا۔۔ دوبارہ فائل پر نظریں مرکوز کیں۔۔

جی بہتر۔۔ فون بند کر کے جیب میں ڈالا۔۔

دیکھو۔۔ ان میں سے کون سا کل پہنے گی وہ۔۔ فون بند ہوتے ہی پلوشہ نے اسے مخاطب کیا۔۔

یہ گرین والا۔۔ سی گرین کلر پر نشان دہی کرتے وہ کچن میں ایا۔۔ پانی کا گلاس۔۔ بوائے کہتے واپس پلوشہ کے پاس بیٹھ گیا۔۔

میں تمہارے لیے بہت خوش ہوں۔۔ وہ واقع بہت خوش تھیں۔۔ ماہ بیر کو منانے میں زیادہ مسلہ نہیں ہوا تھا۔۔ شادی تو کرنی ہی تھی۔۔ عشوے سے پہلے نہیں ہو سکی تو اب کیسے ہوتی۔۔ تو پھر کیوں نا وہ بینش سے ہی کر لیتا۔۔ کہتے ہیں نا اگر وہ ناملے جس سے محبت ہے تو اس کے ہو جاو جو اپ سے محبت کرتا ہے۔۔ وہ بھی یہی کر رہا تھا۔۔

میں اپنے کمرے میں ارام کرنے جا رہا ہوں۔۔۔ ڈسٹر ب مت کیجیے گا۔۔۔ پانی پی کے وہ کمرے میں
چلا گیا۔۔۔

تیرہ سال پہلے

وہ اسفند اور منزہ کا اکلوتا بیٹھا تھا۔۔۔ بہت لاڑلا اور بہت پیارا۔۔۔ سونے کا چیج منہ میں لے کے پیدا ہونے والا بچہ عصام۔۔۔ اس کی زندگی کی مشکلات شروع تب ہوئیں تھیں جب اس کی ماں کی عزت لوٹی گئی تھی۔۔۔ وہ اندر ہیری رات تھی۔۔۔ اسفند گھر نہیں تھے اس لیے منزہ کے ساتھ وہ سو گیا۔۔۔ ورنہ اس کا کمرہ الگ تھا۔۔۔ رات کا پچھلا پھر تھا جب وہ اٹھ کے واش روم گیا۔۔۔ پیچھے سے کوئی اندر آیا اور اس کی ماں کی اوaz بلند ہوئی۔۔۔ جب اس نے دیکھا تو وہ حمید تھا۔۔۔ پاس پڑا واز اٹھا کے مارنے کے لیے وہ اگے بڑھا لیکن اس سے پہلے حمید نے اسے شیشے کی بوتل دے ماری جس سے وہ وہیں بے ہوش ہو گیا۔۔۔ کچھ دن بعد خبر سنی کے وہ بھائی کے عہدے پہ سرفراز ہونے والا ہے۔۔۔ لیکن اس خبر سے اس کے ماں باپ میں لڑائیاں ہونے لگیں۔۔۔ وقت گزر انو ماہ میں اس ننھی سی

گڑیا نے جنم لیا جس کا نام انزش رکھ گیا۔ انزش اس سے کئی سال چھوٹی تھی۔ منزہ نے اسے اپنے
اغوش میں لیا تو اس کا باپ اس کی ماں سے نفرت کرنے لگا۔ اسی ٹینشن میں سن کا کاربار ختم
ہونے لگا۔ ایک دن وہ اپنے سکول کا کام کر رہا تھا جب اسفند اس کے کمرے میں ایا۔ اس کے
ہاتھ بہت ساری فائلز تھیں۔ جو عصام کو دیں۔

یہ ہماری زمین۔ اور ہماری فیکٹری کے کاغذات۔ ان کی حفاظت تم نے کرنی ہے۔۔۔ یہ اصلی
کاغذات ہیں۔۔۔

اس بات کو وہاں سے گزرتے ایک شخص نے سنا۔ اور اس نے اپنے پلیں۔ میں رد بدل کیا۔۔۔
اگلے دو دن کے اندر اسفند کی موت ہو گئی۔ یہاں اسفند کی موت ہوئی وہاں منزہ اس صدمے
سے چل بسیں یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ منزہ قدرتی موت مری ہیں یا۔۔۔؟۔۔۔ کچھ دن بعد تنہی پری
انزش بھی خالق حقیقی سے جا ملی۔۔۔

اسفند کو قتل کرتے وقت ایک ویڈیو بنائی گئی۔ جس میں حمید نے چاقو سے اسفند پہ حملہ کیا تھا
— اس میں اس کی شکل واضح نہیں تھی۔ لیکن حلیہ اسی کا تھا۔ یہ ویڈیو منظرے عام پہ انی
— حمید کو گرفتار کیا گیا۔

زندگی کا رخ ہی بدل گیا۔ چونکہ حمید اب بڑے لوگوں میں شمار ہوتا تھا اثرورسوخ سے کچھ ہی ماہ
میں رہا ہو گیا۔ عصام جانتا تھا یہ قتل حمید نے ہی کیا ہے۔ لیکن حمید ماننے کو تیار نہیں تھے۔

تیرہ سال پہلے حمید کی زبانی

وہ خود نہیں جانتا تھا یہ قتل کس نے کیا ہے۔ وہ کس کی دشمنی کے بھینٹ چڑھ رہا ہے اس سب
واقعات کے بعد اسفند کا وکیل حمید کے پاس آیا۔ جس میں وصیت نامہ تھا۔ عصام کم عمر تھا اس
لیے وہ تمام جائیداد اس کے نام نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ جائیداد حمید کے نام کی گئی۔ ایک شرط پہ
— کہ عشوے کے اٹھارہ سال کے ہوتے ہی وہ تمام جائیداد خود بخود اس کی ہو جائے گی۔ یہاں

ایک اور حکم تھا اس کے بارے کا اسفند شیخ کا۔ جس میں یہ کہا گیا تھا کہ عشوے کا نکاح ابھی عصام سے کیا جائے گا۔ یہ تمام جائیداد اپنے حقدار تک ایسے پہنچیں گی۔ لیکن جب یہ نکاح کی بات عصام سے کی گئی تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ وہ اس چھوٹی سی بچی سے ہرگز نکاح نہیں کرے گا۔ وہاں پہنچنے والے پیسوں کے عوض بیچا تھا۔ منتظر تھے۔ تاکہ وہ اس کے سامنے مجبور ظاہر ہو۔ اور عصام کو موقع ملا تھا بدلہ لینے کا۔ وہاں ان کا نکاح ہوا۔ ان کی بیٹی تمام زندگی کے لیے اس کے نام سے منصوب ہو گئی۔

تیرہ سال پہلے عصام

وہ اس گھر سے نکل گیا۔ کیونکہ اسفند نے اس کے لیے ایک لیٹر چھوڑا تھا۔ جیسے اس کے باپ اور اس کی ماں کو قتل کیا گیا تھا۔ ویسے ہی اسکی جان کو خطرہ تھا۔ اس نے تین سال دربداری میں محنت مزدوری کر کے گزارے پھر دوبارہ سے تعلیم شروع کی۔ وہ بہت قابل اور زہین تھا۔ اس کی زندگی ایسی تھی جیسے کسی پیر کی ہوتی ہے۔ اس سے کام تو سب کو ہوتا ہے لیکن اپنے مطلب

کے لیے۔ اس نے اسی کو غیمت جانا۔ اور تیرہ سال بعد جب وہ پچھیں سال کا ہوا۔ وہ واپس اسی جگہ ایسا جہاں سے نکلا تھا پانچ سال میں اس نے اپنا کاروبار سٹ کیا۔ اپنا گھر جہاں اس کے ماں باپ ہوتے تھے اسے سٹ کیا اس کا نقشہ ہی بدل دیا۔ ان پانچ سالوں میں ان تمام لوگوں کے ہر ہر دن کا پتہ لگایا۔ ان کی زندگی کیسی تھی کیسے ہے۔۔۔ کیا کیا انہوں نے کھویا اور کیا کیا پایا۔۔۔ پھر وہ دوبارہ سے حمید کی زندگی میں ایسا۔۔۔ اپنی بیوی کو لینے۔۔۔ عشوے عصام کو اپنا بنانے کے لیے ۔۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا اگر وہ اس کی ہو گئی تو سب کچھ اس کا ہو جائے گا۔۔۔ اور یہ محض ڈالاگ نہیں تھا۔۔۔ حقیقتاً سب کچھ اس کا ہو جاتا۔۔۔

اپ کے کزن کی انگلیجمنٹ ہو رہی ہے۔۔۔ وہ کمرے میں ایسا تو عشوے ناول پڑھ رہی تھی۔۔۔ متوجہ کرنے کے کیے بات بنائی

کون سی۔۔۔ بے دھیانی میں ایک نظر اسے دیکھا۔۔۔
کونسی نہیں کونسے۔۔۔ اس کے ہاتھ سے ناول لے کے سائد پر رکھا۔

میں پڑھ رہی تھی۔۔ پچ گم ہو گیا۔۔ ایسے اسے بند کرتے دیکھ کے روہانی ہوئی۔۔

کچھ نہیں ہوتا دوبارہ مل جائے گا۔۔ کف فولڈ کرتے اس کے پاس بیٹھا۔۔ وہ اسے گھور کے دیکھ رہی تھی۔۔

ماہ بیر کی منگنی ہو رہی ہے۔۔ اس کی انکھوں میں دیکھتے کہا۔۔ جیسے وہ کچھ جاننا چاہ رہا ہو

کس کی۔۔ ایک لمحے کے لیے عشوے سمجھ نہیں پائی کہ اس نے کیا کہا ہے۔۔۔ م۔۔۔ اہ بیر۔۔۔ اس کارنگ فق ہوا۔۔

جی۔۔ ماہ بیر کی۔۔ انویٹیشن کارڈ ایسا ہے۔۔

وہ اسے مسلسل دیکھ رہا تھا۔۔ چہرے پہ اتنے جاتے رنگ۔۔

اپ کو اس سے محبت ہے۔۔ جانے کیا سوچ کے اچانک پوچھ لیا۔۔

ن۔۔ نہیں۔۔ بلکل بھی نہی۔۔ اسے لگا اگر اس نے سچ بول دیا تو ساری زندگی کے لیے عصام کی نظر وہ سے گر جائے گی۔۔۔

تو پھر ہم لوگ کل چلیں گے۔۔ ٹھیک ہے۔۔ اس کا ہاتھ پکڑا جو سرد پڑ رہا تھا۔۔ اسے اچھا لگا کہ عشوے نے انکار کیا ہے۔۔ بے شک جھوٹ تھا۔۔ لیکن اس کا دل مطمئن تھا۔۔

میں چلنچ کر لوں پھر کھانا کھاتے ہیں۔۔ ہاتھ تھپتھپاتے اس کے پاس سے اٹھ گیا۔۔ پیچھے کتنی دیر عشوے ساکت بیٹھی رہی۔۔ عزت نے سچ کہا تھا ماہ پیر اس سے محبت نہی کرتا تھا۔۔ پھر وہ کیوں اس کے کیے اتنا پاگل ہو رہی تھی۔۔ مجھے بھی نہی ہے محبت۔۔ کسی سے بھی۔۔ سر جھنکتے دوبارہ سے ناول اٹھا لیا۔۔

چلیں۔۔ ابھی وہ ڈھونڈھ رہی تھی عصام دوبارہ نازل ہوا۔۔

اپ کھا لیں مجھے بھوک نہی ہے--

میں اکیلا بیٹھ کے کھاؤں گا۔۔۔ اسے زبردستی اٹھایا۔۔۔

عشوے پچ فولڈ کرتے اس کے ساتھ اگئے۔۔۔ کھانا پہلے سے ہی ٹیبل پہ لگا ہوا تھا۔۔۔

منہ کیوں پھولا ہوا ہے۔۔۔ کل انجوائے کرنا۔۔۔ اچھا ہے نا۔۔۔ ماما بابا سے مل لیں گی۔۔۔

مجھے نہی جانا۔۔۔ ایک دم سے کہا۔۔۔

جانا تو پڑے گا۔۔۔ نوالہ لیتے گھورا۔۔۔

ضروری ہے کیا۔۔۔ وہ لوگ ہمارے ریسیپشن پہ ائے تھے۔۔۔ شکوہ کیا وہ ماہ بیر کا سامنہ نہی کرنا چاہتی
تھی۔۔۔

تو ہم ان جیسے نہیں ہیں نا۔۔۔ وہ کبھی بھی عشوے کو اس کے باپ سے ناملنے دیتا۔۔۔ لیکن وہ یہ ضرور چاہتا تھا کہ ماہ بیر دیکھے کہ عشوے اس کے بغیر کتنی خوشی ہے۔۔۔ اسے جیلیسی بھی کہہ سکتے ہیں۔۔۔

میں کیا کروں گی وہاں جا کے۔۔۔ میرا دل نہی کرتا جانے کا۔۔۔ یہاں خوش ہوں میں۔۔۔

تو وہاں سب کو بتائیں گے نا ہم یہاں خوش ہیں۔۔۔ ساتھ ساتھ وہ کھانا بھی کھارہے تھے

نہیں۔۔۔ مجھے نہیں جانا۔۔۔ وہاں بور ہوں گی۔۔۔ حلانکہ کے عزت کے ہوتے وہ کبھی بور نہی ہو سکتی تھی۔۔۔ اب کے بار عصام نے کچھ نہیں کہا۔۔۔ بس خاموشی سے کھانا کھاتا رہا۔۔۔

پھر ہم لوگ نہیں جا رہے نا۔۔۔ کمرے میں واپس اتے عشوے نے دوبارہ کنفرم کیا۔۔۔

جا رہے ہیں۔۔۔

ہم کیا کریں گے وہاں

ڈانس۔۔۔ وہ عاجز ایا۔۔۔

مجھے نہیں اتا۔۔۔ پاؤں پختے وہ پاس سے گزری۔۔۔ عصام نے کلائی پکڑتے اسے حصار میں لیا۔۔۔

عشوے کا دل دھک سے رہ گیا

میں سیکھا دوں گا۔۔۔ کندھے پہ ٹھوڑی ٹکائی۔۔۔

ا۔۔۔ اپ کو اتا ہے۔۔۔ عشوے کی پشت اس کے سینے سے لگی تھی

ہاں تھوڑا بہت۔۔۔

مجھے تھوڑا بہت بھی نہیں اتا نا۔۔۔ کسماتے الگ ہونا چاہا۔۔۔

میں اپ کو ایسے پہلے اپنے قریب کروں گا۔۔۔ حصار کو مضبوط کرتے گویا ہوا

میں اپ کی گردن پہ بائٹ کروں گا۔۔۔ پھر جھک کے گردن پہ ہونٹ رکھے۔۔۔

وہ انکھیں کھولے اسے سن رہی تھی۔۔۔ اس کے لمس سے اس کا پورا وجود سرد ہوا۔۔۔

پھر کندھے پہ-- ہونٹ اب کندھے پہ ارسائے--

انکھ دباتے وہ اسے سمنے پہ مجبور کر گیا

پھر گھما کے اپ کا رخ اپنی طرف موڑوں گا۔۔۔ اسے گھماتے سامنے کیا۔۔۔ پھر جھٹکے سے اس کے سر
کو پچھے گرا یا

اور اپ کہ شہہ رگ پہ ایک بوسہ دوں گا۔۔۔ جھک کے اس کہ شہہ رگ پہ ہونٹ رکھے عشوے
کہ روح تک کانپ گئی۔۔۔ چپ اگے کچھ نہیں۔۔۔ تیزی سے سیدھی ہوئی۔۔۔

پھر۔۔۔ کندھے سے بلاوز کا

تیزی سے اس کے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھا۔۔۔ بس۔۔۔ کانپتا ہاتھ اس کے ہونٹوں اے ٹکرایا۔۔۔ مبادہ وہ
بے شرمی کی حد ہی نا کر دے۔۔۔

ڈانس سیکھا رہا ہوں۔۔ پر تپش نگاہوں سے سرخ ہوتی اس لڑکی کو دیکھا۔۔ جو بس گرنے والی تھی

--

ن۔۔ نہیں۔۔ یہ ڈانس نہی ہے۔۔ اسے پچھے کرتے الگ ہوتی۔۔

اور کیا ہے۔۔ وہ ہنوز اسے اپنی نظروں میں رکھے ہوئے۔۔ مجھے نہیں پتہ۔۔ لزرتی پلکیں اٹھا کے اسے گھورنا چاہا۔۔ لیکن اس کی بے باک نظروں نے اگلے ہی لمحے اسے واپس گرانے پر مجبور کر دیا

--

اوہ۔۔ یہ پلکوں کا چلمن۔۔ وہ جان بوجھ کے اسے تنگ کر رہا تھا اور عشوے جان بچاتی ڈرینگ روم میں گھس گئی۔۔ عصام نے بمشکل اپنا قہقہہ روکا۔۔

اگلے دن وہ عصام کے ساتھ فلکشن میں آئی تھی۔۔ سبھی انہیں دیکھ رہے تھے ماما اور بابا سے ابھی ملاقات نہیں ہوئی تھی عصام ایک طرف بیٹھا تھا کچھ بزنس فرینڈز جانے والوں کے ساتھ وہ اور عزت۔۔ کافی دیر ایک ساتھ بیٹھی رہی تھیں۔۔ پھر پلوشہ اسے ساتھ لے گئیں تو عشوے بھی اکیلی ہو گئی۔۔ شاید ماما لوگوں کو نہیں بلا�ا۔۔ ریض بھی نہیں ہے۔۔ ایسے ہی خیالوں میں چلتے اسے زمین پر پڑا کچھ ملا۔۔ وہ تصویر تھی۔۔ اٹھا کے دیکھی تو ماہ بیر کی تھی۔۔ ایک لمحے کے لیے پھر سے دل بے قابو ہوا۔۔ ابھی وہ دیکھ رہی رہی تھی جب اسے لگا کوئی ارہا ہے تیزی اے تصویر آستین میں چھپائی۔۔ اور وہاں سے نکلی۔۔ وہ رونا چاہتی تھی ایک بار پھر سے وہ۔۔ محبت اپنے وجود سے نکالنا چاہتی تھی جو اس کے اندر ماہ بیر کے نام سے دھڑکتی تھی۔۔

آ۔۔ آ۔۔ پ۔۔ حلق ترکرتے اس کا چہرا شرمندگی سے سرخ ہوا تھا۔۔ آپ یہاں کیسے۔۔۔۔۔ وہ جو سب رعنائیوں سے جان چھڑاتے چکپے سے میکسی کو ایک طرف سے پکڑے لان کی پچھلی طرف آئی تھی کہ قدرے اندھرے کی وجہ سے یہ جگہ ویران تھی اور وہ کسی کو نظر نا آتی۔۔

میں دیکھنے آیا تھا کہ۔۔۔ وہ جو عین اس کے سامنے کھڑا ہاتھ باندھتے اس کہ چہرے پہ اتے جاتے خوف اور پریشانی کے رنگوں کو دیکھ کے زرا اگے ہوا۔۔

ک---کیا دیکھنے---خوف سے مکمل کھلی انکھوں میں پلکی سرخی اترنے لگی تھی---انکھوں کے قریب سے بال ہٹانے کے لیے اس نے بازو کو حرکت دی تو آستین سے کچھ زمین پہ گرا تھا۔

کہ---وہ لب بھیختے رکا---کہ اپ یہاں سے کیا چرا کے لے جا رہی ہیں---کپکپاٹی پلکوں کو دیکھتے اس نے بات بدل دی---اور عشوے جو سانس روکے اس کے الفاظ کی منتظر تھی۔۔۔ ایک دم سے ریلکس ہوئی۔۔۔

ک۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ کچھ بھی تو نہیں۔۔۔ گہرے سبز رنگ کی میکسی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کے زرا سا اوپر کیا جو زمین پہ لگ رہی تھی۔۔۔

میں بھلا کیا چراوں گی۔۔۔؟ جن انکھوں میں کچھ لمحے پہلے خوف تھا۔۔۔ وہاں اب سکون نے ایک بار پھر بسیرا کیا۔۔۔ ہاتھوں کی انگلیوں کو مردڑتے وہ ایک قدم پیچھے ہوئی اور تیزی سے رخ بدلتے وہاں موجود رنگ برنگے لوگوں میں گم ہو گئی۔۔۔

پچھے کھڑے اس ماہ بیر نے اسے جاتے اور پھر او جھل ہوتے دیکھا تھا۔ سر جھکلتے ایک نظر زمین پہ گری چیز کو دیکھا۔ وہ تصویر تھی۔۔۔ نیچے جھک کے اٹھایا۔ جو زمین پہ الٹی پڑی تھی اسے گھما کے دیکھا۔۔۔

ع۔۔۔ عشوے۔۔۔ تصویر دیکھتے جیسے وہ سکتے میں ایا۔۔۔

دوسری طرف عشوے گھری سانس لیتے اپنی آستین کھنگال رہی تھی۔۔۔ مطلوبہ چیز ناپاکے اس کا دل لزر گیا۔۔۔ کیا وہ اج اپنا مان کھو دینے والی تھی۔۔۔ یا وہ انا۔۔۔ یا شاید بھرم جو وہ اتنے دنوں سے اپنے اوپر چڑھائے ایسے پھرتی تھی جیسے وہاں رہنے والوں میں سب سے زیادہ لا تعلق اور خوش ایک وہ ہی ہے۔۔۔ حلاںکہ وہ تصویر اس کے پاس بس کچھ لمحوں کے لیے انی تھی۔۔۔

پچھے کھڑے ایک اور شخص نے وہ سارا منظر دیکھا تھا۔۔۔ مٹھیاں بھینپتے جیسے اس نے خود پہ کنٹرول کیا۔۔۔

وہ تصویر ہاتھ میں لیے بیٹھا تھا۔۔۔ رات کے دونج رہے تھے فلگشن کے بعد سب کچھ سمیئنے میں کافی وقت لگ گیا تھا۔۔۔ ابھی کمرے میں آتے اس نے تصویر جیب سے نکالی۔۔۔

اگر یہ عشوے کے پاس تھی تو کس وجہ سے۔۔۔ وہ تو اس سے محبت کرتی ہی نہی تھی۔۔۔ تو پھر یہ اس کے پاس کیوں تھی۔۔۔ پرسوچ نگاہوں سے تصویر کو دیکھا۔۔۔

عزت سے بات کرنی پڑے گی۔۔۔ کیونکہ اب وہی صح بتا سکتی ہے۔۔۔

پھر صح وہ پہلی فرصت میں عزت کے پاس ایا۔۔۔ وہ ابھی ابھی اٹھی تھی اسے کمرے میں دیکھ کے جیران ہوئی

بھائی اپ۔۔۔ خیریت۔۔۔

خیرت تو اب تم ہی بتاو گی۔۔۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ اگر کوئی گڑ بڑ ہوئی تو اچھا نہی ہو گا۔۔۔

ایک بات بتاو۔۔۔ اور سچ سچ بتانا۔۔۔

جی پوچھیں۔۔ اسے لگا کوئی نارمل بات ہو گی

عشوے انٹر سٹڈ تھی مجھ میں۔۔ دو ٹوک انداز۔۔

ن۔۔ نہیں تو۔۔ وہ اپ کو بھائی۔۔

میں نے کہا سچ کہنا۔۔ جھوٹ نہیں۔۔ اس کے چہرے کی گھبر اہٹ بتا رہی تھی وہ جھوٹ بول رہی ہے۔۔

جی۔۔ وہ اپ میں انٹر سٹڈ تھی۔۔ انکھیں بند کرتے سچ بول دیا۔۔

اور تم نے اپنی دوست اور بھائی کی زندگی بر باد کر دی۔۔

وہ خوش ہے وہاں۔۔ وہ تیزی سے بولی۔۔

میں خوش ہوں یہاں---؟ اسی تیزی سے ماہیر نے کہا۔ میری بہن تھی تم۔ اور تم نے

جھوٹ---

ماں تو ماں تھی بہن نے بھی ویسا ہی کیا

آخر کیوں۔۔۔ وہ سر تھام کے پاس ہی بیٹھ گیا۔۔۔

بھائی اس میں اپ لوگوں کی ہی بھلانی تھی۔۔۔ مورے کو دیکھا نہیں وہ کیسے اس کے ساتھ دشمنی پہ اتری ہوئی ہیں۔۔۔ اس کی زندگی بر باد کر دیتیں۔۔۔

وہاں کون سا آباد ہے۔۔۔ اور تمہیں کس نے حق دیا تھا۔۔۔

وہ وہاں خوش ہے۔۔۔ اپ بھی بیش کے ساتھ خوش رہیں۔۔۔

بہت شکر یہ عزت--- تم نے ہماری خوشیوں کا خیال رکھا۔۔۔ بہت کچھ تھا جو اس وقت ماہ بیر کا ٹوٹا تھا۔۔۔ مان اور دل۔۔۔ اگر عزت سچ بول دیتی تو اج حالات کچھ اور ہوتے۔۔۔

اور عزت جو ان دونوں کے الگ ہونے کی بڑی وجہ بنی تھی۔۔۔ سر جھکا گئی۔۔۔

اب اس کی اور ریض کی باری تھی۔۔۔ قسمت ان کا ساتھ دیتی یا۔۔۔ عزت کا کردار ادا کرتے انہیں جدا کر دیتی

فلگش میں اپ پچھے لان میں کیا کرنے گئی تھیں۔۔۔ وہ ابھی فریش ہو کے آیا تھا عشوے چینچ کر کے سونے کے لیے لیٹ چکی تھی۔۔۔

پتہ نہیں۔۔ جب سے واپس ائی تھی تب سے ہی موڈ خراب تھا۔۔

مجھے پتہ ہے۔۔ ایک کٹیلی نگاہ اس کے وجود پر ڈالی۔۔

ک۔۔ کیا پتہ ہے۔۔ وہ جو کمفرٹ ٹھیک کر رہی تھی رکی۔۔

میں نے وہاں اپ کو اور ماہ بیر کو ایک ساتھ دیکھا ہے۔۔

وہ اپ کے اتنے قریب کیا کر رہا تھا۔۔ اس کی آواز میں ایک عجیب سی اجنبيت تھی جو عشوے کو خوف زدہ کر رہی تھی۔۔

ک۔۔ کچھ نہیں۔۔ اسے سمجھ نہیں آیا کیا جواب دے۔۔

کچھ تو کیا ہے۔۔

سچ بتا دیں کچھ نہی کہوں گا۔۔۔ برش ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھتے اسے دیکھا

میں وہاں رونے گئی تھی۔۔۔ ماہ بیر وہاں

بھائی لگائیں ساتھ۔۔۔ سرد لہجہ۔۔۔

رج۔۔۔ جی۔۔۔ بھائی۔۔۔ وہ اٹکی کیوں کہ عصام اس کے سامنے آکے بیٹھا تھا۔۔۔

پورا فقرہ دوبارہ دھرائیں۔۔۔ کمرٹر سائند پہ کیا۔۔۔ ایسے تو اپ مجھے ہی۔۔۔

وہ۔۔۔ ماہ بیر بھائی میرے پچھے اگئے۔۔۔ اور۔۔۔ کہا کے یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔

تو اپ نے کیا کہا۔۔۔ وہ اسے اپنی نظروں میں لیے ہوئے تھا۔۔۔ جو آہستہ آہستہ دور سرک رہی تھی

--

میں نے کہا کے ویسے ہی ائی ہوں--

گلد گرل-- یہ تو نہیں بتایا نارونے ائی ہیں--

ن-- نہیں--

پھر کیا ہوا--

پھر میں چلی گئی--

ٹھیک-- لیکن وہاں آپ کچھ گرا کے گئی تھی-- وہ اب نارمل انداز میں پوچھ رہا تھا--

ن-- نہیں-- تو-- عشوے ٹھیک

ہاں تو۔۔۔ کیونکہ میں نے خود دیکھ تھا ماہ بیر بھائی کو نیچے سے کچھ ٹھاتے۔۔۔ اس نے خود بھی ماہبیر کو بھائی کہا۔۔۔

م۔ مجھے کیا پتہ۔۔۔ کیا اٹھایا۔۔۔

وہ تصویر تھی جو اپ کی آستین سے نکلی تھی۔۔۔ عاصم نے اسے بازو سے کپڑتے اپنے سامنے کیا

ن۔ نہی۔۔۔ اپ۔۔۔ اپ کو غلط نہی ہوئی ہو گی۔۔۔

وہ ماہ بیر کی تصویر تھی۔۔۔ اس کی انکھوں میں انکھیں ڈالیں۔۔۔ عشوے پلکیں چھپکانا بھول چکی تھی۔۔۔ وہ بری طرح پھنسی تھی۔۔۔ کاش وہ تصویر نا اٹھاتی۔۔۔ دونوں طرف سے اسے نقصان ہی ہوا تھا۔۔۔

وہ۔ مجھے نیچے پڑی ہوئی ملی۔۔۔

اور اپ نے اٹھا لی۔ اسے جھٹکے سے چھوڑا۔ اس لیے لے کے گیا تھا اپ کو میں وہاں۔۔

میں نے کہا تھا نہیں جانا اپ ہی زبردستی لے۔۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا

منہ بند رکھیں۔۔ میں اس لیے نہیں لے کے گیا تھا کہ اپ وہاں اپنے ایکس۔۔ اس کے الفاظ پر
عشوے نے بے یقینی سے پلکیں اٹھا کے دیکھا۔۔

ائندہ غلطی سے بھی نہیں لے کے جاؤں گا۔۔ وہ زرا بھی شرمندہ نہیں ہوا۔۔

عشوے نے اس کے نیچے دبا کمرٹر کھینچا اور سر تک تان کے لیٹ گئی۔۔ مطلب اب مجھ سے بات
مت کرنا۔۔

کچھ دیر تو عصام اسے دیکھتا رہا پھر اٹھ کے سڑی میں چلا گیا۔ اس نے بھی ضروری نہیں سمجھا تھا
اسے منانا اور عشوے انتظار میں تھی کہ شاید غلطی کا احساس ہو جائے۔۔

میں بابا سے نفرت کرتی ہوں۔۔

میں ان سے شدید نفرت کرتی ہوں۔۔

وہ میرے پیارے بابا نہیں ہیں۔۔

وہ کبھی مجھ سے پیار نہیں کرتے تھے۔۔۔

ساری زندگی انہوں نے میرے ساتھ پیار کا ڈرامہ کیا۔۔ شاید وہ رو رہی تھی۔۔۔

وہ ریاض سے محبت کرتے تھے کیونکہ وہ بیٹا تھا۔۔

اڑیو سنتے ان کے دل کو کچھ ہوا۔۔ وہ اسے کیسے بتاتے کہ وہ اب بھی اس سے اتنی ہی محبت کرتے

ہیں

مجھے ڈانٹتے تھے۔۔ انہوں نے کبھی میری کوئی خواہش پوری نہی کی۔۔

ا۔۔ اپ کو پتہ ہے۔۔ اس کی اواز اوپنجی اونے لگی۔۔

وہ۔۔ ہمیشہ مجھے کہتے تھے۔۔ کہ۔۔ وہ۔۔ مجھ سے۔۔۔۔ ہمکلی بندھی۔۔

بیٹیاں تو بابا کی جان ہوتی ہیں نا۔۔ وہ مجھے جان کہتے تھے۔۔ وہ رو رہے تھے۔۔

وہ اسے بتانا چاہتے تھے اب بھی اس میں ان کی جان ہے۔۔

کہتے تھے میں ان کے دل کا ٹکڑا ہوں۔۔

اب بھی ہو۔۔ بے بسی سے ہونٹ پھٹ پھٹائے۔۔ وہ عصام کو کیسے بتاتے کہ وہ بے قصور ہیں۔۔ ان کو سزا دینے کے لیے ان کی بیٹی کو استعمال ناکرے۔۔۔

دل کو کوئی ایسے بیچتا ہے۔۔

دل نکال دیں تو مر جاتا ہے نا بندا۔ تو وہ زندہ کیوں تھے۔۔

وہ مر جاتے۔۔

میری جان ہے ان میں یار۔۔ وہ کیسے۔ مجھے۔۔ مار سکتے تھے۔۔

ا۔۔ اپ چھوٹ بول رہے ہیں۔۔ اپ نے زبردستی خریدا ہو گا۔۔

آڈیو کو ایڈیٹ کیا گی تھا۔۔

میں نے بابا سے خود سنا تھا۔۔

کیا سنا تھا اپ نے۔۔ عصام کی اواز ائی۔۔

با۔۔ با کسی سے کہہ رہے تھے۔۔ انہوں نے مجھے اپ کو سیل کر دیا تھا۔۔ آڈیو بند ہو گئی۔۔ وہ ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کے رو دیے۔۔ ویڈیو کے بعد یہ آڈیو تھی۔۔ جو انہیں ان نون نمبر سے موصول ہوئی تھی۔۔

عصام کو گئے دو ماہ ہو چکے تھے۔۔۔ وہ فیکٹری اور گھر سب کچھ حمید جے نام پہ تھے جو کے عشوے کے اٹھارہ سال کے ہوتے ہی اس کے نام ہو جانے تھے۔۔۔ اسفند کے بزنس کو حمید نے بمشکل دوبارہ کھڑا کیا تھا۔۔۔ ابھی وہ مکمل سٹیبل نہی تھا جب علی ایک ڈیمانڈ لے کے اس کے پاس آیا۔۔۔

اس کی بیوی کی وفات ہو چکی تھی۔۔۔ سولہ سالہ بیٹی کا باپ اسے سنبھال نہی پا رہا تھا چونکہ وہ ابھی تک گارڈ کے عہدے پہ ہی فائز تھا اس کے سارے پلین پہ پانی پھر گیا جب اسے پتہ چلا کہ جائیداد عصام کے نہیں حمید کے نام ہوئی ہے۔۔۔

سب کچھ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔۔۔ پھر اس نے ایک نیا پتہ تیار کیا۔۔۔ جو کہ اس کی بیٹی کی صورت میں تھا بقول اس کے۔۔۔ جوان بیٹی کی پرورش وہ اس غربت میں نہیں کر سکتا۔۔۔ اس لیے وہ چاہتا ہے کہ حمید کے گھر وہ اپنی آگے کی زندگی گزارے۔۔۔

چونکہ اس کی اپنی ایک اور بیٹی بھی تھی تو اس کے لیے مشکلات نہی ہو گی۔ لیکن یہاں حمید نے ایک اس کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا کیونکہ وہ نہی چاہتا تھا کہ اس کی بیوی اور اس کے درمیاں کوئی جھگڑا ہو۔۔

یقینا وہ اسے نہیں رکھے گی کوئی بھی عورت نا محرم عورت کو اپنے شوہر کے گھر رکھنا پسند نہی کرتی۔۔ یوں اس حوالی کی زمہ داری دانیہ کو سونپ دی گی۔۔ اٹھ سال بعد عصام کی واپسی اس حوالی میں ہوئی تو اسے ولیم کرنے کے لیے دانیہ وہاں موجود تھی۔۔ پہلے تو عصام کو وہ ایک انکھ نہیں بھائی پھر ہمدردانہ طور پر رکھ لیا۔۔ وہاں صرف ایک ملازمہ تھی جو چالس سے پینتالس سال کی تھیں۔۔ حوالی کی حالت ابتر تھی جیسے عصام نے دوبارہ سٹ کیا۔۔

آج عشوے کے پاس چلتے ہیں۔۔ آڈیو سنے کے بعد ان کا دل مچل رہا تھا اس سے ملنے کے لیے۔۔

وہ نوٹ بھی اٹھا لجئے گا جس کی وجہ سے اپ دل کے مريض بنے ہیں۔۔ انہیں ابھی بھی اس پر
غصہ تھا۔۔

درactual انہیں اپنے اپ پر غصہ تھا۔۔ کمی تو ان کی تربیت میں رہ گئی تھی جو ان کی بیٹی اتنی باغی ہو
گئی تھی۔۔ حلاںکہ انہوں نے پوری نظر رکھی تھی اس پر۔۔ ہر قسم کی ہر چیز پر۔۔ اس کا لپ ٹاپ
اس کا موبائل۔۔ ایک عمر تک وہ اسے ناول بھی نہیں پڑھنے دیتی تھیں کہ ان سے لڑکیوں کا دماغ
خراب ہوتا ہے

وہ تو بچی ہے تم بھی بچی بن جاو۔۔ عائشہ کو گھورا۔۔

ٹھیک ہے۔۔ شام کو چلیں گے۔۔ پتہ نہیں کیا سوچ کے وہ راضی ہوئیں۔۔

پھر شام پانچ بجے وہ لوگ باٹک پر عصام میش ائے تھے۔۔ لیکن وہاں اندر جانے سے منع کر دیا
کیونکہ سخت ہدایت تھیں کہ حمید صاحب کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہو گی۔۔ اندر کال کر کے گاؤ
نے دانیہ سے پوچھا۔۔

اب وہ کیا کہہ سکتی تھی۔۔ اگر عصام سے پوچھتی تو اس نے انکار کے ساتھ ساتھ بے عزتی بھی کر دیتی تھی۔۔

کچھ دیر وہ لوگ وہاں کھڑے رہے پھر حمید نے عشوے کے نمبر پہ کال کی۔۔ عشوے کا موبائل عصام کے پاس تھا جو دوسری بل پہ ہی کال رسیو ہو گئی۔۔

بیٹا۔۔ وہ ہچکچائے جانے کیا ریکیشن ہو گا اس کا۔۔ انہیں لگا کال عشوے پک کرے گی۔۔ لیکن جی بیٹے کے والد محترم۔۔ کہیے کیسے کال کی۔۔ عصام کی آواز میں واضح طزر محسوس کیا جا سکتا تھا۔۔

و۔۔ وہ۔۔۔ ہم باہر کھڑے ہیں دروازہ کھول دیں۔۔ اتنے شرمندہ وہ کبھی زندگی میں نہیں ہوئے تھے جتنے ابھی اپنے داماد کے سامنے ہوئے تھے۔۔

دروازہ تو کبھی نہیں کھلے گا۔۔۔ اس لیے سکون سے واپس چلے جائیں۔۔۔ دوبارہ یہاں اُن کی غلطی مت کیجیے گا۔۔۔ یہ سب باتیں میں پہلے ہی اپ سے کلیر کر چکا تھا کہ شادی کے بعد اپ کے تمام تعلقات عشوے عاصم سے ختم ہو جائیں گے۔۔۔ پھر اپ کیا سوچ کے یہاں ائے ہیں۔۔۔

بہت دل کر رہا تھا اس سے ملنے کا۔۔۔ تڑپ ان کے الفاظ میں درائی

ایسے ہی میں بھی اپنے باپ کو ملنے کے لیے تڑپتا ہوں۔۔۔ اور میری یہ ترب کبھی زندگی میں ختم نہیں ہو گی۔۔۔

اس کی والدہ بھی ہیں ساتھ۔۔۔ دل کٹا کر کے پھر سے کہا

میری والدہ بھی ساتھ مری تھیں۔۔۔ یاد تو ہو گا ہی اپ کو۔۔۔ تسلی سے پیپر ویٹ گھماتے وہ انہیں ازیت دے رہا تھا۔۔۔

یہاں دھوپ ہے۔۔۔ پلیز۔۔۔ اخیری کوشش

میری پوری زندگی دھوپ ہے۔۔۔ اللہ حافظ۔۔۔ کال کاٹ دی گئی۔۔۔ اور حمید سر جھکائے کھڑے رہے

--

کیا ہوا۔۔۔ عائشہ کب سے ان کی باتیں سن رہی تھیں وہ وہاں کھڑی کھڑی تھک بھی چکی تھیں

و۔۔۔ وہ لوگ گھر نہیں ہیں۔۔۔ فوری بہانہ بنایا

دوسرے شہر گئے ہیں۔۔۔ کہہ رہے تھے کچھ دنوں میں واپس آئیں گے تو چکر لگائیں گے۔۔۔

لیکن اپ تو کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔۔۔

ہاں۔۔ میں انہیں بتا رہا تھا یہاں ہم کھڑے ہیں تو۔۔ وہ لوگ واپس بائک پہ بیٹھ چکے تھے۔۔ حمید نے مشکل سے ہی عائشہ کو تسلی کروائی تھی۔۔

کیسے ہیں مسٹر شخ۔۔ وہ افس سے نکلنے لگا تھا جو نہی دروازہ کھولا سامنے انسپیکٹر پریشے کھڑی تھی۔۔ آج تو خود ہی دروازہ کھول دیا۔۔ دل جلانے والی مسکراہٹ سے نوازتے وہ اندر داخل ہوئی۔۔ عصام وہیں سے واپس گھوما۔۔

اج کس لیے تشریف لا نہیں ہیں۔۔ اسے اس وقت اس کا انا بلکل بھی اچھا نہی لگا

یہ خود ہی دیکھ لیں۔۔ فائل ٹیبل پہ رکھتے کرسی پہ بیٹھی۔۔ عصام نے فائل اٹھائی۔۔

جو بھی ہو گا جھوٹ ہی ہو گا۔۔

نہیں۔۔ سچ ہے اپ کھول کہ تو دیکھیں۔۔ پلکیں چھپکاتے معصوم بنی۔۔

عصام کو اس وقت وہ زہر لگی۔۔ اس کا ارادہ تھا گھر جا کے عشوے کو منائے گا۔۔ لیکن جس سکون سے وہ بیہاں بیٹھی تھی وقت تو کم سے کم وہ ضائع کر کے ہی جاتی۔۔

فال میں لکھا تھا کہ جو نیا پروجیکٹ بنایا گیا ہے۔۔ اس کی کنسٹرکشن میں جتنا بھی سامان یوز کیا گیا ہے وہ بھی بے کار ہے۔۔ اور اس سب کی زمہ داری عصام شخ پہ ڈالی گئی تھی۔۔ جوں جوں وہ پڑھتا گیا ماتھے کے بل زیادہ ہوتے گئے۔۔

یہ کیا بکواس ہے۔۔ فال ٹیبل پہ پھینکی۔۔

دیکھیں مسٹر عصام شخ۔۔ اپ کو پتہ تو ہے کہ جہاں بھی کوئی غلط کام۔۔

غلط کام مائے فٹ۔۔ کوئی بھی غلط کام نہیں ہے۔۔

اول ہوں۔ جہاں غلط کام ہو رہا ہو وہاں ہم یعنی پولیس پہنچ جاتی ہے۔۔

اپنے پاس پروف ہے۔۔ اس کی چینیر اپنی طرف گھماتے کرسی کے بازو ہاتھ رکھے اور ہلکا سا جھکا۔۔
ان دونوں کے قریب بس کچھ ہی انچ کا فاصلہ تھا۔۔

ن۔۔ نہیں۔۔ پریشے ہڑبرڑائی۔۔

نکست تب انا۔۔ عصام نے اس کی چینیر پہ پاؤں مارا۔

جو گھسیٹھی ہوئی دور گئی تھی۔۔ پریشے ہکا بکا اسے دیکھ رہی تھی۔۔ یہ کیا ہوا تھا۔۔

اپ ایک پولیس افیسر کے ساتھ ایسا بی ہیو نہی کر سکتے۔۔ غصے سے کھڑے ہوتے اس کے سامنے
ائی۔۔

اگر اپ یوں روزانہ بچوں کا کھیل سمجھتے یہاں نازل ہو جائیں گی تو پھر مجھ سے ایسی ہی توقع کرنا۔۔۔
اینڈ نیکسٹ۔۔ آنے سے پہلے سب کچھ لے کے انا۔۔۔

ابھی کے لیے نکلیں یہاں سے۔۔ دروازہ کھولتے اسے جانے کا اشارہ کیا۔۔۔

پریشے فائل اٹھاتے اس کے قریب سے گزری۔۔۔ سبکی سے اس کا چہرا سرخ ہو رہا تھا۔۔۔

اپنے اس انداز کو یاد رکھیے گا۔۔۔ ایک دن یہ ہی طرزِ مخاطب اپ کے لیے ہو گا۔۔۔ ایک لمحے کے
لیے اس کے قریب رکی پھر باہر نکل گئی۔۔۔

فضول وقت ہوتا ہے بس ڈرامے کروالو۔۔۔ ویسے تو کبھی وقت پہ پہنچے نہیں یہاں منہ اٹھا کے روزانہ
آجاتے ہیں۔ افس لاک کرتے وہ غصے سے سوچ رہا تھا۔۔۔ اتنا وقت ضائع ہو گیا۔۔۔ دس بجے وہ گھر
پہنچا تو عشوے سوچکی تھی

— — — — — — — — —

واعلیکم اسلام۔ یاد آگئے ہے ماں کی۔ شکوہ کیا۔

اپ ہی کر لیتے۔ جواب شکوہ

ہم لوگ تمہارے گھر آئے تھے لیکن تم لوگ گھر ہی نہیں تھے۔۔۔ واپس اگئے۔۔۔ وہ صفائی کر رہی تھیں ساتھ ساتھ

یہاں--- ہم لوگ تو کہیں گئے ہیں نہیں--- اس نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ پھر ایک دم سے عصام کا خیال ایسا ہو سکتا ہے عصام نے کہا ہو۔ کیونکہ اس کا موبائل بھی تو اسی کے پاس تھا

ہاں ایک دن ہم لوگ گئے تھے۔ لاہور۔۔۔ شاید اس دن عصام کی بات ہوئی ہو۔ دماغ کی ٹپنگیں اڑاتے جواب دے ہی دیا۔۔۔

انہیں سٹی سفائے کرنے کے بعد بابا کا حال احوال لیا ریض کا پوچھا۔۔۔ وہ لوگ انا چاہ رہے تھے عشوے نے انہیں تو کہہ دیا کہ اجائیں۔۔۔ اب عصام جیسے شیر کی کھچار میں ہاتھ کون ڈالتا۔۔۔

پتہ نہی کون سے شوہر ہوتے ہیں جو بیویوں کی ساری باتیں مانتے ہیں۔۔۔ ایک میرے ہی سڑیل بتمیز ہیں۔۔۔

ٹوں ٹوں۔۔۔ ابھی ماما کی کال بند ہوئی تھی کہ عصام کی اگئی۔۔۔ وہ اس سے ناراض تھی۔۔۔ بس پک کر کے فون کان سے لگا لیا۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔ عصام اسے لپ ٹاپ پہ دیکھ رہا تھا۔۔ وہ منہ سجائے بیٹھی تھی۔۔ جو حالات اس کے ماں باپ پہ گزر چکے تھے اس کے بعد اتنی سیکوئٹی تو جائز تھی کہ وہ پورے گھر میں کیمرے لگوا تا۔۔

سلام کا جواب دینا فرض ہے۔۔ اور پھر اگر شوہر کرے تو لازمی دینا چاہیے۔۔ ایزی چرپہ بیٹھے لیپ ٹاپ گود میں رکھا ہوا تھا۔۔

واعلیکم السلام۔۔ عشوے نے بھی بس سلام کا جواب ہی دیا۔۔

یہ ناراضگی وہاں اکے ہی ختم کروں گا۔۔ وہ سیریس ہوا۔۔

عشوے خاموش رہی۔۔

کال کر لی گھر۔۔ سکون مل گیا ہو گا۔۔ اب عشوے کی انکھیں کھلیں۔۔ اسے کیسے پتہ چلا۔۔

ا۔ اپ کو کیسے پتہ چلا۔۔ دائیں بائیں دیکھا۔۔

اپ کی ہر حرکت پہ نظر ہے میری۔۔۔

اچھا۔۔ لیکن کیسے۔۔

وہ چھوڑیں۔۔ یہ بتائیں کس کی اجازت سے کال کی ہے گھر۔۔ وہ اس کا چہرا دیکھ رہا تھا۔۔ جہاں واضح پریشانی دیکھی جاسکتی تھی۔۔

وہ۔۔ ماما کا آگیا۔۔

جھوٹ۔۔۔ اپ نے خود کال کی ہے۔۔۔ بات کاٹی۔۔۔

تو نہیں کر سکتی۔۔ میری ماں ہے جب دل کرے گا کال کروں گی جب دل کرے گا ان سے ملوں
گی۔۔ وہ ایک دم سے پھٹ پڑی۔۔ اپ کی وجہ سے میں ان سے رشتہ نہیں ختم کر سکتی۔۔ اللہ حافظ
۔۔۔ ساتھ ہی فون بند کر دیں۔۔

اپ کی یہ مرضیاں میں ابھی ختم کرتا ہوں۔۔ لپ ٹاپ زور سے بند کرتے وہ اپنی پینگ کرنے
کے کیے اٹھ گیا۔۔ اس کے بنا وہاں دل نہیں لگ رہا تھا۔۔ لیکن یہ بات عصام ماننے کو تیار نہیں تھا

وہ رات کو چار بجے گھر پہنچا تھا۔۔ کمرے میں جانے کی بجائے سیل (جیل) کی طرف گیا۔۔ وہاں آج
ایک نیا شکار لایا گیا تھا۔۔ اسے ایک نظر دیکھا۔۔ بے ہوشی کی حالت میں اوندھے پڑے جسم میں
ابھی زندگی کی رقم باقی تھی۔۔

یہ مجرم نہیں ہے۔۔ وہ پہلی نظر میں ہی پہچان گیا تھا پھر رفاقت کو ٹیکست کر کے دروازہ لاک کیا
۔۔۔ کمرے میں انے تک اسے پانچ منٹ لگے تھے۔۔ عشوے گھری نیند میں ہلکا سا مسکرا رہی تھی۔۔

وہ فریش ہو کے کپڑے چینچ کیے پھر سونے کے لیے لیٹ گیا۔۔۔ اگلے دن ایک بجے جا کے اس کی آنکھ کھلی تو عشوے کمرے میں نہیں تھی۔۔۔ کچھ دیر تو ایسے ہی لیٹا رہا پھر اٹھ کے باہر ایا گفت بھی ساتھ ہی لے ایا۔۔۔ وہ باہر ٹھوی۔۔۔ لاونچ میں لگے جھولے کے پاس کھڑی تھی۔۔۔ یہ جھولا آب ان کے لیے تھا۔۔۔ اسے دیکھتے صوفے پہ آکے بیٹھ گئی۔۔۔ عصام ایسے ہی نائٹ ڈریس جو کے سفید کاٹن کے شلوار قمیض تھا میں ملبوس نیچے آیا تھا۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔ وہ صوفے پہ اس کے قریب بیٹھا۔۔۔ عشوے جواب دیے بنا دوسری طرف گھومی

میں نے کل کیا کہا تھا۔۔۔ اس کا رخ اپنی طرف کیا۔۔۔

مجھے نہیں یاد۔۔۔ روٹھا روٹھا انداز

جب سلام کیا جائے تو جواب لازمی دیتے ہیں۔۔۔ میں تو پھر اپ کا شوہر ہوں۔ اور شوہر اپ کو اتنی پیاری دعا دے رہا ہے۔۔۔ اور اپ ہیں کہ۔۔۔

اگر بیوی ناراض ہو تو کیا کرتے ہیں۔۔۔ اس سے پہلے کے وہ بولتا جاتا۔۔۔ جلدی سے مدعایاں کیا۔۔۔

رومینس۔۔۔ پیٹ سے شرط پکڑتے اسے اپنے قریب گھسیٹا جو تھوڑا تھوڑا کر کے دور ہو چکی تھی۔۔۔

ہاتھ مت لگائیں۔۔۔ اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے پچھے کرنا چاہا۔۔۔ مجھے اپ سے بات نہیں کرنی۔۔۔

بات کہاں کر رہا ہوں۔۔۔ اب اس کی کمر کو پکڑتے پھر رخ اپنی طرف کیا

پچھے ہوں۔۔۔

اچھا انکھیں بند کریں۔۔۔

نہیں

کھلی آنکھوں سے دیکھیں گی تو۔۔۔

تو۔۔۔

بلش اون ہو جائیں گے گالوں کے۔۔۔ گال پہ ہونٹ رکھتے واقع عشوے کے گال سرخ ہوئے۔۔۔

بتمیز۔۔۔ گال صاف کرتے اسے گھورا

یہ لیں اپ کا گفت۔۔۔ پھر گفت اٹھا کے سامنے کیا۔۔۔

یہ کیا ہے۔۔۔ اسے دیکھتے پوچھا۔۔۔

کھول کے دیکھیں۔۔۔ وہ اس کے کانپتے ہاتھ اور لزرتی پلکیں دیکھ رہا تھا۔۔۔ قربت کے لمحات میں یہی حیا جان ڈال دیتی تھی۔۔۔ اس کا دل کر رہا تھا بس وہ اسے ہی دیکھے جائے۔۔۔ لیکن اتنے اچھے دن کہاں اس کے۔۔۔

واو۔۔۔ مala ناول کو دیکھ کے اس کی چیخ نکل گئی۔۔۔ حسام جو اسے فرصت سے دیکھ رہا تھا بد مزہ ہوا۔۔۔

تھینکیو۔ کہاں سے ملا۔ وہ کھول کے دیکھ رہی تھی۔ پھر لاست چج کھولا جہاں۔ جاری ہے لکھا
ہوا تھا۔

یہ کیسے۔۔۔ حیرانگی سے دیکھا۔ کیونکہ انکمپلیٹ ناول پبلش تو نہیں ہو سکتا۔۔۔

جہاں سکندر اگر پوری دنیا کے کمپیوٹر ہیک کروا سکتا ہے تو عاصام شتنج بھی ان کمپلیٹ ناول پرینٹ
کروا سکتا ہے۔۔۔ وہ اس کی آنکھوں میں چمکتے ستارے دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس کی ایکسائٹیٹ بتا رہی تھی
کہ وہ کتنا خوش ہے اس ناول کو پا کے۔۔۔

میں نے سنا تھا کہ۔۔۔ پونی سے نکلتے بالوں کو کان کے پچھے کیا۔۔۔ اس کی انگلیاں اس کی گردان سے
ٹچ ہوئیں تو پھر سے پچھے سر کی۔۔۔

ک۔۔۔ کیا سنا تھا۔۔۔ وہ کچھ دیر کے لیے بھول گئی تھی کہ وہ اس کے اتنے قریب بیٹھی ہے۔۔۔

کہ لڑکیاں ناولز کی دیوانی ہوتی ہیں۔۔۔ اور۔۔۔ وہ رکا

اور آج دیکھ بھی لیا کہ میری اپنی بیوی کتنی پاگل ہے--

اپ ان ڈائریکٹری مچھے پاگل کہہ رہے ہیں۔۔۔ وہ اب کافی حد تک دوبارہ دور ہو چکی تھی اور عصام
خوبی نوٹ کر رہا تھا اس کا پیچھے ہونا۔۔۔

نہیں۔۔۔ میں ڈائرکٹ بھی کہہ سکتا ہوں۔۔۔ پیچھے ٹیک لگاتے پھیل کے بیٹھا۔۔۔ عشوے ساتھ ساتھ
ناول بھی دیکھ رہی تھی بلکل ناول جیسا پرینٹ تھا جیسے اصلی ناول پبلش کیا جاتا ہے بس لاست پ
جاری ہے لکھا ہوا تھا۔۔۔

اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا کہ اپ ناول کے لیے اتنی دیوانی ہیں تو میں اپنی سٹڈی روم میں بس ناول ہی
رکھتا۔۔۔

اب یہ زیادہ ہو رہا ہے۔۔۔

نہیں۔۔۔ ابھی تو شروع ہی نہیں کیا۔۔۔

عصا اام۔۔۔ وہ اسے دوبارہ اپنی طرف کھینچنے لگا تھا۔۔۔ جب عشوے اٹھ گئی۔۔۔

اپ کو کھینچنے کی بیماری ہے۔۔۔

جی جیسے اپ کو مجھ سے دوری بنانے کی ہے۔۔۔ معنی خیزی سے کہتے وہ اسے اور چڑا گیا تھا۔۔۔

میں جا رہی ہوں۔۔۔ اپ یہیں سڑیں۔۔۔ پاؤں پٹختے چلی گئی۔۔۔

بہت بتیز ہیں۔۔۔ بڑا بڑا

اپ کو دیکھنکے ساری تمیز ختم ہو جاتی ہے کہا کروں یار۔۔۔ وہ چلا یا

پر عشوے اسے دیکھے بنا سیر ھیاں چڑھنے لگی

ہاں ہاں۔۔۔ اپ کو اب ناول جو مل گیا ہے۔۔۔ میری کہاں فکر ہو گی۔۔۔

خود ہی لا کے دیا ہے۔۔ جاتے جاتے واپس گھومی۔۔

اس لیے تو نہیں لا کے دیا کے مجھے ہی اگنور کرنے لگ جائیں۔۔ اب وہ ناراض شکل بن رہا تھا۔۔

اچھانا۔۔ اپ ناشتہ۔۔ بلکہ لپخ کر لیں۔۔ پھر آؤں گی۔۔ وہ جان چھڑوانا چاہ رہی تھی۔۔ پھر عصام نے بھی کچھ نہیں کہا۔۔ وہیں آنکھوں پہ بازو رکھے لیٹ گیا

ناشستہ کر لو دیر ہو رہی ہے۔۔ پریشے لحاف لپیٹے سورہی تھی جب قدسیہ نے اسے آکے جگایا۔

نہیں جانا اج۔۔ وہ اندر سے ہی بولی

کیوں طبعت ٹھیک ہے۔۔ چادر ہٹاتے اس کا ماتھا چھوا۔۔

جی جی۔۔ ٹھیک ہوں۔۔ بس کام کر کر کے تھک گئی تھی اس لیے دو چھٹیاں لی ہیں۔۔ آرام کرنا چاہتی ہوں۔ ماں کی تسلی کروائی۔۔

ٹھیک ہے۔۔ تم آرام کرو۔۔ پھر بعد میں ناشتہ کر لینا۔۔ ابھی شہیر کو بھیجا ہے مارکیٹ چاول لانے کے لیے۔۔ ناشتہ کر کے پکا لینا۔۔

ٹھیک ہے امی۔۔ فکر ناکریں میں اٹھوں گی تو پکا لوں گی۔۔ پھر وہ تو چلی گئیں لیکن اسے نیند نہیں آئی۔۔ کافی دیر انتظار کرتی رہی پھر اٹھ گئی۔۔ ناشتہ کیا چاول چنے اور بھگو دیے۔۔ پھر پیاز وغیرہ کاٹے لہسن اور سوکھے دھنیے کا پیسٹ بنایا۔۔ چاول پکانے میں اسے ادھا گھنٹہ لگا تھا۔۔ بارہ ہونے والے تھے ڈوپھر کا کھانا دو بجے جا کے وہ لوگ کھاتے تھے۔۔ اس لیے دیگچا بند ہی رہنے دیا

--

اور کمرے میں آگئی۔ نہا کے کپڑے چینچ کیے بال بنائے اور لیپ ٹاپ اون کیا۔ یہ چھٹیاں اس نے آرام کرنے کے لیے نہیں بلکہ عصام شخ کی ہسٹری سرج کرنے کے لیے لی تھیں۔ وہ کون تھا کیا کرتا تھا اور اگے اس کے ساتھ کیا ہونا تھا۔ یہ وہ طے کرنے والی تھی۔۔۔

لیکن بد قسمتی سے اس کے یہ دو دن بس ایک ہی چیز نکال سکے تھے کہ اس نے ریسنٹلی شادی کی ہے۔ اس گھر میں موجود تمام افراد سے اس کا کیا رشتہ ہے یہ بھی اسے پتہ نہیں چل سکا تھا۔ یہ سب جاننے کے لیے اسے کئی ماہ بھی لگ سکتے تھے۔ جتنا وہ آسان سمجھ رہی تھی عصام کی زندگی اتنی ہی الجھی ہوتی تھی۔۔۔

وہ یہ سب کیوں کر رہی تھی خود بھی نہیں جانتی تھی شاید۔ وہ اس بے عزتی کا بدلہ لینا چاہتی تھی جو عصام اس کی دو دفعہ کی ملاقات میں کر چکا تھا۔۔۔

دانیہ کا کردار

وہ سولہ سترہ سال کی تھی جب اس کے باپ سیٹھ علی جو کہ نیا نیا بنا تھا نے اسے اس حوالی میں بھیجا تھا۔۔۔ وہ سیٹھ کیسے بن گیا تھا یہ ایک الگ کہانی تھی۔۔۔

وہ وہاں ایک مقصد کے لیے بھیجی گئی تھی اور وہ مقصد تھا عصام کو شکست دینا۔۔۔ لیکن اس کھیل میں عصام شامل ہی نہیں تھا تو شکست اور جیت کیسے ہوتی۔۔۔

اس کے ساتھ ایک آنٹی تھیں جو گھر کے کام کرتی تھیں۔۔۔ وہاں کا خرچہ پانی علی بھیجندا تھا۔۔۔ کیونکہ وہاں اس کی بیٹی تھی۔۔۔ وہ اتنی زیادہ دولت کا مالک بن گیا تھا۔۔۔ جتنی حمید اتنا عرصہ کام کر کے بھی نہیں بنا تھا۔۔۔

دانیہ نے اٹھ سال وہاں اکیلے راج کیا۔۔۔ اصل بد مزگی تب پھیلی جب ایک روز عصام واپس آگیا۔۔۔ ایک ہاتھ میں سوٹ کیس۔۔۔ دوسرے میں۔۔۔؟۔۔۔

آنکھوں پہ گے گاگن۔۔ بلیک پینٹ بلیک شرٹ اور بلیک ہی شوز کف مڑے ہوئے تھے مضبوط بازو جن پہ بال بھی نمایاں تھے۔۔ ماتھے پہ شکنیں اور انداز میں کوفت۔۔ اس کا وہاں آنا دانیہ کی آزادی کو ختم کر گیا۔۔

پہلی فرصت میں اس نے دانیہ کو وہاں سے جانے کا کہہ دیا۔۔ لیکن دانیہ نے جتن کر کے وہیں رہنا تھا سورہ لیا۔۔

بابا۔۔ کیا میں ماما سے مل سکتا ہوں۔۔ وہ سڑی میں تھا جب آب ان میڈ کے ساتھ وہاں آیا۔۔ اس نے چیر پچھے گھستتے بیڈ پہ دیکھا۔۔ وہ وہاں نہیں تھی۔۔ شاید باخروم میں تھی۔۔

ماما۔۔ کون سی ماما۔۔

وہ۔۔ جو اپنی مسسرز ہیں۔۔ وہ پزل ہوا۔۔ کیونکہ عصام نے اسے ماما کہنے سے منع کیا تھا۔۔

اچھا اچھا۔۔۔ وہ عشوے۔۔۔ وہ تو اپنے بس آٹھ نو سال ہی بڑی ہوں گی۔۔۔

پھر۔۔۔ میں انہیں کیا کہوں۔۔۔ وہ الجھا

آپ۔۔۔ عصام نے کچھ سوچا۔

آپ کہہ لیا کروں۔۔۔ اب ان نے خود ہی حل پیش کیا۔۔۔ عصام اس کے اتنے سیریں انداز پر مسکرا�ا

--

نہیں۔۔۔ وہ اپ کی ماما ہیں۔۔۔ تو اپ انہیں ماما ہی کہیں گے۔۔۔ عشوے بیڈ پر آکے بیٹھی تھی۔۔۔ عصام کی اواز پر مڑ۔۔۔ کے سڑی روم میں دیکھا۔۔۔

آب ان ایا ہے۔۔۔ بیٹھنے کی بجائے وہاں چلی آئی۔۔۔

بابا۔۔۔ کہہ رہے ہیں۔۔۔ میں اپ کو ماما کہا کروں۔۔۔ اس کے قریب اتنے معصومیت سے اسے دیکھا۔۔۔

عشوے ساکت ہوئی۔۔۔ پھر عصام کو دیکھا جو سر جھکائے فائل پہ کام کر رہا تھا۔۔۔

میں اپ کی ماما۔

ہیں۔۔۔ عصام سیر لیں انداز میں دونوں کو دیکھا۔۔۔

یہ آپ کا بیٹا ہے۔۔۔ اب آپ کے حوالے۔۔۔ وہ اس کے احساسات سے بے خبر اس کے دل کے کئی
ٹکڑے کر گیا۔۔۔ یعنی دانیہ کی بات سچ تھی۔۔۔

وہ اس کا بیٹا ہی تھا۔۔۔ اس کی دوسری شادی عصام سے ہوئی تھی۔۔۔ عشوے آبان کا ہاتھ جھٹک کے
بیڈ پہ آگئی۔۔۔

آبان کبھی عصام کو دیکھتا کبھی عشوے کو۔۔۔ پھر چلتا ہوا عشوے کے پاس آیا۔۔۔

اگر اپ کو مما کہنا برا لگا ہے تو میں آپکو مسسرز بابا بھی۔۔۔ مطلب مسز عصام بھی بلا سکتا ہوں۔۔۔ اس
کے ہاتھوں پہ اپنا نخا سما ہاتھ لگایا۔۔۔

نہیں۔۔۔ اپ مجھے ماما۔ کہہ سکتے ہیں۔۔۔ اسے اٹھا کے اپنے پاس بیٹھایا۔۔۔ آپ کے بابا کا سارا
قصور ہے اپ کا تھوڑی ہے۔۔۔ اپ تو بہت اچھے بچے ہیں۔۔۔

اس کے پھولے گال۔۔۔ پہ پیار کیا۔۔۔ اپ کے بابا ہی سڑیل مزاج ہیں۔۔۔ اسے عصام پہ غصہ ارہا تھا۔۔۔

وہ اپ سے پیار کرتے ہیں۔۔۔ اس کے کان کے قریب ہوا۔۔۔

نہیں۔۔۔ بلکہ مجھے مارتے ہیں۔۔۔ عشوے نے بھی جھک کے اس کے کان میں کہا۔۔۔

مجھے مارتے نہیں ہیں۔۔۔ لیکن۔۔۔ مجھ سے پیار بھی نہیں کرتے۔۔۔ آبان نے گردن سینے سے لگاتے
بیچارگی سے بتایا۔۔۔

نہیں نہیں۔۔۔ وہ آپ سے پیار کرتے ہیں اسی لیے تو اپ کو مارتے نہیں ہیں۔۔۔

اپ نے کبھی بابا کو غصے میں دیکھا ہے۔۔۔ اس سے پوچھا۔۔۔

نہیں۔ لیکن اس کے ذہن میں موبائل والا سین آیا تھا جب وہ بیمار بھی ہو گئی تھی۔۔۔

بابا جب غصے میں ہوتے ہیں نا تو ایسے سپائٹر میں کی طرح بن جاتے ہیں۔۔۔

اچھا۔ سپائٹر میں تو اچھا ہوتا ہے نا۔۔۔

ہاں۔۔۔ میرے بابا بھی اچھے ہیں۔۔۔ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے عاصم نے پیچھے ہو کے ان دونوں کو دیکھا۔

بس ایک بیٹی کی کمی ہے۔۔۔ وہیں سے اوپنجی اواز میں کہا۔۔۔ عشوے جو اس سے باتیں کر رہی تھی اس کی اواز پہ دل دھک سے رہ گیا۔۔۔ وہ اس کی بات سمجھ گئی تھی

۔۔۔ سٹیپ ون ۔۔۔

ماہ بیر کے پاس عشوے سے ملنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اگر وہ اس کے گھر جاتا تو عصام کو پہتے چل جاتا۔ اور عشوے وہاں آتی نہیں تھی۔ یا تو وہ اس سے فون پہ بات کرتا۔ یا وہ اپنے درمیان کسی تیسرے بندے کو لاتا۔۔۔

لیکن اس بار وہ تیسرے بندے کا رسک نہیں لینا چاہتا تھا پچھلی بار بھی تیسرے بندے نے ہی ان کو الگ کیا تھا۔ بس ایکبار کنفرم ہو جائے عشوے کے جذبات کیا ہیں میرے لیے پھر اسے میرا ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

۔۔۔ پھر اگر عصام کو راستے سے ہٹانا پڑا تو اس سے بھی گریز نہیں کروں گا۔۔۔

۔۔۔ سٹیپ ٹو ۔۔۔

عشوے عصام۔۔ عصام شیخ کی بیوی۔۔۔ عصام تک پہنچنے کے لیے مجھے عشوے کا سہارا لینا ہے۔۔۔
میں عصام شیخ کے گلے میں ہاتھ ڈال کے رہوں گی۔۔۔

پھر چاہیے اس کی بیوی کے راستے سے ہی کیوں نا جانا پڑے۔۔۔ وہ ابھی اس بات سے بے خبر تھی
کہ وہ عصام سے نفرت نہیں بلکہ محبت کرنے لگی تھی۔۔۔

وہ عصام کو حاصل کرنے کے لیے عشوے کا قتل بھی کر سکتی تھی

۔۔۔۔۔ سٹیپ تھری ۔۔۔۔۔

؟؟

ہائے۔۔۔ وہ لان میں اکیلی بیٹھی تھی جب دانیہ اس کے پاس آئی۔۔۔

اسلام و علیکم دانیہ آپی۔۔۔

واعلیکم اسلام۔۔ کیا کر رہی ہو یہاں۔۔ سامنے والی کرسی پہ بیٹھتے پوچھا۔۔۔

کچھ نہیں۔۔ بس چائے اور ناول۔۔ گود میں رکھی بک کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

تمہیں بھی شوق ہے۔۔ بکس کا۔۔ وہ شاید اس کا۔۔ موڈ جانچ رہی تھیں۔۔۔

باقی بکس کا تو نبھی بس ناولز کا۔۔ سپ لیتے انہیں دیکھا

اچھا۔۔ تم سے کچھ پوچھنا تھا۔۔ دراصل۔۔ وہ ہچکچائیں۔۔ یا ایکٹنگ کی

دراصل عاصام کی سٹڈی میں میرے کچھ نوٹس رکھے ہیں اسے دیے تھے چیک کرنے کے لیے۔۔۔ وہ
اٹھانے تھے مجھے ضرورت تھے ابھی۔۔۔ تم دیکھ دو۔۔۔

اوکے۔۔ آئیں میں نکال دوں۔۔۔ وہ۔۔۔ کپ رکھ کے فوراً کھڑی ہو گئی۔۔۔

اگر تم چائے پی رہی ہو تو پی لو ٹھنڈی ہو جائے گی۔۔ میں خود لے سکتی ہوں۔۔ تم بس چابیاں بتا دو
۔۔ کہاں رکھی ہیں۔۔

چابیاں۔۔ حیرانگی سے پوچھا۔۔

ہاں۔۔ لاک ہوتی ہے نا۔۔ تم نے نہی دیکھا۔۔ انہیں غصہ ایا۔۔

ن۔۔ نہیں پتہ مجھے تو میں کبھی وہاں گئی ہی نہیں۔۔ بے چارگی سے انہیں دیکھا۔۔
اچھا۔۔ چلو۔۔ پھر عصام سے پوچھ لو۔۔ اچانک سے زہن میں آیا۔۔

ہم۔۔ میں پوچھتی ہوں۔۔ پھر اوپر کمرے میں آئی موبائل چارج سے اتارا۔۔ عصام کا نمبر بتیز کے
نام سے سیو تھا یہ اس نے شادی سے پہلے کیا تھا۔۔ فون ملا کے کان سے لگایا۔۔ بیل جا رہی تھی
۔۔ چھ دفعہ ٹوں کے بعد بھی کال رسیو نہیں ہوئی۔۔ دوبارہ ملائی۔۔ پھر اسی طرح۔۔

شاید بزی ہوں۔۔ آخری دفعہ ملاتے سوچا۔۔

جی۔۔ مصروف سی آواز۔۔ وہ سائند پہ تھا۔۔ ورکر کام۔۔ کر رہے تھے۔۔ انہیں سمجھانا کون سا آسان کام تھا۔۔

و۔۔ وہ سٹڈی کی چابی کہاں رکھی ہے۔۔ لمبی چوڑی بات کی بجائے اس نے ڈائریکٹ پوچھا۔۔

کیا کرنی ہے۔۔ وہ ٹھہکا۔۔

کچھ نہیں۔۔ وہ نوٹ۔۔ اس سے پہلے کہ پورا کہتی دانیہ آپی جو ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوئی تھی انہوں نے سر اور ہاتھ ہلاتے نہیں کا اشارا کیا۔۔ کوئی اور بہانہ بناؤ۔۔ پھر قریب اتے آہستہ سے کہا۔۔

کیا کرنا ہے۔۔ بولیں۔۔ عصام وہاں پہلے ہی مشکل سے دھوپ میں کھڑا تھا۔۔

ن۔۔ ناول اندر رہ گیا تھا۔۔ وہی لینا ہے۔۔ جھوٹ بولا۔۔

اپ کا کوئی ناول نہیں ہے وہاں۔۔ اگر ہے بھی تو واپس اکے نکال دوں گا۔۔ سپاٹ لجھ میں کہتے کال بند کر دی۔۔ عشوے منہ کھولے اتنی بتیزی پہ تلملا کے رہ گئی۔۔ کیا عزت رہ جائے گی اپی کے سامنے اب اس کی۔۔

و۔۔۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ان کے پاس ہی ہے۔۔۔ چابی۔۔۔ ظاہری سی بات ہے اگر لاک ہوتا ہے تو
چابی ساتھ ہی رکھیں گے۔۔۔

نہیں ہوتی۔۔۔ یہیں کہیں رکھتا ہے۔۔۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔۔۔ وہ خود پورے کمرے کی تلاشی
لے لیتی۔۔۔

شام میں لے لیجیے گا نا۔۔۔ ائی ایم سوری۔۔۔

اہا۔۔۔ کوئی بات نہیں۔۔۔ بس میں خود ہی عصام سے بات کر لوں گی۔۔۔ پھر وہاں سے چلی گئی۔۔۔

دوسری طرف۔۔۔ عصام نے موبائل میں کمرے کی فوٹج دیکھ لی تھی۔۔۔ ساری بات سمجھ گیا تھا۔۔۔
لیکن اس بےوقوف لڑکی کو کون سمجھاتا جو اس کی بیوی کے عہدے پہ فائز تھی

اسلام و علیکم۔۔۔ عشوے میں ماہبیر ہوں۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ کال کاٹتی جلدی سے نام بتایا۔۔۔

واعلیکم اسلام۔۔۔ اس نے خوف زدہ نظروں سے عصام کو دیکھا۔۔۔

شوہر کو جواب نہیں دیتیں باقی سب کو فوراً سے دیا جاتا ہے۔۔۔ وہ کام کر رہا تھا۔۔۔

میں اپ سے ملنا چاہتا ہوں۔۔۔ جگہ اور وقت بتا دیں۔۔۔ پلیز انکار نہیں کرنا۔۔۔

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں نہیں مل سکتی۔۔۔ عصام کو دیکھتے جواب دیا۔۔۔ وہ جانتی تھی اس کے کان اسی کی طرف ہیں۔۔۔

پلیز۔۔۔ زیادہ لمبی بات نہیں کر سکتا۔۔۔ اپ کا وہ سوکالڈ شوہر اپ کو ہی نقصان پہنچائے گا۔۔۔ اگر اسے پتہ چل گیا تو۔۔۔

آ۔۔ اچھا۔۔ اپ۔۔ اپ بتا دیں کہاں۔۔ میں آجائوں گی۔ جلدی کال بند کرنا چاہتی تھی۔۔ پھر ماہ
بیر نے اسے جگہ بتا کے کال بند کر دی۔۔

میں بھی ساتھ جاوں گا۔۔ جہاں بھی جائیں گی۔۔ عصام نے لیپ ٹاپ بند کیا۔۔

ک۔۔ کیوں۔۔ میری کانج فرینڈ ہے۔۔ اپ۔۔ کیوں۔۔ گھبر اہٹ کپڑے جانے کی صاف چہرے پہ نظر
ارہی تھی۔۔

میں نہیں مل سکتا۔۔ وہ اس کے چہرے کو پڑھ رہا تھا۔۔

ن۔۔ نہیں۔۔ ہاں۔۔ مل سکتے ہیں۔۔ لیکن میں ان کے گھر جاوں گی۔۔

میں خود ڈر اپ کر دوں گا۔۔ شوہر ڈرائیور ہی ہوتے ہیں۔۔

نہیں۔۔ میں اکیلی جاوں گی۔۔ اسے غصہ آگیا۔۔ عصام خاموش رہا۔۔

پھر اگلے دن وہ جگہ عشوے سے پہلے موجود تھا۔۔ جہاں وہ کسی سے ملنے والی تھی۔۔ ہو ٹل میں ان سے تھوڑا فاصلے پہ بیٹھتے اس نے کسی کو اتے دیکھا تھا۔۔ غصے سے مٹھیاں بھینچتے وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔۔ اس سے پہلے کہ پریشے عشوے کے پاس اکے بیٹھتی۔۔ عصام اس کے سامنے ایا تھا۔۔ تم اب میری بیوی کا استعمال کر رہی ہو۔۔ ماتھے پہ ان گنت شکنیں تھیں۔۔ جبڑے بھینچتے اس نے ایک نظر اپنے پاس اتے عشوے کو دیکھا۔۔ اس کا رنگ بھی لٹھے کہ ماند ہو رہا تھا۔۔ پریشے جو وہاں کسی اور کام سے ائی تھی۔۔ ایک لمحہ لگا تھا اسے سیچبو سہشن سمجھنے میں۔۔

میرا ایسا کوئی مقصد نہیں ہے اور ناہی میں تمہاری بیوی۔۔

ع۔۔ عصام۔۔ ا۔۔ اپ اسے جانتے ہیں۔۔ یہی ہیں میری کانج فرینڈ۔۔ اس سے پہلے کہ وہ اگے کچھ کہتی عشوے بھاگ کے اس کے کندھے سے الگی۔۔ پریشے نے تعجب سے اسے دیکھا۔۔ عشوے نے نا محسوس طریقے سے پریشے کا ہاتھ دبایا۔۔ جیسے کہہ رہی ہو پلیز۔۔ کچھ۔۔ مت کہنا۔۔ اور پریشے کو تو موقع چاہیے تھا۔۔ بہت تسلی سے سینے پہ بازو باندھتے اس نے عصام کو دیکھا۔۔

اپ کے طور طریقوں پہ زندگی نہیں گزار سکتے نا اب ہم۔۔۔ اپنی۔۔۔ مرضی سے جئیں گے۔۔۔ ہم لوگ تو پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔۔۔ چیڑا نے والی مسکراہٹ۔۔۔ عصام لب بھٹج کے رہ گیا۔۔۔

دوسری طرف ماہبیر۔۔۔ جو اینٹرس سے داخل ہو رہا تھا عصام کو عشوے کے ساتھ دیکھ کے وہیں سے واپس مڑ گیا۔۔۔ اسے لگا شاید عشوے عصام کو جان بوجھ کے ساتھ لائی ہے۔۔۔

آنندہ میری واٹ کے آس پاس بھی مت بھٹکنا۔۔۔ عشوے کا بازو کپڑتے اسے اپنی طرف گھسیٹا۔۔۔ نیکست اگر تم مجھے نظر آئی۔۔۔ تو جو بچھی کچھ عزت ہے وہ بھی جائے گی۔۔۔ اسے وارن کرتے وہ عشوے کو زبردستی وہاں سے لے آیا۔۔۔

کس سے ملنے گی تھیں۔۔۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی کلاس شروع ہوئی۔۔۔

عشوے نے جواب دینے کی بجائے خاموشی سے چادر اتار کے سامنہ پر رکھی۔۔۔ وہ ان سوالوں سے بچنا چاہتی تھی جو عصام اس سے پوچھنے والا تھا۔۔۔

اپ میں عقل نہی ہے۔۔۔ ایسے ہی کسی نے بلا�ا تو منه اٹھا کے چل دیں۔۔۔

و۔۔۔ وہ میری دوست ہے۔۔۔ واپس گھومی۔۔۔ اس نے کبھی اپنی زندگی میں اتنا بڑا جھوٹ نہی بولا تھا ایک عصام کا خوف اوپر سے جھوٹ کا۔۔۔ بے چینی اس کی رگ رگ میں سراہیت کر رہی تھی

اپ کو میں بچہ لگتا ہوں۔۔۔ پر یہ شے آپ سے چھ سات سال بڑی ہے۔۔۔ وہ اپ کی دوست کیسے ہو گئی۔ جوتے اتار کے ریک میں رکھتے وہ اس کے قریب آیا۔۔۔

و۔۔۔ وہ سکول میں نہیں پڑھتی تھی ساتھ۔۔۔ ایکچھوں

سچ سچ۔۔ سننا ہے مجھے۔۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہی۔۔ کندھوں سے پکڑ کے اسے اپنے سامنے
ستریٹ کھڑا کیا۔۔

س۔۔ سچ ہی۔۔ بتا رہی۔۔ اس کی آواز حلق میں پھنسنے لگی تھی۔۔

ماہ بیر وہاں کیا کرنے آیا تھا۔۔

اب عشوے کے پیروں سے زمین کھسکی۔۔ ماہ بیر۔۔
جی۔

ماہ بیر۔۔ وہ وہاں کیا کرنے آیا تھا۔۔ اس کی آواز اوپری ہوئی

م۔۔ میں۔۔ نے تو نہیں دیکھا۔۔

لیکن میں نے تو دیکھا ہے نا۔ اور مجھے اندازہ ہے وہ وہاں کیوں آیا تھا۔ عصام کی پیشانی کی شکنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ اور عشوے کی ہاتھ اب کانپنا شروع ہو چکے تھے۔ ایک لمحے میں عصام بدلتا تھا۔ اس کا رویہ۔۔۔ رعب۔۔۔ اتنا حاوی ہو جاتا کہ کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی نا رہتی تھی اگلے بندے میں۔ اور یہی حال ابھی عشوے کا تھا۔۔۔

ک۔۔۔ کیو۔۔۔ وہ پچھے سر کی۔۔۔

آپ سے ملنے اور آپ بھی وہاں اسی سے ملنے گئی تھیں۔ پریشے کا بس بہانہ بن گیا۔ اس کے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہلاکا سا دبایا۔

م۔۔۔ میں نہیں۔۔۔ ملنے۔۔۔

اپ پھر جھوٹ بول رہی ہیں۔۔۔ ہاتھوں کی سختی بڑھی۔۔۔

سچ میں۔۔۔ میں نہیں جانتی۔۔۔

وہ آپ سے ہی ملنے آیا تھا۔ جبڑے بھینچتے اس کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا۔ اگر تھوڑا سا اور سخت سے کپڑتا تو ساری انگلیاں ٹوٹ جانی تھیں۔

آپ کو موبائل اسی لیے نہیں دیتا میں۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا۔ ایسا ہی کچھ ہو گا۔ اس ماہ بیر کو تو میں نہیں چھوڑوں گا۔ اور اپ بھی۔ اپنا بیگ پیک کر لیں۔ جانے کیوں اسے اتنا غصہ آگیا تھا۔ اگر وہ سچ بول دیتی تو آئندہ میری والف کے آس پاس بھی مت بھٹکنا۔ عشوے کا بازو کپڑتے اسے اپنی طرف گھسیٹا۔ نیکست اگر تم مجھے نظر آئی۔ تو جو بچھی کچھی عزت ہے وہ بھی جائے گی۔ اسے وارن کرتے وہ عشوے کو زبردستی وہاں سے لے آیا۔

کس سے ملنے گئی تھیں۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی کلاس شروع ہوئی۔

عشوے نے جواب دینے کی بجائے خاموشی سے چادر اتار کے سامنہ پر رکھی۔۔۔ وہ ان سوالوں سے
بچنا چاہتی تھی جو عصام اس سے پوچھنے والا تھا۔۔۔

اپ میں عقل نہی ہے۔۔۔ ایسے ہی کسی نے بلا�ا تو منه اٹھا کے چل دیں۔۔۔

و۔۔۔ وہ میری دوست ہے۔۔۔ واپس گھومی۔۔۔ اس نے کبھی اپنی زندگی میں اتنا بڑا جھوٹ نہی بولا تھا
ایک عصام کا خوف اوپر سے جھوٹ کا۔۔۔ بے چینی اس کی رگ رگ میں سراہیت کر رہی تھی

اپ کو میں بچہ لگتا ہوں۔۔۔ پر یہ شے آپ سے چھ سات سال بڑی ہے۔۔۔ وہ اپ کی دوست کیسے ہو
گئی۔ جوتے اتار کے ریک میں رکھتے وہ اس کے قریب آیا۔۔۔

و۔۔۔ وہ سکول میں نہیں پڑھتی تھی ساتھ۔۔۔ ایکچوپی

سچ سچ۔۔۔ سننا ہے مجھے۔۔۔ اس کے علاوہ کچھ بھی نہی۔۔۔ کندھوں سے پکڑ کے اسے اپنے سامنے
سٹریٹ کھڑا کیا۔۔۔

س۔۔۔ سچ ہی۔۔۔ بتا ر۔۔۔ ہی۔۔۔ اس کی آواز حلق میں پھنسنے لگی تھی۔۔۔

ماہ بیر وہاں کیا کرنے آیا تھا۔۔

اب عشوے کے پیروں سے زمین کھسکی۔۔ ماہ بیر۔۔

جی۔

ماہ بیر۔۔ وہ وہاں کیا کرنے آیا تھا۔۔ اس کی آواز اوپنچی ہوئی

م۔۔ میں۔۔ نے تو نہیں دیکھا۔۔

لیکن میں نے تو دیکھا ہے نا۔۔ اور مجھے اندازہ ہے وہ وہاں کیوں آیا تھا۔۔ عصام کی پیشانی کی شکننیں بڑھتی جا رہی تھیں۔۔ اور عشوے کی ہاتھ اب کانپنا شروع ہو چکے تھے۔۔ ایک لمحے میں عصام بدلتا تھا۔۔ اس کا رویہ۔۔ رعب۔۔ اتنا حاوی ہو جاتا کہ کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی نا رہتی تھی اگلے بندے میں۔۔ اور یہی حال ابھی عشوے کا تھا۔۔

ک۔۔ کیو۔۔ وہ پچھے سر کی۔۔

آپ سے ملنے اور آپ بھی وہاں اسی سے ملنے کی تھیں۔۔ پریشے کا بس بہانہ بن گیا۔۔ اس کے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہلکا سا دبایا۔۔

م۔۔ میں نہیں۔۔ ملنے۔۔

اپ پھر جھوٹ بول رہی ہیں۔۔ ہاتھوں کی سختی بڑھی۔۔

سچ میں۔۔ میں نہیں جانتی۔۔

وہ آپ سے ہی ملنے آیا تھا۔۔ جبڑے بھینختے اس کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا۔۔ اگر تھوڑا سا اور سختی سے کپڑتا تو ساری انگلیاں ٹوٹ جانی تھیں۔۔

آپ کو موبائل اسی لیے نہیں دیتا میں۔۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا۔۔ ایسا ہی کچھ ہو گا۔۔ اس ماہ بیر کو تو میں نہیں چھوڑوں گا۔۔ اور اپ بھی۔۔ اپنا بیگ پیک کر لیں۔۔ جانے کیوں اسے اتنا غصہ آگیا تھا۔۔ اگر وہ سچ بول دیتی تو شاید نا آتا۔۔ لیکن وہ اپنے جھوٹ پہ اڑ گئی تھی۔۔

ن۔۔۔ نہیں عصام۔۔۔ میں اپنے گھر نہیں جاوں گی۔۔۔ م۔۔۔ میں یہاں سے کہیں نہیں جاوں گی۔۔۔

اپ کو ماہ بیر سے محبت ہے نا تو اسی کے پاس جائیں پھر۔۔۔ یہاں میرے گھر میں کیوں ہیں۔۔۔ اسے کندھوں سے تھامتے جھنجھوڑتی دیا۔۔۔ غصے کی شدت سے اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔۔۔ آپ کو۔۔۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا ماہ بیر کو بھائی کہنا ہے۔۔۔ اس کا۔۔۔ مطلب سمجھ نہیں آیا تھا اپ کو۔۔۔ وہ غرایا۔۔۔ اس کے یوں خوفزدہ ہونے پر اسے اور غصہ آرہا تھا۔۔۔ کیونکہ انسان خوف زدہ تب ہی ہوتا ہے جب اس کے دل میں چور ہو۔۔۔ اور عشوے کے دل میں اس وقت چور تھا۔۔۔

آ۔۔۔ آیا تھا۔۔۔

پھر۔۔۔ جان بوجھ کے یہ حرکت کی ہے۔۔۔

ن۔۔۔ نہیں بس آخری بار۔۔۔ میں کلئیر کرنا چاہتی تھی۔۔۔ سوکھتے گلے کو تر کیا۔۔۔ میں۔۔۔ اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔۔۔ میں نے چھوڑ دیا ہے۔۔۔ سب۔۔۔ آنکھوں سے آنسو نکل کے گال پر پھسلے

--

ابھی تو اپ اپنے گھر جائیں نا۔۔۔ اگر میں نے کچھ الٹا سیدھا کر دیا تو زیادہ نقصان ہو جائے گا۔۔۔ اور یہ آنسو بہانا بند کریں۔۔۔ اس کے آنسو اسے اور بھی برے لگے۔۔۔

یہ۔۔۔ اس ماہ بیر کے لیے۔۔۔ اس کے گالوں کو اپنے انگوٹھوں سے زور سے رگڑا ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ اس کے ہاتھوں کو کپڑتے روکا۔۔۔ وہ بہت خوفزدہ ہو گئی تھی۔۔۔

تو پھر کیوں رو رہی ہیں۔۔۔ گھری سانس لیتے وہ دور ہوا۔۔۔ اب اس کی ہچکیاں بندھ رہی تھی۔۔۔ عصام جواب کا انتظار کیے بنا ہی ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔۔۔ اسے اپنی سمجھ نہیں آتی تھی وہ اس سے محبت کرتا تھا یا نہیں۔۔۔ کپڑے نکالتے اس کے جبڑے ہنوز سمجھنے تھے

عشوے حمید

انیس سے بیس سال کے درمیان۔۔ اونچا قد۔۔ تیکھے نین نقش۔۔ بڑی بڑی آنکھیں۔۔ سمپل بی اے کی ڈگری۔۔ ایک بہن اور ایک بھائی۔۔ اور اب ایک شوہر۔۔ عصام شیخ۔۔ ریوالونگ چینر پہ گھومتے پریشے کی نظریں سکرین پہ مرکوز تھیں جہاں عشوے کا سٹر کچر گھوم رہا تھا۔۔

عشوے کو عصام نے بہت پہلے ہی اپنے نکاح میں لے لیا تھا۔۔ یعنی ان کا رشتہ کافی مضبوط بھی ہو سکتا ہے۔۔ لیکن اس دوران کوئی رابطہ نہیں ہوا۔۔ یعنی کمزور ترین بھی ہو سکتا ہے۔۔ اس کا ٹارگٹ اب عصام نہیں عشوے تھی۔۔ عشوے عصام کو اب شیشے میں اتارنا تھا۔۔ نوٹ پیڈ پہ تاریخ لکھی ساتھ نام لکھا۔۔ پھر چیج کھیچ کے موئیٹر کے پیچے بنی دیوار پہ چپکا دیا۔۔ ایک ہنسنے میں عشوے کو عصام سے الگ کرنا تھا۔۔ پھر عصام اس کا۔۔ اسے عصام سے محبت ہو گئی تھی۔۔ وہ کسی بھی حد تک جا سکتی تھی کسی بھی حد تک۔۔ اگر وہ عشوے کا انکاؤنٹر بھی کر دیتی تو اسے کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔۔ لیکن عصام جیسے شوہر کی موجودگی میں وہ یہ رسک نہیں لے سکتی تھی۔۔ عشوے کا نمبر موبائل پہ لکھتے کال ملائی

ٹوں۔۔۔ ٹوں۔۔۔ دوسری طرف بیل جاری تھی لیکن کوئی رسیو نہیں کر رہا تھا۔۔ کچھ دیر کان سے لگائی رکھا۔۔ پھر میچ چھوڑ دیا

عشوے۔۔ کیا تم مجھے مل سکتی ہو۔۔ میں پریشے۔۔ اس دن جو ہو ٹل میں ملی تھی۔۔ پھر مسکراتے ہوئے موبائل سامنے ٹیبل پر رکھ دیا

دو دن بعد

اگر مجھ سے ملنے آنا ہی تھا تو ساتھ اپنے شوہر کو کیوں لے کے آئیں۔۔ تاکہ وہ میری بے عزتی کرے۔۔ عصام نے ابھی عشوے کا موبائل اون کیا تھا۔۔ ساتھ ہی ٹیکسٹ موصول ہوا۔۔ جو یقیناً دو دن پہلے کا ہی تھا۔۔

میں دوبارہ ملنا چاہتی ہوں۔۔ اسی نمبر پر رپلانے کیا۔۔ وہ سٹڈی میں بیٹھا تھا۔۔ عشوے نے دو دن سے اس سے بات نہیں کی تھی اور اس نے بھی اسے منانا ضروری نہیں سمجھا۔۔ اس سے دوبارہ موبائل لے لیا تھا۔۔ پہلے لینے کا مقصد اپنے باپ سے بات ناکرنا تھا اب ماہ بیر سے رابطہ ختم کروانا تھا۔۔

تاکہ پھر شوہر کو ساتھ لے آؤ۔۔ پانچ منٹ بعد رپلانے ایا۔۔

عصام نے کوئی رپلائے نہی کیا۔ دس منٹ بعد دوبارہ میج آیا

کہاں ملنا ہے۔۔

جہاں پہلے ملے تھے۔ عصام نے رپلائی کیا

ٹھیک ہے۔ آج شام چھ بجے۔ ماہ بیر نے وقت بتایا

عصام نے ٹیکسٹ کا سکرین شاٹ لے کے ڈلیٹ کر دیے۔ پھر باہر آیا۔ عشوے دوسری طرف
رخ کیے سورہی تھی۔ دونج رہے تھے۔۔

بات سنیں۔ اس کے قریب آتے آواز دی۔۔

جی۔ اتنی آہستہ آواز تھی کہ عصام نے بکشکل ہی سنا۔۔

شام کو ڈنر ہے ریڈی رہیے گا۔ ساڑھے پانچ بجے۔ اس کی لزرتی پلکوں کو دیکھا جو ابھی بھی بھیگی
بھیگی سی تھی

اچھا۔ یہ لفظی جواب دیتے اس نے کمفرٹر سیدھا کیا۔۔

عصام اور کچھ کہے بنا چلا گیا۔۔

عشوے کتنی دیر ایسے ہی وہاں لیٹی رہی۔۔ ایک بار بھی اسے عصام نے سوری نہی کہا تھا۔۔ اب تو اس نے موقع ہی چھوڑ دی تھی۔۔ شام کو پھر وہ پانچ بجے ہی تیار ہو گئی۔۔ سرخ رنگ کی لوونگ فرماں اور پجا مے کے ساتھ سکن کلر کا سرخ نگوں سے مزین دوپٹہ سرپہ ٹکائے وہ بہت دلکش لگ رہی تھی۔۔ ہلاکا سامیک اپ۔۔ روئی روئی انکھیں۔۔ بریسلٹ گھماتے وہ عصام کا انتظار کر رہی تھی جو ڈریسنگ روم میں چینچ کر رہا تھا۔۔ کچھ ہی دیر میں وہ بھی سفید کاٹن کے شلوار قمیض میں باہر نکلا۔۔ اسے دیکھ کے ایک لمحے کے لیے دل ڈگم گایا۔۔ آئنے میں بال سیٹ کرتے اسے دیکھا۔۔ وہ سر جھکائے بریسلٹ سے کھلیل رہی تھی

چلیں۔۔ جوتے پہننے اسے دیکھا

ہم وہ بھی اٹھ گئی۔۔ پانچ پچپن پہ وہ لوگ مطلوبہ ہو ٹل میں پہنچے۔۔ عصام اسے اپنی جگہ پہ بیٹھ کے غائب ہو گیا۔۔ کچھ دیر بعد ہی وہیں ماہ بیر ایا۔۔ وہ چلتا ہوا سیدھا عشوے کے پاس آکے رکا۔۔ عصام۔۔ جو دور سے دیکھ رہا تھا اس کے کرسی سنبھالتے ہی باہر نکلا۔۔ اور ٹیبل کی طرف بڑھا۔۔ ماہ بیر کی اس کی طرف پیٹ تھی سامنے عشوے تھی۔۔ جس کی آنکھیں حیرت سے کھلی تھیں اور ماہ

بیر سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔ عصام کے قریب آتے ہی یک دم وہ کھڑی ہوئی۔۔ خوف ایک بار پھر
اس کے پورے وجود میں سراہیت کر گیا۔۔ ماہ بیر نے واپس گھوم کو اسے دیکھا۔۔ وہ بھی کھڑا ہو گیا

--

تم آج بھی اس خبیث انسان کو لے کے آئی ہو۔۔ ماہ بیر کا تو پارہ ہائی ہوا۔۔ عشوے پہ چلاتے
ہوئے اسے دیکھا

نہیں نہیں۔۔ آج میں لے کے ایا ہوں اپنی بیوی کو۔۔ اسے تسلی سے دیکھتے کرسی پہ بیٹھا۔۔ عشوے
اور ماہ بیر دونوں کھڑے تھے۔۔

دراصل میں چاہتا تھا میں خود عشوے کے سامنے تم سے ایک ہی بار بات کر لو۔۔ سو آرام سے
بیٹھ جاو۔۔ ساتھ ہی عشوے کا ہاتھ پکڑ کے بیٹھایا۔۔ ماہ بیر بھی غصے میں ناچاہتے ہوئے بھی بیٹھ گیا

--

میں جانتا ہوں تم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو۔۔ بلکہ جس طرح کی ترپ دیکھاتے ہو
نا۔۔ لگتا ہے عشق کرتے ہو۔۔ دونوں کی آنکھوں میں جھانکا۔۔ دونوں نے نظریں چرانیں۔۔

لیکن مسلہ یہ ہے کہ عشوے تمہیں اب نہیں ملے گی۔۔

کیوں نہیں ملے گی۔۔ میں تمہیں چھین کے دیکھاو۔۔ گا۔۔ ماہ بیر نے عزم سے کہا۔۔

نہیں۔۔ میں نے اسے خریدا ہے۔۔ ابھی تو میں نے اسے چھواب شاید نا آتا۔۔ لیکن وہ اپنے جھوٹ پہ اڑ گئی تھی۔۔

ن۔۔ نہیں عصام۔۔ میں اپنے گھر نہیں جاوے گی۔۔ م۔۔ میں یہاں سے کہیں نہیں جاوے گی۔۔

اپ کو ماہ بیر سے محبت ہے نا تو اسی کے پاس جائیں پھر۔۔ یہاں میرے گھر میں کیوں ہیں۔۔ اسے کندھوں سے تھامتے جھنجھوڑ ہی دیا۔۔ غصے کی شدت سے اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔۔ آپ کو۔۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا ماہ بیر کو بھائی کہنا ہے۔۔ اس کا۔۔ مطلب سمجھ نہیں آیا تھا اپ کو۔۔ وہ غرایا۔۔ اس کے یوں خوفزدہ ہونے پہ اسے اور غصہ آرہا تھا۔۔ کیونکہ انسان خوف زدہ تب ہی ہوتا ہے جب اس کے دل میں چور ہو۔۔ اور عشوے کے دل میں اس وقت چور تھا۔۔

آ۔۔ ایا تھا۔۔

پھر۔۔ جان بوجھ کے یہ حرکت کی ہے۔۔

ن۔۔ نہیں بس آخری بار۔۔ میں کلیئر کرنا چاہتی تھی۔۔ سوکھتے گلے کو تر کیا۔۔ میں۔۔ اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔۔ میں نے چھوڑ دیا ہے۔۔ سب۔۔ آنکھوں سے آنسو نکل کے گال پہ پھسلے

--

ابھی تو اپ اپنے گھر جائیں نا۔۔ اگر میں نے کچھ الٹا سیدھا کر دیا تو زیادہ نقصان ہو جائے گا۔۔ اور یہ آنسو بہانا بند کریں۔۔ اس کے آنسو اسے اور بھی برے لگے۔۔

یہ۔۔ اس ماہ بیر کے لیے۔۔ اس کے گالوں کو اپنے انگوٹھوں سے زور سے رگڑا

ن۔۔ نہیں۔۔ اس کے ہاتھوں کو پکڑتے روکا۔۔ وہ بہت خوفزدہ ہو گئی تھی۔۔

تو پھر کیوں رو رہی ہیں۔۔۔ گھری سانس لیتے وہ دور ہوا۔۔۔ اب اس کی ہچکیاں بندھ رہی تھی۔۔۔ عصام جواب کا انتظار کیے بنا ہی ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔۔۔ اسے اپنی سمجھ نہیں آتی تھی وہ اس سے محبت کرتا تھا یا نہیں۔۔۔ کپڑے نکلتے اس کے جڑے ہنوز بھینچے تھے

عشوے حمید

انیس سے بیس سال کے درمیان۔۔۔ اوپر اونچا قد۔۔۔ تیکھے نین نقش۔۔۔ بڑی بڑی آنکھیں۔۔۔ سمپل بی اے کی ڈگری۔۔۔ ایک بہن اور ایک بھائی۔۔۔ اور اب ایک شوہر۔۔۔ عصام شیخ۔۔۔ ریوالونگ چینر پہ گھومنے پریشے کی نظریں سکرین پہ مرکوز تھیں جہاں عشوے کا سٹرکچر گھوم رہا تھا۔۔۔

عشوے کو عصام نے بہت پہلے ہی اپنے نکاح میں لے لیا تھا۔۔۔ یعنی ان کا رشتہ کافی مضبوط بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ لیکن اس دوران کوئی رابطہ نہیں ہوا۔۔۔ یعنی کمزور ترین بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ اس کا ٹارگٹ اب عصام نہیں عشوے تھی۔۔۔ عشوے عصام کو اب شیشے میں اتارنا تھا۔۔۔ نوٹ پیڈ پہ تاریخ لکھی ساتھ نام لکھا۔۔۔ پھر تیج کھینچ کے موئیٹر کے پیچے بنی دیوار پہ چپکا دیا۔۔۔ ایک مہنے میں عشوے کو

عصام سے الگ کرنا تھا۔ پھر عصام اس کا۔ اسے عصام سے محبت ہو گئی تھی۔ وہ کسی بھی حد تک جا سکتی تھی کسی بھی حد تک۔ اگر وہ عشوے کا انکاؤنٹر بھی کر دیتی تو اسے کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ لیکن عصام جیسے شوہر کی موجودگی میں وہ یہ رسک نہیں لے سکتی تھی۔ عشوے کا نمبر موبائل پہ لکھتے کال ملائی

ٹوں۔۔۔ ٹوں۔۔۔ دوسری طرف بیل جارہی تھی لیکن کوئی رسیو نہیں کر رہا تھا۔ کچھ دیر کان سے لگائی رکھا۔ پھر میج چھوڑ دیا

عشوے۔ کیا تم مجھے مل سکتی ہو۔۔۔ میں پریش۔۔۔ اس دن جو ہو ٹل میں ملی تھی۔ پھر مسکراتے ہوئے موبائل سامنے ٹیبل پہ رکھ دیا

دو دن بعد

اگر مجھ سے ملنے آنا ہی تھا تو ساتھ اپنے شوہر کو کیوں لے کے آئیں۔۔۔ تاکہ وہ میری بے عزتی کرے۔۔۔ عصام نے ابھی عشوے کا موبائل اون کیا تھا۔۔۔ ساتھ ہی ٹیکسٹ موصول ہوا۔۔۔ جو یقیناً دو دن پہلے کا ہی تھا۔۔۔

ایک اور بھی انون نمبر سے مسج تھا۔۔۔ اسے اگنور کیا

میں دوبارہ ملنا چاہتی ہوں۔۔۔ اسی نمبر پر رپلائے کیا۔۔۔ وہ سڑی میں بیٹھا تھا۔۔۔ عشوے نے دو دن سے اس سے بات نہیں کی تھی اور اس نے بھی اسے منانا ضروری نہیں سمجھا۔۔۔ اس سے دوبارہ موبائل لے لیا تھا۔۔۔ پہلے لینے کا مقصد اپنے باپ سے بات ناکرنا تھا اب ماہ بیر سے رابطہ ختم کروانا تھا۔۔۔

تاکہ پھر شوہر کو ساتھ لے آؤ۔۔۔ پانچ منٹ بعد رپلائے ایسا۔۔۔

عصام نے کوئی رپلائے نہیں کیا۔۔۔ دس منٹ بعد دوبارہ مسج آیا

کہاں ملنا ہے۔۔۔

جہاں پہلے ملے تھے۔۔ عصام نے رپلائی کیا

ٹھیک ہے۔۔ آج شام چھ بجے۔۔ ماہ بیر نے وقت بتایا

عصام نے ٹیکسٹ کا سکرین شاٹ لے کے ڈلیٹ کر دیے۔۔ پھر باہر آیا۔۔ عشوے دوسری طرف
رخ کیے سورہی تھی۔۔ دونج رہے تھے۔۔

بات سنیں۔۔ اس کے قریب آتے آواز دی۔۔

جی۔۔ اتنی آہستہ آواز تھی کہ عصام نے بکشکل ہی سننا۔۔

شام کو ڈنر ہے ریڈی رہیے گا۔۔ ساڑھے پانچ بجے۔۔ اس کی لزرتی پلکوں کو دیکھا جو ابھی بھی بھیگی
بھیگی سی تھی

اچھا۔۔ یہ لفظی جواب دیتے اس نے کمفرٹر سیدھا کیا۔۔

عصام اور کچھ کہے بنا چلا گیا۔۔

عشوے کتنی دیر ایسے ہی وہاں لیٹی رہی۔۔ ایک بار بھی اسے عصام نے سوری نہی کہا تھا۔۔ اب تو اس نے توقع ہی چھوڑ دی تھی۔۔ شام کو پھر وہ پانچ بجے ہی تیار ہو گئی۔۔ سرخ رنگ کی لوگ فراک اور پجاۓ کے ساتھ سکن کلر کا سرخ نگوں سے مزین دوپٹہ سرپہ ٹکائے وہ بہت دلکش لگ رہی تھی۔۔ ہلکا سامیک اپ۔۔ روئی روئی آنکھیں۔۔ بریسلٹ گھماتے وہ عصام کا انتظار کر رہی تھی جو ڈریسنگ روم میں چلنچ کر رہا تھا۔۔ کچھ ہی دیر میں وہ بھی سفید کاٹن کے شلوار قمیض میں باہر نکلا۔۔ اسے دیکھ کے ایک لمحے کے لیے دل ڈگم گایا۔۔ آئنے میں بال سیٹ کرتے اسے دیکھا۔۔ وہ سر جھکائے بریسلٹ سے کھیل رہی تھی

چلیں۔۔ جوتے پہنٹے اسے دیکھا

ہمم وہ بھی اٹھ گئی۔۔ پانچ پچپن پہ وہ لوگ مطلوبہ ہو ٹل میں پہنچے۔۔ عصام اسے اپنی جگہ پہ بیٹھ کے غائب ہو گیا۔۔ کچھ دیر بعد ہی وہیں ماہ بیر ایا۔۔ وہ چلتا ہوا سیدھا عشوے کے پاس آکے رکا۔۔ عصام۔۔ جو دور سے دیکھ رہا تھا اس کے کرسی سنبھالتے ہی باہر نکلا۔۔ اور ٹیبل کی طرف بڑھا۔۔ ماہ بیر کی اس کی طرف پیٹ تھی سامنے عشوے تھی۔۔ جس کی آنکھیں حیرت سے کھلی تھیں اور ماہ بیر سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔ عصام کے قریب آتے ہی یک دم وہ کھڑی ہوئی۔۔ خوف ایک بار پھر

اس کے پورے وجود میں سرائیت کر گیا۔۔۔ ماہ بیر نے واپس گھوم کو اسے دیکھا۔۔۔ وہ بھی کھڑا ہو گیا

--

تم آج بھی اس خبیث انسان کو لے کے آئی ہو۔۔۔ ماہ بیر کا تو پارہ ہائی ہوا۔۔۔ عشوے پہ چلاتے
ہوئے اسے دیکھا

نہیں نہیں۔۔۔ آج میں لے کے ایا ہوں اپنی بیوی کو۔۔۔ اسے تسلی سے دیکھتے کرسی پہ بیٹھا۔۔۔ عشوے
اور ماہ بیر دونوں کھڑے تھے۔۔۔

دراصل میں چاہتا تھا میں خود عشوے کے سامنے تم سے ایک ہی بار بات کر لو۔۔۔ سو آرام سے
بیٹھ جاو۔۔۔ ساتھ ہی عشوے کا ہاتھ پکڑ کے بیٹھایا۔۔۔ ماہ بیر بھی غصے میں ناچاہتے ہوئے بھی بیٹھ گیا

--

میں جانتا ہوں تم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہو۔۔۔ بلکہ جس طرح کی تڑپ دیکھاتے ہو
نا۔۔۔ لگتا ہے عشق کرتے ہو۔۔۔ دونوں کی آنکھوں میں جہانکا۔۔۔ دونوں نے نظریں چرائیں۔۔۔

لیکن مسلسل یہ ہے کہ عشوے تمہیں اب نہیں ملے گی۔۔

کیوں نہیں ملے گی۔۔ میں تمہیں چھین کے دیکھاو گا۔۔ ماہ بیر نے عزم سے کہا۔۔

نہیں۔۔ میں نے اسے خریدا ہے۔۔ ابھی تو میں نے اسے چھوا بھی نہیں ہے اور تمہیں دے دوں۔۔
ایک نظر عشوے کو دیکھا جس کا وجود ایک لمحے میں دھواں دھواں ہوا۔۔

اوہ۔۔ میں جانتا تھا کچھ ناکچھ تو ہوا ہے۔۔ اب سمجھا۔۔ مامو نے لاچ میں آکے اپنی بیٹی کو فروخت کر دیا۔۔ وہ دونوں وہاں بیٹھے اس کی ذات کی دجھیاں بکھیر رہے تھے اور وہ ساکت بیٹھی ان کے چہرے دیکھ رہی تھی۔۔

اب سمجھ گئے نا۔۔ تو اپنا راستہ بدل لو۔۔ کیونکہ یہ تو میرے جیتے جی ممکن نہیں ہو گا کہ تم میری بیوی کو لے جا سکو۔۔

اور عشوے۔۔ بھی آج کے بعد تم سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھے گی۔۔

یہ تم نہیں طے کر سکتے۔ مہ بیر کھڑا ہوا

- عشوے کو میں واپس لے کے رہوں گا۔۔۔ چاہے خریدنا پڑے واپس۔۔۔ اور۔۔۔ اگر نہیں چھوا تو بہت اچھی بات ہے۔۔۔ میرا تو فائدہ ہے اس میں۔۔۔ ڈھکے چھپے الفاظ میں وہ اسے باور کرو گیا۔۔۔

یہ تمہاری بھول ہے۔ تسلی سے جواب دیتے ماہ بیر کو گھورا۔۔۔ عشوے بمشکل ہی وہاں بیٹھی تھی
۔۔۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ یوں دو مردوں کے درمیان کھلونا بنے گی
چلو ایک ڈیل کرتے ہیں۔

ٹیبل پہ بازو ٹکاتے عصام اگے ہوا۔

تم جا کے حمید صاحب سے کہو کہ-- میں عشوے کو خریدنا چاہتا ہوں۔۔۔ اگر وہ مان گئے تو۔۔۔ یہ تمہاری۔۔۔ اس کی آنکھیں دیکھتے اٹل لہجے سے کہا۔۔۔ ایک لمحے کے لیے عشوے کو لگا کہیں وہ واقع کوئی کھلوانا تو نہیں ہے۔۔۔ جسے یوں بار بار فروخت کیا جانے والا ہو۔۔۔

مجھے منظور ہے۔۔۔ ماہ بیر نے بھی ڈن کر دیا۔۔۔

یہ کیمرا۔۔۔ جو تم اس وقت اپنی پاکٹ یا گیربان پہ لگا کے رکھو گے۔۔۔

کیوں۔۔۔ چھوٹ سے بڑن نما کمیرے کو دیکھا۔۔۔

اگلے بندے کے ایکسپریشن بھی تو دیکھنے ہیں نا۔۔۔ سمجھا کرو۔۔۔ وہ عشوے کو بلکل فراموش کر چکا تھا

--

ہمہم۔۔۔ پھر چلتا ہوں میں۔۔۔ بس اپنی ڈیل کو یاد رکھنا۔۔۔ ماہ بیر کیمرا لیتے اٹھ گیا۔۔۔ پیچھے سے عاصام نے عشوے کو دیکھا جو۔۔۔ ایسے بیٹھی تھی کہ ہاتھ لگاؤ تو ریت کے بت کی طرح ڈھے جائے گی اس کا ہاتھ پکڑتے زبردستی کھڑا کیا۔۔۔ پھر گاڑی میں بیٹھا کے خود ڈرائیورنگ سیٹ پہ آیا اس کا بیلٹ اور اپنا بیلٹ باندھتے وہ اسی کو ہی دیکھ رہا تھا جو بلکل خاموش تھی ایک لفظ بھی زبان سے ادا نہی کیا۔۔۔ سارا راستہ خاموشی میں کٹ گیا۔۔۔ آدھے پونے گھنٹے میں ان کی میٹنگ مکمل ہوئی تھی۔۔۔ ابھی رات کے نوبجے والے تھے۔۔۔ عاصام سیدھا اباں کے روم میں چلا گیا اور عشوے اپنے روم میں

کیا ہو رہا تھا۔۔ وہ جو ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا آب ان ایک دم سیدھا ہوا۔۔ عصام کو سامنے دیکھ کے اس کا رنگ اڑا۔۔

کیا کر رہے تھے آپ۔۔ عصام چلتا ہوا اس کے قریب ایا۔۔
ک۔۔ کچھ نہی بابا۔۔ کھل رہا تھا۔۔ نا محسوس طریقے سے تکیہ دبارہ تھا

کس چیز سے۔۔ اس کے پاس بیٹھا۔۔

ا۔۔ ایسے ہی۔۔ ہاتھوں سے۔۔ ہتھیلیاں سامنے پھیلائیں۔۔ جنہیں حسام نے پکڑ لیا۔۔

لیکن ہاتھوں سے تو نہیں کھیلا جاتا۔ اب اس کی نظر تکیے کی جانب تھی۔ پھر دونوں ہاتھوں کو ایک ہاتھ سے پکڑتے تکیہ اٹھایا۔ اس کے نیچے تصویر تھی۔ اسے اٹھاتے سامنے کیا۔ وہ تصویر۔

مما کو مس کر رہا تھا۔ سر نیچے گرا یا

وہ تصویر آبان کی ماما یعنی عصام کی پہلی والف کی تھی۔ جب آبان دو سال کا تھا تو سیوں منٹھ کی پریگنسی میں ان کا بے بی پیٹ میں ہی ڈیڈ ہو گیا۔ نیچے کی ڈیتھ کا صحیح ٹائم پتہ نہیں چل سکا۔ ڈبلوری کے دوران ہی آبان کی ماں اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔

تصویر کو دیکھ کے بہت کچھ یاد آیا۔

اپ ان کو مس کرتے رہیں گے تو نیو ماما کو ٹائم کون دے گا۔

وہ اپ کی مسسرز ہیں۔ ان کا تو موڈ ہی اچھا نہی ہوتا۔ شکوہ کیا۔

آپ کیا کریں نا ان کا موڈ اچھا۔۔ ان۔۔ کے پاس جایا کریں۔۔ ان کے ساتھ کھیلا کریں۔۔

وہ اپنے روم سے باہر ہی نہی آتیں۔۔ اور دانیہ پھپو کہتی ہیں کہ۔۔ وہ سانس لینے کے لیے رکا۔۔

وہ میری سٹیپ ماما ہیں وہ بڑے ہو کے مجھے ماریں گی۔۔ ایک بار اپ نے بھی کہا تھا۔۔

ایسے ہی ماریں گی۔۔ آپ بہادر بیٹے ہیں نا۔۔ تو اپ مقابلہ کرنا۔۔

مطلوب جب مما ماریں گی تو میں بھی ماروں۔۔ اشتیاق سے پوچھا

ن۔۔ نہیں۔۔ وہ گڑ بڑایا۔۔ اپ ماریں نہیں۔۔ لیکن اپ انہیں تنگ نہی کریں۔۔ وہ جو بات کہیں آپ
مانیں۔۔ ایسے وہ آپ کو نہیں ماریں گی۔۔ بلکہ بہت سارا پیار کریں گی۔۔ وہ اسے آہستہ آہستہ سمجھا
رہا تھا۔۔ آبان اس کی باتیں سنتے سنتے وہیں تکیے پہ سر رکھے سو گیا۔۔ اس کے سونے کے بعد وہ روم
میں آیا تو عشوے سامنے کہیں نظر نہیں ائی۔۔

ڈریسنگ روم میں جھانکا وہاں بھی نہیں تھی۔ پھر باقہ روم چیک کیا اس کا دروازہ بھی انلاک تھا۔ سٹڈی روم میں آیا۔ وہاں دروازہ کھول کے دیکھا۔ سامنے کہیں نہیں تھی لیکن وہیں بک ریکس کے پیچے بیٹھی جیسے عصام سے بلکہ پوری دنیا سے چھپنا چاہتی تھی۔ عصام کی نظر اس پر پڑی تو قریب ایسا۔

یہاں کیوں بیٹھی ہیں۔ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھتے پوچھا۔ وہ جو سر گھٹنوں پر گراۓ بیٹھی تھی ایک دم ڈر گئی۔

اٹھیں یہاں سے۔ زبردستی اسے اٹھایا۔ وہ گسیٹتی ہوئی اس کے ساتھ باہر آئی تھی۔ حالت اتنی خراب تھی کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا شاید کوئی بہت پیارا وفات پا گیا ہے اس کے غم میں اتنی بربادی ہو۔ لیکن اس کا تو اس سے بھی بڑا دکھ تھا

چھوڑیں مجھے۔ خود کو اس سے چھڑو یا۔

ا۔ اپ کو میں انسان نہیں لگتی۔

ا۔ اپ کو بس میرا جسم ہی چاہیے نا۔

یہ لیں۔ دوپٹہ جو پہلے ہی زمین سے لگ رہا تھا اتار کے دور پھینکا۔

یہ لیں۔۔ حاضر ہوں۔۔ جو کرنا ہے کریں میرے جسم کے ساتھ۔۔ ل۔۔ لیکن مجھے انسان تو سمجھیں
۔۔ تیز تیز ابھرتا سینہ اس کی سانسوں کی بے ترتیبی کا پتہ دے رہا تھا۔۔ عصام نے اسے دیکھا۔۔ پھر
زبردستی کپڑ کے سینے سے لگایا۔۔ وہ تڑپ رہی تھی اپنی ناقداری پہ۔۔ اور عصام جیسا پھر انسان اپنے
بھیگتے سینے کو پگھلتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔۔

ماما میرا ایک کام کریں گی۔۔ خالی چائے کا مگ شیف پہ رکھتے پریشے کرسی کھینچ کے بیٹھی۔۔ قد سیہ
کچن میں شام۔۔ کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں۔۔
ہاں۔۔ کہو۔۔ کریلے میں سے بیج نکالتے اسے دیکھا۔۔

ایک لڑکی ہے۔۔ اس کے گھر جانا ہے۔۔ اور یہ پیکٹ اسے دینا ہے۔۔ اس کے اوپر میرا فل ایڈریس
اور نام سب لکھا ہے۔۔

میرا جانا ضروری ہے۔۔ اس کی بات کاٹی

جی۔۔ کیونکہ اگر میں ٹی سی ایس کرواؤ گی تو وہ پہلے اس کے شوہر کے پاس جائے گگ جو کہ میں نہیں چاہتی۔۔

اور ایسا کیوں نہیں چاہتی تم۔۔ وہ اکثر اس کے ایسے کام کر دیا کرتی تھیں انویسٹیگیشن میں تھوڑی بہت ہیلپ۔۔ یا کسی کے پاس کچھ چھوڑنا ہو تو۔۔

کیونکہ اس کا شوہر اس پہ ظلم کرتا ہے۔۔ اس نے کمپلین کروائی تھی لیکن ثبوت نا ہونے کی وجہ سے ہم اسے اریسٹ نہیں کر سکے۔۔ وہ ظالم انسان اسے موبائل بھی نہیں رکھنے دیتا کے کچھ ریکارڈ کیا جا سکے۔۔ وہ بلکل بے بس ہے ماما۔۔ آپ کو یہ اینویلپ اس تک پہنچانا ہی ہے ہر حال میں ۔۔۔ انہیں کنوئیس کرتے ہوئے پیکٹ سیدھا کیا۔۔۔ اس میں ایک موبائل اور سم کارڈ ہے۔۔ جس میں میرا نمبر سیو ہے۔۔۔ یہ جا کے اپ نے سیدھا اسی کو دینا ہے۔۔

لیکن میں جاوں گی کیسے۔۔ کیونکہ وہ لوگ تو مجھے پہچانیں گے ہی نہیں۔۔۔ کریلا کاٹا ہاں۔۔۔ لیکن آپ وہاں کام والی بن کے جائیں گی۔۔۔

شabaش

پلیز ماما۔۔ وہاں کی سکیورٹی بہت ٹائٹ ہے۔۔ وہاں آپ ایسے ہی بنا کسی کو جانے نہیں جا سکتی سوائے اس ایک آپشن کے۔۔ اس طرح آپ کو گھر کے اندر موجود لوگوں سے بھی ملنے کی پرمیشن مل جائے گی۔۔

اوکے۔۔ کب جانا ہے۔۔

جتنا جلدی ہو سکے۔۔

کل ہی جاسکوں گی۔۔ اب تو وقت بھی نہیں بچا۔۔ کوڑے والی ٹوکری اٹھا کے ساند پر رکھی۔۔

ٹھیک ہے۔۔ آپ نے وہاں جا کے گارڈ کو کہنا ہے کہ۔۔ مسز عصام نے بلایا ہے کام کے لیے۔۔ ایسے وہ زیادہ پوچھے گا نہیں۔۔ ٹھیک ہے۔۔ وہ انہیں آہستہ آہستہ سمجھا رہی تھی۔۔

میرا قصور کیا تھا۔۔ میرے ساتھ ہی یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔۔ وہ اس کے سینے سے لگی بلک رہی تھی اور عظام اسے خود میں بھینچے تسلی کے دو لفظ بھی نہیں بول پا رہا تھا۔۔ اسے یہ سب اس کے سامنے نہیں کہنا چاہیے تھا لیکن۔۔ وہ یہ بات بھی برداشت نہی کر پاتا تھا کہ اس کی بیوی کسی اور مرد کو چاہتی ہے۔۔ اسے عشوے کا کسی اور کے لیے یوں سوچنا اندر سے جلا رہا تھا۔۔

ماہ بیر سے دور رہیں۔۔ جب جب وہ ہمارے درمیان آنے کی کوشش کرے گا ایسا ہی ہو گا۔۔ اپ کو تکلیف ہو گی جو میں برداشت نہی کر سکوں گا۔۔

میرے علاوہ آپکے ذہن میں بھی کوئی اور بھٹکا نا۔۔ تو میں اس کی جان لے لوں گا۔۔ اپ کے دل اور دماغ۔۔ دونوں کا فوکس صرف مجھ پہ ہونا چاہیے۔۔ اسے خود سے الگ کرتے سرخ انکھوں سے دیکھا۔۔

انڈر سٹینڈ۔۔ کمر کے گرد بازو حائل کرتے اسے دوبارہ قریب کیا۔۔

آپ صرف میری ہیں۔۔ نکاح ہوا ہے آپ سے۔۔ صرف میرا حق ہے اپ پہ۔۔ کوئی بھی تیسرا شخص اگر بچ آنے کی کوشش کرے گا تو جان سے جائے گا۔۔ اپنے انگوٹھوں سے اس کے گال صاف کیے جو بے تحاشا بھیگ چکے تھے۔۔ پھر جھک کہ ان پہ لب رکھے۔۔ یہاں کبھی آنسو ناگریں۔۔ تکلیف دیتے ہیں مجھے۔۔

میں جانتا ہوں کسی کے لیے فلینگز ہونا اپنے بس کی بات نہیں ہوتی۔۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ۔۔ اپ ان احساسات کو ختم کر دیں۔۔ اپ کا محرم میں ہوں۔۔ یہ سب صرف میرے لیے ہونا چاہیے۔۔ کسی بھی مرد کو یہ چیز برداشت نہیں ہوتی کہ اس کی بیوی کسی اور سے تعلق۔۔

میرا کوئی تعلق نہیں ہے ان سے۔۔ ن۔۔ ناہی مجھے ان سے محبت ہے۔۔ بمشکل اپنی ہچکیاں کنٹرول کرتے وہ اس سے دور ہٹی۔۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے۔۔

آ۔۔ اپ نے ان کے سامنے مجھے اتنا انسٹ کیوں کیا۔۔ اسے بس اس بات کا دکھ تھا کہ عصام نے اسے ماہ بیر کے سامنے دو کوڑی کا کر دیا تھا

اس کے پیچے ایک وجہ ہے جو اپ کو ابھی نبھی بتا سکتا۔۔۔ بھیگی قمیض کو دیکھتے کہا

جو بھی تھا۔۔۔ لیکن بیوی کی عزت کرنا اور کروانا شوہر کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔۔۔ اپ نے مجھے اتنا
رسوا کیا۔۔۔ میں زندگی میں اتنی شرمندہ نبھی ہوئی۔۔۔

اپ کو ان باتوں کا دکھ نہیں ہے۔۔۔ اپ کو اس بات کا دکھ ہے کہ یہ باتیں ماہ بیر کے سامنے کی گئی
ہیں۔۔۔ اس کی چلتی زبان نے اسے پھر تیش دلایا۔۔۔ عشوے خاموش ہو گئی۔۔۔ وہ کیا کہتی۔۔۔ اگر کچھ
کہتی تو بھی عصام نے غلط ہی مطلب لینا تھا سو خاموش بہتر تھی۔۔۔ عصام نے بھی گہرا سانس لیتے
خود کو پر سکون کیا۔۔۔ پھر روم فریزر سے پانی کی بوتل نکال کے عشوے کو پانی دیا۔۔۔ وہ بھی رو رو
کے تھک گئی تھی۔۔۔ خاموشی سے گلاس پکڑ لیا

کھانا کھائیں گی۔۔۔ گلاس واپس لیتے عصام نے پوچھا۔۔۔

نہیں۔۔۔ گردن نفی میں ہلاتے لیٹ گئی۔۔۔ بھوک تو مر ہی گئی تھی۔۔۔ عصام بھی زیادہ کچھ کہنے کی
بجائے سٹڈی روم میں چلا گیا

اسلام و علیکم مامی۔۔۔ ما مو کہاں ہیں۔۔۔ ماہ بیر حمید سے ملنے ان کے گھر ایا تھا۔۔۔ عائشہ چیزیں سمیت رہی تھیں۔۔۔ اسے مڑ کے دیکھا۔۔۔

کمرے میں ہونگے۔۔۔ انہیں اب اس کے انے سے کوئی حیرانی نہی ہوتی تھی۔۔۔

وہ خاموشی سے اندر چلا ایا۔۔۔ سامنے ہی وہ بک ریک سے بک۔۔۔ نکال رہے تھے۔۔۔

مامو مجھے اپ سے بات کرنی ہے۔۔۔ ان کے سامنے ایا

بیٹھو۔۔۔ اسے تعجب سے دیکھتے وہ خود بھی بیڈ پہ بیٹھ گئے۔۔۔ ماہ بیر پاس پڑے صوف پہ لٹا میں اپ سے اپ کی بیٹی خریدنا چاہتا ہوں۔۔۔ انکی انکھوں میں دیکھا۔۔۔ جہاں پہلے حیرت اور پھر نمی نمودار ہوئی

ک۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔۔ زبان نے بھی ساتھ چھوڑنا شروع کیا

مطلوب یہ کہ میں عشوے کو خریدنا چاہتا ہوں۔۔ عصام سے زیادہ رقم

چٹا خ۔۔ تمہاری جرات کے تم میری بیٹی کے بارے میں بات کرو۔۔ ایک تھپٹر ماہ بیر کو زمین پہ لایا

یہی تھپٹر اگر اپ عصام کو مارتے نہ تو اج اپ کی بیٹی وہاں اتنی اذیت میں ناجی رہی ہوتی۔۔۔ وہ
وہاں کیسے زندگی گزار رہی ہے اپ نہیں جانتے۔۔

جمید خاموش ہو گئے۔۔۔ وہ اسے کیا کیا بتاتے

کل اس کا شوہر اسے میرے سامنے ذلیل کر کے گیا ہے۔۔۔ اس کا چہرہ دیکھنے والا تھا۔۔۔ اگر اپ
سامنے ہوتے تو اس کی حالت دیکھ کے زندہ دفن ہونے کی خواہش کرتے

خاموش ہو جاو۔۔۔ تم نہیں جانتے کچھ بھی۔۔۔ عشوے کبھی اتنی تکلیف میں نا ہوتی اگر پیچ میں تم نا
ائے ہوتے۔۔۔ سارے فساد تمہاری وجہ سے شروع ہوئے ہیں۔۔۔ میری بیٹی ایسی نہی تھی کہ یوں
بغاؤت کرتی۔۔۔ وہ تمہاری وجہ سے میرے منہ کو آرہی تھی۔۔۔

اپ نے اسے جہنم میں دکھیلا ہے۔۔۔ بات کاٹی۔۔۔ وہ کیسے برداشت کرتا۔۔۔ سارا الزام اس پہ کیوں
آرہا تھا۔۔۔

میں نے اسے تمہاری جہنم سے بچایا ہے۔۔۔ اگر اتنی ہی محبت تھی تو اپنے ماں باپ کو پہلے راضی
کرتے۔۔۔ ائے بڑے خریدنے والے۔۔۔ اگر ایسی ذہنیت ہے تمہاری تو بہت اچھا ہوا کے تمہیں نہیں
سو نپا۔۔۔

واہ ما مو جی واہ۔۔۔ میری ذہنیت نظر آرہی ہے۔۔۔ اپنی نہیں ائی۔۔۔

بس۔۔۔ تمیز سے بات کرو۔۔۔ ورنہ دفعہ ہو جاو یہاں سے۔۔۔ دور بیٹھا عصام وہ تمام منظر مونیٹر پہ
دیکھ رہا تھا۔۔۔ اسے حیرت بھی ہوئی حمید کے روئئے پہ۔۔۔ اسے لگا تھا وہ شرمندہ ہو گے لیکن وہ تو ماہ
بیر کو شرمندہ کر رہے تھے۔۔۔

مجھے اپ کی بیٹی چاہیے۔۔۔

اپ عصام سے بات کریں۔۔۔

کیوں کروں۔۔۔ تاکہ تمہاری ماں اسے روز ٹارچ کریے

وہ تو عصام بھی کر رہا ہے۔۔۔

اس کی دی ہوئی اذیت کم ہو گی۔۔۔

اپ کو اپنے بھتیجے سے زیادہ اس پہ بھروسہ کیوں ہے۔۔۔

وہ پچھلے کئی سالوں سے اس کی منکوحہ ہے۔۔۔ یہ چند ماہ نہیں ان کے رشتے کے بلکہ بہت سال ہو چکے ہیں۔ وہ اس کی امانت تھی۔۔۔ جو میں نے اسے سونپ تھی۔۔۔ یہ رشتہ عصام کے باپ نے بنایا تھا۔۔۔ جو میرے باس ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اچھے دوست بھی تھے۔۔۔ اور جن روپوں کی تم بات کر رہے ہو۔۔۔ وہ میرے نہیں عشوے کے ہیں۔۔۔ عشوے اور عصام کے۔۔۔ میں بس ایک پل تھا جس نے ایک کنارے کو دوسرے کنارے سے جوڑا ہے۔۔۔ اب تم سے گزارش ہے میری۔۔۔

ہاتھ جوڑے۔۔۔ تم عشوے اور عاصم سے دور رہو۔۔۔ وہ جیسے بھی ہیں ٹھیک ہیں۔۔۔ بہت سی چیزیں
جنہیں تم نہیں جانتے ان دونوں کے ساتھ ہونے سے ٹھیک ہو رہی ہیں۔۔۔

دوسری طرف عاصم حیرت کا بت بنا وہ سب سن رہا تھا اور دیکھ رہا تھا۔۔۔ اسے تو کچھ اور پتہ تھا
۔۔۔ اسفند کے خطوں میں جو لکھا تھا وہ تو کچھ اور لکھا تھا۔۔۔ جو ابھی حمید کہہ رہے تھے وہ کچھ اور تھا
۔۔۔ کیا وہ جھوٹ بول رہے تھے۔۔۔ یا وہ خط اسفند کے نہیں تھے۔۔۔ اگر اسفند کے نہیں تھے تو کس
کے تھے۔۔۔ بہت ساری کڑیاں تھیں جو الجھتی جا رہی تھیں۔۔۔

اپ نے یہ سب پہلے کیون نہی بتایا۔۔۔ ماہ بیر انہیں حیرت اور افسوس سے دیکھنے لگا
کیونکہ ہر بات بتانے والی نہی ہوتی۔۔۔ میں اس کا باپ ہوں۔۔۔ میں اپنی بیٹی کے لیے بہتر فیصلہ کر
سکتا ہوں اس کے لیے مجھے کسی کی ضروت نہی ہے۔۔۔

اگر ایسا تھا تو پہلے رشتہ کرنا چاہتے تھے نا۔۔۔ وہ کون ساناٹک تھا۔۔۔

ناظک نہی تھا۔ تمہاری مامی کی خواہش تھی۔ اور تب عصام بھی نہی تھا۔ اگر شوہر لاپتہ ہو جائے تو قانون کے مطابق۔ عدت گزار کے عورت بیوہ کھلاتی ہے۔ اور وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔۔۔ لیکن اگر شوہر واپس آجائے تو دوسرا نکاح خود بخود ٹوٹ جاتا ہے۔۔۔ یہ تو اچھا ہوا کہ وہ سہی وقت پہ آگیا۔۔۔ ورنہ جانے کتنی بدنامی اور کتنی زندگیاں خراب ہوتیں۔۔۔

ہم۔۔۔ حمید نے ایسا کوئی راستہ نہیں چھوڑا تھا جہاں سے ماہ بیر عشوے کو لے کے نکل سکتا۔۔۔ خالی ہاتھ گیا تھا خالی ہاتھ ہی واپس پلٹ ایا

ماما اپ کیا کر رہی ہیں۔۔۔ عشوے کچن میں کھڑی چائے بنارہی تھی گھر پہ اس کے علاوہ اور کوئی تھا۔۔۔ آبان سورہا تھا شاید ابھی ابھی اٹھ کے نیچے ایا تھا۔۔۔

چائے بنارہی ہوں۔۔۔ اس دیکھ کے مسکرائی۔۔۔ آپ پہنیں گے۔۔۔

نہیں۔ میں بابا کی طرح کافی بیتا ہوں۔۔۔ بلیک والی۔۔۔ بات کرتے بازو پھیلائے
اچھا جی۔۔۔ اسے اٹھا کے شیف پہ بیٹھایا۔۔۔

پھر اپ ناشتے میں کیا کیا لیں گے۔۔۔ اس کی ننھی سی ناک دبائی
ایک مینگو کاٹ کے کیوبز میں۔۔۔ ایک کافی کاگ اور ایک بریڈ۔۔۔ فنگر ٹپس پہ مطلوبہ چیزیں گنوائیں
--

اووو کے۔۔۔ اپ وہاں چھیر پہ بیٹھیں۔۔۔ میں ابھی اپ کو دیتی ہوں۔۔۔ چائے کی اگ دھیمی کرتے
اسے نیچے اتارا۔۔۔ پھر مینگو کاٹ کے پلیٹ میں رکھا ساتھ بریڈ۔۔۔

کافی یہ چھوٹے مگ میں۔۔۔ چاکلیٹ کلر کاگ اس کے سامنے لہرا دیا۔۔۔

جی۔۔۔ یہ آبان کا ہے۔۔۔

ہوں ہوں۔۔۔ اب ان تو بہت سیانے پچے ہیں۔۔۔

لیکن بابا کہتے ہیں میں ابھی اتنا جیں نہیں ہوں جتنے وہ خود ہیں۔۔۔

ہاں ان سے زیادہ تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔ عشوے کے اندر تک کڑواہٹ گھلی۔۔۔

انہیں سب کچھ اتا ہے۔۔۔ وہ ہورس رائڈنگ بھی کر لیتے ہیں اور۔۔۔ اور پسٹل بھی چلا لیتے ہیں۔۔۔ ان کا نشانہ بہت اچھا ہے۔۔۔ ایک بار انہوں نے ہمارے گھر میں ایک چور گھس ایا تھا۔۔۔ اسے مارا۔۔۔ وہ وہیں مر گیا۔۔۔

اففف۔۔۔ عشوے نے کافی اس کے سامنے رکھی۔

جی۔۔ اور وہ بہت بڑیوں ہیں۔۔

بس بہت ہو گئی باتیں۔۔ ناشتہ کریں۔۔ اسے عاصم کی یوں تعریف ہونا برا لگ رہا تھا شاید۔۔۔

اپ کی ماما کا نام کیا تھا۔۔ اس نے بات چنج کی

ان کا نام مریم تھا۔۔۔ وہ بہت پیاری تھیں بلکل بابا کی طرح۔۔

او ففففففف۔۔۔ پھر بابا۔۔

اپ کے بابا کہاں سے پیارے ہیں۔۔

فیں سے۔۔۔ وہ ڈیشنگ ہیں۔۔۔ ہینڈ سم ہیں۔۔۔ بہت ساری لڑکیاں ان سے شادی کرنا چاہتی تھیں
۔۔۔ لیکن بابا نے اپ سے کر لی۔۔۔ وہ ساتھ ساتھ ناشتہ کر رہا تھا

آہ باب کے ساتھ ساتھ بیٹے کو بھی خوش فہمیاں ہیں۔۔۔ سوچا

اپ کو پتہ ہے--یہ۔ جو پھپو ہیں میری۔۔ دانیہ۔۔

جی۔۔ وہ راز درانہ انداز میں بتا رہا تھا

یہ بھی بابا سے شادی کرنا چاہتی تھیں۔۔ لیکن بابا نے منع کر دیا۔۔

کیوں۔۔ اتنی پیاری تو ہیں۔۔

نہیں۔۔ اپ زیادہ پیاری ہیں۔۔ وہ اچھی نہی ہیں۔۔ وہ بابا کو ہرٹ کرتی ہیں۔۔ اور وہ مجھے کہتی ہیں
میں ان کو ماما کروں۔۔ لیکن بابا نے کہا کہ پھپو کہوں۔۔

اوہ۔۔ مطلب مجھے ان سے بچ کے رہنا چاہیے۔۔

جی۔۔ وہ بہت چالاک ہیں۔۔

انہوں نے ایک بار مجھ سے بابا کے لاکر کا پاسورڈ پوچھنے کا کہا۔ لیکن بابا نے مجھے سہی پاسورڈ نہی بتایا۔ نیکسٹ ڈے پتہ کیا ہوا۔

کیا ہوا۔

وہ نیکسٹ ڈے بابا کے روم میں گئیں۔ اور ان کا لاکر کھولنے کی کوشش کی۔ پاسورڈ جب غلط لگا تو الارم بجھنے لگا۔ بابا افس میں تھے۔ جلدی سے گھر آئے۔ دانیہ پھپو ڈر کے بھاگ گئی۔ بابا نے مجھ سے پوچھا کہ کس نے کیا ہے تو میں نے بتا دیا۔ اس وقت بابا بہت غصے میں تھے۔ انہوں نے دانیہ پھپو کو وارن بھی کیا کہ ائندہ ایسا کچھ کیا تو گھر سے نکال دیں گے۔ وہ ناشتہ کم ہی کر رہا تھا

تو اپ کے بابا نے اپ کو ان سے دور رہنے کا نہیں بولا۔

بولا نا۔۔۔ بہت بار۔۔۔ پھر میرے لیے بے بی سڑ بھی لائے پر دانیہ پھپو نے انہیں بھگا دیا۔۔۔ ابھی۔۔۔ پھر
وہ اپکو میرے لیے لائے ہیں۔۔۔ ہونٹوں میں زبان پھیرتے مسکراتی انکھوں سے اسے دیکھا۔۔۔ وہ جو
بہت توجہ سے اس کی باتیں سن رہی تھی اس کی شرارت پہ مسکراتی۔۔۔

ہاں بلکل۔۔۔ اب ہم دونوں مل کے دانیہ پھپو سے اور اپ کے بابا سے فائز کریں گے۔۔۔ چائے کا
خال مگ دھوتے ہوئے اسے دیکھا۔۔۔

نہیں۔۔۔ بابا سے نہی۔۔۔ وہ تو بہت اچھے ہیں۔۔۔ اسے برا لگا
مزاق کر رہی تھی۔۔۔ اسے گھورا جو سیریں لے گیا تھا

انہوں نے مجھے کہا کہ میں اپ کے پاس آیا کروں اور اپ سے باتیں کیا کروں۔۔۔ اج میں انہیں
بتاؤں گا۔۔۔ کہ مجھے ان کی مسز سے باتیں کر کے بہت اچھا لگا۔۔۔ اپنی چیئر سے اٹھتے برتن اٹھا کے
اسے کپڑا لئے۔۔۔

اپ کے بابا کو جیلسی فیل ہو گی پھر تو--

نہیں۔۔۔ انہیں اچھا لگے گا نا۔۔۔

کیا پتہ۔۔۔ برا بھی تو لگ سکتا ہے۔۔۔

اچھا نیچے ہوں۔۔۔

وہ نیچے ہوئی۔۔۔

اوہ سو کیوٹ۔۔۔ عشوے نے واپس اسے پیار کیا۔۔۔ لگتا ہے دونوں باپ بیٹے کو گال پہ پیار کرنے کی

عادت ہے۔۔۔ اس کا گال صاف کرتے وہ دل سے مسکراتی تھی۔۔۔

اپ کو بابا نے بھی کیا۔

عشوے کا دل دھڑکا

اوکے--

ن-- نہیں تو-- وہ میں نے تو ایسے ہی بات کی-- جلدی سے رخ بدلا--

عشوے نے جب تک کچن سمیٹا۔ آبان وہی کھڑا رہا پھر دونوں ٹی وی لاونچ میں آگئے۔ وہاں انہوں نے ایک اچھی سی مودوی لگا کے خوب انجوائے کیا۔ یہ دن عشوے کا اس گھر میں ایک اچھا دن تھا۔ کل رات وہ جتنا روئی تھی۔ اج اتنی ہی پر سکون تھی

ماہ بیر کیوں ایا تھا۔ رات کو جب وہ سونے کے لیے لیٹنے لگیں تو حمید سے پوچھا۔ سارا دن اکیلے کام کر کر کے تھک جاتی تھیں ایک تو عمر بھی اب زیادہ ہو رہی تھی اوپر سے مدد کروانے والا بھی کوئی نہیں تھا۔

بس ایسے ہی حال احوال پوچھنے کے لیے۔ چشمے سے جھانک کے انہیں دیکھا۔ اپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔

واپسی پہ اتنے غصے میں گیا۔

حال احوال لینا ہوتا تو اتنی دیر نا لگتی۔

بیگم بندے کی کوئی پراؤلیسی بھی ہوتی ہے۔ اس لیے بس خاموش ہو جائیں۔ اگر بتانا ہوتا تو میں خود ہی بتا دیتا۔

توبہ ہے۔ ایک تو سارا دن کے یہ کام کاج اور رات کو با تین سنو۔

ریض کے لیے کوئی لڑکی ڈھونڈھیں۔۔ شادی کریں اس کی میں اکیلی گھر نہی سنبھال پا رہی۔۔ وہ کافی آکتا تھی ہوئی لگ رہی تھیں۔۔

ابھی وہ پڑھ رہا ہے۔۔

پڑھتا رہے گا۔۔ بس بہوائے گی تو میری مدد ہو جائے گی۔۔

مطلوب اپ کو نوکرانی چاہیے۔۔۔۔۔

توبہ اے۔۔ گھر کے کام کرنے سے نوکرانی تھوڑی بن جاتا ہے بند۔۔ یہ تو ہر عورت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔۔ کہ وہ اپنے گھر کو سنبھالے۔۔ گھر والوں کو سنبھالے۔۔ میری بوڑھی ہڈیوں میں اب اتنی جان نہی ہے۔۔ کفرٹر سیدھا کیا۔۔

اچھا صحیح بات کریں گے ریض سے وہ کیا کہتا ہے۔۔ وہ بک نہی پڑھ پا رہے تھے اس لیے بات کو ختم کیا۔۔ اگلے دن ناشتے کے ٹیبل پہ حمید صاحب نے ریض سے شادی کا زکر کیا۔۔ پہلے تو عمر اور

پڑھائی کا بہانہ بنایا پھر ماما کی خواہش پہ حامی بھر لی۔ ویسے بھی تو کرنی ہی تھی اچھا تھا ابھی سے
انڈر سٹینڈنگ ڈیولپ ہو جاتی۔

چلیں ماما۔ اب اگے اپ کا کام۔ پریشے نے گاڑی سائیکل پہ کھڑی کی۔ جس میں سے قدسیہ باہر
نکلیں۔۔۔ میلے سے پرانے کپڑوں پہ پرانی چادر سے نقاب کیے انہوں نے پیکٹ بغل کے نیچے دبایا
۔۔۔ جوتا بھی پرانا ہی پہنا ہوا تھا۔ کسی بھی طرح گارڈ کو کنوئیں کرنا ہے اپ نے۔۔۔ اور یہ موبائل
عشوے تک پہنچانا ہے۔۔۔

اوکے۔۔۔ تم یہیں رہنا۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ ڈن کرتے وہ وہاں سے سیدھا عاصام میشن کے گیٹ تک آئیں۔۔۔ گارڈ انہیں دیکھ کے
باہر نکلا۔۔۔

جی بی بی۔۔۔ کس سے ملنا ہے۔۔۔ مشکوک نظروں سے دیکھتے پوچھا۔۔۔

اچی۔۔ وہ ہمیں مسز عصام سے ملنا ہے۔۔ کام کے لیے رکھا ہے انہوں نے۔۔ انہوں نے آواز کافی حد تک مظلومانہ رکھی تاکہ سننے والا اسے سچ میں ایک نوکرانی ہی سمجھتا۔۔

مجھ سے تو اسی کوئی بات نہیں کہ سر نے۔۔ میں کال کر کے پوچھتا ہوں۔۔ وہ اندر جانے لگا۔۔

رکو۔۔ ان سے کیوں پوچھ رہے ہو۔۔ وہ بزی ہونگے۔۔ تم عشوے سے پوچھ لو۔۔۔

اس کے نام لینے پہ وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔۔ وہ واقع سچ کہہ رہی تھی۔۔ اگر جھوٹ بولتی یا فراؤ کرتی تو اسے عشوے کا نام ناپتہ ہوتا۔۔

رکو۔۔ میں پوچھ کے اتا ہوں۔۔ اسے وہیں کھڑا کر کے اندر چلا گیا۔۔ بس اب عشوے کسی طرح ہاں کر دے۔۔ لیکن عشوے نے تو اسے نہیں بلا یا تھا۔۔ ہو سکتا ہے عصام نے بھیجا ہو۔۔ سوچتے ہوئے گاڑد کو دیکھا جو اس سے پوچھنے ایا تھا۔۔ پھر اسے اندر انے کا کہہ دیا۔۔ کچھ ہی دیر میں قدسیہ اس کے سامنے بیٹھی تھیں۔۔

اپ۔۔ کو کس نے بھیجا۔۔ سلام دعا کے بعد عشوے نے پوچھا۔۔

مجھے یہاں۔۔ اپ کی ایک دوست نے بھیجا ہے بی بی جی۔۔ اپ کو کچھ دینے کے لیے۔۔

بی بی مت کہیں۔۔ عشوے نام ہے میرا۔۔ اسے عجیب لگا

جی جی۔۔

کون سی دوست میری تو کوئی ایسی دوست نہی ہے

پریشے۔۔ جو اپ کو ہوٹل میں ملی تھی۔۔ اسے یاد کروایا یہ اسے پریشے نے سمجھایا تھا کہ کیسے کیسے سب ہوا تھا۔۔ جھوٹ میں کچھ سچ مکس کر کے۔۔۔

اوہ۔۔ اچھا وہ۔۔ ان کی کیا لگتی ہیں اپ۔۔ اسے یاد ایا

میں ان کے گھر کام کرتی ہوں جی۔۔۔ یہ اپ کے لیے انہوں نے بھیجا ہے۔۔۔ انویلپ نکالتے اسے چپکے سے پکڑا۔۔۔ یہ اپ سنبھال کے رکھیے گا۔۔۔ اور عصام سر کو مت دیکھائیے گا۔۔۔ رازداری سے کہتے وہ کچھ دیر رک کے چلی گی۔۔۔ عشوے نے پیکٹ کھول کے دیکھا تو اس کے اندر انڈرائیڈ فون اور ایک سم کارڈ تھا۔۔۔ اسے دیکھ کے تو ایک لمحے کے لیے اس کے ہاتھ کانپ گئے۔۔۔ کیونکہ اگر یہ عصام دیکھ لیتا تو پکا۔۔۔ اس بار وہ گھر جاتی۔۔۔ جلدی سے سب چیزیں واپس ڈالتے وہ باہر آئی۔۔۔ لیکن وہ عورت جا چکی تھی۔۔۔ اس سے پہلے کوئی اور دیکھتا۔۔۔ وہ اینولپ اپنی طرف بڑھ شیٹ پہ بنے ایک بلیک گلر کے بڑے سے چاند میں چھپا دیا۔۔۔ یقیناً یہاں سے سوائے عشوے کے اور کوئی ناڈھونڈھ نہیں۔۔۔

پاتا

عصام شام کو گھر آیا تو اباں اور عشوے دونوں ٹیوی لاونچ میں پڑے صوفے پہ سورہ ہے تھے۔۔۔

ناٹکیں۔۔۔ میرے بعد عیاشیاں ہوتی ہیں۔۔۔ ایک لمحہ رک کے ان دونوں کے معصوم چہروں کو دیکھا پھر جھک کے ریموٹ اٹھایا اور اواز اوپنجی کر دی۔۔۔ اس سے پہلے کے وہ لوگ اواز سے جاگتے وہ اپنے کمرے میں پہنچ چکا تھا۔۔۔ دروازہ بند کرتے کھڑکی سے پردہ ہٹایا۔۔۔ سامنے ٹیوی لاونچ کا منظر نظر ارہا تھا۔۔۔ شرط کے بڑن کھولتے عشوے کے چہرے پہ فوکس کیا۔۔۔ جو اب انکھیں کھولتے

دانیں بائیں دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ان بھی کسما رہا تھا۔۔۔ عصام مسکراہٹ چھپاتے ان دونوں کو دیکھنے میں مصروف ساتھ جوتے اور ٹائی اتارنے لگا۔۔۔

پھر کپڑے چینچ کر کے نیچے آیا۔۔۔ وہ دونوں ڈر کے بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔ انہیں شاید لگ رہا تھا کوئی بھوت وغیرہ اگیا ہے۔۔۔ اب ان تو اس کی گود میں منہ چھاپے بیٹھا تھا۔۔۔ عصام ارام سے پیچھے سے گیا۔۔۔ پھر عشوے کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔۔۔ عشوے ساکت ہوئی۔۔۔ اس نے پیچھے مڑ کے نہیں دیکھا تھا۔۔۔ ہاتھ پھسلتا ہوا گلے تک آیا۔۔۔ پھر تھوڑا سا نیچے۔۔۔ عشوے کی سانسیں اٹکیں۔۔۔ اس سے پہلے کی اس کی چیز نکلتی عصام نے دوسرا ہاتھ اس کے ہونٹوں پہ جمایا۔۔۔

جلدی نیند پوری کر لی اج تو۔۔۔ رات کو جاگنے کا پلین ہے کیا۔۔۔ پھر اس کے کان کے پاس اتے کہا۔۔۔ اس کی پہلی حیرت سے انکھیں کھلیں۔۔۔ پھر عصام کا ہاتھ کپڑا جو نیچے سرک رہا تھا۔۔۔

اپ کو شرم نہیں آتی۔۔۔ ایک دم سے پیچھے مڑی۔۔۔ اب ان بھی پیچھے ہوا۔۔۔

نہیں اپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں۔۔۔ وہ پر تپش نگاہوں سے اس کے دہنے گال دیکھ رہا تھا

بچے کے سامنے ہی ٹارٹ ہو جاتے ہیں۔۔ گالوں سے سیک نکلنے لگا تھا اس کی حرکت پہ۔۔

ابھی تو کچھ کیا ہی نہی ہے۔۔ اور اپ کا یہ حال ہے۔۔

کیا کرنا ہے بابا۔۔ اباں کب سے خاموش تھا۔۔

کچھ نہیں۔۔ بس اپ کو ایک پیاری سی بہنا لا کے دینے کا پلین ہے۔۔۔

واٹ۔۔۔ عشوے اپنی جگہ سے اچھلی۔۔

سچ بابا۔۔ کہاں سے لے کے ائین گے۔۔ وہ تو خوش ہو گیا۔۔

بیٹا ہم لوگ ڈاؤنلوڈ کریں گے۔۔ عشوے نے عصام کو گھورنا چاہا لیکن اس کی نظرؤں نے دوبارہ نظریں جھکانے پہ مجبور کر دیا۔۔

اپ اپنے کمرے میں جائیں۔۔۔ پھر عصام نے اسے نیچے اتار۔۔۔

نہیں۔۔۔ میں بھی دیکھوں گا بہنا کیسے ڈاؤنلوڈ ہوتی ہے۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔ عصام ایک دم قہقهہ لگا کے ہنسا۔۔۔ عشوے حیا سے بس سمٹی جا رہی تھی اور وہ دونوں باپ
بیٹا اس کی واد لگا رہے تھے۔۔۔

میں جا رہی ہوں۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ لوگ اور بے شرمی کرتے وہ وہاں سے انٹھی لیکن عصام
نے اس کا بازو پکڑتے واپس روکا۔۔۔

کہاں جا رہی ہیں۔۔۔ اباں کو بہنا۔۔۔

چپ کر جائیں۔۔۔ اپ کم سے کم بچے کا تو خیال کر لیں۔۔۔

اسی کا خیال ہی تو کر رہا ہوں۔۔۔ بیٹھیں یہاں۔۔۔ زبردستی اپنے پاس بیٹھایا۔۔۔

اپ کتنی گندی باتیں کرتے ہیں۔۔۔

اس میں گندی کون سی بات ہے۔۔۔ اس کی گردن سے بال ہٹاتے وہ اب ان کو دیکھ رہا تھا جو نیچے ٹیبل کے پاس بیٹھا گاڑی سٹ کرنے میں مصروف تھا ساتھ ساتھ۔۔۔

بابا۔۔۔ بہنا کھلیے گی بھی۔۔۔ واپس مڑ کے انہیں دیکھا۔۔۔

ہاں کیوں نہیں۔۔۔ عشوے کو دیکھا۔۔۔ جس کی انکھوں میں اب نہیں ابھرنے لگی تھی۔۔۔ اسے سمجھ نہیں ارہی تھی وہ عاصم کی زبان کیسے بند کرے جو چھوٹے سے بچے کے سامنے چل رہی تھی۔۔۔

بابا ہم لوگ دو ہو جائیں گے تو زیادہ مستی کریں گے نا۔۔۔ اب ان گاڑی ٹھیک کر چکا تھا۔۔۔

ہاں خوب ساری۔۔ اس کی انگلیاں ہنوز اس کی گردن پہ سرک رہی تھی۔۔ اور عشوے دھڑکتے دل کے ساتھ وہاں بیٹھی ان کے ٹاپک چینچ ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔۔

اگر تین ہوں تو پھر اور بھی زیادہ مستی ہو سکتی ہے۔۔ آب ان کو لگ رہا تھا یہ بس چکٹی بجانے کا کام ہے۔۔

ہاں۔۔ ہاں۔۔ بلکل یہ کی نامیرے بیٹے والی بات۔۔ ٹوینز بھی تو ہو سکتے ہیں نا۔۔ عشوے کو مسکراتی آنکھوں سے دیکھا۔۔ جو بڑے تحمل سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔

ا۔۔ اپ کو بلکل بھی۔۔ زبان کو تالہ لگا۔۔ کیونکہ وہ عصام کی شوئی سے بھری آنکھوں میں دیکھے ہی نہی پائی۔۔

مجھے نہی کرنی آپ لوگوں سے باتیں۔۔ ناراضگی سے رخ پھیرا

ہم آپ سے کر بھی کب رہے ہیں۔۔ میں اور آبان کر رہے ہیں باتیں۔۔ وہ اسے تنگ کر رہا تھا اور
وہ ہو رہی تھی

اپ میرا ذکر کیوں کر رہے ہیں پھر۔۔ بے چارگی سے دیکھا۔۔

ہم تو بچوں کی پلیننگ کر رہے ہیں۔۔ اس میں آپ کا ذکر کہاں ہے۔۔۔ اس کی انگلیاں بالوں کے
ساتھ ساتھ نیچے کی طرف سرک رہی تھیں۔۔۔

پہلے اپنا یہ ہاتھ کنٹرول کریں۔۔ اس کا ہاتھ کپڑ کے روکا۔۔ پھر بچوں کا سوچنا۔۔

یار ماما۔۔۔ اب ان کو عشوے کا یہ انداز اچھا نہی لگا۔۔۔

اپ کیوں تنگ ہو رہی ہیں۔۔ ہم مل کے اسے سنبھالیں گے نا۔۔۔ ہے نا بابا۔۔۔ ساتھ ہی تصدیق کے
لیے عصام کو بھی ملایا۔۔

میں جا رہی ہوں۔۔۔ہمیشہ کی طرح عشوے نے اٹھنے میں ہی عافیت جانی۔۔۔پیچے اباں اور عصام کافی دیر ساتھ بیٹھ کے باتیں کرتے رہے۔۔۔عصام بدل رہا تھا شاید۔۔۔اباں کے ساتھ اس کا رویہ نارمل رہتا تھا۔۔۔

مجھے لگتا ہے اس نے سم موبائل میں نہیں ڈالی۔۔۔کیونکہ اگر موبائل اون ہوتا تو مجھے پتہ چلتا۔۔۔اج پانچواں دن تھا موبائل عشوے کو دیئے۔۔۔لیکن ابھی تک وہ اون نہیں ہوا تھا۔۔۔

تم کہو تو میں دوبارہ جا کے پتہ کروں۔۔۔وہ لوگ لان میں بیٹھیں چائے پی رہی تھیں۔۔۔

نہیں نہیں۔۔۔دوبارہ وہاں جانا ٹھیک نہیں ہو گا۔۔۔ بلکہ میں خود اس کے شوہر کے پاس جاوں گی۔۔۔وہ۔۔۔ کچھ سوچ رہی تھی۔۔۔

دھیان سے۔۔۔ کوئی نقصان ہی ناکروالینا۔۔۔

کچھ نہیں---

ٹوں---ٹوں---

ہو گا۔۔ ساتھ ہی اس کا موبائل بجا۔۔

کون ہے۔۔ قدسیہ نے سکرین دیکھنی چاہی۔۔

یہ۔۔ اس نے سامنے کیا۔۔ سکرین پہ بہنی لکھا آرہا تھا۔۔

شکر ہے اس کی بھی کال آئی ہے۔۔ میری بات کرواؤ۔۔ ان کی چھوٹی بیٹی کی کال تھی۔۔

اسلام و علیکم میری جان۔۔ یاد آگئی آج ماں کی۔۔

کیا کروں۔۔ ممہ مصروفیت ہی اتنی ہے۔۔ کوئی کام سکون سے نہیں ہوتا۔۔ سپیڈ لگی ہوئی ہے سب کی
۔۔ وہ اندر ایجنت تھی۔۔ گھر میں کم ہی رہتی تھی۔۔

چلو کوئی بات نہیں۔۔ بس تم اپنی صحت کا خیال رکھنا۔۔ اور نیند لازمی پوری کیا کرو۔۔

کیا کروں۔۔ کام ہی ایسا ہے۔۔ کبھی بھی جانا پڑ جاتا ہے۔۔۔

سمجھ سکتی ہوں۔۔ پھر وہ دونوں باتیں کرتی رہیں۔۔ پریشے اٹھ کے اندر چلی گئی۔۔ اسے تیار ہونا تھا
۔۔ اج عاصم سے ملنے جانا تھا۔۔

ہائے۔۔ کہاں گم ہوتی ہیں آج کل۔۔ ریض چھت پہ کپڑے پھیلانے ایا تھا۔۔ عزت دوسری طرف کال پہ کسی سے بات کر رہی تھی۔۔ ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کرتے فون پہ بات جاری رکھی۔۔

پھر کال بند کر کے دیوار کے پاس ائی وہ بھی کپڑے تقریباً پھیلا چکا تھا۔۔

کہیں نہیں۔۔ جاب کا انٹرویو دیا تھا۔۔ ابھی انہیں کی کال تھی۔۔

کیا بنا پھر۔۔ دوپٹہ جھاڑتے پوچھا۔۔ جب سے عشوے گئی تھی کچھ خالصتاً عورتوں والے کام اسے کرنے پڑ رہے تھے۔۔

سلیکٹ کر لیا ہے۔۔ منڈے کو جانا ہے۔۔ خوش نظر آرہی تھی۔۔

مبارک ہو پھر تو۔۔ بالٹی اٹھاتے ریض بھی دوسری طرف دیوار کے قریب آیا۔۔

خیر مبارک۔۔ تم کیا کر رہے اج کل۔۔

کچھ نہیں۔۔۔ بس ابھی ایگزیمینر کے بعد شادی کرنے کا ارادہ ہے۔۔۔

ہاہا۔۔۔ مامو مامی سے بھی پوچھنا۔۔۔ اسے لگا وہ مراقب کر رہا ہے۔۔۔

مامی مامو ہی کہہ رہے ہیں۔۔۔ لاپرواہی سے ادھر ادھر دیکھتے اس کے ہوش اڑائے۔۔۔

ت۔۔۔ تم۔۔۔ جھوٹ بول رہے ہو۔۔۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

نہیں۔ جھوٹ کیوں بولوں گا۔۔۔ ماما کام نہیں کر سکتیں۔۔۔ تو۔۔۔

کام والی رکھ لیں۔۔۔ شادی کرنا ضروری ہے۔۔۔ بے ساختہ کہا

کام والی کا مشورہ دیا تھا۔۔۔ لیکن وہ کہتی ہیں جیسے ایک بہو گھر سنبحالتی ہے ویسے کام والی نہیں سنبحالتی
۔۔۔ وہ ذمیداری سے تھک گئی ہیں۔۔۔

اور تم شادی کے لیے تیار ہو گئے ہو۔۔۔

ہاں تو اور کیا کر سکتا ہوں۔۔۔ کرنی تو ویسے بھی ہے۔۔۔ بعد میں۔۔۔ تو ابھی کر لیتا ہوں۔۔۔ اس کے احساسات سے بے خبر اپنی بولے جا رہا تھا۔۔۔ عزت گم سم سی کھڑی اسے سن رہی تھی۔۔۔ وہ کیا کر سکتی تھی اپنے لیے۔۔۔ ریاض سے شادی ہونا۔۔۔ ناممکن تھا شاید۔۔۔

تم۔۔۔ کسی کو پسند۔۔۔ وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی شاید اسے کوئی پسند ہو۔

نہی۔۔۔ کسی کو بھی نہی کرتا۔۔۔ کوئی ایسی ملی ہی نہی۔۔۔

کس طرح کی ہونی چاہیے۔۔۔

اپ جیسی تو بلکل بھی نا ہو۔۔۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس کا دل توڑا۔۔۔

کم سے کم مجھ سے دو سال چھوٹی ہو۔۔۔ ناول پڑھنے کی عادت تو بلکل بھی نا ہو۔۔۔ گھر کے کام بھی کر لیتی ہو۔۔۔ اور خوبصورت بھی ہو۔۔۔ وہ نارمل انداز میں بتا رہا تھا اور عزت کی آنکھوں میں نمی بھر رہی تھی۔۔۔

ہم پھر تو چراغ لے کے ڈھونڈھنی پڑے گی۔۔

ہاں۔۔ یہ کام امی خود ہی کر لیں گی۔۔ بتا دی ہیں انہیں ساری باتیں۔۔

ریض۔۔ نیچے آجائے اب۔۔ نیچے سے عائشہ کی آواز ائی

اچھا۔۔ اب میں چلتا ہوں۔۔ بائے بائے کرتا وہ نیچے بھاگ گیا۔۔ بیچھے عزت خاموشی سے کھڑی خالی
آسمان کو دیکھ رہی تھی

ویسے آپ کو کیسے پتہ چلا تھا میں مala ناول ڈھونڈ رہی ہوں۔۔ عصام آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا۔۔
عشوے بیڈ پہ بیٹھی چائے پی رہی تھی سائٹ ٹیبل پہ ناول پڑا تھا جس کا پیچ فولڈ کر کے کے نشانی
لگائی گئی تھی۔۔

بس ایسے ہی---بال بناتے اسے دیکھا۔۔

ایسے تو کسی کو بھی نہیں پتہ چلتا۔۔ اپ کو ریض یا عزت نے بتایا ہو گا۔۔

میری ان دونوں سے کبھی بات چیت ہی نہیں ہوتی۔۔ وہ ہنوز بالوں سے کھلیل رہا تھا

تو پھر اپ نے ہمیں باتیں کرتے سنا ہو گا۔۔ اس دن آپ گھر پہنچئے تھے نا۔۔ جب وہ لوگ آئے
تھے ناول لے کے۔۔ سپ لیتے کہا

ہاں۔۔ لیکن میں اپ کی باتیں تھوڑی سن رہا تھا۔۔ میں تو کمرے میں تھا۔۔ وہ اب ریک سے جوتے
نکال رہا تھا۔۔

پھر بتائیں نا۔۔ کیسے پتہ چلا۔۔ اب اسے زیادہ تجسس ہو رہا تھا۔۔

اپ میری بیوی ہیں۔۔۔ اپ پہ میں گھری نظر رکھتا ہوں۔۔۔ اس کے لبھے میں عجیب سارعہ تھا۔۔۔ جیسے وہ عشوے کو یہ باور کروانا چاہ رہا تھا کہ وہ اس سے کچھ بھی نہیں چھپا سکتی۔۔۔ اور عشوے کا خیال سب سے پہلے اپنے پیچھے بیڈ پہ بنے پھول پہ گیا جہاں وہ اینویلپ رکھا تھا جس میں موبائل اور سم تھی۔۔۔ اگر عصام یہ دیکھ لیتا تو اس کا کیا حشر ہوتا۔۔۔

۔۔۔ اپ جا رہے ہیں۔۔۔ بے چین ہوتے بات بدلتی۔۔۔

اپ کہیں تو رک جاتا ہوں۔۔۔ دروازے سے نکلتے نکلتے والپس ایا۔۔۔

ن۔۔۔ نہیں جائیں۔۔۔ چائے کا خالی مگ اٹھاتے کھڑی ہوئی۔۔۔

اوکے۔۔۔ میں چلتا ہوں۔۔۔ مسکراہٹ اچھاتے وہ باہر نکل گیا۔۔۔ عشوے نے گھر اسنس لیتے اس کی پیچھے قدم بڑھائے۔۔۔ اسے دروازے تک چھوڑ کے وہ کچن تک آئی۔۔۔ اج کل کام والی آنٹی بھی نہیں آرہی تھیں۔۔۔ دانیہ بھی کسی ٹور پہ گئی تھی وہ اور آبان ہی گھر ہوتے تھے یا شام کو عصام آ جاتا تھا۔۔۔ دن تیزی سے گزر رہے تھے۔۔۔ ماہ بیر سے رابطہ ختم ہونے کے بعد اس کی زندگی پر سکون تھی۔۔۔ پتہ نہیں اس نے بابا سے کوئی بات کی تھی بھی یا نہیں۔۔۔ برتن واش کرتے اس کی سوچیں بھٹک

رہی تھیں۔ کچن صاف کر کے کمرے میں آئی تو موبائل نکلا۔ اسے عصام کی نظر پڑنے سے پہلے وہ وہاں سے غائب کرنا تھا۔ لیکن وہ ایک بار سم ڈال کے دیکھنا چاہتی تھی آخر یہ کیوں بھیجا گیا ہے۔ سم ڈال کے آن کرنے میں تین منٹ لگے تھے۔ موبائل اوں ہوتے ہی مسج رسپیو ہونا شروع ہوئے

"میں پریشے ہوں۔ تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔ پلیز موبائل اوں کرتے ہی مجھ سے رابطہ کرنا"

میں پریشے۔ کیا تم نے ابھی تک موبائل اوں نہیں کیا"

میں تمہیں عصام کی اصلیت بتانا چاہتی ہوں "

عشوے تم مجھے اپنی دوست سمجھ سکتی ہو "

اس کے علاوہ اور بھی بے شمار مسیحیز تھے۔ وہ حیرانی سے تمام مسیح دیکھ رہی تھی۔۔۔

کتنی دیر وہ فیصلہ نہی کر پائی کہ اس سے رابطہ کرے یا نہیں۔۔

لیکن پھر عصام کی اصلیت جاننے پہ سوئی اٹک جاتی۔۔ آخر کار کال کر ہی دی۔۔ دوسری طرف پریشے تو جیسے تیار ہی بیٹھی تھی۔۔

شکر ہے تم نے رابطہ کیا۔۔ سلام کیے بنا پہلا جملہ سنائی دیا۔۔

آ۔۔ اپ کیسے جانتی ہیں مجھے۔۔ عشوے ہچکچا رہی تھی۔۔

عصام کی وجہ سے۔۔ پریشے عصام سے ہی ملنے جا رہی تھی۔۔

ل۔۔ لیکن۔۔ مجھے اپ نے ایسے کیوں کہا۔۔

کیونکہ میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔۔ دیکھو میں بھی ایک عورت ہوں اور نہیں چاہتی کہ تم عصام کے ظلم کا نشانہ بنو۔۔

لیکن وہ تو بہت اچھے ہیں انہوں نے کبھی--

جھوٹ مت بولو۔۔ میں تمہارے اور عصام کے بارے میں سب جانتی ہوں۔۔ یہاں تک بھی کہ
اس نے تمہیں خریدا۔۔

جسٹ شٹ اپ۔۔ اسے ایک دم سے غصہ آگیا۔۔ یہ بات ہر کسی کو کیسے پتہ چل سکتی ہے۔۔ اسے
عصام پہ بھی غصہ ایا۔۔ کال کاٹنے سم نکال دی۔۔ نہیں چاہیے اسے کسی کی بھی مدد نہیں وہ کسی
کی غلام تھی۔۔ عصام اس کے ساتھ اتنا کچھ کر رہا تھا وہ کچھ نہیں کہہ رہی تھی اس کا۔۔ مطلب یہ تو
نہیں تھا کہ ہر کسی کو بتاتا رہے۔۔

مما۔۔ نیچے چلیں۔۔ آبان نے اسے سوچوں سے نکالا۔۔

نہیں۔۔ میرا موڈ نہیں ہے۔۔ بے رخی سے جواب دیتے کہا۔۔

بابا نے کہا تھا مما کو موڈ نا بھی ہو تو بھی ان سے باتیں کیا کرو۔۔

ہاں بابا تو مہان ہیں آپ کے۔۔۔ بس مجھے تنگ کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔ آپ اتنی غصے میں کیوں ہیں۔۔۔ وہ اسکے پاس اکے بیٹھ چکا تھا۔۔۔

نہیں ہوں۔۔۔

کیا بابا نے بہنا ڈاون لوڑ نہیں کرنے دی۔۔۔ اسے لگا شاید یہ وجہ ہو غصے کی۔۔۔

ک۔۔۔ کیا۔۔۔

آپ نے کہا ہو گا۔۔۔ لیکن بابا نے منع کر دیا ہو گا۔۔۔

ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔ عشوے نے اسے گھورا۔۔۔

اور یہ ڈاؤنلوڈ کیا ہوتا ہے۔۔۔ ایسا ویسا کچھ نہی ہوتا۔۔۔ وہ الجھ رہی تھی۔۔۔ آب ان کا وہاں بیٹھنا اسے اچھا نہی لگ رہا تھا اور اوپر سے ایسی باتیں۔۔۔

میں اپ کا بیٹا ہوں نا۔۔۔

نہی۔۔۔ اپ۔۔۔ کچھ نہی لگتے میرے۔۔۔

لیکن بابا نے کہا تھا۔۔۔ چھوٹی گول انکھوں میں پانی جمع ہوا۔۔۔ لیکن عشوے اسے دیکھ ہی نہی رہی تھی

آپ کے بابا بہت کچھ کہتے ہیں۔۔۔ لیکن وہ سب سچ نہی ہوتا۔۔۔

بابا نے کہا تھا اپ میری سٹیپ ماما ہیں۔۔۔

اور سٹیپ ماما اچھی نہی ہوتیں۔۔۔ اپ بھی بری ہیں۔۔۔ وہ ایک دم سے سکی لیتے بیڈ سے نیچے اترتا

--

میں اب آپ کے پاس نہیں آؤں گا۔۔۔ کیونکہ اپ بھی سٹیپ ماما ہیں۔۔۔ اور مجھ سے ویسے پیار نہیں کرتیں۔۔۔ جیسے میری ماما کرتی تھیں۔۔۔ وہ رو پڑا تھا

اپ کا کبھی بے بی نہیں ہو گا۔۔۔ کیونکہ اپ ماما جیسا پیار نہی کر ستیں۔۔۔ دروازے سے نکلتے وہ عشوے کو شرمندہ کر گیا تھا

عشوے سکتے میں بند دروازہ دیکھ رہی تھی

وہ عاصام۔ کے پاس جانے کی بجائے گھر اگئ تھی۔۔۔ اسے کچھ اور سوچنا تھا۔۔۔ اسے کسی بھی طرح عشوے کو عاصام کے خلاف کرنا تھا اتنا خلاف کے وہ خود اسے چھوڑ دیتی۔۔۔ اسے کچھ سمجھ نہی آرہا

تھا کیا کرے۔۔ اسے سامنے بھی نہی آنا تھا۔۔ وہ چاہتی تھی سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نا
ٹوٹے۔۔

یا تو وہ عصام کا استعمال کرے۔۔ یا عشوے کو باغی۔۔ لیکن کیسے۔۔ وہ اکیلی کیا کیا کر سکتی تھی۔۔ وہ
عصام کو حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی تھی۔۔ کسی بھی حد تک

فیکٹری دوبارہ کھڑی ہو چکی تھی۔۔ بس کچھ بجلی کا کام رہتا تھا۔۔ اس کے بعد وہ وہاں کام شروع کر
سکتے تھے۔۔ رفاقت چوبیس گھنٹے وہیں رہتا تھا۔۔ اس دن کے بعد کوئی رکاوٹ نہیں ائی تھی ایسی
خاموشی تھی جیسے طوفان آنے سے پہلے کی ہوتی ہے۔۔ بارہ کروڑ کا ٹوٹل خرچہ ہوا تھا۔۔ فلحال زندگی
پر سکون تھی۔۔

اسلام و علیکم سر۔۔ وہ ابھی سائد پہ آیا تھا۔۔ رفاقت بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا اور سلام کیا۔۔

واعلیکم اسلام۔۔ کام کیسا چل رہا ہے۔۔ کف فولڈ کرتے وہ اس سے دو قدم اگے چل رہا تھا۔۔

زبر دست۔۔ بس تھوڑا بہت کام باقی ہے۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ اب ایک اور کام کرنا ہے۔۔۔

جی سر۔۔ حکم کریں۔۔

جہاں جہاں تک ایکسیس ہے۔۔۔ جا ب کے لیے بینرز دے دو۔۔۔ اور انٹرو یو ٹارٹ کرو۔۔۔ ساتھ ساتھ
یہ کام بھی ہو جائے گا۔۔۔

اوکے سر میں اج ہی کروں گا۔۔۔

اور ایک چیز کا دھیان رکھنا۔۔۔ فیمیل کوئی بھی نا ہو۔۔۔ خاص طور پے فیکٹری کے اندر ورنی کاموں
کے لیے۔۔۔

جی سر--

جتنا بھی سامان چاہیے۔۔۔ وہ سب بھی مجھے حساب کر کے بتاؤ۔۔۔ اس کے لیے بھی کانٹیکٹ کرنے پڑیں گے۔۔۔

جی سر۔۔۔ وہ دونوں فیکٹری کے بیرونی حصے میں چل رہے تھے۔۔۔

اور۔۔۔ آس پاس کہیں بھی۔۔۔ کوئی بھی مشکوک چیز نظر آئے تو فوراً انفارم کرنا۔۔۔ کیونکہ۔۔۔ اس جگہ اور اس فیکٹری کے بہت دشمن ہیں۔۔۔ وہ تاک میں بیٹھے ہونگے۔۔۔ بلکہ ایک کام کرو۔۔۔ یہاں سے فارغ ہو کے ملو مجھے۔۔۔ کچھ چیزیں کرنی ہیں۔۔۔ سکیورٹی کے لیے۔۔۔ گیراج کی طرف اتنے گاڑی کے قریب ایا۔۔۔

جی سر۔۔۔ میں جلدی اپ کے پاس چکر لگاتا ہوں۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ پھر ملتے ہیں۔۔۔ دروازہ بند کرتے۔۔۔ گاڑی سٹارٹ کر دی

سیٹھ جی۔۔۔ یہ لڑکی کیسی ہے۔۔۔ فرحان (خاص آدمی) نے سیٹھ علی کو سامنے ناچتی لڑکی کی طرف اشارہ کرتے متوجہ کیا۔۔۔

دکھنے میں تو کمال ہے۔۔۔ بس۔۔۔ ان چھوٹی کلی ہو تو مزہ اجائے۔۔۔ سیٹھ علی اس وقت کو ٹھے میں موجود مجراء دیکھنے میں مصروف تھا۔۔۔ بہت سے گھنگھروں کے درمیان ایک ملائی بدن والی نازک سی لڑکی جب پاؤں چھنکاتی تو الگ سا سر بنتا تھا جو وہاں بیٹھے سب کے دلوں کو دھڑکا رہا تھا۔۔۔ ہر کوئی اس نئی لڑکی کو اپنے بستر کی زینت بنانا چاہتا تھا۔۔۔ سیٹھ علی کی آدمی زندگی عورتیں خریدنے میں گزرتی تھیں جن کے ساتھ وہ اپنی کچھ راتیں حسین بناتا اور پھر چھوڑ دیتا تھا۔۔۔ آج وہ اس خوبصورت کم عمر لڑکی کو اپنے ساتھ لے جانے کی سوچ رہا تھا۔۔۔ لیکن اس کی قیمت بھی بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ کچھ کنفیوز ہوا۔۔۔ مجرے کے بعد وہ ملکہ خانم کے پاس آیا۔۔۔ بہت سارے مرد

اس کی قیمت پوچھتے اور وہاں سے چلے جاتے۔۔۔ کیونکہ چاہتا تو ہر کوئی تھا۔۔۔ لیکن اپنی جیب پلکی کوئی نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔

سیٹھ صاحب۔۔۔ آپ ابھی صبر کریں۔۔۔ جب سب چلے جائیں گے تب آپ آجانا۔۔۔ کیونکہ جب ملکہ خانم کو کوئی بھی نہیں ملے گا تو آخر کار وہ اپ کو ہی سونپیں گی۔۔۔ فرhan اس کے کان میں بڑبڑا یا۔۔۔

ہم۔۔۔ وہ خاموش ہو گیا۔۔۔ کیونکہ وہ کہہ تو ٹھیک ہی رہا تھا

ایک بجے کے قریب جب سب ہی خالی ہاتھ لوٹ گئے تو وہ اپنی قسمت آزمانے کے لیے آیا۔۔۔

دو لاکھ صرف ایک رات کے۔۔۔ بلکل ان چھوٹی ہے۔۔۔ خوبصورت بھی ہے۔۔۔ گداز بدن والی ہے۔۔۔ اس کی خوبیاں گناہ کوئے ملکہ خانم بھی تھک چکی تھی۔۔۔ پانچ لاکھ سے دو لاکھ تک اتنے سیٹھ کو دیکھا۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ اگر پسند آگئی تو۔۔۔ زیادہ دنوں کے لیے قیمت وصول کر لینا۔۔۔ دو لاکھ اس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرتے موبائل اس کے سامنے لہرا�ا۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ تالی بجاتے لڑکیوں کو بلایا۔۔۔

نوشین کو سمجھو۔۔۔ اس کی قمت لگ گئی ہے۔۔۔

نوشین نام ہے۔۔۔ سیٹھ کمینگ سے مسکرا یا۔۔۔ پھر کچھ ہی دیر میں وہ مجرے والی لڑکی اس کے سامنے کھڑی تھی لپک دار سفید کمر چھوٹی کرتی سے جھانک رہی تھی۔۔۔

یہ لو۔۔۔ اب چاہے جیسے مرضی کھیلو اس سے۔۔۔ لیکن یاد رہے۔۔۔ یہ بس ایک رات کی قیمت ہے۔۔۔ ملکہ خانم نے مسکراتے کہا۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ اپ بے فکر رہیں۔۔۔ کھڑے ہوتے اس کی کمر میں بازو ڈالا۔۔۔ وہ لڑکی بت بنی کھڑی رہی۔۔۔ جب کسی عورت کی قیمت لگتی ہے تو وہ ایسے ہی ساکت ہو جاتی ہے۔۔۔ جیسے ابھی یہ مجرما

کرنے والی ان چھوٹی کلی۔۔ اج کی وحشہ کھلانی جانے والی تھی۔۔ جو بے شمار مردوں کے بستر کی زینت بننے والی تھی

کچھ نہی ہو سکتا۔۔ عشوے نے بات ہی نہی کی سیدھے منہ۔۔ کچھ اور سوچنا پڑے گا۔۔ وہ پریشان تھی۔۔ عصام کو کھونے کا خوف دل میں ہچل مچا رہا تھا۔۔ ماما سے بات کر لوں۔۔ شاید وہ کچھ بتائیں۔۔

کیا پتہ وہ منع کر دیں۔۔ وہ کنفیوز بھی تھی۔۔ لیکن ماما اس کی دوست تھیں۔۔ وہ ضرور کچھ اچھا سمجھیسٹ کر تیں۔۔ کچھ دن اسی میں گزر گئے کہ بتائے نا بتائے۔۔ پھر اخرا ماما کو بتا ہی دیا۔۔ پہلے تو وہ ناراض ہوئیں۔۔ پھر بیٹی کی خوشی کے لیے مان گئیں۔۔ اب پلین کرنا تھا اخروا وہ عصام کو کیسے حاصل کرے گی۔۔ عشوے سے وہ رابطہ کر بھی لیتی تو عصام اسے چھوڑ بھی دیتا۔۔ لیکن وہ پریشے کو کیسے اپناتا۔۔

یہ مسلسل تھا سارا۔۔ بہت سوچنے کے بعد ان ماں بیٹی نے پلین بنایا۔۔ جس کے مطابق۔۔ اباں اور عشوے کو کڈنیپ کیا جانا تھا۔۔ اس کام کے لیے اس نے اپنی چھوٹی بہن کی مدد لی تھی۔۔

مورے۔۔ میں مامو سے مل آؤں۔۔ اسے کب سے بے چینی ہو رہی تھی۔۔ وہ سمجھ نہی پا رہی تھی خود کو۔۔ کیا وہ اسے چھوڑ دیتی۔۔ یا اپے ماں باپ کو کنوئیں کرتی۔۔ بابا نے تو ماں جانا تھا لیکن مورے۔۔ پہ اکے اس کی سوچیں رک جاتی تھیں۔۔

وجہ۔۔ وہاں تو اب عشوے بھی نہی ہے۔۔ اسے گھورا

مامو سے ملنے جانا ہے۔۔ وہ بھی تو کچھ لگتے ہیں نا۔۔ اسے اپنی ماں کی یہی چیز بری لگتی تھی۔۔ کسی کو اپنے سامنے کچھ نا سمجھنے والی۔۔

مامو کبھی آئے ہیں جو تم جارہی ہو۔۔

میں پھر بھی جا رہی ہوں۔ ادھی بات سے بنا ہی باہر نکل ائی۔ ساتھ وालے گھر کا دروازہ بجا یا۔۔۔ کچھ دیر بعد مامی نے کھولا۔۔۔

شکر ہے تم اگی۔۔۔ اسے دیکھ کے خلاف معمول وہ خوش ہوئیں۔۔۔۔۔

خیریت تھی۔۔۔ وہ ان کے پیچے چلتی ہوئی اندر آئی۔۔۔

ہاں۔۔۔ بس تھوڑی سی مدد کر دو۔۔۔ اسے لیے کچن میں انہیں جہاں انتہا کی خوشبو ارہی تھی۔۔۔

یہ کیا کر رہی ہیں۔۔۔ اتنا کچھ کیوں۔۔۔ سب لوازمات کو دیکھتے پوچھا۔۔۔

بس کچھ مہمان ارہے ہیں۔۔۔ ان کے کیے یہ سب اختام کر رہی ہوں۔۔۔

اوہ کے۔۔ سب چیزوں کو دیکھا۔۔ چلیں۔۔ پھر بتائیں۔۔ کیا کیا بنانا ہے۔۔ وہ شروع ہوئی۔۔ ان کی مدد کرواتے وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔۔ وہ جوریض سے بات کرنے ائی تھی۔۔ کاموں میں مصروف ہو کے بھول چکی تھی کہ وہ وہاں کرنے کیا ائی تھی۔۔ شام ساڑھے چھ بجے جا کے وہ لوگ فارغ ہوئے۔۔

یہ سب برتن سٹ کر دو یہیں۔۔ پھر گھر چلی جانا۔۔ باقی کام میں خود ہی کر لوں گی۔۔ اسے دیکھا جو تھک چکی تھی۔۔

اوکے مامی۔۔ پھر برتن سارے صاف کر کے سیٹ کیے۔۔ ڈیزرت وہ پہلے ہی برتن میں نکال کے فرج میں رکھ چکی تھی۔۔ پلاو بھی تیار تھا بس کباب تلنے والے تھے رائستہ اور سلااد بھی تیار تھا۔۔ چپاتیاں ریض باہر سے لے اتا۔۔

مامی خود کپڑے چینچ کرنے چلی گئی وہ وہیں کھڑی برتن ٹھیک کر رہی تھی۔۔ جب ریض ہاتھ میں شاپر لیے وہاں ایا۔۔

یہ لیں۔۔۔ روٹیاں۔۔۔ اسے دیکھ کے ٹھٹکا۔۔۔ پھر باتِ مکمل کی۔۔۔ عزت کے ہاتھ لرزے

یہاں اپ۔۔۔ چاند کہاں سے نکلا ہے انج۔۔۔ اسے دیکھ کے چھیڑا۔۔۔ کیونکہ عشوے کے بعد وہ وہاں
نہیں ائی تھی۔۔۔

ہاں۔۔۔ وہ مامی کی ہلپ کروارہی تھی۔۔۔ اسے دیکھ کے بات بھی یاد آگئی۔۔۔

اوہ اچھا۔۔۔ ٹھیک ہے بئی۔۔۔ اپ بھی ہمیں سولی پہ چڑھانے والوں میں شامل ہو جائیں۔۔۔ دروازے
سے ٹیک لگاتے اداں ہوا۔۔۔

مطلوب۔۔۔ سولی پہ۔۔۔ ناصحیت سے دیکھا۔۔۔

یہ جو اپ سب تیاریاں کر رہی ہیں نا۔۔۔ یہ۔۔۔ میرے ہونے والے سسرالیوں کے لیے ہیں۔۔۔ ایک
بمب تھا جو اس عزت کے دل و دماغ پہ پھٹا تھا۔۔۔ اس کے ہاتھ سے پلیٹ چھوٹتے چھوٹتے پھی۔۔۔

کیا ہو گیا ہے۔۔ ایسے ساکت کیوں ہو گئی ہیں۔۔ ریض نے اس کے کانپتے ہاتھ سے پلیٹ کپڑ کے
شیف پہ رکھی۔۔ وہ سانس لینا بھول گئی تھی۔۔ وہ جو یہ سب اتنی خوشی خوشی سے کر رہی تھی اپنا
دل اجرنے کی دعوت کے لیے۔۔ دل بیٹھا

عزت۔۔ کیا ہو گیا ہے۔۔ اس کے سامنے ہاتھ ہلاتے وہ پریشان ہوا۔۔۔

تم۔۔ شادی سے انکار کر دو۔۔ دل ڈوب کے ابھرا۔۔

کیوں۔۔ اسے کچھ کلک ہوا۔۔ اس کا انداز نارمل نہی تھا۔۔ وہ خوفزدہ نظر ارہی تھی

ب۔۔ بس ایسے ہی۔۔ رخ بدلتے اپنے انسو چھپائے۔۔

ایسے کیسے۔۔ اس کا بازو پکڑتے اپنے سامنے کیا۔۔ وہ اس سے بڑی تھی لیکن اس لمحے اسے لگا وہ کوئی معصوم سے پچی ہے جو اپنے دل کی بات چاہتے ہوئے بھی نہیں سمجھا پا رہی۔۔ اور وہ کوئی بہت بڑا ہے جو لمحے میں سمجھ گیا تھا کہ یہ آنسو اور ہاتھوں کی کپکپاہٹ کیوں ہے۔۔

کیوں انکار کروں۔۔ وہ۔ جو سوچ رہا تھا سمجھ رہا تھا اس کی تصدیق بھی چاہتا تھا لیکن عزت کیسے خود اپنا اپ اس کے سامنے کھولتی وہ عورت تھی اور عورت کا تو مطلب ہی چھپی ہوئی چیز ہے۔۔ وہ۔ اپنے جذبات کو اپنے دل کے اندر اتار گئی۔۔

م۔۔ میں مzac کر رہی تھی۔۔ اپنا بازو کھینچا۔۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس نے دل کو چپ کروایا۔

نہیں۔۔ اپ۔۔ سچ کہہ رہی ہیں۔۔ وجہ بتائیں مجھے۔۔ میں انکار کر دوں گا۔۔۔ تھا تو وہ مرد ہی ہی۔۔ عورت کے منہ سے اعتراض چاہتا تھا

پ۔۔۔ پہلے عشوے چلی گی۔۔۔ اب تمہاری شادی ہو جائے گی تو میں اکیلی رہ جاوں گی۔۔۔ اپنے ہاتھوں میں چہرا چھپاتے خود پے بے تحاشا ضبط کیا۔۔۔

ریاض نے گھری سانس لی۔۔۔ بس اتنی سی بات پہ اتنا پریشان۔۔۔ اپ میری بیوی سے دوستی کر لینا۔۔۔ اور میں نے کون سا کہیں جانا یہیں رہوں گا نا۔۔۔ ریکس تو وہ ابھی بھی نہی تھا۔۔۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا۔۔۔

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ مجھے وہ اچھی نہیں لگے گی۔۔۔ سرخ ناک دوپٹے سے صاف کی۔۔۔

کیوں نہی لگے گی۔۔۔ اپ کو میں اچھا لگتا ہوں نا۔۔۔ اس کی روئی روئی انگھوں میں دیکھا۔۔۔ جو پلکیں چھپک چھپک کے انسو اندر دھکیل رہی تھیں۔۔۔ تو میری بیوی بھی اچھی لگے گی۔۔۔

نہیں۔۔۔ وہ زہر لگے گی مجھے۔۔۔

اللہ کرے تمہاری بیوی کی ملاقات کبھی مجھ سے نا ہو۔۔۔ اسے گھورا۔۔۔

کیوں۔۔ حیرانگی سے بدلتے موسم کو دیکھا۔۔

نہیں تو تمہاری بیوی کے بال میرے ہاتھوں میں ہونگے۔۔

وارن کیا۔۔ ریاض اس کی ادا پہ کھل کے ہنسا۔۔ عورت ہر عمر میں پاگل کرنے کا ہنر جانتی ہے۔۔
اگر وہ اس سے ایک ڈبڑھ سال بڑی بھی تھی تو کیا فرق پڑتا تھا۔۔ تھی تو وہ لڑکی ہی۔۔

رات کے دس بج رہے تھے۔۔ پارکینگ میں گاڑی روکتے عاصم باہر نکلا۔۔ اسے کورٹ میں کچھ کام
تھا بج سے ملنے کے لیے وہ وہاں ایسا تھا۔۔ ٹوٹل پندرہ منٹ میں مطلوبہ ڈاکو منٹس لے کے وہ بج کے
گھر سے نکلا۔۔ وہ نہیں جانتا تھا اس وقت اس کی گاڑی میں اس کے علاوہ بھی کوئی ہے۔۔ جو نہیں
گاڑی میں روڈ پہ آئی۔۔ پچھے سے کسی نے گن اس کی کنپٹی پہ رکھی۔۔

جہاں میں کہوں گا گاڑی ادھر گھماتے جانا۔ عصام کو سمجھنے میں چند سینڈ لگے تھے۔

کیا چاہتے ہو۔۔۔ ایک نظر بیک مرر سے دیکھا۔۔۔ وہ کوئی ہٹا کٹا مرد بڑی بڑی موخچیں لیے اسے گھور رہا تھا۔۔۔

پہنچ کے پتہ چل جائے گا۔۔۔ گن کا ٹریگر دباتے غصے سے کہا۔۔۔

عصام خاموشی سے اس کے بتائے ہوئے راستے پہ چلتا رہا۔۔۔ ادھے گھنٹے میں گاڑی ایک فارم ہاؤس کے سامنے رکی۔۔۔

چلو اترو۔۔۔ تیزی سے موٹا ادمی گاڑی سے اترा۔۔۔ پھر اس کی طرف کا دروازہ کھولا۔۔۔ اس سے پہلے کہ عصام حملہ کرتا۔۔۔ بہت سارے ایسے ہی دکھنے والے ادمی گن سمیت آس پاس بکھرے ۔۔۔ یعنی جو کوئی بھی تھا اسے بہت اچھے طریقے سے جانتا تھا۔۔۔

میں چل رہا ہوں۔۔ گاڑی لاک کرتے ان کے درمیان چلنا شروع ہوا۔۔ اندر داخل ہوتے ہی ایک الگ دنیا۔ لس کا گمان ہوا۔۔ ہر طرف پھولوں کی خوشبو۔۔ ناصحی سے چاروں طرف دیکھا۔۔

چلو۔۔ رکو نہیں۔۔ ایک زور سے چلا یا۔۔ تو عصام دوبارہ سے چلنا شروع ہو گیا۔۔ اسے غصہ تو بہت ارہا تھا۔۔ لیکن چپ رہنے میں ہی مصلحت تھی۔۔ اوپر اتے ہی سامنے بڑے کمرے میں ایک دلہن بیٹھی تھی پاس ایک نکاح خوان اور کچھ اور لوگ بیٹھے تھے جو یقیناً گواہان کے طور پر موجود تھے

--

اوو وہ۔۔ یعنی شادی ہو رہی ہے کسی کی۔۔ بڑ بڑا یا۔۔

کسی کی نہیں۔۔ تمہاری۔۔ پچھے سے کوئی بولا۔۔ وہ قدسیہ بیگم تھیں جو اسے دیکھ کے مسکرائیں۔۔

اچھا۔۔ میری۔۔ واو۔۔ یعنی ایسی شادی۔۔

ہاں۔ ایسی شادی۔۔۔

اپ کو کیوں لگا کہ میں یہ شادی کر لوں گا۔۔۔

کیونکہ تمہاری بیوی اور تمہارا بیٹا۔۔۔ اس وقت ہماری تحولی میں ہیں۔۔۔

میں کیوں یقین کروں۔۔۔ عصام کے ماتھے پہ کئی شکنیں بکھریں۔۔۔

کرنا پڑے گا۔۔۔ نہیں تو کال کر کے پوچھ لو۔۔۔

چی چی چی۔۔۔ تم کال نہیں کر سکتے۔۔۔ کیونکہ تمہاری بیوی کے پاس موبائل ہی نہی ہے۔۔۔ وہ نہ سیں

لیکن عصام نے گارڈ کو کال کی۔ جس نے کچھ ہی دیر میں بتا دیا کہ گھر میں موجود نہیں ہیں وہ
دنوں۔۔

بیکن آگیا۔ قدمیہ اس کے سامنے آئیں۔۔۔

یہ سب کر کے کیا ملے گا۔۔۔

میری بیٹی کو تمہارا ساتھ۔ اسے بازو سے کپڑ کے پاس بیٹھایا۔ وہ عشوے اور اباں کو کسی بھی
خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔

پہلے وہ میرے حوالے کرو۔۔

کر دیں گے۔ کر دیں گے۔ لیکن پہلے نکاح۔ پھر وہ دونوں۔ قدمیہ بیگم مزے سے اس کمزور
شخص کو دیکھ رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی اس کی بیٹی کی زندگی جہنم بنے والی ہے۔۔

عصام ان لوگوں کو بلکل بھی نہیں جانتا تھا۔۔۔ اگر کسی ایک کو بھی جانتا ہوتا تو۔۔۔ حشر کر دیتا۔۔۔ وہ اب بھی کر سکتا تھا لیکن بات اس کی فیملی کی تھی۔۔۔ اس نے اپنی ساری زندگی اکیلے گزاری تھی اب اگے وہ ایسا کچھ نہیں چاہتا تھا۔۔۔

اگلے چند منٹوں میں عصام کو پتہ چل گیا تھا نکاح کس سے ہوا ہے۔۔۔

یہ گھٹیا حرکت۔۔۔ بہت مہنگی پڑے گی۔۔۔ میری بیوی اور بچہ میرے حوالے کرو۔۔۔ نکاح ہوتے ہی اس نے پاس بیٹھی پریشے کے سر سے دوپٹہ کھینچ کے اتارا۔۔۔

آ۔۔۔ پنوں کی وجہ سے بالوں میں کھینچاو پیدا ہوا۔۔۔

تم نے جو بھی کیا ہے۔۔۔ یہ تمہارے اپنے سر پڑے گا۔۔۔ دیکھ لینا تم۔۔۔ اسے نفرت سے دیکھتے چلا یا

--

میری بیوی کہاں ہے۔۔۔ اب وہ قدسیہ کی طرف گھوما۔۔۔

وہ اپنے گھر ہی ہے۔۔۔ اسے موبائل دیلا دو۔۔۔ تاکہ تمہیں گارڈ کا سہارا نالینا پڑے اسے پہ لفڑ
کرتے وہ نہیں۔۔۔

سمیت ہے۔۔۔ بلکل سمیت ہے۔۔۔ وہ ریلکس ہوا۔۔۔ یعنی اسے ٹرپ کیا گیا تھا۔۔۔ اپ لوگوں نے یہ ڈرامہ
کیا ہے۔۔۔

صرف اس دن کا بدلہ لینے کے لیے۔۔۔ ہے نا۔۔۔ پریشے کی طرف گھوما۔۔۔

ہاں ہاں۔۔۔ بلکل۔۔۔ وہ اترائی۔۔۔

تو پھر تم یہ ابھی سے سمجھ لو کہ تم شدید پشتانے والی ہو۔۔۔ اس کی ٹھوڑی سے کپڑتے جھٹکا دیا
۔۔۔ تمہارے ساتھ بہت برا کروں گا۔۔۔ پناہ مانگو کی عاصم کے عذاب سے لیکن ملے گی نہیں۔۔۔

تم ایسا کچھ نہی کر سکتے۔۔۔ میں ایک پولیس افیسر ہوں۔۔۔ تم۔۔۔ اگر اپنی بیوی پہ ہاتھ اٹھاؤ گے تو سیدھا
لاک اپ میں۔۔۔

پہلے تو تمہارا یہ عہدہ جائے گا۔۔۔ پھر تمہارا یہ سوکالڈ کھمڈ توڑوں گا۔۔۔ ٹیبل کو پاؤں مارتے اسے
دیکھا۔۔۔ کنپٹیاں ابھری ہوئی شدید تیش کا پتہ دیتی تھیں۔۔۔

نقج جسے رہنا اب۔۔۔ پاس پڑا واز اٹھاتے اسے دیکھا۔۔۔ ایسے توڑوں گا۔۔۔ اسے زور سے دیوار پہ مارتے
وہ باہر کی طرف بڑھا۔۔۔ چھنا کے کی اواز پہ پریشے ہلکا سا ڈری تھی۔۔۔ لیکن خود پھر کنٹرول کرتے
اس کے قدم پھر روکے۔۔۔

کہاں جا رہے ہیں میاں جی۔۔۔ اج ہی تو نکاح ہوا ہے۔۔۔ اج سہاگ رات ہے۔۔۔ اپ اپنی بیوی کو
چھوڑ کے کا رہے ہیں۔۔۔ بہت افسوس کی بات ہے۔۔۔

تھوکتا ہوں تم جسی عورت پہ۔۔ نخوت سے کہتا وہ باہر نکل گیا۔۔

ارے سنو تو۔۔ میں تمہارے بچوں کی ماں بنا چاہتی ہوں۔۔ وہ چلائی۔۔ عصام واپس نہیں پلٹا تھا
۔۔۔ پریشے خوشی سے پھولے نہیں سمارہی تھی۔۔ کیونکہ اس کے خیال میں اس نے اپنی محبت حاصل
کر لی تھی

وہ گھر ایا تو عشوے سورہی تھی۔۔ اب ان کو ایک نظر دیکھ کے ٹیوی لاونچ میں ایا۔۔ پہلی فرصت میں
گارڈ کو فارغ کرنا تھا جو اسے دھوکہ دینے والوں کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔۔

بالوں پہ ہاتھ پھیرتے وہ اپ سیٹ تھا۔۔ جس لڑکی کو وہ ناپسند کرتا تھا وہ اس کی بیوی بن چکی
تھی۔۔ اگر یہ بات عشوے کو پہنچلتی تو وہ جانے کیسا رنگ کرتی۔۔ فلحال تو وہ اس موڈ میں نہیں

تھا کہ اسے کچھ بتاتا۔ وہیں صوفے پہ ٹانگیں پھیلاتے کشن سر کے نیچے رکھا۔ ویسے بھی اب کچھ ہی وقت تھا صحیح ہونے میں۔ وہیں لیٹے اس کی انکھ لگ گئی۔ دوسری طرف عشوے کمرے میں محو خواب تھی

اگلی صحیح معمول کے مطابق تھی اج کام والی انٹی نے بھی واپس آ جانا تھا۔

ناشته کر لیں۔ ناشته ٹیبل پہ لگا کے وہ اوپر عصام کو بلانے آئی۔ جو اس کے نیچے انے پہ کمرے میں چلا گیا تھا۔

بھوک نہی ہے۔ اپ کر لیں۔ رخ دوسری طرف بدلا۔ اس کی انکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ شاید یہی چھپانا چاہ رہا تھا۔ عشوے نے بھی زیادہ فورس نہیں کیا اور واپس نیچے آگئی۔

ناشته کر کے کچن سمیٹا۔ اب ان کے لیے سامان سامنے رکھ کے وہیں بیٹھ گئی۔ اج گھر میں خاموشی سی تھی ورنہ اس وقت عصام نیچے بیٹھا اس کے ساتھ ناشته کر رہا ہوتا تھا ساتھ چھوٹی موٹی باتیں۔ کچھ دیر وہیں بیٹھی رہی پھر باہر لان کی طرف نکل آئی۔ پودے تروتازہ بہت پیارے لگ رہے تھے۔ ایک طرف امر بیل لگی تھی جو بہت سارے پودوں پہ پھیلی تھی۔ اسے سیٹ کی

گیا تھا بس کچھ ہی درختوں پہ پھیلی وہ انہیں خوفناک بنارہی تھی۔۔ اج پہلی بار وہ اتنی توجہ سے سب دیکھ رہی تھی۔۔ ہر قسم کے پھول تھے گھاس کی کٹنیگ بھی پیاری تھی۔۔ آس پاس دیکھا۔۔ مالی کہیں نظر نہیں ارہا تھا۔۔ شاید وہ کسی کام سے گیا ہو۔۔ سوچتے گیٹ کی طرف آئی۔۔ عصام جو اٹھنے کے بعد کافی لینے کے لیے نیچے ایا تھا۔۔ لیونگ روم کے مرر ڈور سے باہر گارڈ کی طرف جاتی عشوے کو دیکھا۔۔ کچن سے سارا کچھ نظر اتا تھا۔۔ وہ مسلسل وہاں کھڑی ہو کے باتیں کر رہی تھی اور عصام ہونٹ بھینچے انہیں دیکھ رہا تھا۔۔ چند منٹ وہ برداشت کرتا رہا۔۔ پھر گم شیلف پہ رکھتے سیدھا ان دونوں کے پاس ایا۔۔

اج سے تم فارغ ہو۔۔ عشوے کا ہاتھ پکڑتے گارڈ سے کہا۔۔

جی سر۔۔ اس نا^{سمجھی} سے دیکھا۔۔

یو آر ڈیمس ناؤ۔۔ سپاٹ لہجہ۔۔

لیکن کیوں۔۔ وہ پریشان ہوا۔۔

ائی سید۔۔ گو۔۔ وہ جو عشوے کا بازو پکڑے والپس مڑا تھا۔۔ اسے مڑ کے دیکھتے سخت انداز سے کہا

--

اس نے کیا کیا ہے۔۔ عشوے بھی حیران تھی۔۔ یوں اچانک کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔

اپ خاموش رہیں۔۔ اس کی کلامی دبائی۔۔۔

دوبارہ یہاں نظر نا انا۔۔ اور یہ یونیفارم۔۔ یہ سب کچھ یہیں رکھ کے جانا۔۔ گن کی طرف اشارہ کیا

اسے فائر کر کے جیسے دلی سکون ملا تھا اسے۔۔

سر۔۔ ائی ایک سوری اگر اپ کو مسز عصام سے بات کرنا برالگا۔۔ میں نکست احتیاط کروں گا۔۔
گارڈ وہاں سے جانا نہی چاہتا تھا۔۔ عشوے حیرانی سے عصام کو دیکھ رہی تھی یہ شدید رد عمل عمل
بس اس وجہ سے تھا۔۔

کمرے میں جائیں۔۔ عشوے کا ہاتھ چھوڑتے اسے اندر بھیجا اور خود گارڈ کے پاس آیا۔۔

تمہیں اس وجہ سے نہیں نکال رہا کہ تم میری بیوی سے بات کر رہے تھے۔۔ اس وجہ سے کر رہا
ہوں کہ تم نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔۔ ایک مکا اس کے جبڑوں سے ٹکڑا یا تھا۔۔ گارڈ لڑکھڑاتا ہوا
زمین پہ گرا۔۔

اتنا عرصہ میرے ساتھ رہے ہو۔۔ میرے لیے کام کیا۔۔ اج کیسے کسی اور کے پچھے کتوں کی طرح
دم ہلانے لگ گئے۔۔

س۔۔ سر۔۔ بات۔۔ سنیں۔۔ اپ۔۔ غلط۔۔ وہ عصام کو تیش میں دیکھ کے پچھے سر ک رہا تھا

میں غلط نہیں ٹھیک سمجھ رہا ہوں۔۔۔ تم نے پریشے کے کہنے پہ جھوٹ بولا تھا کل مجھ سے۔۔۔ اگر تم
سچ کہہ دیتے تو اج۔۔۔ وہ خاموش ہوا۔۔۔

کون پریشے سر۔۔۔ میں کسی کو نہیں جانتا۔۔۔ اور ناہی میری اپ سے بات ہوئی ہے کل۔۔۔

بکواس کرتے ہو۔۔۔ ایک۔۔۔ اور مکہ اس کے ناک کی زینت بننا۔۔۔

سر مجھے میرے ماں باپ کی قسم۔۔۔ میں نے اپ سے بات نہیں کی۔۔۔ اور ناکسی پریشے کو جانتا ہوں
۔۔۔ وہ اب اٹھ کے کھڑا ہو رہا تھا۔۔۔

اپنا موبائل دو مجھے۔۔۔ اس کی جیب سے اگے ہو کے موبائل نکالا۔۔۔

اور مجھے دوبارہ نظر نا آؤ۔۔۔ وہ موبائل لے کے اندر کی طرف بڑھ گیا

کیوں سر--- میرا یقین کریں--- میں نے کچھ نہی کیا۔ اندر جاتے عصام کو دوبارہ پکارا۔ لکن وہ لیونگ روم کا دروازہ بند کر چکا تھا

کیا ضرورت تھی گارڈ کے پاس جانے کی--- وہ کمرے میں ایسا تو ماتھے پہ شکنیں ابھی بھی موجود تھی۔۔۔

اپ کو کیا ضرورت تھی اسے فائز کرنے کی۔۔۔ کون سا اس نے میرے ساتھ مس بی ہیو کیا تھا۔۔۔ عجیب ہے۔۔۔

زیادہ زبان چلانے کی ضرورت نہی ہے میرے سامنے۔۔۔ اسے کہنی سے پکڑتے اپنے سامنے کیا۔۔۔

اپ کو بھی کوئی ضرورت نہی ہے مجھ پہ نظر رکھنے کی۔۔۔ وہ بھی دوبدو بولی۔۔۔

میں حق رکھتا ہوں۔۔۔ اپ پہ نظر رکھنے کا بھی اور اپ کی خبر رکھنے کا بھی۔۔۔ اس کی کنپیاں
ابھری ہوئی تھیں۔۔۔

کس خوشی میں۔۔۔ اور گاڑڑ سے ایسی کون سی۔۔۔

شوہر ہونے کی خوشی میں۔۔۔ دوسرے بازو کی کہنی پکڑتے اپنے قریب کیا۔۔۔

آ۔۔۔ اپ۔۔۔ وہ اس کے اتنے قریب ہونے پہ سپٹائی۔۔۔

پچھے ہو کے بات کریں۔۔۔ ایسے کون کرتا ہے۔۔۔

میں۔۔۔

ہاں۔۔۔ ہر بات بکری کی طرح میں میں پہ ختم۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ اور کچھ کہتی عصام نے جھکتے
اس کے ہونٹوں پہ کفل لگائے۔۔۔

نیچلے ہونٹوں پہ دانت گاڑتے وہ عشوے کو ساکت کر گیا تھا۔۔۔ اس میں سانس لینے کی بھی سکت نہیں
رہی تھی۔۔۔

مٹھیاں بھینچے عشوے کی انکھیں مکمل پھیلی تھیں۔۔۔ سانسیں اکھڑا کھڑ کے کے چلتیں۔۔۔ عصام کو
اور مدد ہوش کر رہی تھیں۔۔۔ اور عشوے کو سمجھ نہیں ارہا تھا وہ خود کو کیسے چھڑوائے۔۔۔

انکھوں میں جمع ہوتی نبی آنسو بن کے گال پہ لڑکھڑائے تو عصام پیچھے ہوا۔۔۔

سوری۔۔۔ موچھیں سیٹ کرتے سر جھکائے عشوے کو دیکھا۔۔۔ جو اتنی سی قربت پہ کانپ رہی تھی

ہو گئے بچے ڈاؤن لوڈ۔۔ اس کی حالت دیکھتے عصام واش روم چلا گیا۔۔ اور عشوے شرم سے سر جھکائے سرخ ہونے میں مصروف تھی

فیکٹری مکمل ہو گئی ہے۔۔ بس اب کام شروع ہونے والا ہے۔۔ دور سے کھڑا سیٹھ علی اپنے ادمیوں کے ساتھ اس جگہ کو دیکھ رہا تھا جہاں عصام نے اپنا نیا کاروبار شروع کرنا تھا۔۔ پتہ نہیں اس کے پاس ایسی کون سی گیدڑ سینگھی ہے جو دن با دن اس کا بزنس بڑھتا ہی جا رہا ہے۔۔ سوچتے سیٹھ علی دیکھ رہا تھا۔۔

اسلام و علیکم بابا۔۔ چند منٹ بعد وہاں دانیہ حاضر ہوئی۔۔

والعلیکم اسلام۔۔ او میری شہزادی۔۔ اسے گلے سے لگاتے پیار کیا۔۔

کیسے ہیں۔۔ ان سے الگ ہوتے پوچھا۔۔

میں ٹھیک ہوں تم سناؤ۔۔ کیسا جا رہا ہے کام۔۔۔

بہت اچھا۔۔ بس اب سیکنچر لینے ہیں۔۔ اور یہ کام عشوے سے کروانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔۔ وہ اٹھارہ سال کی ہو چکی ہے۔۔۔ وہ حویلی بینک بیلنس عصام سے پہلے ہم پنے نام کروائیں گے۔۔

جیو میری شیرنی۔۔ ایک بار پھر خوشی سے اس کا کندھا تھپتھپایا۔۔

اگر عصام کو پتہ چل گیا تو پھر۔۔ وہ خصف زدہ بھی تھی کیونکہ پہلے بھی وہ دو تین بار پھنس چکی تھی۔۔۔ اب اسے بہت احتیاط سے کام لینا تھا۔۔ اگر اب کچھ گڑ بڑ ہو جاتی تو وہ کہیں کی نا رہتی۔۔۔

تم وہاں اپنا کام تسلی سے کرو۔۔ یہاں میں کروں گا۔۔ میں بھی اس عصام۔۔ کے بچے کو پر سکون زندگی نہیں گزانے دوں۔۔ گا۔۔ پہلے س کا باپ کمینہ تھا اب یہ مہا کمینہ ہے۔۔ گالہ سے نوازتے دانت

پسے۔۔

ہم ٹھیک ہے۔۔ میں نام کروا کے اس حوالی سے نکل اوں گی۔۔ اس کے بعد کچھ عرصہ غائب رہوں گی تاکہ کوئی مجھے ڈھونڈھ ناسکے۔۔ یہ کاغذات میں انے ساتھ لے کے جاوں گی۔۔

ٹھیک ہے۔۔ مجھ سے رابطہ رکھنا۔۔

ضرور بابا۔۔ اپ تو میرا سہارا ہیں۔۔

ٹھیک ہے۔۔ اب نکلو۔۔ اگر کسی نے دیلہ لیا تو گڑبرڑ ہو جائے گی۔۔

اوکے۔۔ مئں چلتی ہوں۔۔ الودائی مصافحہ کرتے وہ وہاں سے واپس چلی گئی۔۔

سینٹھ علی کچھ فیر وہاں کھڑا جائزہ لیتا رہا پھر وہ بھی اپنے گھر کی طرف ہو لیا

بaba۔۔۔ اپ کی والف میرے ساتھ تمیزی کرتی ہیں مجھ سے پیار نہیں کرتی۔۔۔ اور مجھے کہتی ہیں میں ان کا بیٹا نہیں ہوں۔۔۔ ناشتے کی ٹیبل پہ اج اباں سپیشل اس کی شکائی لگانے کے لیے موجود تھا۔۔۔ عشوے جو خاموشی سے ناشتہ کر رہی تھی سر اٹھا کے اس نئے فسادی کو گھورا۔۔۔

دیکھیں۔۔۔ اب کیسے دیکھ رہی ہیں۔۔۔ گھور گھور کے۔۔۔ پڑھنے کا نوالہ توڑتے عصام کو اس کی طرف متوجہ کیا۔۔۔

میرا موڈ خراب تھا۔۔۔ اس لیے۔۔۔ صفائی پیش کرتے چائے کا سپ لیا۔۔۔

بaba اپ نے کہا تھا ماما کا۔ موڈ خراب ہوتب بھی ان کے پاس جایا کرو۔۔۔ اگلا شکوہ۔۔۔

عشوے خاموش رہی۔۔۔ واقع اس دن اس کا بی ہیویر اچھا نہی تھا۔۔۔

انہوں نے مجھے کہا کہ میں ان کا کچھ نہی لگتا۔ عصام خاموشی سے انہیں سن رہا تھا۔۔۔

اپ نے بھی تو مجھے کہا تھا کہ اپ کا کبھی بے بی نا ہو۔ اور یہ ہی کہ اپ ماما جیسا پیار نہیں کر سکتیں۔ مجھے بھی ہر ٹھواڑے کی بات پر عصام کے ہاتھ رکے۔ پھر اباں کو دیکھا۔ جو سر جھکائے اب دودھ کے کپ میں چجھ ہلا رہا تھا۔

اپ نے ایسا کہا ہے۔۔۔ اس کا چہرہ اوپر کرتے اسے دیکھا۔ جی۔۔۔ معصومیت سے منہ بسورتے عشوے کو اداسی سے دیکھا۔ کیونکہ وہ عشوے کو ڈانٹ پڑوانے آیا تھا۔ پر یہاں اس کی اپنی کلاس ہونے والی تھی۔۔۔

اپ نے ایسا کہاں سے سیکھا ہے۔۔۔

مما نے سیکھایا ہے۔۔۔ جھوٹ بولा۔۔۔

میں نے۔۔۔ غشوے نے جیرانی سے دیکھا۔۔۔ میں بھلا کیوں سیکھاوں گی۔۔۔ اسے غصے سے گھورا۔۔۔

کیونکہ اپ میں اتنا پیار نہی ہے جتنا مما میں ہوتا ہے۔۔۔ اگر ہوتا تو ابھی اپ کے پاس بھی بابا کی
طرح ایک بے بی ہوتا۔۔۔

چپ کر جائیں۔۔۔ ایسا کچھ نہی ہوتا۔۔۔ عصام ان دونوں کی لڑائی پہ حیران تھا۔۔۔ وہ کیسے لڑ رہے
تھے۔۔۔

دونوں سوری کریں ایک دوسرے کو۔۔۔ ابھی۔۔۔ نیپکین سے منه صاف کرتے دونوں کو دیکھا۔۔۔

سوری۔۔۔ پہلے عشوے نے بولا۔۔۔ ابا خاموش رہا

ابا۔۔۔

سوری ماما۔ ناراضگی میں بھی وہ اسے ماما کہہ رہا تھا عشوے نے مسکراہٹ چھپائی۔ پھر اٹھ کے اس کے قریب آئی اور گال پہ پیار کیا۔

میں اپ سے ماما جتنا پیار تو نہی کر سکتی۔ لیکن اپ کے سڑیل بابا سے زیادہ کر سکتی ہوں۔۔۔ اس کے کان میں کہتے دوسرے گال پہ پیار کیا۔

ہاہاہا۔ ٹھیک ہے ماما۔ وہ کھلکھلا کے ہنسا۔ عصام نے سوالہ نظرؤں سے دیکھا۔

اٹس سیکرٹ۔ ابان نے مسکراتے کہا۔

اوکے۔ کندھے اچکاتے وہ اٹھ گیا۔ اج اسے بہت کام تھا۔

—————

ہیلو پیارے ہنر بینڈ۔۔۔ وہ ای میلز دیکھ رہا تھا جب پریشے افس میں داخل ہوئی۔۔۔

گیٹ لاست۔۔۔ وظ بد مزہ ہوا۔۔۔ نکلو یہاں سے۔۔۔ لپ ٹاپ کی سکین نیچے کرتے وہ کھڑا ہوا۔۔۔

ایسے کیسے۔۔۔ ابھی تو ملنے آئی ہوں۔۔۔ اس کے قریب اتے زبردستی گلے سے لگنا چاہا۔۔۔ عاصم نے جھٹکے سے اسے دور کیا۔۔۔

ڈانٹ کر اس یور لمٹ۔۔۔ نکلو یہاں سے۔۔۔ باہر کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

اگر تم میرے ساتھ ایسے بی ہیو کرتے رہے تو میں یہاں سب کو بتا خوں گی۔۔۔ پھر مجھے کچھ مت کہنا۔۔۔

ڈرتا نہیں ہو کسی سے۔۔۔ چاہے علان کر دو۔۔۔ پھر سب کے سامنے طلاق دوں گا۔۔۔

تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔۔

میں کر سکتا ہوں۔۔۔ ابھی اور اسی وقت۔۔۔ میں تمہیں۔۔۔

جاری ہوں۔ پاؤں پٹختے واپس پلٹی۔ چپ تو میں بھی نہیں رہوں گی۔

تمہس طلاق کے کاغذات مل جائیں گے جلد ہی۔۔۔ اس نے اسی دن وکیل سے کہہ دیا تھا۔۔۔ بس کچھ پروسیجر باقی تھا۔۔۔ جس کے کمپلیٹ ہوتے ہی کاغذات تیار ہو جانے تھے۔۔۔

عجیب بد دماغ عورت ہے۔ سارا موڈ خراب کر دیا۔ واپس کرسی پہ بیٹھتے اس کا موڈ اف ہو چکا تھا

پریشے وہاں سے سیدھا عاصم میشن ائی تھی۔ شدید تیش میں وہ بھول گئی تھی کہ کچھ دن پہکے اس نے غشتے کو مدد کے لیے بولا تھا۔

بی بی۔۔۔ اندر نہی جاسکتیں اپ۔۔۔ گارڈ نے اسے روکا۔۔۔ جو دو دن پہلے ہی اپوانٹ ہوا تھا۔۔۔

ارام سے پچھے ہٹ جاو۔۔۔ اسے دھکا دیتے وہ اندر داخل ہوئی۔ عشوے اور اباں اوپر ٹھہر س پہ بیٹھے
لڑو کھیل رہے تھے۔۔۔

عشوے۔۔۔

عشوے۔۔۔ پریشے نے اندر داخل ہوتے ہی اسے پکارنا شروع کیا۔۔۔

بی بی میں ابھی پولیس۔۔۔

میں خود پولیس سے ہوں۔۔۔ تم مجھے دھمکاو مت۔۔۔ سیرھیاں چڑھتے اسے گھورا۔۔۔

عشوے۔۔۔ باہر نکلو جہاں بھی ہو۔۔۔

لگتا ہے باہر کوئی ہے مم۔۔۔ اباں نے دور سے اتی اواز سنی۔۔۔

اپ کو بلا رہا ہے کوئی۔۔۔ میں دیکھ کے اوں۔۔۔ نکر شرٹ میں وہ کیوٹ لگ رہا تھا۔۔۔

دونوں چلتے ہیں۔۔۔ عشوے بھی اس کے ساتھ روم اے باہر نکلی۔۔۔ دور ایک کڑکی کھڑی تھی جو انہیں باہر نکلتا دیکھ کے تیزی سے ان کی طرف بڑھی۔۔۔ عشوے نے نامحسوس طریقے سے اباں کو اپنے پیچھے کیا۔۔۔ جس طرح کے اس کے تیور تھے لگ رہا تھا سیدھا اٹیک کرے گی۔۔۔ نیچے کھڑے گارڈ نے عصام کو فورا انفارم کیا تھا۔۔۔

سر کوئجھ عورت اتی ہے۔۔۔ میم صاحب کو بلا رہی ہیں۔۔۔ بہت غصے میں ہیں۔۔۔ مہربانی کریں۔۔۔ اجاںکیں۔۔۔

اوکے۔۔۔ میں اتا ہوں۔۔۔ وہیں رہنا تم۔۔۔ وہ تیزی سے باہر نکلا۔۔۔ عجیب تماشہ بن گیا تھا۔۔۔

ا۔ اپ کون۔۔ عشوے نے اس کے قریب اتے ہی پوچھا۔۔

میں۔۔ پریشے۔۔ وہی جسے تم نے اس دن دوست بنالیا تھا۔۔ یاد ایا۔۔ اور اب پتہ ہے کون ہوں۔۔
تمہاری سوکن۔۔ وہ چلا چلا کے بتا رہی تھی۔۔ عشوے کے پیروں تلے سے زمین سر کی۔۔ پیچے
کھڑے ابا نے اس کی شرٹ کو مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔۔

تمہارے اس شوہر کی دوسری بیوی۔۔ وہ اسے دیکھتے طزیہ مسکرائی۔۔

بکواس بند کرو۔۔ اور نکلو یہاں سے۔۔ عشوے نے خود پہ قابو کیا۔۔ ایسے کیسے وہ کسی بھی عورت
پہ یقین کر لیتی۔۔

بکواس نہیں سمجھ ہے۔۔ یہ ہے نکاح نامہ۔۔ پھر اپنے پرس سے نکاح نامہ نکال کے دیکھایا۔۔

خود دیکھ لو۔۔۔ یہ لکھا ہے عصام شخ۔۔۔ نظر ایا۔۔۔ انگلی سے اس جگہ پہ دباؤ دیتے کہا۔۔۔

عشوے سفید ہوتے چہرے کے ساتھ وہ دیکھ رہی تھی۔۔۔ اسے یقین کرنا مشکل لگ رہا تھا۔۔۔ کاش یہ

جھوٹ ہو۔۔۔

ایا اب میری بکواس پہ یقین۔۔۔

عشوے خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔۔۔ وہ کیا کہتی۔۔۔ اس کی زبان پہ تالا لگ چکا تھا۔۔۔ وہ کچھ بھی سمجھ نہی پار رہی تھی۔۔۔ اباں پچھے کھڑا تھا اور عشوے اسی کے سہارے اپنے قدموں پہ ساکت تھی

--

نکلو یہاں سے۔۔۔ پھر اس نے تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے عصام کو دیکھا۔۔۔

ابھی کے ابھی۔۔۔ نکلو یہاں سے۔۔۔ بے رحمی سے اس کا بازو پکڑتے اسے سیڑھیوں کی طرف دھکہ دیا۔۔۔

تم میرے صبر کو مت آزماؤ۔۔۔ اس کے سنبھلنے سے پہلے ایک اور دھکہ دیا۔۔۔ وہ لڑکھڑا کے سیڑھیوں تک آئی۔۔۔ اگر ریلینگ کا سہارا نا لیتی تو ابھی وہ لڑکھ رہی ہوتی۔۔۔

ع۔۔۔ عصام۔۔۔ عشوے اتنے غصے میں پہلی بار عصام نکلو۔۔۔ دیکھ رہی تھی۔۔۔ بھاگ کے اس کا ہاتھ پکڑا۔۔۔

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ انہیں چوٹ لگے گی۔۔۔

میری بلا سے جہنم میں جائے۔۔۔ پریش کو زلیل ہونا کیا ہوتا ہے ابھی سمجھ ایا تھا۔۔۔

ت۔۔۔ تم اس لڑکی کے لیے مجھے۔۔۔

تم اس کی جوتی برابر بھی نہیں ہو۔ خود کا موازنہ اس سے کبھی خواب میں بھی ناکرنا۔ اسے زبردستی سیڑھیوں سے اتارا۔۔۔

تم غلطی کر رہے ہو۔ اس پر محبت لٹا کے۔۔۔ یہ عورت دھوکے باز ہے۔۔۔ اس نے موبائل بھی رکھا ہے۔۔۔ تم سے چھپ کے۔۔۔

دور کھڑی عشوے کا دل دھک سے رہ گیا۔ عصام نے ایک نظر اس پر ڈالی۔۔۔

تمہیں دھوکا دے رہی ہے۔۔۔ تم خود اوگے میرے پاس۔۔۔ پریشے چیختنے ہوئے رونے لگی۔۔۔ وہ اس کا جسم بھی حاصل نہیں کر پا رہی تھی اس کا دل کیسے حاصل کرتی۔۔۔

اسے باہر کرو۔ گارڈ کو اشارہ کیا۔۔۔ وہ جو سارا تماشہ دیکھ رہا تھا دوڑتا ہوا قریب ایا اور اس کا بازو پکڑنا چاہا۔۔۔ پریشے نے اسے جھکلتے ایک درد بھری نگاہ عصام پر ڈالی تھی۔۔۔ وہ پاگل ہوتی جا رہی تھی۔۔۔ اس کے پاگل پن کی وجہ عصام تھا۔۔۔

مجھے سی وی بنا دیں گی۔۔ عزت لان میں پودوں کے پاس کھڑی تھی جب ریض گیٹ سے داخل ہوا۔۔

ہاں۔۔ دوپٹہ سر پہ جمایا۔۔

کتنے دنوں میں بن جائے گی۔۔ وہ اس کے قریب آیا
رات سونے سے پہلے۔۔ مجھے اپنے ڈاکو ٹس دے دو۔۔ وہ اسے دیکھ نہیں رہی تھی۔۔

ٹھیک ہے۔۔ میں اپ کو میل کر دوں گا۔۔ اس کی جھکی پلکوں کو دیکھا۔۔

اپ انہیں گی عشوے کی طرف۔۔ میں جا رہا تھا۔۔

نہیں۔۔ تم۔۔ جاو۔۔ انکار کیا۔۔ مورے نے اجازت دینی نہیں تھی۔۔

جلدی واپس آ جائیں گے--

نہی نا۔۔۔ میرا دل نہی کر رہا۔۔۔

ناول بھی لے لینا۔۔۔ وہ اسے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔۔۔ اس لیے افرکی۔۔۔

اتنی عنایتیں کیوں۔۔۔ مشکوک نظرؤں سے دیکھا۔۔۔

کیونکہ اپ مجھے سی وی بنا کے دے رہی ہیں نا اس لیے۔۔۔ سوچا میں بھی اپ پہ کچھ۔۔۔

نہیں۔۔۔ میں کسی معاوضے کے بنا کام کر دوں گی۔۔۔ تم جاو۔۔۔

اجائیں نا یار۔۔۔ نخرے نہیں کریں۔۔۔

مورے اجازت نہی دے گی۔۔۔

میں لے دیتا ہوں۔۔۔

نہیں۔۔۔ میں خود پوچھ لوں گی۔۔۔ اسے اندر جانے سے روکا۔۔۔

مورے سے بمشکل اجازت لے کے وہ اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوئی تھی

آپ سے ایک بات پوچھوں۔۔۔ وہ لوگ میں روڈ پہ آپکے تھے۔۔۔ ہمیشہ کی طرح اپنے اور اس کے پیچے
فاصلہ قائم رکھا۔۔۔

ہاں۔۔۔ پوچھو۔۔۔ دوپٹہ قابو کرتے وہ سامنے دیکھ رہی تھی۔۔۔

اپ نے مجھے کیوں کہا تھا شادی سے انکار کر دوں۔۔ اس کی سوتی وہیں انگلی تھی۔۔

ویسے ہی۔۔ دل کر رہا تھا۔۔ وہ تھوڑا اونچا بول رہے تھے۔۔

آپ کا دل نہیں کر رہا تھا۔۔ میرا تو کر رہا ہے نا۔۔ مرر سے اسے دیکھا۔۔

ہاں تو کر لو۔۔ کس نے روکا ہے۔۔

پتہ۔۔ مجھے نا آپ سے۔۔ وہ رکا۔۔

عزت اونچا ہو کے اسے شیشے سے دیکھا۔۔ اس کے چہرے پہ الوہی سی چمک تھی۔۔ جیسے وہ کسی خوشی میں ڈوبا ہوا ہو۔۔

مجھے آپ سے پیار ہو گیا ہے۔۔۔ وہ لوگ شہر کے پیچ سے گزر رہے تھے اور ریض کی آواز اتنی اوپھی تھی کہ آس پاس سے گزرے لوگوں نے انہیں مڑ مڑ کے دیکھا۔۔۔

عزت سن سی بیٹھی تھی بے ساختہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا نہی۔ تو زمین پہ رگڑا لگ جانا تھا۔۔۔

ہوش میں تو ہیں نا۔۔۔ اپنے کندھے پہ رکھا ہاتھ اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔۔۔

اور ہم لوگ عشوے کے پاس نہی جا رہے۔۔۔ بائیک ہواں میں اڑ رہی تھی ڈبل روڈ کی وجہ سے وہ مست ہو کے چلا رہا تھا

ہیلو۔۔۔ سن رہی ہیں۔۔۔ کہیں گر ور تو نہیں گئیں۔۔۔

نہیں۔۔۔ وہ بے یقین تھی۔۔۔ اسے الہام ہوا تھا۔۔۔ یا دل نے دل پہ دستک دی تھی۔۔۔ وہ کیسے اسے جان گیا تھا۔۔۔

ت۔۔ تماہری تو شادی ہو رہی تھی نا۔۔ پھر۔۔

ہاں تو وہ اب بھی ہو رہی ہے۔۔ شادی امی کی پسند سے کروں گا۔۔ لیکن۔۔۔ محبت تو آپ سے ہی

--

ایسے کیا فائدہ۔۔ وہ فوراً سے محبوبہ کے رتبے پہ فائز ہوئی تھی۔۔ منہ پھلایا۔۔

تو کیا شادی بھی آپ سے کروں۔۔

ہاں۔۔ اب شرم ورم غائب ہو چکی تھی۔۔۔ محبت مجھ سے کرتے ہو تو شادی بھی مجھ سے کرو نا۔۔

ای نہی مانیں گی۔۔۔ یہ مسلہ بھی تھا۔۔

مناومو۔۔ اتنا دم نہیں ہے۔۔ کہ۔۔

دم تو بہت ہے بات کائی۔۔ مسلسلہ یہ ہے کہ اپ کی والدہ نے انکار کر دیا تو کیا ہو گا۔۔۔

ان کی فکر ناکرو۔۔ نہیں میں ہینڈل کر لوں گی۔۔

اوکےےے۔۔ اب سے پردا شروع کریں پھر۔۔ اسے چھیڑا۔۔ میرے سامنے بھی نہیں انا۔۔

کیوں۔۔

کیونکہ شادی سے پہلے دلہن دلہن سے جھپ کے رہتی ہے نا۔۔

ہااہا۔۔ وہ۔۔ ہنسی

ائیکریم کھائیں گی--

ہاں---اگر تم اپنے پسیوں سے لو گے تو--

ہاں ہاں---ظاہری سی بات ہے---میرے تو بزنس چل رہے ہیں---آپ سے چھوٹا ہوں---اپ کو دینے چاہیں پسیے--

میرے پاس پسیے نہیں ہیں اج تم کھلا دو نکست میں کھلا دوں گی--

مزاق کر رہا ہوں---اسے اندر سینگ ایریا میں بٹھا کے وہ خود ریسپشن کی طرف آگیا۔ اس کریم لینے کے لیے

موباکل کہاں رکھا ہے---اسے نکالنے کے بعد سیدھا اس کے پاس آیا۔

ن۔۔۔ نہی ہے۔۔۔ وہ جھوٹ بول کے گئی ہے۔۔۔ وہ پھر جھوٹ بول رہی تھی۔۔۔

مجھے اگر کہیں سے مل گیا نا۔ تو بہت برا ہو گا آپ کے ساتھ۔۔۔ کمرے میں آتے اس نے سامنڈ ٹیبلز چک کیے۔۔۔ ہر چیز کی تلاشی لی۔۔۔ عشوے کی سانس اٹکی ہوئی تھی۔۔۔

ن۔۔۔ نہی ہے وہاں۔۔۔ عصام اس کے تنکے کے پاس گیا تو عشوے کا نپ سی گئی۔۔۔ اس کی ہواںیاں اڑتی دیکھ کے اسے یقین ہو گیا۔۔۔

کہاں رکھا ہے پھر۔۔۔ اس کے پاس آیا وہ دروازے کے پاس کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

وہ۔۔۔ اس روز کے اندر۔۔۔ خود ہی بتا دیا۔۔۔ عصام نے ہاتھ ڈال کے باہر نکالا۔۔۔

یہ۔۔ اتنا مہنگا فون۔۔ اپ۔۔ کے پاس کہاں سے ایا ہے۔۔ غصے سے بھری انکھیں اس پہ گاڑھیں

اپنا بیگ پیک کریں۔۔ موبائل دیوار سے مارتے اسے کہا۔۔ ایک تو پہلے وہ پریشے۔۔ اور اب یہ
۔۔ اس کا دماغ سوانیزے پہ پہنچا ہوا تھا۔۔ افس کا کام چھوڑ کے وہ گھر یلو مسلے سلبجھا رہا تھا۔۔

ن۔۔ نہیں۔۔ میں نہی۔۔ جاوں گی۔۔

آپ جائیں گی اپنے والدین کے گھر۔۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔۔ جب دماغ ٹھیکانے اجائے گا۔۔ پھر واپس
آ جائیے گا۔۔

پلیز کوئی اور سزادے لیں۔۔ لیکن میں وہاں نہیں جاوں گی۔۔۔

میں نے اپ سے پوچھا نہی ہے جو کچھ بھی ہے آپ کا یہاں۔۔ سمیٹ لیں۔۔ نہیں تو خالی ہاتھ چھوڑ
کے آؤں گا۔۔

عصام۔۔ میں وہاں نہیں رہ سکوں گی۔۔

رہ لیں گی۔۔ وہ بیڈ پہ بیٹھا۔۔ وہ سکون چاہتا تھا اور عشوے کو سزا بھی دینا چاہتا تھا۔۔ وہ اس سے چیزیں کیوں چھپاتی تھی۔۔

اپ کو نہیں پتہ۔۔ نہیں رہ سکتی۔۔ میں نے وعدہ کیا تھا نہیں جاوں گی وہاں۔۔۔ وہ کر لائی۔۔

توڑ دیں۔۔ ویسے بھی تو میرا اعتماد توڑتی رہتی ہیں۔۔۔

عصام پلیز۔۔ میں نہیں جاوں گی۔۔۔ اپ۔۔۔ کی بیوی ہوں۔۔۔

اگر آپ کو۔۔ اس رشتے کا اتنا ہی لحاظ ہوتا تو ایسی حرکتیں ناکرتیں۔۔۔

مجھ پہ اعتماد کرنے کی بجائے اپ نے پریشے کو بتانا ضروری سمجھا۔۔۔

آپ کو۔ مجھ سے ذرا بھی محبت نہی ہے ہر دوسرے دن آپ میرے ساتھ ایسے ہی کرتے ہی۔۔۔۔۔ وہ اسے روک نہی پار ہی تھی۔۔

نہیں ہے۔۔۔ مجھے کسی سے بھی محبت نہی ہے۔۔۔ اور جو میرا بھروسہ توڑتا ہے ان سے تو شدید نفرت کرتا ہوں میں۔۔

ائی ایم سوری۔۔۔ اسے کچھ سمجھ نہی آیا تو اس کے پیروں میں بیٹھی۔۔۔ وہ اپنے گھر واپس نہی جانا چاہتی تھی۔۔۔ اس شخص کے پاؤں پڑ سکتی تھی لیکن جس گھر سے سے اتنی نفرت اور حقارت کے ساتھ نکالا گیا تھا وہاں وہ دوبارہ نہیں جانا چاہتی تھی۔۔

سوری کا کیا کروں میں عشوے۔۔۔ سوری کے بعد آپ وہ عمل نا دھرائیں تو پھر مانے لیکن اپنے یہ تیسرا دفعہ کیا ہے۔۔۔ اب نہیں سنوں گا میں۔۔۔ وہ بھی سفاک بن گی تھا

میں مر جاؤں گی۔۔۔ وہ اس کے قدموں میں بیٹھی تھی۔۔۔ اس کا دل بند ہو رہا تھا۔۔۔ وہ۔۔۔ کہیں کی
نہیں تھی۔۔۔ ناصام کی نا اپنے ماں باپ کی۔۔۔

میری بلا سے ابھی مر جائیں۔۔۔ وہ اسے دیکھ نہیں رہا تھا۔۔۔ بہت کڑا وقت تھا۔۔۔ عشوگ کے لیے
خود کو کسی کے قدموں میں لا کے رکھنا کتنا ازیت ناک ہوتا اس وقت وہ سمجھ سکتی تھی۔۔۔

ع۔۔۔ عصام۔۔۔ تڑپ کے ہچکی لی۔۔۔ اس کے گھٹنے پہ رکھا عشوے کا ہاتھ نیچے ڈھلا
تھا۔۔۔ گہری۔۔۔ سانس لیتے سانس بہال کرنے کی کوش کی۔۔۔ لیکن اس کی سانس اکھڑ گئی۔۔۔ سر عصام
کے پاؤں پہ گرا تھا۔۔۔

عشوے۔۔۔ اس کے پاؤں لرزے۔۔۔

عشوے۔۔۔ جھک کے اسے اٹھایا۔۔۔ نہیں بھیج رہا۔۔۔ اس کی سانسیں اس کا ساتھ چھوڑ رہی تھیں
اپنے سینے سے لگاتے اس کی کمر سے ہلاکا سا پش کیا۔۔۔ ایک اور سانس لی اس نے۔۔۔

کہیں۔۔ نبی جائیں گی یہی ہیں۔۔ اسے بیڈ پہ بٹھا کے تنکیہ سیدھا کیا۔۔ وہ ڈر گیا تھا۔۔

وہ گھری گھری سانسیں لیتی خود کو نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ اس کا سرکندھے سے لگاتے وہ اسے تسلی بھی نہی دے پا رہا تھا۔۔ پتہ مہی کیوں اس کا رد عمل اتنا شدید ہوتا تھا

ٹبوی لاونچ سے اونچا اونچا بولنے کی آوازیں اڑ رہی تھیں۔۔ پتہ نہیں کون تھا۔۔ عزت اپنے کمرے میں ریض کی سی وی بنارہی تھی لپ ٹاپ کھلا چھوڑ کے باہر جھانکا۔۔

اوووہ۔۔ بھا بھی۔۔ والپس جانے کی بجائے باہر آئی۔۔ اور بینش کے گلے لگی۔۔ ساتھ مادہ بیر بھی تھا۔۔ مورے کچن میں شاید ریفریشمٹ کا کہہ رہی تھیں۔۔

آج کیسے چکر لگا لیا۔ ان کے پاس بیٹھتے پوچھا۔۔

بس بہت دل کر رہا تھا۔۔ اپ۔ لوگوں سے ملنے کا۔۔ ماہ بیر بھی گھر آنا چاہ رہے تھے تو میں نے کہا
مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔۔ تو بس اب تمہارے سامنے۔۔

گڑ کیا۔۔ عزت ویسے ہی ریض کی وجہ سے خوش تھی۔۔ موڈ۔ اچھا ہونے کی وجہ سے وہ بینش سے
کھل کے گپ شپ کرنے لگی

ماہ بیر انہیں مصروف دیکھ کے اپنے کمرے میں آگیا۔۔

مامو سے بات ہونے کے بعد اس نے عصام سے بلکل رابطہ ختم کر دیا تھا۔ اور خاموشی سے ان کے
نقش سے ہٹ گیا تھا اگر عشوے اس کی ہوتی تو پہلے ہی مل جاتی۔۔ اب جو تھا اسی پہ خوش رہنا تھا
فریش ہو کے وہ نیچے آیا تھا

مورے بھائی کی شادی کر دیں۔۔

پہلے تمہاری کریں گے۔۔

کیوں۔۔ میری کیوں۔۔۔ میں بھائی سے چھوٹی ہوں تو اصولاً بھائی کی ہی پہلے ہونی چاہیے۔۔

ہاں تاکہ تم روز اپنی بھاگھی سے لڑو۔۔

میں اپ کی طرح نہیں ہوں۔۔ بڑبڑائی۔۔ پلوشہ نے اسے گھورا۔۔

چلیں دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد یمنش عزت کے ساتھ اس کے روم میں آگئی

--

تمہاری بات کہیں طے نہیں ہوئی۔۔ باتوں باتوں میں ایسے ہی پوچھا

نہیں۔۔ فلحال تو نہیں۔۔ ساتھ ساتھ وہ ریاض کے ڈاکو منٹس دیکھ رہی تھی۔۔

کوئی۔۔ پسند۔۔ جھجھکتے اسے دیکھا۔۔ عزت نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا۔۔

نہیں۔۔ نفی میں سر ہلایا۔۔

ہمم وہ خاموش ہو گئی۔۔

اور۔۔ سنائیں۔۔۔

میں ایک مشورہ دوں۔۔

جی۔۔

اگر کوئی پسند ہو نا تو اس سے ڈائریکٹ بات کرنا۔۔ کمزور بن کے بیٹھی مت رہنا کیونکہ زندگی تمہاری ہے۔۔

لڑکا تو مان جائے گا۔۔ لیکن والدین۔۔

والدین کو بھی مناؤ۔۔۔ باپ اور بھائی کی عزت کی خاطر خود کو اپنے دل کو قربان کرنے کی کوئی ضرورت نہی ہے۔۔۔

بچے تمہارے باپ یا بھائی نے پیدا نہی کرنے۔ اس شخص کے ساتھ تم نے سونا ہے۔۔۔ اپنے لیے خود آواز اٹھاؤ تمہاری پوری زندگی کا سوال ہے۔۔۔ تم شخص کے ساتھ سو تو جاؤ گی۔۔۔ لیکن تمہارا دل راضی نہی ہو گا۔ تو پھر یہ زنا سے بھی بد ترین عمل ہے۔۔۔ نا تم اپنے شوہر سے وفا کرو گی۔۔۔ نا اپنے اللہ سے۔۔۔ یہ جسم فروشی ہو گی۔۔۔ ایک ذن چاہے مرد کے ساتھ سونا ایسا ہی ہے جیسے ایک خاردار جھاڑی پہ ریشم۔ کا کپڑا سچینک دیا جائے اور اور اسے کھینچ لیا جائے۔۔۔ تکلیف ایسی ہوتی ہے کہ تم سوچ نہی سکتی۔۔۔

وہ خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔۔۔

میں اپ کو کچھ بتاؤں۔۔۔ عزت نے اسے دیکھا۔۔۔

ہاں۔۔۔ ضرور۔۔۔

میں اپنے ماموں کے بیٹے سے پیار کرتی ہوں۔۔۔ اور وہ بھی۔۔۔ لیکن ہماری فیملیز۔۔۔ عزت نے ایک ایک کر کے ساری بات اسے بتائی۔۔۔

مشکل مرحلہ ماں کو منانے کا ہے۔۔۔ ساری بات سمجھنے کے بعد اسے دیکھا۔۔۔

جی۔۔۔ وہ راضی ہو جائیں تو سب ٹھیک سے ہو جائے گا۔۔۔

اوکے۔۔۔ اپنی امی کو منانا مجھ پہ چھوڑ دو۔۔۔ انہیں میں سنبحال لوں گی۔۔۔

عزت کے لیے وہ دن بہت اچھا تھا

کیسی ہیں۔۔۔ ڈیر والف۔۔۔ وہ تیز تیز چلتا ہوا ہو ٹل میں داخل ہوا تھا

زہ نصیب۔ اج خود سے یاد کیا۔ پریشے اپنے آفس میں بیٹھی تھی۔

جی جی۔ بس کچھ کام تھا۔ اگر اپ اس وقت فری ہیں تو الزمر ہو ٹل (فرضی نام) میں تشریف لے آئیں۔ وہ وہاں مینگ کے سلسلے میں آیا تھا۔ اج ان کی ایک جانی مانی کمپنی کے ساتھ ڈیل تھی۔ فیکٹری کی تمام مشینری لگ چکی تھی آج شام کو اس کا افتتاح تھا۔ اور وہ یہ نیک کام تمام پریشاںیوں کو ختم کر کے کرنا چاہتا تھا۔

ہائے۔ فون بند کرتے وہ مطلوبہ ٹیبل کے سامنے رکا پھر سر ہلاتے کرسی سنہجاتی۔

مینگ میں آدھا گھنٹہ لگا تھا اور آج ڈیل فائل ہو گئی تھی۔ ان کے جانے کے بعد عصام نے رسپشن سے روم کی چابی لی تھی۔ پھر پریشے کو روم نمبر ٹکس کر کے دوسرے ایریا میں آیا جس طرف رہا ش تھی۔

پریشے کی گاڑی کو اینٹرس سے داخل ہوتے دیکھا۔۔۔ پھر اپنی گاڑی طرف آتے فائل نکالی۔۔۔ وہ اس کے روم میں پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ چکی تھی۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔ پریشے پرپل کلر کی شرت کے ساتھ وائٹ ٹراوزر پہنے فریش فریش لگ رہی تھی۔۔۔

و علیکم اسلام۔۔۔ آؤ۔۔۔ روم فریزر چک کرتے اس میں سے جوس نکالا۔۔۔ اور نکال کے پریشے کو دیا۔۔۔ وہ جیران ہو رہی تھی۔۔۔

یہ لو۔۔۔ اسے پکڑاتے خود صوفے پہ بیٹھ گیا۔۔۔ ٹانگ پہ ٹانگ رکھتے ٹیک لگائی۔۔۔ پریشے بھی جوس پکڑتے اس کے سامنے بیٹھی۔۔۔

آج۔۔۔ خیر تو ہے۔۔۔ کب سے جو ذہن میں ارہا تھا اب زبان پہ آیا۔۔۔

ہاں۔۔۔ بلکل خیر خیریت ہے۔۔۔ پھر سامنے ٹیبل سے فائل اٹھائی جو اس نے آتے ہوئے رکھی تھی

--

یہ تمہارے لیے--- اور اس کی طرف بڑھائی

یہ کیا ہے--- اس کے ہاتھ سے فائل لی---

خود دیکھ لیں---

واٹ--- وہ پلکیں ناچھپک سکی--- اپ ایسا کیسے--- کر سکتے ہو--- میری جاب--- نہیں--- یہ غلط ہے--- وہ جاب سے فائز کے پیپر ز تھے--- اسے سرکاری جاب سے ہٹا دیا گیا تھا---

ایک اور سرپرائز بھی ہے--- فائل آگے کھولیں--- وہ مزے سے بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا---

اس نے پچ پلٹے--- اگے ڈیورس پیپر تھے---

عصام۔۔۔ اپ میرے ساتھ ایسا نہی کر سکتے۔۔۔ وہ چیخنی۔۔۔ پیپر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئے تھے۔۔۔

یہ تمہارے کیے کی سزا ہے۔۔۔ خود ہی نکاح کیا تھا۔۔۔ شرط سیدھی کرتے وہ کھڑا ہوا۔۔۔ اور تمہارے یوں چلانے سے کچھ نہی ہو گا۔۔۔

میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی۔۔۔ عصام آپ میرے ساتھ ایسا نہی کر سکتے۔۔۔ پلیز۔۔۔ وہ اس کے قریب آئی۔۔۔

پچھے ہٹو۔۔۔ اسے جھٹکتے وہ سائند پہ ہوا۔۔۔

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ میں۔۔۔ اپ کو کہیں کا نہی رہنے دوں گی۔۔۔ آپ میرے علاوہ کسی کے نہیں ہو سکتے۔۔۔ اس نے تیزی سے اپنی شرط پھاڑی۔۔۔ پھر کچھ کے عصام کی شرط کے بڑن بھی کھول دیے۔۔۔ اپ۔۔۔ میرے ہیں۔۔۔ ہر قیمت پہ حاصل کروں گی۔۔۔ وہ ہریانی ہوئی چلا رہی تھی۔۔۔

یہ کیا بے ہودہ حرکت ہے۔۔۔ اسے خود سے دور کرتے۔۔۔ وہ باہر کی طرف لپکا۔۔۔ کیونکہ وہ اب اس پہ نیا الزام لگانے والی تھی۔۔۔

مجھے نہیں عشوے کو طلاق دینی تھی۔۔۔ یہ پیپر اسے۔۔۔ پھر اس کے پاس آئی۔۔۔ کندھے سے چپکی

شٹ اپ۔۔۔ دور ہٹیں مجھ سے۔۔۔ خون خوار نظروں سے دیکھتے وہ غرایا

اس نے پینٹرا بدلا۔۔۔

اپ نے میرا ریپ کیا ہے۔۔۔ وہ پھٹے کپڑوں میں اپنا جسم چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اوپھی اواز میں کہتے وہ اسے شاک کر گئی۔۔۔ عورت کے کیسے کیسے روپ ہوتے ہیں

جسٹ شٹ اپ۔۔۔ تم جیسی بازاری عورتوں کے ڈراموں میں نہیں اتنا۔۔۔ اپنی شرط کے بُلُن بند کرتے وہ باہر کی طرف لپکا

کیونکہ اس کی آواز اوپر تھی اور لوگ اکٹھے ہو سکتے تھے۔۔

م۔۔ میں خود کشی کر لوں گی۔۔۔ تھیں اسے طلاق دینی پڑے گی ہر حال میں۔۔۔ وہ اس کے سامنے آئی۔۔۔

میں اسے نہیں تھیں طلاق دوں گا۔۔۔ اسے دھکا دیتے سائنس پہ کیا

تم میرے ساتھ ایسا نہی کر سکتے۔۔۔

میں ایسا کر چکا ہوں۔۔۔ بہت شوق تھا نا میرے بچے کی ماں بنے کا۔۔۔ تو اب بنو۔۔۔

میں نہیں مانتی انہیں۔۔۔ پریشے نے پیپرز اٹھا کے پھینکے۔۔۔ آپ۔۔۔ میرے ساتھ یہ ظلم۔۔۔ اس کا دل بند ہو رہا تھا۔۔۔ وہ کیا کر رہی تھی نہیں جانتی تھی۔۔۔

چلو فیس ٹو فیس سن۔ لو پھر۔ سکون ہو جائے گا۔۔۔ وہ رکا

میں عصام شخ۔۔۔ پورے ہوش و حواس میں میں اپ کو طلاق دیتا ہوں۔۔۔

اس نے خوف زدہ نظروں سے اس شخص کو دیکھا جس سے اسے ان چند ماہ میں عشق ہو گیا تھا

میں اپ کو طلاق دیتا ہوں

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ عصام پلیز۔۔۔ میں مر جاوں گی

اپ کو۔ طلاق دیتا ہوں۔۔۔ وہ اسے مار گیا تھا۔۔۔

بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔۔ م۔۔۔ میں نے کہا تھا میں مر جاوں گی۔۔۔ اس کے کندھے کو تھاما

میری بلا سے اپ جہنم میں جائیں۔۔۔ خود سے چیکتے اس لڑکی کو دور کیا۔۔۔ اس نے ابھی ہاتھ لگایا تھا اور وہ پورے قد سے زمین بوس ہوئی۔۔۔ لیکن اس ستم گرنے مڑ کے بھی اسے نہیں دیکھا۔۔۔ اور باہر نکل گیا

ہم لوگ عشوے کی طرف ہو آتے۔۔۔ ساتھ ریض کی شادی کا بھی بتا دیں گے۔۔۔ حمید صاحب ابھی کام سے واپس ائے تھے۔۔۔ عائشہ نے پانی کا گلاس پکڑاتے انہیں دیکھا۔۔۔ ابھی چلنا ہے۔۔۔ انہیں گھورا۔۔۔ مطلب ابھی تھکا ہوا گھر آیا ہوں تو ابھی پھر نکل پڑو ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ پوچھ رہی ہوں۔۔۔ اپ بس بندے کی بے عزتی کر دیا کریں منہ پ۔۔۔ خالی گلاس پکڑتے ناراضگی سے دیکھا۔۔۔

میں منہ ہاتھ دھو لوں روئی پکاو تم۔۔ وہ اٹھ کے اندر چلے گئے۔۔ عائشہ بیگم کچن میں اگئی۔۔ پانچ روٹیاں بنانی ہوتی تھیں۔۔ جو بنانے میں بدمس سے پندرہ منٹ لگے۔۔ حمید صاحب لاونچ میں واپس اچکے تھے کھانے کے انتظار میں۔۔ جب ریض کہیں باہر سے ایا

اسلام و علیکم۔۔ اکے انکے ساتھ بیٹھا۔۔

والعیکم اسلام۔۔ کیسا رہا انترو یو۔۔

اچھا ہو گیا تھا۔۔ وہ صح نوبجے گیا تھا۔۔ دو بجے واپس آگیا تھا۔۔ لیٹ کچھ دنوں میں ملنجائے شاید۔۔

چلو ٹھیک ہے۔۔ تم کام شروع کرو گے تو سہارا ہو گا۔۔

کھانا کھا لیں۔۔ اتنی دیر میں کھانا لگ چکا تھا۔۔ پھر ان لوگوں نے ساتھ بیٹھ کے کھانا کھایا۔۔ کھانا کھا کے عائشہ کچن میں برتن دھونے لگیں تو ریض نے موقع ملتے بابا سے بات کرنے کا سوچا۔۔

اپ سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔ اگر وہ ماما سے کرتا تو انہوں نے صاف انکار کر دینا تھا۔۔۔ بابا شاید کچھ مدد کر دیتے۔۔۔

ہاں بولو۔۔۔ وہ نیوز چینل لگا رہے تھے

مما شادی کا کہہ رہی ہیں۔۔۔

ہاں پتہ ہے مجھے اسے چنبھے سے دیکھا۔۔۔

تو۔۔۔ میں سوچ رہا تھا۔۔۔ وہ رکا۔۔۔ ایک دم سے کہہ دینا بھی اسان نہیں تھا۔۔۔ پتہ نہی کیا ریٹنکشن ہوتا ان کا۔۔۔

کیا سوچا۔۔۔ وہ اب اسے دیکھ رہے تھے

کہ اگر کرنی ہی ہے تو پھپو کے گھر۔۔۔ سے۔۔۔ انکے تاثرات دیکھتے وہ اٹک گیا

عزت بڑی ہے تم سے--- انہیں شاید برا لگا۔۔

بڑی ہیں تو کیا ہوا ہے۔۔ شادی تو ہو سکتی ہے نا۔۔ اس کے لمحے میں جانے کیا تھا کہ وہ ٹھکنے۔۔

تم اسے پسند--- کرتے ہو۔۔ جانچتے ہوئے پوچھا۔۔

جی۔۔ اور اچھا ہے نا۔۔ انہیں کام بھی کرنے اتے ہیں۔۔ باہر سے کیا پتہ وہ ماما کی ہلپ کرنے نا
کرنے الٹا ماما کو اس کی خدمت کرنی پڑ جائے۔۔

اب تم ڈرار ہے ہو۔۔ وہ ہنسے۔۔ ٹھیک ہے۔۔ تمہاری ماں سے خود بات کروں گا میں۔۔ تم۔۔ کچھ
مت کہنا۔۔ ایسے ہی ہتھ سے اکھڑ جائے گی۔۔

اوکے۔۔ اسی لیے اپ سے بات کی ہے پہلے۔۔ اور بہت شکریہ۔۔ مدد کے لیے۔۔ اسے واقع سکون
ملا۔۔

اگے پڑھائی کا بھی سوچو۔۔۔ بس شادی اور جاب کا نہی۔۔۔ حمید صاحب نے اسے کھینچا۔۔۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔۔۔ اس بارے میں بھی سوچ رہا ہوں انہیں تسلی دی۔۔۔ پھر کچھ دیر انکے ساتھ
بیٹھا رہا۔۔۔ پھر اٹھ کے چلا گیا۔۔۔

وہ بہت خوفزدہ ہو گئی تھی عصام کے اس برناو سے۔۔۔ اسے کوئی فرق نہی پڑتا تھا اس کے ہونے یا
نا ہونے سے اسی لیے وہ اسے وہاں سے بھیج دینا چاہتا تھا۔۔۔ پتہ نہیں وہ کبھی کسی مرد کے دل پر
راج بھی کر سکے گی بھی یا نہی۔۔۔ بیڈ کراون سے ٹیک لگانے وہ لکنے فانوس کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ اور
وہ ان کی سینڈ وائیف۔۔۔ انہوں نے ایک اور شادی کر لی۔۔۔ اور۔۔۔ اف

میرا کیا ہو گا۔۔۔ مجھے واپس بھیج دیں گے۔۔۔ عجیں عجیب سوچیں بھٹک رہی تھیں۔۔۔ کاش عصام کو
قس سے محبت ہو جاتی۔۔۔ ویاے تو بڑی جیلسی ہوتی ہے نواب صاحب کو جب ماہ بیر کا نام
لوں۔۔۔ اور خود۔۔۔ اسے اب الجھن کے ساتھ غصہ بھی ارہا تھا۔۔۔

اصول تو مجھے بات نہی کرنی چاہیے اور محترم خود میرے ساتھ ایسا کرتے ہیں۔۔۔ اب میں ایسا کروں
گی۔۔۔

اج انہیں۔۔۔ زر دیکھنا۔۔۔ کیسے تنگ کرتی ہوں۔۔۔

ہاں میں تنگ تو کر لوں گی۔۔۔ لیکن کیسے۔۔۔ انہیں ہرٹ بھی ہو نا ساتھ۔۔۔ کیسے۔۔۔ کیسے۔۔۔ وہ سوچ
رہی تھی۔۔۔

لپ ٹاپ پہ دیکھتی ہوں۔۔۔ جلدی سے اباں کے روم میں آئی۔۔۔

ہیلو۔۔۔ وہ کوئی گیم کھیل رہا تھا۔۔۔

جی ماما۔۔۔ انہیں۔۔۔ وہ اپنی گیم سے اٹھا۔۔۔

وہ۔۔۔ بیٹا۔۔۔ میں یہ لے لو۔۔۔ مجھے ضرورت ہے۔۔۔ ساند پہ پڑے لیپ ٹاپ کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

جی جی۔۔ لیپ ٹاپ اب ان کا تھا جو عصام نے خود لے کے دیا تھا۔۔ تاکہ وہ نیو نیو چیزیں سرج کرے۔۔ اس میں جو جی میل لگا تھا وہ جی میل عصام کے پاس بھی یوز ہو رہا تھا۔۔

عشوے لیپ ٹاپ لیے اپنے روم میں آئی۔۔ پھر کروم پہ یوٹیوب اوپن کیا۔۔

پھر سرج بار پہ لکھا

Ways to annoy husband

شوہر کو تنگ کرنے کے طریقے

بہت ساری ویڈیو سامنے شو ہوئیں۔۔ کچھ تو بہت رومنٹ طریقے تھے۔۔ تقریباً سب ہی اسے تھے۔۔ اور کچھ بہت شراری ٹائپ کے اس کا اور عصام کا اتنا فری ریلیشن شپ نہی تھا کہ وہ یوں چھپرنے والی حرکتیں کرتی۔۔ بس ایسا کچھ کے وہ ہرٹ ہوا سے بھی تکلیف ہو۔۔ بہت ساری ویڈیوؤز دیکھنے

کے بعد اسے ایک انڈیا پسند اہی گیا تھا۔۔۔ اب اس کی تیاری کرنی تھی۔۔۔ پہلے لپ ٹاپ اباں کو واپس کیا۔۔۔ پھر عصام کے لیے تیاری شروع کی۔۔۔

رات کو عصام کے انے سے پہلے وہ تیار ہو چکی تھی۔۔۔ عصام دس بجے گھر آیا۔۔۔ لاونچ میں نظر دوڑائی سامنے کوئی بھی نہیں تھا۔۔۔ تیزی سے سیر ھیاں چڑھتے اپنے کمرے میں آیا۔۔۔ کمرہ بھی خالی تھی۔۔۔ والٹ اور کیز سائند ٹیبل پہ رکھتے ٹائی کھولی پھر جوتے اتارے شرٹ تار کے وہ ڈرینگ روم میں گیا تاکہ کپڑے لے سکے۔۔۔ لیکن یہ کیا۔۔۔ اس کے سارے کے سارے کپڑے کٹے ہوئے تھے۔۔۔ ٹوٹلی ساری واڈروب بکھری اجھی۔۔۔ کچھ کہاں کچھ کہاں۔۔۔

واٹ از دیس وہ صدمے میں سب کچھ دیکھ رہا تھا۔۔۔

عشوے۔۔۔ وہاں سے باہر نکلا۔۔۔

یہاں بھی۔۔۔ پھر اس کی نظر ڈرینگ ٹیبل پہ پڑی۔۔۔ کہاں اس کی سب پرفیونز کی بوٹلز خالی۔۔۔ جیل کریمزر سب کچھ خالی۔۔۔ ساتھ ہی عشوے کی تمام چیزوں ٹھیک ٹھاک اپنی اصلی حالت میں رکھی ہوئی تھیں۔۔۔

عشوے۔۔ کہاں ہیں۔۔ دروازہ کھولتے اواز لگائی پھر پورا گھر دیکھ لیا عشوے کہیں نہیں ملی۔۔ باہر
لان میں اتے دوبارہ اواز لگائی۔۔ لیکن وہ کہیں نہی تھی۔۔ وہ۔۔ پریشان ہوا۔۔ کہاں جا سکتی ہے
۔۔ ایک بار پھر سارے رومز کچن یہاں تک کی گیراج بھی چک کر لیا۔۔ لیکن وہ وہاں ہوتی تو نظر
اتی نا۔۔

دوسری طرف عشوے سب کچھ خراب کر کے خود عصام کی سب سے فیورٹ شرٹ پہن کے اسی
کے شورٹس جو اس کے گھٹنوں کے نیچے تک ارہے تھے پہنے سڑی روم میں بک ریکس کے پیچے
کھڑی تھی۔۔ اور عصام پاگلوں کی طرح کئی چکر پورے گھر کے لگا چکا تھا۔۔ اس کے پاس موبائل
بھی نہیں تھا۔۔

اوووہ۔۔ پھر کچھ یاد ایا۔۔ اسے وہ کیوں بھول جاتی تھی۔۔ پھر موبائل نکال کے عشوے کی لوکیشن جی
کی جو جی پی ایس کی گردن کے پیچے لگا تھا اس سے وہ کبھی بھی اسے ٹریس کر سکتا تھا۔۔

لوکیشن اس کے روم کی ہی ارہی تھی۔۔۔ کمرے میں ایا۔۔۔ پھر ایک واحد جگہ تھی جو اس نے چک نہی کی تھی سٹڈی روم۔۔۔

اگر یہاں ہونیں نا تو۔۔۔ اسے شدید ایرٹیشن ہوتی۔۔۔ ایک۔۔۔ تو اس کا سب کچھ خراب کیا اور اوپر سے غائب بھی تھی۔۔۔ اور اب ملی بھی تو اپنے ہی روم میں۔۔۔

سٹڈی چک کرتے اس نے ریک۔۔۔ کے پیچھے جھانکا۔۔۔ وہ مزے سے کھڑی جانے کیا سوچ رہی تھی۔۔۔ عصام نے لائٹ اوون کی۔۔۔ لیکن پھر بھی وہاں اندر ہرا ہی لگ رہا تھا۔۔۔

عشوے نے انکھیں بند کر کے اگے ہو کے دیکھا کہ عصام کہاں ہے۔۔۔ لیکن وہ دوسری طرف سے ایا۔۔۔ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔۔۔ عشوے کی چیخ نکل گی۔۔۔

آ۔۔۔ اپ۔۔۔ اپ کب ائے۔۔۔ وہ اپنا حلیہ بھول چکی تھی۔۔۔ تیزی سے باہر نکلی۔۔۔ روشنی میں آتے ہی وہ اب واضح عصام کو نظر ارہی تھی۔۔۔ دوپٹے سے بے نیاز وہ عصام کو بہکانے کی کوشش میں تھی شاید۔۔۔ اسے دیکھ سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھا۔۔۔

یہاں کیا۔ کر رہی تھیں۔۔۔ اسے بازو سے کپڑے کے سٹڈی اے باہر ایا۔۔۔ وہ بھی اس کے پیچے پیچے
تھی۔۔۔

و۔۔۔ وہ۔۔۔ چور گھس ائے تھے۔۔۔ انہوں نے۔۔۔ سارے کپڑے خراب کر دیے۔۔۔ اور۔۔۔ وہ بنا شرٹ
کے اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔

اور۔۔۔ اس کی کلائی ہنوز اس کے ہاتھ میں تھی۔۔۔
اور۔۔۔ اس کی انکھوں میں دیکھنا چاہا۔۔۔ لیکن وہاں تو الگ ہی چمک تھی۔۔۔ عشوے کو گڑ بڑ کا احساس
ہوا۔۔۔ جلدی اے بازو کھینچا۔۔۔

اور۔۔۔ اپ کے سارے کپڑے خراب کر دیے۔۔۔ اور پرفیو默ز بھی۔۔۔ دور ہوتے تیزی سے بول رہی
تھی

اور اپ کے کپڑے نہی خراب کیے۔۔۔ بس میرے سے ہی دشمنی تھی چور کی۔۔۔ چوڑے سینے پہ پھیلے
بال اور مضبوط کسرتی بازو۔۔۔ عشوے پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

م۔۔۔ مجھے کیا پتہ۔۔۔ شاید۔۔۔ ہاتھوں کو۔۔۔ مسلتے اس وقت وہ بہت کیوٹ لگ رہی تھی۔۔۔ عصام اپنی
مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کرتے خود پہ ضبط کیے ہوئے تھا۔۔۔

اپ نے میرے کپڑے کیوں پہنے ہیں۔۔۔ وہ اس کے قریب ہوا۔۔۔ اس کی نظریں اس کے ہونٹوں
پہ تھیں جن پہ زبان پھیرتے وہ خوفزدہ نظر ارہی تھی۔۔۔

و۔۔۔ وہ میرے۔۔۔ اسے کچھ سمجھ نہی ارہا تھا ہو کیا رہا ہے۔۔۔ اوہ اسے تنگ کر رہی تھی الٹا خود کو ہی
عذاب میں پھنسا چکی تھی۔۔۔

یہ میری شرط اتاریں۔۔۔ میرے پاس اور کپڑے نہیں ہیں۔۔۔ اس کے قریب ہوا عشوے پیچھے
سر کی۔۔۔

ی۔ یہاں۔۔۔ اپ کے سامنے سرخ چہرے پہ ہاتھ پھیرتے پوچھا۔۔۔

جی۔۔۔ یہاں میرے سامنے شرط اتاریں۔۔۔ اور پچھے ہوتی عشوے کو پیٹ سے شرط کپڑ کے روکا۔۔۔

م۔ میں کیسے اتاروں۔۔ ایسے سامنے۔۔ شرم نہیں اتی اپ کو۔۔

نہیں اتی شرم۔۔۔ بہت بار بتا چکا ہوں۔۔۔ بازو سے کپڑتے دروازے کے ساتھ لگایا۔۔۔ پھر دروازہ پچھے سے لاک کر دیا۔۔۔ لاک کی ملک پہ عشوے کا دل بند ہوا۔۔۔ اسے پچھے دھکلینے نکے لیے اپنے ہاتھ سے اس کے سینے پہ جمائے

کے۔۔۔ کیا۔۔۔ کر رہے ہیں۔۔۔ اپنے دونوں اطراف عصام کے مضبوط بازو پھیلتے دیکھ کے وہ حواس باختہ ہوتی۔۔۔

ابھی شرط اتاریں۔۔ اس کے ہاتھ پکڑے۔۔

ن۔۔ نہیں۔۔ میں ڈریسنگ روم۔۔ وہ سر جھکا گئی۔۔ اس کے ہاتھوں کو الگ الگ ہاتھ میں پکڑ کے دونوں بازو بیچے کی طرف گھماتے اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔ عشوے کے ہونٹ اس کے سینے سے ٹھیک ہوئے۔۔ تو سلگ کے رہ گئے

چ۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔ م۔۔ میں۔۔ سر بیچھے کرتے وہ خود کو اس سے دور کرنا چاہتی تھی۔۔ عاصام اس کی پھولتی سانسو کو سنتے جھکا اور اس کی نک بون پہ ہونٹ رکھے جو خوف کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی باہر نکلی ہوئی تھی۔۔

یہ نک بون۔۔ صرف میرے ہونٹوں کے لیے بنی ہے۔۔ اپنا لمس چھوڑتے وہ اسے ساکت کر گیا۔۔

اب خود اتاریں گی یا میں اتاو۔۔ بالوں کو کچھر سے ازاد کرتے اس کے لال ٹھاٹر گال دیکھے۔۔ اس کی انہمیں ایک جگہ پہ ساکت ہو چکی تھی۔۔

م۔ مجھے جانا ہے۔۔ ایک بار پھر زور لگایا۔۔ عصام نے اسے اور مظبوتو سے خود میں قید کیا تھا وہ
پھر پھر ا کے رہ گئی۔۔

گردن پہ بکھرے بالوں کو پچھے کرتے وہ پھر جھکا تھا۔۔ عشوے پچھتا رہی تھی کاش وہ یہ حرکت نا
کرتی۔۔ ہشہ وہ خود ہی کیوں پھنس جاتی تھی۔۔ اس کے بازوں میں کانپتے وہ بے بسی سے عصام کی
محبت خود پہ پنجاہوار ہوتے محسوس کر رہی تھی

اگلے دن صبح وہ عصام کے اٹھنے سے پہلے ہی وہاں سے غائب ہو چکی تھی۔۔ عصام نے ابھی وہ
شور ٹس پہنی تھی جو کل عشوے کے ن پہنی ہوئی تھی۔۔ اج ڈھونڈنے سے پہلے ہی اس نے
موباکل پہ اسے کی لوکیشن دیکھ لی تھی وہ اسے ٹریس کرتا ہوا اب ان کے روم میں ایا۔۔ اس کے
ساتھ بستر پہ سوئی ہوئی عشوے ابھی بھی نارنگی ہو رہی تھی۔۔ موچھوں نلے لب مسکرائے۔۔ اب ان
بھی سورہا تھا۔۔ وہ چلتا ہوا ان کے قریب ایا۔۔

گڈ مورنیگ۔۔ جھکتے عشوے کے گال پہ لب رکھے۔۔ پھر انگوٹھے سے صاف کیا۔۔ عشوے کی پلکیں لزر رہی تھیں مطلب وہ جاگ رہی تھی۔۔ اپنے روم میں چلیں۔۔ یہاں کیا کر رہی ہیں۔۔ اس کے بال سہی کرتے کان میں بڑھایا۔۔ عشوے کی انکھیں کھلیں۔۔ عصام نے مسکراہٹ چھپائی۔۔

ن۔۔ نہی۔۔ ہرگز نہی۔۔ کمفرٹر مظبوتوی سے تھامتے نفی میں سر ہلایا۔۔

کیوں۔۔ وہ اس کی حالت سمجھ رہا تھا۔۔

کچھ نہی کہوں گا۔۔ ابھی اباں سورہا ہے اسے ڈیسٹریب نہی کرنا چاہیے۔۔ خود ہی کھڑے ہوتے عشوے کو اپنے بازوں میں بھرا۔۔ وہ کمفرٹر سمیت عصا کے بازوں میں جھول رہی تھی۔۔۔

ی۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔ وہ پریشانی سے چلائی۔۔ اباں جو پہلے کسمسا رہا تھا ایک دم سے اٹھ کے بیٹھا۔۔ پھر اپنی انکھیں مسلیں کہیں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔۔

بابا۔۔۔ اپ نے ماما کو اٹھایا ہوا ہے۔۔۔ جب یقین ہوا کہ جو وہ دیکھ رہا ہے وہ سچ ہے تو پوچھا۔۔۔ عصام اور عشوے اسی کو دیکھ رہے تھے عشوے خوف زدہ سی اور عصام سیرس انداز میں۔۔۔ مطلب اب اباں جاگ گیا تھا تو انہیں پراؤیسی نہی ملنی تھی۔۔۔ وہ بد مزہ ہوا۔۔۔

میں اپ کی ماما کو لے کے جا رہا ہوں۔۔۔ اپ اجانا۔۔۔ واپس مڑتے وہ کمرے سے باہر نکلنے لگا تھا

مجھے بھی ایسے ہی باہر لے جایا کریں۔۔۔ اس کی اواز میں اداسی تھی یا کیا تھا۔۔۔ عصام کے پاؤں جیسے کسی نے قید کیے۔۔۔

پہلے ماما مجھے ایسے باہر لے جاتی تھیں۔۔۔ جب میں چھٹا سا تھا۔۔۔ حسرت تھی شاید جو اباں کے دل میں باقی تھی۔۔۔ نا باپ کا پیار ملا تھا نام کا۔۔۔

عصام نے عشوے کو نیچے اتار دیا۔۔۔ پھر واپس اتے اباں کے پاس بیٹھا۔۔۔

مرد کو اٹھانا نہیں پڑتا۔۔ بلکہ مرد خود سہارا بنتا ہے۔۔ خود اپنے پاؤں پہ کھڑے ہو سکتے ہیں تو کسی اور کے بازوں کی ضرورت نہیں پڑنی چاہیے۔۔ اس کی انکھوں میں دیکھا۔۔ عشوے خاموشی ڈے کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی۔۔

میں ابھی مرد نہیں ہوں۔۔ اس نے پھر بھی بازو کھول دیے۔۔

اٹھا لیں۔۔ عشوے سے دیکھا نہیں گیا تو بول پڑی۔۔ بچہ ہے ابھی۔۔ ابھی اسے محبت کی ضرورت ہے۔۔

عصام نے اسے گھورا۔۔

اٹھا لیں۔۔ نہی تو میں اٹھا لیتی ہوں۔۔ وہ اگے بڑھی۔۔ لیکن عصام نے روک دیا۔۔

میں اٹھا لوں گا۔۔۔ پھر عصام اسے باہر لایا تھا۔۔۔ نیچے ہی منہ ہاتھ دھوتے وہ لوگ ٹیوی لاونچ میں آئے۔۔۔ انٹی ابھی تک نہیں تھیں۔۔۔ عشوے نے خود ہی ناشتہ بنایا۔۔۔ تین پراٹھے اور بریڈ کے ساتھ جیم۔۔۔ چائے تھرماس میں ڈالتے ان دونوں کو دیکھا۔۔۔ اب انعام کے بازو کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔۔۔ عصام بھی اب ٹھیک تھا۔۔۔ اس کی باتوں کے جواب دیتا مسکرا رہا تھا۔۔۔

ہم لوگ فارم ہاؤس دیکھنے چلیں دادا ابو کا۔۔۔ ناشتہ کرتے اب ان کے زہن میں خیال ایا۔۔۔

عصام نے عشوے کو دیکھا کہ وہ جانا چاہتی ہے۔۔۔ عشوے نے ہاں میں سر ہلا�ا۔۔۔

اوکے ڈن۔۔۔ شام۔۔۔ کو چلیں گے۔۔۔ ابھی مجھے کام ہے۔۔۔ ناشتہ کر کے وہ کمرے میں ایا۔۔۔ کپڑے تو اور کوئی تھے نہیں۔۔۔ وہی شرط پہنی نورات کو عشوے نے پہنی تھی۔۔۔

اسے اس حالت میں جاتے ہوئے دیکھ کے اب ان اور عشوے دونوں ہس رہے تھے۔۔۔ عصام۔۔۔ انہیں گھورتا باہر نکل گیا۔۔۔ افس میں اس کے کچھ ڈریسز رکھے ہوئے تھے وہ میخ کر لیتا۔۔۔ لیکن اب نیو بھی لینے ہی تھی۔۔۔ اس کا ارادہ تھا واپسی پہ لیتا ائے گا۔۔۔

چھت پہ او۔ وہ ناول پڑھ رہی تھی جب ریض کا میج آیا۔ وہ تج فوٹ کرتے باہر نکلی۔ صامے پلوشہ بیگم کشمش کھاتے ڈرامہ دیکھ رہی تھیں۔ اسے اوپر کی طرف جاتے دیکھ کے گھورا

میں ابھی آتی ہوں۔ چھت کی طرف جاتے انہیں کہا۔ ان کی گھوری سمجھتے کہا۔ پھر اوپر آئی تو ریض اس کا انتظار کر رہا تھا۔

ہائے۔ خیرت۔ دیوار کے قریب اتے پوچھا۔

ہاں۔ ایک گلد نیوز دینی تھی۔ وہ دیوار کے اوپر بازو ٹکاتے ہوئے بولا۔

کیا۔ وہ ایکسا سٹڈ ہوئی۔

گیس کرو۔

نہیں پتہ نا۔ خود بتاو۔

پھر بھی سوچو تو سہی۔ انسیست کیا۔

تمہیں جاب مل گئی۔ خوشی سے کہا۔

نہی۔ اتنی اسانی سے نہی ملتی۔ وہ اداس ہوا۔ اس کے علاوہ۔

ہماری بات کی تم نے گھر۔ سوچتے ہوئے اسے دیکھا۔

ہاں۔ بابا تو مان گئے ہیں۔

کیا۔ سچ میں۔ وہ خوشی سے اچھلی۔

ہاں سچ میں۔ پہلے انہوں نے اعتراض کیا تھا کہ بڑی ہے۔ لیکن پھر مان گئے۔

اور مامی۔۔۔ انہوں نے کیا کہا۔۔۔ وہ خوش تھی چلو کسی بڑے کے کانوں تک تو بات پہنچی۔۔۔

وہ۔۔۔ انہیں ابھی نہیں بتایا۔۔۔ بال کھجائے۔۔۔ وہ بابا کہہ رہے تھے خود ہی بات کر لیں گے۔۔۔ اگر ہم لوگوں نے کی تو ہو سکتا ہے وہ ضد میں اجائیں اور انکار کر دیں۔۔۔

ہاں۔۔۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ کیونکہ پہلے بھائی کے لیے کتنا انہوں نے چاہا تھا لیکن میری ماما کی وجہ سے نہیں ہو سکا۔۔۔ اگر وہ مان جاتیں تو۔۔۔

اپ نے بات کی۔۔۔ مورے سے یا بابا سے۔۔۔ ریض نے پوچھا

نہیں۔۔۔ میں نے ان دنوں سے بات نہیں کی البتہ بھا بھی سے بات کی ہے۔۔۔ وہ۔۔۔ کہہ رہی تھی وہ مورے کو منا دیں گی۔۔۔ بابا تو وہ سے بھی مان جائیں گے۔۔۔ سارا مسلسلہ ہی امیوں کا ہے۔۔۔

ہاں بلکل۔۔۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔۔۔ وہ بس یہی بتانے ایسا تھا۔۔۔

اچھا جاب کا کیا بنا۔ عزت نے اسے روکا

انٹریو دیا ہوا ہے۔ لیٹر نہی ملا۔ پتہ نہیں ملے گی جاب یا نہی۔۔۔

چلو مل جائے گی ٹینشن نالو۔ بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ اس مہنگائی کے دور میں جاب کے بنا گزارا بھی نہی ہے اور جاب ملتی بھی نہی ہے۔ اتنی علی ڈگریوں والے گھروں میں بیٹھے ہیں۔۔۔

ہاں۔ ایسا ہی ہے۔ ویسے اپ۔ کی تو ہے ہی۔ اپ ہی کما کے کھیلا دینا شوہر کو۔ اسے چھیڑا۔۔۔

ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ تم گھر کے کام کیا کرنا جھاڑو پوچا۔ میں جاب پہ جایا کروں گی۔۔۔ ٹھیک

ہے۔۔۔

تو پھر مجھے شادی کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔۔ ایسے ہی کا کر لیتا ہوں گھر کا۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچ رہے تھے۔۔ جب نیچے سے پلوشہ بیگم کی اواز آئی۔۔

نیچے اجاو اب۔۔ سالن بنانا ہے۔۔

اتی ہوں مورے۔۔ ایک تو تمہاری ساس مجھے سانس نہیں لینے دیتی ہمیشہ کچھ ناکچھ کرتے رہو۔۔ چھ دن سے ایک ایک ناول پڑھ رہی ہوں۔۔ ابھی تک مکمل نہیں ہوا۔۔

اچھا کرتی ہیں نا۔۔ کام لگا کے رکھتی ہیں۔۔ کیا پتہ سرال والے بھی کاموں والی ہی۔۔

میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی ریض۔۔ پاس پڑا پتھر اٹھا کے اسے ڈرایا۔۔

اوکے۔۔ بائے فیو چر واٹف۔۔ فلاںگ کس اس کی طرف اچھاتا وہ نیچے بھاگ گیا۔۔ عزت پچھے کتنی دیر کھڑی ہنستی رہی۔۔ پاگل

اب محبت ہو گئی ہے تو کیا کیا جاسکتا ہے۔۔۔ وہ بھی نیچے اگئی۔۔۔ سالن جو بنانا تھا

عصام کے انے میں ابھی وقت تھا وہ اور اباں لان میں نئے پودے لگا رہے تھے جو مالی لے کے ایسا
تھا۔۔۔

مما ہم لوگ جب فارم ہاؤس جائیں گے تو وہاں سے اور بھی پودے لے کے ائیں گے۔۔۔ وہاں
سزیاں بھی ہیں۔۔۔ بابا اور میں کبھی کبھی جاتے ہیں۔۔۔ وہ اسے بتا رہا تھا۔۔۔ نئے ہاتھ مٹی سے بھرے
ہوئے تھے۔۔۔ ساتھ ساتھ وہ کپڑوں سے صاف کرتا انہیں بھی گند اکر رہا تھا۔۔۔ وہ لوگ پودے لگا
چکے تو عصام کی۔۔۔ گاڑی بھی گیٹ سے انٹر ہوئی۔۔۔ اسے پورچ میں کھڑا کرتے وہ سیدھا ان کی
طرف ایا۔۔۔

کیا ہو رہا ہے لیڈریز اینڈ جینٹل مین۔۔۔ وہ اب الگ کپڑوں میں تھا۔۔۔ عشوے دیکھ کے چونکی۔۔۔

یہ افس میں تھے۔۔ اس کی حیرانگی کو محسوس کرتے اسے بتایا۔۔

میں نے کچھ پوچھا۔۔ منه بناتے وہ اب ان کی طرف متوجہ ہوئی۔۔

اپ بلاوجہ بھی ناراض ہو سکتی ہیں۔۔ کہتا وہ اپنے روم کی طرف چل دیا۔۔

اپ لوگ بھی چنچ کر لیں اگر جانا ہے تو۔۔ گلاس ڈور کھولتے انہیں بھی بلایا۔۔ اب ان اتحہ پھر کپڑوں سے صاف کرتا اندر کی طرف بھاگا۔۔ عشوے بھی اندر آگئی۔۔ پہلے اب ان کو کپڑے نکال کے دیے

--

خود باتھ لے لیتے ہیں۔۔

جی۔۔ میں سب کچھ کر لیتا ہوں۔۔ چھ سال کا ہونے والا ہوں۔۔ سینہ چوڑا کرتے اسے دیکھا۔۔ پھر
شرط اتار کے باٹھ روم۔۔ میں گھس گیا۔۔ اس کے باہر انے تک وہ وہیں رہی۔۔

مما میں تیار ہو جاؤں گا۔۔ اپ جلدی سے ریڈی ہو جائیں۔۔ اسے بھیجا پھر وہ خود تیار ہونے
لگا۔۔ دراصل عشوے اپنے کمرے میں انے سے جبھک رہی تھی لیکن انا بھی تو ضروری تھانا۔۔ ناچار
روم میں داخل ہوئی عصام سٹڈی سے نکل رہا تھا۔۔ اسے دیکھ کے دھمی سی مسکراہٹ نے چہرے
کا احاطہ کیا۔۔

کیسے انا ہوا مسیز۔۔ اسے چھیڑا۔۔

میرا روم ہے۔۔ بیہیں آؤں گی نا۔۔ وہ اترائی۔۔

اچھا۔۔ چلیں۔۔ اچھی بات ہے۔۔ تیار ہو جائیں اپ بھی۔۔ وہ شاید فریش ہو چکا تھا شرط ہلکی سی
بھیگی بھیگی تھی

یہ۔۔۔ اپ کے لیے۔۔۔ شاپنگ بیگ اس کی طرف بڑھایا۔۔۔

یہ کیا ہے۔۔۔ اسے پکڑتے کھولا۔۔۔

دیکھ لیں۔۔۔ اس کے اندر ساڑھی تھی روئیں بلوکلر کی۔۔۔ عصام کے کوٹ کا کلر بھی روئیں بلوہی
تھا۔۔۔

یہ ابھی باندھوں۔۔۔ وہ ساڑھی دیکھ کے خوش ہو گئی۔۔۔

جی۔۔۔ اثبات میں سر ہلاتے وہ موبائل چک کر رہا تھا۔۔۔ عشوے جلدی سے باتحر روم میں گھس گئی
پانچ منٹ اسے نہانے میں لگے اور ادھا گھنٹہ ساڑھی باندھنے میں۔۔۔ بمشکل اسے اٹکا اٹکا کے سیٹ
کرتے وہ باہر نکلی۔۔۔ شکر ہے عصام سامنے نہی تھا۔۔۔ سیفی پنیں نکالنے سامنے رکھیں۔۔۔

میں مدد کر دوں۔۔۔

وہ جو پلوکندھے پہ سٹ کر رہی تھی جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔۔۔

اپ کو ساری ہمی باندھنا اچھا لگتا ہے۔۔۔ وہ کف لنس بند کرتے اس کے قریب ایا

جی۔۔۔ وہ دو قدم پیچے سر کی۔۔۔ عصام نے جھٹکے سے اس کی کمر پہ ہاتھ ڈالتے قریب کیا۔۔۔

اس کا پلو جو ابھی پن اپ نہی ہوا تھا نیچے گرا۔۔۔ عصام نے دوسرے ہاتھ سے اسے نیچے کھینچ لیا۔۔۔ عشوے نے شرم سے ہتھیلی انکھوں پہ جمائی وہ جن لمھوں سے بچتی تھی وہ بار بار انکے درمیان آرہے تھے۔۔۔

چھ۔۔۔ چھوڑیں م۔۔۔ میں کر لوں گی۔۔۔ وہ اس کا پلو بلکل الگ کر چکا تھا۔۔۔ عصام نے کلائی پکڑتے اسے کے ہاتھ پیچھے کیے۔۔۔

مجھے باندھنی آتی ہے۔۔ جلتے گال پہ ہونٹ رکھتے وہ ایک بار پھر اسے بدھواس کر گیا تھا۔۔ وہ شرم سے دوہری ہوتی سمنے کی نام کام کوشش کر رہی تھی جب ٹھک سے دروازہ کھلا۔۔ عشوے کو عصام نے اپنے پیچھے چھپایا۔۔

ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ پریشے ہو گی۔۔
میں تمہیں اس کے ساتھ خوش نہیں رہنے دوں گی۔۔ پسٹل عصام کی طرف تانتہ وہ اگے بڑھی۔۔
تم کچھ نہیں کرو گی۔۔ پسٹل نیچے رکھو۔۔ وہ اگے بھی نہیں بڑھ سکتا تھا۔۔ عشوے نے کانپتے ہاتھوں سے پلو لپیٹا تھا۔۔

میں مار دوں گی تمہیں۔۔ وہ قریب ارہی تھی۔۔

گولی چلی تھی۔۔ لمحے کے ہزاروں حصے میں عصام نے اگے ہوتے پسل پکڑی۔۔ لیکن اس کا نشانہ بہت اچھا تھا۔۔ عصام کے ہٹتے ہی گولی سیدھی عشوے کو لگی تھی۔۔ وہ ٹوٹی ڈالی کی طرح زمین بوس ہوئی

عصام نے پریشے سے گن چھینی۔۔ وہ ساکت کھڑی عشوے کو دیکھ رہی تھی۔۔ گولی تو نکل چکی تھی

عصام نے پچھے مڑ کے دیکھا۔۔ وہ بھی ساکت ہوا۔۔ عشوے کی کمر سے بے تحاشہ خون نکل رہا تھا۔۔

ن۔۔ نہی۔۔ وہ اس کے قریب بیٹھا۔۔ قالین پہ خون بڑھتا جا رہا تھا۔۔ گال تھپتھپاتے۔۔ اسے بازوؤں میں اٹھایا

عشوے۔۔ اٹھا کے بیڈ پہ ڈالا۔۔ پھر چیک کیا گولی کہاں لگی ہے۔۔ کچھ نہی ہوا بس کمر پہ ہلکی سی لگی ہے۔۔ پھر اسے وہیں سیدھا لیٹاتے وہ تیزی سے اس کے کپڑے نکال کے لایا تھا۔۔ ان کپڑوں میں تو وہ ہر گز اسے نہی لے کے جاسکتا تھا

پریشے پریشانی سے انہیں دیکھ رہی تھی پھر آہستہ سے قدم پیچھے موڑے اور باہر نکل گئی۔۔

انکھیں بند نہیں کرنی۔۔۔ ساڑھی کے بلاوز کے اوپر ہی قمیض پہناتے عصام نے عشوے کو آواز دی۔۔ مشکل سے اسے چینچ کروائے۔۔۔ پلیز انکھیں کھول کر رکھیں۔دو منٹ میں چینچ کروا کے اسے اٹھائے وہ نیچے بھاگا تھا۔ آب ان جو باہر دروازے کے پاس خوف زدہ بیٹھا تھا انہیں جاتے دیکھ کے اٹھا۔۔

بابا۔۔۔ وہ رو رہا تھا۔۔

آپ۔۔۔ یہیں رکیں۔۔۔ میں ابھی آتا ہوں۔۔۔ اسے کمرے میں جانے کا کہہ کے وہ باہر نکلا۔۔۔ ہلکی سی لگی ہے۔۔۔ عشوے کو گاڑی میں ڈالتے وہ خود کو تسلی دے رہا تھا۔۔۔ پانچ منٹ میں وہ قریبی ہو سپیٹل پہنچا

نزیز فوراً آگے آئیں تھیں۔۔۔ عشوے کو سٹپچر پہ ڈالتے عصام ساتھ ساتھ تھا۔۔۔ ایمر جنسی روم میں جاتے ہی ڈاکٹرز نے دروازہ بند کر دیا۔۔۔

کتنی دیر وہ ایسے ہی کھڑا رہا۔۔۔ اس کی سفید شرٹ پہ خون لگا ہوا تھا۔۔۔ کوٹ اتار کے سامنڈ پہ کیا۔۔۔ وہ لوگ کہاں کے لیے تیار ہو رہے تھے اور پہنچ کہاں گئے۔۔۔ دل بے لگام دھڑک رہا تھا۔۔۔ آنے والے لمح کتنے اذیت ناک بننے جا رہے تھے۔۔۔

پریشے۔۔۔ تمہیں تو چھوڑوں گا نہی میں۔۔۔ موبائل نکالتے سوچا۔ پھر رفاقت کو کال کر کے ساری بات بتائی۔۔۔

اگر پریشے ان کے ہاتھ سے جاتی تو وہ خود کو ساری زندگی معاف ناکر پاتا۔۔۔

دروازے کی چھوٹی سی جگہ جہاں آر پار نظر آرہا تھا۔۔۔ وہاں سے اندر جھانکا۔۔۔ ڈاکٹرز اپنے اوزاروں سے کھلیتے اپنا کام کر رہے تھے۔۔۔

دروازے سے ذرا پچھے ہٹیں ایک نرس باہر آرہی تھی۔۔۔

آپ پیشٹ کے ساتھ ہیں--

جی-- میں ہوں ان کے ساتھ--

خون کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔۔۔ آپ پلیز ارتخ کریں۔ ان کے کسی فیملی میمبر سے یا۔۔۔ آپ
۔۔۔ اپنا۔۔۔ وہ بتا کے چلی گئی۔۔۔

عصام کے پاس فتحال حمید کا ہی نمبر تھا۔۔۔ انہیں کال کر کے آنے کا کہا۔۔۔ پھر خود ایک طرف ہو
کے بیٹھ گیا۔۔۔

ہم ابھی آرہے ہیں۔۔۔ حمید صاحب اپنے کمرے میں تھے جب عصام کی کال آئی تھی۔۔۔
عشوے کے پاس جانا ہے چادر لے لو۔۔۔ موڑ سائکل کی چابی اٹھاتے انہوں نے عائشہ کو بلایا۔۔۔
خبریت۔۔۔ کہاں جانا ہے۔۔۔ وہ آٹا گوندھ رہی تھیں۔۔۔

جلدی کرو۔۔۔ راستے میں بتاتا ہوں۔۔۔

اچھا۔۔۔ ہاتھ دھوتے انہوں نے کمرے سے چادر لی۔۔۔

بتائیں۔۔۔ باسک پہ بیٹھتے پوچھا۔۔۔

عشوے کی طبیعت خراب ہے ہو سپیٹل جا رہے ہیں۔۔۔ سید بڑھاتے انہیں بتایا

یا اللہ خیر۔۔۔ کیا ہوا ہے۔۔۔

پتہ نہیں جا کے ہی پتہ چلے گا۔۔۔

اپ کو کس نے بتایا ہے۔۔۔

عصام نے۔۔۔ اب تم چپ کر کے بیٹھو۔۔۔ انہیں ڈانٹنے سامنے دیکھا وہ میں روڈ پہ آچکے تھے۔۔۔ پھر منٹ

بعد ہو سپیٹل میں داخل ہوتے انہوں نے پارکینگ میں بائیک کھڑی کی۔۔۔

چلو۔۔۔ تیزی سے بھاگتے انٹرنس سے روم نمبر پوچھا۔۔۔ نیچے ہی تھا۔۔۔ دائیں مڑ کے۔۔۔

دور سے ہی عصام نظر آگیا جو پریشانی سے ٹھیک رہا تھا۔۔۔ انہیں دیکھ کر رکا۔۔۔

ک۔ کیا ہوا ہے۔۔۔ اس کے کپڑوں پہ لگا خون دیکھ کے وہ ڈر گئی تھیں۔۔۔ عائشہ نے پریشان حال
عصام سے پوچھا

گولی لگی ہے۔۔۔ ایم جنسی میں ہیں۔۔۔ پتہ نہیں۔۔۔ سر پہ ہاتھ پھیرتے اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا
تھا۔۔۔ بس نہیں چل رہا تھا اندر جا کے خود غشوے کا آپریٹ کر لے۔۔۔

عائشہ ایک طرف بیٹھ گئی۔۔۔ اور دعا کرنے لگیں۔۔۔ حمید گلاس ڈور سے عشوے کو دیکھ رہے تھے جو
غنوڈگی میں تھی شاید۔۔۔

ریض کہاں ہے۔۔۔ عصام نے حمید سے پوچھا۔۔۔

وہ باہر گیا تھا۔۔۔ اسے کال کرتا ہوں۔۔۔

نہیں میں کرتا ہوں نمبر دیں۔۔۔ پھر اسے کال ملائی۔۔۔

میں عصام بات کر رہا ہوں۔۔۔ اگر فری ہو تو۔۔۔ اس دن جس لڑکی کے ساتھ آئے تھے اسے لے
کے ہمارے گھر چلے جاو۔۔۔ اب ان اکیلا ہو گا۔۔۔ ایک ہی سانس میں سب بتایا۔۔۔

خیریت بھائی۔۔۔ وہ دروازہ کھول رہا تھا

ہاں۔۔ بس تم جاو جتنا جلدی ہو سکے۔۔ ساتھ کال کاٹ دی۔۔

کچھ نبی ہو گا اسے۔۔ تم۔۔ تسلی رکھو۔۔ عصام کے سرخ چہرے کو دیکھتے وہ خود بھی پریشان تھے۔۔ ڈاکٹر اپنا کام کر رہے تھے۔۔

پندرہ منٹ بعد ڈاکٹر باہر نکلا۔ پر فیشنلی مسکراہٹ آپریٹ ہو گیا ہے۔۔ خون کی ضرورت ہے۔۔ فیملی میمبرز ہیں تو۔۔ ٹیسٹ کروائیں۔۔

میرا ٹھیج ہوتا ہے۔۔ حمید صاحب نے خون دیا تھا۔۔ تین گھنٹے بعد اسے ایمر جنسی روم سے وارڈ میں شفت کر دیا گیا تھا۔۔ ابھی تک وہ بے ہوش تھی۔۔ بارہ گھنٹوں میں ہوش آنے کا ٹائم بتایا تھا ڈاکٹر

نے

ہیلو لٹل بوائے۔۔ کیا ہو رہا ہے۔۔ عزت آبان کے روم کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی۔۔ وہ بیڈر کی دوسری طرف زمین پہ سہا ہوا بیٹھا تھا۔۔

اوہو۔۔ کیا ہوا۔۔ چھپ کے کیوں بیٹھے ہیں۔۔ وہ اس کے قریب آتے ساتھ بیٹھی۔۔

م۔۔ ما۔۔ وہ اس سے لپٹ گیا۔۔ ماما۔۔ کو۔۔ مار دیا۔۔ میں نے دیکھا۔۔ وہ اس سے لپٹے رو رہا تھا۔۔

ک۔۔ کچھ نہی ہوا۔۔ وہ ٹھیک ہیں۔۔ اسے خود میں بھینچتے تسلی دی۔۔ بابا ساتھ ہیں ان کے۔۔ ان کا خیال رکھیں گے۔۔

مجھے بھی جانا ہے۔۔ الگ ہوتے اسے دیکھا۔۔ جانے وہ کب سے رو رہا تھا

ہاں ہم جائیں گے لیکن ابھی آپ رونا بند کرو ریض اندر ابھی وہاں آیا۔۔

چلیں وہ جلدی سے کھڑا ہوا۔۔

ابھی نہیں۔۔۔ کچھ دیر میں۔۔۔ اسے اٹھاتے وہ لوگ باہر آگئے تھے لیونگ روم میں آکے اسے صوفے پہ بیٹھایا۔۔۔ کتنی دیر اسے بہلانے کی کوشش کرتے رہے۔۔۔ عصام۔کی کال بھی آئی تھی اس نے آبان سے بات کر کے اسے بہادر بن کے رہنے کا کہا تھا۔۔۔

ساری کارروائی مکمل کر کے عاصم روم میں آیا۔۔۔ عائشہ اس کے پاس بیٹھی سر پہ انگلیاں پھیر رہی تھیں۔۔۔ وہ بے ہوش پڑی تھی۔۔۔ گولی چسیٹ کے نیچے پسلی پہ لگی تھی آپریٹ مشکل تھا۔ لیکن شکر ہے اب سب ٹھیک تھا۔۔۔ حمید صاحب ایک طرف بیٹھے اسی کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ وہ بھی خاموشی سے ان کے پاس جا کے بیٹھ گیا۔۔۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہی تھا اپنے باپ کے قاتل کے ساتھ بیٹھے گا۔۔۔ وہ تو اس شخص سے شدید نفرت کرتا تھا۔۔۔ لیکن آج حالات اس موڑ پہ لے ائے تھے کہ اسے اس شخص کی ضرورت پڑی تھی۔۔۔ انہوں نے کوئی گلہ نہیں کیا تھا نہ کوئی طنز۔۔۔ بس خاموشی سے اس کی مدد کر دی تھی ٹھوڑی کے نیچے مٹھی بنائے وہ عشوے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ کچھ ہی دیر میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔۔۔

آپ لوگ چلے جائیں۔۔ میں بھیں ہوں۔۔ عائشہ کو دیکھا۔۔ جو کب سے وہاں بیٹھ بیٹھ کے تھک چکی
تھیں۔۔

نہیں۔۔ ہم بھی ہیں تم جاو۔۔ آبان بھی پریشان ہو رہا ہو گا۔۔ ان کی بیٹی تھی وہ تھک بھی جاتیں تو
وہاں سے نہیں جاتیں۔۔

ہاں بیٹا۔۔ ایک چکر گھر کا لگا لو تم۔۔ بچہ پریشان ہو رہا ہو گا۔۔ حمید صاحب نے بھی فورس کیا۔۔

اس کے ساتھ ریض اور دوسری لڑکی ہے۔۔ وہ سنبھال لیں گے۔۔ وہ وہاں سے جانے کے لیے
تیار نہیں تھا۔۔

دوسری لڑکی کون سی۔۔

پتہ نہیں۔۔ عشوے کی دوست ہے۔۔ نام نہیں جانتا۔۔

عزت ہو گی۔۔ حمید صاحب نے اندازہ لگایا۔۔

ہاں شاید۔۔

چلو۔ اچھا ہے۔۔ لیکن عائشہ کو بلکل بھی اچھا نہیں لگا۔۔ خیر ابھی تو وہ کچھ کہہ نہیں سکتی تھیں اس لیے خاموش بیٹھی رہیں۔۔ سات گھنٹے بعد عشوے کو ہوش آگیا تھا۔۔ ماما بابا کو سامنے دیکھ کے دل کو تسلی ہوئی۔۔ عصام باہر کچھ کھانے پینے کے لیے لینے گیا ہوا تھا۔

کیسی ہے میری بیٹی۔۔ حمید نے اس کے ماتھے پہ پیار کرتے پوچھا۔۔ عشوے نے بس پلکوں سے جواب دیا تھا۔۔ کہ ٹھیک ہوں۔۔ آپ کیسے ہیں۔۔

ہم بھی ٹھیک ہیں۔۔ بس تم ٹھیک ہو جاؤ جلدی سے۔۔ وہ کہہ رہے تھے دروازہ کھلا۔۔ عشوے کی نظریں دروازے پہ ہی ٹککی تھیں۔۔ لیکن وہاں عصام نہیں نرس تھی۔۔ دل کو کچھ ہوا۔۔ پتہ نہیں کہاں تھا عصام۔۔ پوچھ بھی نہیں سکتی تھی۔۔ نرس بلڈ پریشر چیک کر کے چلی گئی۔۔ عائشہ اور حمید سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے سو گئی تھی شاید دوائیوں کا اثر تھا اسے بہت نیند آرہی تھی۔۔ عصام جب دوبارہ روم میں آیا تو وہ سوچکی تھی۔۔ حمید اور عائشہ بیگم سے اسے پتہ چلا تھا کہ وہ ہوش میں آچکی تھی۔۔

اب تو گھر چلے جائیں۔۔ اسے اندر ہی اندر غصہ بھی ایا۔۔ وہ کب سے وہاں اس کے لیے پریشان ہو رہا تھا اور۔۔

ہاں۔۔ ہم جاتے ہیں۔۔ تم خیال رکھنا۔۔ حمید صاحب خاموشی سے اٹھ گئے۔۔ عائشہ جانا تو نہیں چاہتی تھیں۔۔ لیکن جانا پڑا۔۔

عشوے کے گھر چلتے ہیں۔۔ آب ان سے بھی مل لیں گے پریشان ہو رہا ہو گا۔۔ عائشہ کو اصل میں عزت کی وجہ سے بے چینی ہو رہی تھی۔۔

ٹھیک ہے۔۔ باپیک سٹارٹ کرتے حمید صاحب نے حامی بھری۔۔

اور اگر۔۔ اس کے ساتھ رکنا پڑا تو۔۔ رک۔۔ جائیں گے۔۔

دیکھتے ہیں نا۔۔ عاصام نے کچھ کہا نہی ہے۔۔ عشوے کو تو ابھی ہو سپیٹل میں ہی رکھنا ہے تین دن۔۔

اگر ایسا ہوا تو گھر لے جائیں گے آب ان کو اپنے ساتھ۔۔

ٹھیک ہے۔۔ عصام سے پوچھ لینا۔۔ اسی بارے میں ڈسکس کرتے وہ لوگ وہاں پہنچے تو اب ان کو وہ لوگ کھانا کھلا کے سلاچکے تھے۔۔ ریض اور عزت خود باہر لان میں ستاروں کی چادر ڈھلنے بیٹھے انتظار میں تھے کہ اگلا کیا آرڈر ملے گا۔۔

لیکن وہاں مما اور بابا کو آتے دیکھ کے ریض کے تو ہوش اڑے۔۔ اگر مما عزت کو ساتھ دیکھ لیتیں تو ضرور باتیں سناتیں۔۔

.....

پوری رات وہ وہیں بیٹھا رہا تھا۔۔ عشوے سورہی تھے حمید اور عزت واپس گھر چلے گئے تھے۔۔

پ۔۔ پانی۔۔ عشوے کسمسائی

عصام نے پاس پڑی بوتل سے پانی نکال کے اس کے ہونٹوں سے لگایا۔۔ بس ہلاکا سا سر اوپر کیا تھا۔۔ گولی ایسی جگہ لگی تھی کہ وہ بیٹھ بھی نہیں سکتی تھی۔۔

درد ہو رہا ہے۔۔ اس نے ابھی۔۔ مکمل آنکھیں نہیں کھولیں تھی شاید درد کی وجہ سے ہی اٹھی تھی۔۔

ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔۔ سر بیڈ پ پنکتے بال سمیٹے۔۔

ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ اس نے ابھی عصام کو دیکھا بھی نہیں تھا۔۔۔

بیہیں ہوں لیکن ڈاکٹر کو تو بلانا ہے نا۔۔۔

اس کا ہاتھ تھامتے ماتھے پہ ہونٹ رکھے۔۔۔ درد سے اس کا رنگ پیلا پڑ رہا تھا۔۔۔ دو سینئنڈ میں واپس آ رہا ہوں۔۔۔ ہاتھ رکھتے۔۔۔ وہ باہر آیا تھا۔۔۔ بھاگتے ہوئے کورویڈ پار کیا۔۔۔ ڈاکٹر کو انفارم کر کے واپس بھی اسی انداز میں پہنچا تھا۔۔۔

روکیوں رہی ہیں۔۔۔ قریب آتے دوبارہ ہاتھ پکڑا۔۔۔

درد ہو رہا۔۔۔ بہت زیادہ۔۔۔ عصام نے کپڑا اٹھا کے دیکھا تو خون نکل رہا تھا۔۔۔

اوہ۔۔۔ ڈاکٹر اسی وقت روم میں داخل ہوا۔۔۔ پھر جلدی سے اس کا خون صاف کرتے درد کا انجیکشن دیا۔۔۔

انہیں زیادہ حرکت مت کرنے دیں۔۔۔ ابھی سٹیچز کچے ہیں۔۔۔ زخم خراب بھی ہو سکتا ہے۔۔۔ پلیز بہت سارا دھیان رکھیں۔۔۔

ڈاکٹر انسلر کشن دیتا چلا گیا

ہم۔۔ اثبات میں سر ہلاتے۔۔ وہ عشوے کی ہتھیلی مسل رہا تھا۔۔

مجھے۔۔ نہیں سونا۔۔ وہ دوبارہ سے غنودگی میں جارہی تھی

مجھے نہیں۔۔ اس کی آواز بھی کافی حد تک بھاری تھی۔۔ آنکھوں سے آنسو ابھی بھی نکل رہے تھے۔۔

کچھ دیر بس۔۔ پھر سب۔۔ ٹھیک ہو گا۔۔ اس سے عشوے کی حالت نہیں دیکھی جا رہی تھی۔۔ کچھ ہی دیر میں وہ دوبارہ سو گئی۔۔ دوبارہ شام کو جا کے جاگی تو عصام وہیں بیٹھا تھا۔۔ اب کیسا فیل ہو رہا ہے۔۔

ٹ۔۔ ٹھیک۔۔ ذرا سے ہونٹ ہلے

درد تو نہیں ہو رہا۔۔

نہیں۔۔ سر ہلایا۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ کچھ کھائیں گی۔۔

نہیں۔۔ دوبارہ نا میں سر ہلایا۔

کچھ کھائیں گی تو ٹھیک ہوں گی۔۔

کیسے۔۔ کھاؤ۔۔۔ پھر سے آنکھیں بھرنا شروع۔۔

پلیز عشوے روئیں مت۔۔ آنسو صاف کیے۔۔

گھر جانا ہے۔۔

جب تک مکمل ٹھیک نہی ہو گئی گھر نہی جانا۔۔ کافی دیر وہ اسے بہلاتا رہا۔۔ پھر آب ان اور عائشہ آگئیں۔۔ سوپ عصام کے لیے کھانا اور عشوے کے کپڑے بھی ساتھ لائیں تھیں۔۔ اب ان پہلے تو عشوے کے سر پہ ماتھا ٹکا کے خوب سارا رویا۔۔ ساتھ وہ بھی رو رہی تھی۔۔ عصام باہر نکل گیا تھا

اپ بے شک میری سٹیپ ماما ہیں لیکن مجھے آپ سے محبت ہے۔۔۔ اس کے گال پہ ہونٹ رکھتے خود ہی صاف کیے۔۔۔ جب تک عصام واپس آیا وہ دونوں نارمل حالت میں اچکے تھے۔۔۔ پھر عشوے کو سوب پلایا۔۔۔ کپڑے نہیں چنج کیے کیونکہ فلحاں ایسا کرنا زخموں کے لیے نقصان دہ تھا۔۔۔

وہ تین دن عشوے کے لیے کسی سزا سے کم نہیں تھے۔۔۔ تین دن بعد جب گھر آئیں تو سکون کا سانس لیا۔۔۔ وہیل چیز پہ تھی جو بچے سے کافی نیچے کی ہوئی تھی کہ ایسے کہ عشوے تقریباً لیٹی ہوئی تھی۔۔۔

گھر پہنچ کے اسے عصام نے اٹھا کے بیڈ پہ لٹایا۔۔۔ نیچے روم سیٹ کر دیا گیا تھا۔

دانیہ بھی واپس آگئی تھی۔۔۔ گھر میں کافی لوگ جمع تھے عشوے کو اچھا لگ رہا تھا۔۔۔ جب عشوے کو اچھا لگ رہا تھا تو عصام کو بھی اچھا ہی لگ رہا تھا۔۔۔ ان سب کے ساتھ اسے چھوڑ کے خود وہ رفاقت کے پاس چلا گیا

وہ لوگ اس وقت فیکٹری کے کیمپ سیٹ کر رہے تھے جب عصام وہاں پہنچا۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔ رفاقت اسے دیکھ کے کھڑا ہوا۔۔

سب ٹھیک چل رہا ہے۔ آس پاس دیکھتے پوچھا۔۔ شرط پہ شکنیں تھکن زدہ لگ رہی تھیں۔۔ تین دن سے بئیر سیٹ نا ہونے کے باوجود وہ ہینڈ سم لگ رہا تھا۔۔

یہاں کا سیٹ اپ کل تک مکمل ہو جائے گا۔۔ پھر پرسوں افتتاح۔۔ رفاقت نے اسے بتایا

ہم۔۔ ٹھیک ہے۔۔ وہ بیسمٹ کی طرف آرہے تھے۔۔ جس کا دروازہ پچھلی طرف بھی کھلتا تھا
۔۔ وہاں پیٹرول کی ٹینکیاں لگائی گئی تھیں۔۔

یہاں سب ٹھیک ہے۔۔

جی سر۔۔

ایک کام کرو۔۔ اپنی جیب سے چھوٹے چھوٹے بٹن نما کیسرے نکالے۔۔ جو تعداد میں بارہ تیرہ تھے

--

یہ سب یہاں لگاو۔۔ سب کے سب۔۔ ہر ہر کونا نظر آنا چاہیے۔۔ اور سیکیورٹی رکھو یہاں۔۔ کوئی بھی آس پاس حرکت ہو تو ایکشن لینا۔۔ اگر میں بزی ہوں تو تم نے سب ہینڈل کرنا ہے سمجھ رہے ہو نا۔۔ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔۔

مجھے کچھ انفارمیشن ملی ہے۔۔ اگلے کچھ دنوں تک یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔ بس تمہیں اپنے آنکھیں اور کان کھلے رکھنے ہیں۔۔ اگر ہو سکے تو رات کو بھی یہاں ہی رک جاؤ۔۔

انفارمیشن۔۔ کیسی۔۔ پوچھا

ایکچوی۔۔ میں نے خود کچھ سنا ہے۔۔ بس احتیاط کرو۔۔ دشمنوں کی لائے گئی ہے۔۔ کوئی بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔۔ پہلے ہی کرائزر سے گزر رہا ہوں۔۔ ہمت ختم ہو رہی ہے۔۔ وہ واقع تھکا ہوا تھا۔۔ پچھلے کئی گھنٹوں سے وہ سہی کر کے سو نہیں سکا تھا۔۔ عشوے جب تک ٹھیک نہیں ہو جاتی تب تک سو بھی نہیں سکتا تھا۔۔ سوتے ہوئے کروٹ لینا اس کے لیے اچھا نہیں تھا اس لیے اسے دھیان رکھنا پڑتا تھا۔۔ بہت احتیاط سے ایک طرف ہی وہ رخ پھیر سکتی تھی۔۔

رفاقت اسے باہر تک چھوڑ کے گیا اس کے بعد وہ اپنے آفس کچھ دیر کے لیے گیا تھا وہاں وسیم تھا جو سب کچھ دیکھ رہا تھا۔۔۔ آٹھ بجے وہ دوبارہ میشن میں تھا لیکن اس جگہ جہاں پریشے تھی۔۔۔ ہائے۔۔۔ کرسی کھینچ کے اس کے سامنے بیٹھا۔۔۔ او قز پہ پریشے نے جھکا سر اٹھایا۔۔۔ اتنے دنوں میں اس کی محبت کا بھوت اتر چکا تھا شاید۔۔۔ اس لیے خاموشی سے بیٹھی رہی۔۔۔

کیسے گزر رہے ہیں دن۔۔۔ بازو گھٹنوں پہ ٹکاتے وہ زرا اگے ہو کے جھکا۔

کیسے گزر سکتے ہیں یہاں۔۔۔ کچھ بھی نہیں دیا کھانے کو۔۔۔ پیاس لگی ہے۔۔۔ پانی نہیں دیتے۔۔۔ اسے شاید ابھی بھی امید تھی عصام سے رحم دلی کی۔۔۔

پانی چاہیے۔۔۔ پچھے ہوا۔۔۔ اس پاس دیکھا۔۔۔ یہاں تو نہیں ہے پانی۔۔۔ تمہیں پیاسا رہنا پڑے گا۔۔۔ وہ جیسے اس کا مزاد اڑا رہا تھا

پلیز۔۔۔ وہ سکسی

میں مر جاؤں گی۔۔۔

میں مارنا ہی چاہتا ہوں۔۔۔ اتنا تو یقین رکھو اپنی محبت پہ۔۔۔ اگے ہو کے اس کے بال پیچے کیے۔۔۔

ع۔۔۔ عصام۔۔۔ پلیز تم مجھ سے دوبارہ شادی کر لو۔۔۔ پلیز۔۔۔ وہ واپس پرانی پریشے بنی۔۔۔ میں جانتی ہوں تم نفرت کرتے ہو مجھ سے۔۔۔ لیکن۔۔۔ میں تو محبت کرتی ہوں نا۔۔۔ پلیز۔۔۔ عصام۔۔۔ وہ اس کے گھٹنوں سے پیٹی۔۔۔

نفرت نہی ہے مجھے تم سے۔۔۔ نفرت بھی ایک جذبہ ہے اور میرا کوئی بھی جزبہ تم سے وابستہ نہیں ہے پریشے۔۔۔ نیچے جھک کے چئیر کے نیچے لگی گن اتاری۔۔۔ پریشے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی جو بلکل سپاٹ تھا۔۔۔ خاموش اداس گہری انکھیں۔۔۔

میرے بس میں نہی ہے تم سے محبت ناکرنا۔۔۔ قسم سے اگر ہوتا تو کبھی بھی ناکرتی۔۔۔ اس کی آنکھوں سے اس کا دل بہہ رہا تھا۔۔۔ ہر محبت کرنے والے کی طرح وہ بھی چاہتی تھی اپنے محبوب کے ساتھ رہنا۔۔۔ لیکن

مجھے تم سے محبت ہو سکتی تھی۔۔ اس کی انکھوں میں دیکھتے پچھے سے پستول عین دل والی جگہ پر رکھا
۔۔۔ پریشے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔۔ شاید عصام کچھ اچھا بولنے والا ہو۔۔

لیکن نہیں ہوئی۔۔ ٹریگر دبایا۔۔ پریشے کے جسم نے جھٹکا کھایا تھا۔۔ پھر سے گولی چلی۔۔ اور کئی گولیاں۔۔ اس کے دل میں پیوسٹ ہوتی گئیں۔۔ اج پھر عصام کے کپڑوں پر خون لگا تھا۔۔ لیکن یہ خون اسے تکلیف نہیں سکون دے رہا تھا۔۔ پریشے کا جسم وہیں اسے دیکھتے دیکھتے بے جان ہوا۔۔ لیکن کھلی آنکھیں ابھی بھی عصام کو دیکھ رہی تھیں۔۔ شاید اس کے لیے موت ہی آسانی تھی۔۔ ورنہ محبوب کے بنا جینا روز مرنے جیسا تھا۔۔ اس کی موت تو بہت اچھی تھی جو محبوب کے ہاتھ اسی کی گود میں سر رکھے نصیب ہوئی تھی۔۔ تم مجھ تک رہتی تو شاید معاف کر بھی دیتا۔۔ تم میرے دل تک آگئیں تھیں۔۔ اور میں برداشت نہیں کروں گا کوئی میری بیوی کو تکلیف دے۔۔ کتنی دیر عصام وہیں بیٹھا رہا۔۔ پھر پریشے کا سر گود سے اٹھا کے کرسی پر رکھا۔۔ اس کی آنکھیں ہنوز کھلی ہوئی تھیں۔۔ عصام کو باہر نکلتے وہ کھلی انکھوں سے بھی نہیں دیکھ پائی تھی۔۔

ایک ہفتہ بعد

پریشے کو ایک پولیس مقابلے میں جانبمق قرار دے کے دفا دیا گیا تھا۔—ہر دوسرے چینل پہ یہی نیوز تھی۔—اس کی ماں حقیقت جانتی تھی لیکن کچھ نہی کر سکتی تھی کیونکہ غلطی انہیں کی تھی۔—

عشوے کا زخم ٹھیک ہو رہا تھا کافی حد تک۔—وہ اب اٹھ کے بیٹھ سکتی تھی۔—ناشستہ عصام خود کرواتا تھا۔—لنج اور ڈیزراشنس یا عزت کروادیتی تھیں۔—کبھی عزت وہاں آجائی تھی کبھی عائشہ۔—یہ ہفتہ بس اسی اనے جانے میں گزر رہا۔—ابان کا زیادہ وقت عشوے کے پاس گزرتا کچھ ناکچھ اسے کھانے کو دیتا رہتا کہ جلدی ٹھیک ہو گی۔—

کپڑے عصام خود چینج کرواتا تھا عشوے کے۔—زمم۔—پہ بینڈنگ سب کچھ خود ہی کرتا تھا۔—فیکٹری کا افتتاح ابھی پینڈنگ پہ تھا کیونکہ عصام بے حد بیزی تھا اور اس کا ارادہ عشوے سے کروانے کا تھا اگر حالات ٹھیک ہوتے تو اب تک ہو چکا ہوتا۔—

بابا۔—ممبا بلا رہی ہیں۔—وہ باہر لاونچ میں بیٹھا کام کر رہا تھا ابھی عشوے کے پاس سے اٹھ کے ایسا تھا اور وہ پھر بلا رہی تھی۔—سارا دن اس کا یہی کام تھا۔—اج سے وہ گھر رہ کے ہی کام کرنے والا تھا۔—وہ خود ہی عشوے کی کئی کم کر سکتا تھا۔—

کتنی دیر لگائی ہے۔۔ مما تو پاس بیٹھی رہتی ہیں۔۔ اسے دیکھتے ہی شکوہ کیا۔۔

میں ابھی اٹھ کے گیا تھا۔۔ اسے گھورا

کیوں گئے تھے۔۔ مجھ سے کوئی کام نہیں ہوتا۔۔ پتہ بھی ہے پھر بھی۔۔ منه پھلانے ناراضگی سے دیکھ رہی تھی

اچھا بتائیں کیا کام ہے۔۔ لپ ٹاپ بند کرتے اس کے پاس بیٹھا۔۔

کچھ نہیں۔۔ بس یہاں ہی بیٹھیں۔۔ بلکہ ٹیوی چلا دیں۔۔

سوری میں نہیں دیکھ سکتا ڈرامے۔۔

مووی لگا دیں۔۔

ٹھیک ہے۔۔ اپ مووی دیکھ لینا میں کام کر لوں گا اندر سڑی میں۔۔ ساتھ اشارہ کیا۔

نہیں۔۔ بس مجھے نہیں دیکھنی۔۔ اسے روکنے کے لیے بازو تھاما۔۔

عشودو۔۔ باقی سب کو بھی ایسے ہی تنگ کیا تھا۔۔ مسکراتی انکھوں سے دیکھا۔۔

نہیں ہر کسی کو نہیں کرتے۔۔

تو مجھے بھی مت کریں نا۔۔ کام کرنا ہے۔۔ اب تو ڈبل کام ہیں۔۔

مجھے بھی کام سمجھ کے کر لیں۔۔۔ یہاں درد ہو رہا ہے۔۔۔ زخم کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

اچھا۔۔۔ پھر اپنی جھٹے سے اٹھتے گھوم کے اسکی طریقہ ایسا۔۔۔

شرط اوپر کریں۔۔۔

نہیں۔۔۔

اگر شرط اوپر نہیں کریں گی تو میں کیسے دیکھوں گا۔۔۔

اپ بس ہاتھ لگا کے چک کر لیں۔۔۔ وہ بضد تھی۔۔۔

ایسے کیسے پتہ چلے گا زخم خراب ہے یا ٹھیک۔۔۔ زبردستی اس کی قمیض اوپر کی۔۔۔ کچھ بھی نہیں تھا

درد نظر تھوڑی آتا ہے۔۔۔ دوبارہ قمیض سہی کرتے ناراضگی سے دیکھا۔۔۔

جی اپ جان بوجھ کے تنگ کرنے کی کوشش کر رہی ہیں اور کچھ نہیں۔۔۔ ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑے
کاٹن کو اٹھا کے ڈرار میں رکھا۔۔۔

نہیں۔۔۔ میں کیوں تنگ کروں گی۔۔۔

اگر درد ہوتا تو آپ کے چہرے سے پتہ چل جاتا ہے۔۔۔ اسے دیکھا

تو ابھی کیا نظر آرہا ہے۔۔۔ انھیں سکیٹر کے بہانا بنایا۔

فلحال تو مجھے شرات ہی نظر آرہی ہے۔۔۔ اس کے چہرے کو دیکھ کے عصام مسکرا یا۔۔۔

ٹھیک ہے۔ آپ کام کریں اپنا۔ ہاتھ سے اشارہ کرتے اسے جانے کا کہا۔

جا رہا ہوں۔۔۔ ویسے بھی بہت کام ہے۔۔۔ وہ بھی اس کے پاس سے اٹھ کے صوفے پہ جا بیٹھا۔۔۔

یہ تو اٹھا لیں۔۔۔ ہاتھ سے لپ ٹاپ کو اس کی طرف گھسیٹا

اوہ ہاں۔۔۔ وہ جو اسے دیکھنے لگا تھا۔۔۔ اٹھ کے لیپ ٹاپ اٹھایا۔۔۔ ان۔۔۔ کچھ دنوں میں وہ اس کی ہر ہر ادا ہر ہر انداز جان گیا تھا اسے کیسے کیا چاہیے۔۔۔ کس حرکت کا کیا مطلب ہے۔۔۔ اگر وہ کچھ الٹا سیدھا کر رہی ہے تو کیوں کر رہی ہے۔۔۔

مجھے بھوک لگی ہے۔۔۔ ابھی اس نے دوبارہ کام شروع کیا ہی تھا کہ عشوے کی پھر آواز آئی۔۔۔

ابھی کچھ دیر پہلے ناشتہ کیا ہے۔۔۔ بے چارگی سے اسے دیکھا۔۔۔

ہاں تو ناشتہ کیا ہے نا۔۔۔ اس کے علاوہ بھوک لگی ہے۔۔۔ کوئی سنیکس بسکٹ وغیرہ لا کے دیں۔۔۔ کام بھی باہر جانے والا تھا۔۔۔

آپ بھی چلیں ساتھ پھر--- لیپ ٹاپ بند کر دیا۔۔

نہیں۔۔ میں کیسے جاسکتی ہوں۔۔ مجھے تو درد ہوتا ہے۔۔

اگر میں اکیلا جاوں گا تو اپ کا خیال کون رکھے گا۔۔

میں خود رکھ لوں گی۔۔ آپ بس لا کے دیں۔۔ ضد کی۔۔

اوکے ٹھیک ہے۔۔ اٹھ کے سائنس ٹیبل سے موبائل اٹھایا۔۔ پھر رفاقت کو کال کی۔۔

یار ایک کام کر دو گے۔۔ سر کھجاتے شرمندگی سے بولا۔۔

بی بی سر۔۔ وہ گاڑی میں تھا۔۔

اگر ہو سکے تو بچوں کے کھانے والی چیزیں تو لے کے دے جاؤ۔۔ سنیکس بسکٹ ٹافیاں۔۔ وغیرہ
۔۔ عشوے اسے صدمے سے دیکھ رہی تھی۔۔ کتنی چالاکی سے وہ بچ گیا تھا۔۔

ٹھیک ہے۔۔ پہنچ کے کال کرنا۔ پھر فون بند کر کے واپس وہیں رکھا۔۔

آپ۔ آپ کو میں بھی لگتی ہوں۔۔ عشوے بے مشکل بولی۔۔

حرکتیں تو بچوں والی ہی ہیں۔۔ مسکراہٹ چھپاتے دوبارہ صوفے پہ آیا۔۔ عشوے صدمے سے منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ وہ اسے تنگ کرنے کے لیے کہہ رہی تھی اللہ خود صدمے میں پہنچ چکی تھی۔۔

اپ خود۔۔ جاتے۔۔ نا۔۔ بے مشکل بولی۔۔

عصام نے سر اٹھا کے اسے دیکھا۔۔ آپ کو جو چیزیں چاہیے تھیں۔۔ وہ آجائیں گی۔۔ اب آرام سے کام کرنے دیں۔۔ سیریس ہوتے اسے گھورا۔۔

ٹھیک ہے۔۔ آپ سے تو ماما ہی اچھی ہیں۔۔ کم سے کم میرے ساتھ تو بیٹھتی ہیں۔۔ میری کنگھی کرتی ہیں اور میری ٹانگیں بھی دباتی ہیں۔۔ سوچ سوچ کے بتایا۔۔

تو پھر کل سے ماما کو ہی بلا لینا۔۔ میں آفس چلا جاوں گا۔۔ کم سے کم میرا کام تو مکمل ہو گا نا۔۔ یہاں نا آپ خوش ہو رہی ہیں نا مجھے کچھ کرنے دے رہی ہیں۔۔ اسے واقع غصہ آگیا تھا۔۔ لیپ ٹاپ اٹھاتے باہر آگیا۔۔ پیچھے عشوے خاموش رہ گئی۔۔ دل ہی ٹوٹ گیا تھا بیچاری کا

ادھے گھنٹے میں اس نے زبردستی ساری فائلز بھیجی تھی ورنہ بلکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا عشوے کو ناراض کر کے وہاں بیٹھنا۔۔ پر وہ وہاں بھی کون سا ایک جگہ بیٹھنے دے رہی تھی اسے۔۔ رفاقت ابھی تک نہیں ایسا تھا۔۔ دوبارہ کال کر کے پوچھا تو وہ چیزیں ابھی لے رہا تھا۔۔

کچھ دیر بعد وہ ایسا تو عاصم نے خود اسے رسیو کیا۔۔

اسلام و علیکم۔۔ سر۔۔ وہیں دروازے سے چیزیں پکڑائیں۔۔

اندر اجاو۔۔ سلام کا جواب دیتے اسے اندر آنے کا کہا۔۔ وہ بھی پیچے پیچے اندر آیا۔۔

کیا کھاؤ گے۔۔ بیٹھنے کا اشارہ کرتے پوچھا

کچھ بھی نہیں۔۔ بس میں چلتا ہوں۔۔ وہ بس ایسے بیٹھا تھا جیسے ابھی اٹھ جائے گا۔۔

کچھ دیر تو رکو۔۔ عصام خود ہی جوس لے ایا۔۔ ایک تو اج کل کام والی انٹی بھی غائب رہتی تھیں۔۔

تھینکیو سر۔۔ گلاس پکڑتے شکریہ کہا۔۔

یور ویکم۔۔ عصام بھی ساتھ تک گیا۔۔

بھا بھی کسی ہیں۔۔ عشوے کا پوچھا۔۔

ٹھیک ہیں اب تو کافی حد تک۔۔ با بیٹھنے میں زیادہ مسلہ ہوتا ہے۔۔

چلیں اللہ انہیں جلدی صحت دے۔۔۔ گلاس ختم کر کے ٹیبل پر رکھا۔۔۔

ایمن۔۔۔

ٹھیک ہے میں چلتا ہواں۔۔۔ جنے کے لیے اٹھ گیا۔۔۔

کہاں تھے ابھی تم دیر کر دی انے میں جاتے جاتے پوچھا۔۔۔

وہ سر۔۔۔ کام۔ کروارہا تھا بیسمٹ کا۔۔۔ وہیں بزی تھا ابھی لگا کے ایا ہوں کام پر مزدوروں کو۔۔۔ وہیں جاوں گا واپس۔۔۔ تفصیلا بتانے کے لیے رکا۔۔۔

ٹھیک ہے الوداعی مصافحہ کرتے وہ چلا گیا۔۔۔ واپس اکے عاصم نے شاپر اٹھا جو سائز میں کافی بڑا تھا اور بھرا ہوا تھا۔۔۔ چیزیں لیے وہ وپر کمرے میں ایا تو عزوے سوچکی فھی۔۔۔ سوئی سوئی بھی غصے میں لگ رہی تھی۔۔۔ پیپیکٹ ٹیبل پر رکھ کے واپس چلا گیا۔۔۔ اب وہ سکون سے کام کر سکتا تھا

اب ہمیں اپنا کام کر لینا چاہیے۔۔۔ وہاں کام سٹارٹ ہو گیا ہے۔۔۔

جو حکم سیٹھ صاحب۔ سرجھکاتے اس کا آدمی واپس چلا گیا۔۔۔

پیٹرول کے ٹینکر نکالو۔ اس نے باہر آتے ہی آگے اپنے آدمیوں کو کہا۔ ساڑھے بارہ وہ فیکٹری کے باہر تھے۔ پائپوں کے ذریعے فیکٹری کے چاروں طرف پیٹرول چھڑ کنا تھا۔ دو آدمی پچھلے راستے سے اندر گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں لو ہے کے اوزار تھے جن کے ذریعے ٹینکوں کو لیک کیا جانا تھا۔ وہ لوگ جب اندر پہنچے تو بد قسمتی سے ٹینک پیٹرول سے نہیں پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ لیکن وہ اپنی بد حواسی میں انہیں لیک کر چکے تھے پانی ہر طرف پھیل رہا تھا اس سے پہلے کے وہ باہر آ کے بتاتے رفاقت نے دونوں کو ہی دور سے شوٹ کر دیا۔ وہ اندر کام کر رہا تھا جب اس کے موبائل پر الارم بجھنے لگا۔ یہ تب بجتا تھا جب کوئی بیسمنٹ کا دروازہ کھولتا تھا۔ پہلی فرصت میں اس نے اندر لگے کیمرے اون کیے اور امید کے مطابق واقع وہ گڑ بڑ تھی۔ تیزی سے عصام کا نمبر ملا�ا۔ اور اسے انفارم کیا۔

تحوڑے ہی وقت میں عصام کی گاڑی انٹرنس پر رکی۔ وہاں سے پیٹرول کی خوشبو آرہی تھی لیکن آس پاس کہیں بھی کچھ نہیں تھا۔ وہاں آگ لگنے کے لیے بس ایک ماچس کی تیلی کی ضرورت تھی۔ سامنے سے رفاقت بھاگتا ہوا آرہا تھا۔

سر دو کو تو مار دیا ہے۔۔ لیکن لگتا ہے باقی بھاگ گئے ہیں۔۔ نچے بیسمٹ میں پانی بھر رہا ہے بتائیں کیا کریں۔۔

ایک کام کرو۔۔ پانی کھینچنے والی موڑوں کا بندو بست کرو۔۔ بیسمٹ سے وہ پانی نکال کے یہاں چھڑکاؤ کرنا ہے۔۔ آس پاس ہر طرف سیکیورٹی پھیل چکی تھی۔۔ گولی مارنے کے اجازت کسی کو بھی نہیں تھی۔۔ سب کو سخت احتیاط کا کہہ کے وہ خود نچے آیا تھا۔۔ پانی میں بھیگتے جو کے اس کے پیٹ تک آپکا تھا۔۔ ٹینکیوں کے شگاف ڈھونڈھے۔۔ انہیں بند کرنا آسان نہیں تھا۔۔ بہت صفائی سے جگہ سوراخ کیے گئے تھے۔۔ ٹینک تو بلکل بیکار ہو چکے تھے۔۔ خیر یہ چھوٹا نقصان تھا بڑا نقصان ہونے سے بچت ہو گئی تھی۔۔ یہاں پانی بھی اس نے خود ڈلوایا تھا۔۔ کیونکہ کچھ دن پہلے اس نے دانیہ کو کسی سے فون پہ بات کرتے سنا تھا جس میں وہ بیسمٹ کے بارے میں بات کر رہی تھی۔۔ پہلے بھی اس نے عصام کے ساتھ دھوکہ کرنے کی کوشش کی تھی سواس لیے وہ اس سے تو چوکنا رہتا تھا۔۔ دانیہ کے پچھے کون تھا۔۔ اس کا پتہ لگانا باقی تھا۔۔

وہ ساری رات عصام نے وہیں گزاری تھی اگلے دن بھی مکمل یقین کے بعد کہ وہاں اب پیڑوں کے اثرات ختم ہو چکے ہیں تو واپس گھر آیا تھا۔ اس نے صرف دو دن عشوے کے ساتھ گھر میں گزارے تھے۔ اب پھر آفس جانا ضروری ہو گیا تھا۔

سنو۔ یہ پرپل گلر کی فرائک تو پریس کر دو۔ عزت سامنے بیٹھی ناول پڑھ رہی تھی جب عشوے نے اسے متوجہ کیا۔

اچھا۔ کہہ کے وہ واپس ناول میں غرق ہوئی۔

قسم سے یار جو بھی میرے پاس ہوتا ہے وہ کہیں اور ہی ہوتا ہے۔ اکتائے ہوئے اسے دیکھا

نہیں تو تم کیا چاہتی ہو۔ ہر وقت عشوے عشوے کرتے رہیں۔ اگے سے وہ بھی دو بدبو بولی

ہاں تو اور کیا کرنے آتے ہو یہاں۔ میرے لیے ہی آتے ہو تو مجھ سے باتیں بھی کیا کرو یہ کیا ماما ہوں تو وہ بس یہاں آ کے نصیحتیں شروع کر دیتی ہیں تم اور ریاض ایک موبائل اٹھائی رکھتا ہے اور

ایک ناول لے کے بیٹھ جاتی ہے۔۔ اسے ساتھ لے جاو اور وہیں پڑھ لینا۔۔ لیکن یہاں میرے ساتھ
بیٹھ کے باتیں کیا کرو۔۔

اوکے ٹھیک ہے۔۔ تھینکیو سوچ شرمندہ ہونے کی بجائے اس نے ناول اپنے بیگ میں رکھا۔۔ تمہارا
شوہر تو تمہیں ناول کا پرینٹ نکلا کے دے سکتا ہے۔۔ لیکن میرے والا تو کہتا ہے ناول یا میں۔۔
بے دھیانی میں وہ بولے چلی گئی اور عشوے جو پہلے اترانے کا سوچ رہی تھی منہ کھو لے جرانی سے
اسے دیکھا۔۔

کیا مطلب میرے والا۔۔ وہ ابھی زیادہ حرکت نہی کر سکتی تھی ورنہ ایک جمپ لگا کے اس کے پاس
پہنچ چکی ہوتی۔۔

نہ۔۔ نہی۔۔ میرا۔۔ مطلب کیا پتہ وہ ایسا کہے۔۔

جی نہی۔۔ تم اب بات کو دوسری طرف مت گھماو۔۔ شاباش بتاو۔۔ کون ہے وہ بد نصیب جو میری
دوست کے ساتھ سٹ ہے۔۔

ابھی نہی پھر کبھی بتاؤں گی۔۔۔ پتہ نہی عشوے کا کیا ریکیشن ہوتا۔۔۔ ریض کا سن کے

ابھی ابھی ابھی۔۔۔ زخم پہ ہاتھ رکھتے وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔۔۔

عشوے۔۔۔ پلیز یار۔۔۔ پھر کبھی بتاؤں گی۔۔۔ ابھی مجھے گھر جانا ہے۔۔۔ مغرب ہو رہی ہے۔۔۔ بابا لینے آر ہے ہونگے۔۔۔ جلدی سے بیگ میں اپنا موبائل رکھا۔۔۔

عزت۔۔۔ عشوے اس کے پاس بیٹھنے لگی تھی کہ عزت اٹھ گئی۔۔۔

اپنی دوست کو نہیں بتاؤ گی۔۔۔ خفگی سے دیکھا ایک تو اتنی مشکل سے وہ چل کے ائی تھی اور اگ سے عزت محترمہ۔۔۔ خود وہاں سے نکل پڑی تھی۔۔۔

بناوں گی۔ ضرور بتاؤں گی۔ لیکن ابھی نہیں۔ جھک کے اس کے گلے گلی۔ پھر ملتے ہیں۔ اور ناول کے لیے شکر یہ۔ عشوے کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ باہر نکل گئی۔

عجیب ہے۔ مرضی ہے۔ وہیں کشن پیچھے سٹ کرتے لیٹ گئی۔

عصام انے والا تھا۔ اسے سونے کا ناٹک بھی کرنا تھا۔ اور یہ ناٹک اس دن سے چل رہا تھا جب اس نے سنیکس منگوائے تھے اور عصام اس کا دل توڑ کے چلا گیا تھا۔

سر یہ ان دونوں کے آئی ڈی کارڈ۔ اور یہ موبائل۔ وسیم نے چاروں چیزیں لفافے میں بند اس کے سامنے ٹیبل پر رکھیں۔

ہم اگے ہو کے لفافہ اٹھایا۔ پھر کھولا۔ ایک کا نام حسیب تھا اور ایک کا نام معید تھا۔

یہ دنوں نیوز میں دو۔ ساتھ سٹیمینٹ ٹیکسٹ کرتا ہوں۔۔

جی سر۔۔

جاوے۔ تم میں دیکھ لوں گا۔

اوکے سر۔۔ وہ سر ہلاتا باہر چلا گیا۔۔

موبائل نکال کے اون کیے تو دونوں خالی تھے نا نمبر نا میسجیز نا ہی کچھ اور۔۔ جیسے ابھی ابھی نیو لیے ہوں۔۔ لیکن ان کی بیرونی حالت استعمال شدہ لگ رہی تھی۔۔ یعنی کسی نے بعد میں سب ڈیٹا ڈیلیٹ کیا ہے۔۔

پھر اپنے موبائل سے کسی کو کال لگائی۔۔

ہاں۔ سنو اگر فری ہو تو میرے آفس آسکتے ہو۔۔

ہاں۔۔ شام میں ملتے ہیں۔۔ اگلے کی بات سنتے جواب دیا۔۔

آفس سے نکلنے سے پہلے سلیم اسے ملا تھا۔۔ جیسے دونوں موبائل دے کے ان کا سارا ڈیٹا ریکور کرنے کا کہا تھا۔۔ وہ دونوں آدمی کون تھے اور کس کے لیے کام کرتے تھے یہ سب معلوم کرنا بہت ضروری تھا۔۔

پھر اپنے روم سے باہر نکلا افس والا حصہ تقریباً خالی ہو چکا تھا۔۔ ورکینگ ایریا میں اکثر و بیشتر لوگ ابھی موجود تھے۔۔ گھر اتے ہوئے وہ مارکیٹ سے تازہ فروٹس اور فرشچ فراز خرید کے لایا تھا۔۔ اج بھی کام والی انٹی نہیں تھیں۔۔

چیزیں کچن میں رکھ کے اوپر ایا۔۔ دروازہ کھولا تو سامنے صوفے پہ عشوے پھر سے سورہی تھی۔۔

اج کل کچھ زیادہ ہی نیند نہیں اتی۔۔ جوتے اتارتے سوچا۔۔ پھر سلیپرز پیروں میں اڑیستے اباں کے روم میں ایا۔۔

ہائے کیا ہو رہا ہے--

کچھ نہیں بابا۔۔ میں گھر سارا دن فری ہوتا ہوں۔۔ ماما کو بھی تنگ نہیں کرتا۔۔ سوچ رہا ہوں سکول
چلا جایا کروں۔۔

بڑی سمجھداری کی بات کرتے اسے دیکھا۔۔

کیا اپ پانچ سال کے ہو گئے ہیں۔۔ اسے گود میں اٹھاتے کھڑکی کے پردے پیچھے کیے۔۔

جی میں چھ سال کا ہونے والا ہوں۔۔ آواز میں خوشی نمایا تھی۔۔

اوکے۔۔ یہ تو پھر بڑی اچھی بات ہے۔۔ اٹھائے اٹھائے باہر لایا۔۔ اس کا رخ اپنے کمرے کی طرف
تھا۔۔

جی بابا۔۔

اچھا ایک کام کریں گے۔۔۔

جی۔۔۔ بولیں۔۔۔

اپ کی مما سورہی ہیں۔۔۔ تو۔۔۔ روم میں داخل ہوا۔۔۔

جی۔۔۔

ہاں میں کیا کہہ رہا تھا۔۔۔ دروازہ ارام سے بند کرتے اسے نیچے اتارا

اپ کہہ رہے تھے کہ مما سورہی ہیں۔۔۔

ہاں۔۔۔ تو مما سورہی ہیں تو۔۔۔ کیوں نا ہم فارم ہاؤس چلیں۔۔۔ عشوے جو ان کی بات بخوبی سن رہی تھی۔۔۔ ماتھے پہ شکنیں ابھریں۔۔۔ عصام اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

مما کے بنا مزا نہی ائے گا نا۔۔ابان سچ سمجھ رہا تھا۔۔کہ جانا ہے۔۔

نہیں۔۔مما کے بنا زیادہ مزہ ائے گا۔۔کیونکہ وہاں ہم دنوں اکیلے ہونگے خوب مزے کریں گے۔۔
گھوڑے پہ بھی بیٹھیں گے۔۔اور۔۔

اور وہاں جو وہ خوبصورت انٹی ہیں۔۔نمرہ انٹی۔۔ان سے بھی ملیں گے۔۔ عشوے کی پلکیں لزر
رہی تھیں

ہاں۔۔وہ مجھے کہتی ہیں۔۔کاش میں ان کا بیٹھا ہوتا۔۔ عشوے جو بمشکل انکھیں بند کیے لیٹی تھی پٹ
سے انکھیں کھولیں۔۔

میں بھی جاوں گی۔۔ایک دم سے اٹھ کے بیٹھنے کی وجہ سے درد ہوا۔۔لیکن کنٹرول کر کیا۔۔۔

او ہو۔۔ اپ ارام کریں۔۔ مسکراہٹ چھپاتے اباں کو بھی دیکھا جو پریشانی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

اب تو یہ اٹھ گئی ہیں۔۔ پھر کچھ سوچتے بولا۔۔

ہاں۔۔ تو مطلب ہمیں جانا کینسل کرنا پڑے گا۔۔ سوچتے ہوئے انداز میں کہا۔

نہیں۔۔ ماما اپ سو جائیں یار۔۔ اباں اٹھ کے اس کے قریب ایا۔۔

نہیں۔۔ میں بھی جاؤں گی۔۔ اور اپ کی اس خوبصورت نمرہ انٹی سے بھی ملوں گی۔۔

میرے کپڑے پریس کریں وہ پرپل والے۔۔ پھر عصام کو کہا۔۔ عصام نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔

کیا۔۔ میں کروں۔۔

جی۔۔ میں نہیں کر سکتی۔۔ ورنہ۔۔ کر لیتی۔۔ پاؤں جھلاتے سر جھکایا۔۔

عصام کی انکھیں اسی پہ بھلی تھیں۔۔ اب ان اج نہیں جاتے۔۔ پھر کبھی جائیں گے۔۔

اج ہی جائیں گے۔۔ میں خود کپڑے پریس کر لوں گی۔۔ بمشکل اٹھ کے کپڑے نکالے۔۔ پھر آہستہ
آہستہ چلتے باہر نکلنے لگی۔۔

مجھے دیں۔۔ راستے میں اس سے کپڑے پکڑ لیے۔۔ میں کر کے لاتا ہوں۔۔ اور فلحال ہم کہیں نہیں جا
رہے۔۔ اپ ٹھیک ہونگی تو پھر جائیں گے۔۔

بابا ہم پھر بھی چلے جائیں گے۔۔ ابھی بھی جاتے ہیں۔۔ پلین کینسل ہوتے دیکھ کے اب ان جلدی
سے اگے ایا۔۔

ہاں۔۔ ابھی بھی جائیں گے۔۔ اور بعد میں بھی۔۔ اباں ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔ عصام اپنے کہے پہ خود ہی پھس گیا۔۔

ٹھیک ہے۔۔ کندھے اچکاتے کپڑے پر لیں کرنے چلا گیا۔۔

کیسے کیسے دن اگئے ہیں۔۔ عصام شیخ کو کپڑے پر لیں کرنے پڑ رہے ہیں۔۔ اونچا بڑا بڑا توہین کو سنا رہا تھا۔۔

کوئی بات نہیں۔۔ بیوی بیمار ہو تو اس کی خدمت کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے۔۔

ہاں۔۔ بس ایسی خدمتیں ہی کروائیں گی۔۔ کچھ اور بھی کرنے والے کام ہوتے ہیں۔۔

جن میں شرم سب سے پہلا کام ہے۔۔ عشوے بولی

شرم ایک واحد کام ہے جو عصام کو نہیں اتا۔۔ وہ دونوں اونچا اونچا ایک دوسرے کو سنا رہے تھے۔۔

شرم کے علاوہ بھی کچھ نہی اتا۔۔۔ اب ان وہاں سے بھاگ گیا تھا کیونکہ اسے تیار ہونا تھا۔۔۔

آتا ہے۔۔۔ بس اپ کرنے نہی دیتیں۔۔۔

میں نے کیا نہیں کرنے دیا۔۔۔ حیرت سے اسے دیکھا۔۔۔

پیار۔۔۔ محبت۔۔۔ رومنیشن۔۔۔ اور

بس بس بس۔۔۔ کاش میں بہری ہو جاوں۔۔۔

بہری ہو جائیں پھر بھی میں کروں گا۔۔۔

کاش اپ کو شرم اجائے۔۔۔

پھر آپ کو بے شرم بنا دوں گا۔۔۔ وہ ساتھ ساتھ کپڑے بھی پر لیں کر رہا تھا۔۔۔

عشوے تلماتے وہیں دروازے سے اسے گھور رہی تھی

پھر آپ کو بے شرم بنا دوں گا۔۔۔ وہ ساتھ ساتھ کپڑے بھی پر لیں کر رہا تھا۔۔۔

عشوے تلماتے وہیں دروازے سے اسے گھور رہی تھی۔۔۔

میں نے آپ کو اپنا غلام بنا لینا ہے۔۔۔ وہیں دروازے سے ہاتھ ہلا ہلا کے کہا۔۔۔

میں آپ کے پاؤں چونے کے لیے بھی تیار ہوں۔۔۔ اس نے ہنسنے آرزن کا سورج نکالا۔۔۔

میرے پاؤں پچھلے دس دن سے گندے ہیں۔۔۔ اور ان سے سمیل بھی آ رہی ہے۔۔۔ عاصام قریب
آ رہا تھا وہ دروازے سے پیچھے ہوئی۔۔۔

میرے ہونٹوں سے لگیں گے تو خوشبو دینے لگیں گے۔۔۔ کپڑے بیڈ پہ سیدھے کر کے رکھے۔۔۔

بابا۔۔۔ میں تیار ہو گیا ہوں۔۔۔ عصام واپس عشوے کی طرف گھوما ہی تھا کہ آب ان تشریف لے

آیا۔۔۔

گڑ۔۔۔ شاباش۔۔۔ میرا بیٹا تیار ہو گیا ہے۔۔۔ عشوے بازو سینے پہ باندھے عصام کو دیکھ رہی تھی۔۔۔

چلیں اب آپ نیچے جا کے بیٹھیں۔۔۔ میں آپ کی مما کو تیار کرلوں۔۔۔

جی بابا۔۔۔ وہ اچھے بچوں کی طرح واپس چلا گیا عشوے اسے گھور رہی تھی۔۔۔

میں خود تیار ہو سکتی ہوں۔۔۔ دو قدم چل کے وہ کپڑوں کے پاس آئی۔۔۔

آپ کو درد ہو گا نا۔۔۔ میں کرواتا ہوں چنچ۔۔۔ دروازہ لاک کرتے لائٹ بند کی۔۔۔

ع۔۔۔ عصام۔۔۔ میں کر لوں گی۔۔۔ ایک دم اندر ہمراہ ہونے سے اس کی انکھیں چند ہیتاں۔۔۔ پھر جو نہیں
مانوس ہوتیں تو عصام اپنی شرط اتار رہا تھا۔۔۔ عشوے کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے۔۔۔ بے
اختار پیچھے ہوتے وہ بیڈ پہ چڑھی۔۔۔

کہاں جا رہی ہیں۔۔ بھاری آواز پہ اس کا دل لرزتا۔۔

میں خود چینچ کر لوں گی۔۔ پیچھے ہوتے وہ دوسری طرف سے نیچے اتری۔۔

آپ کے پیچھے پتہ ہے کیا ہے۔۔

نہیں۔۔ اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا دیوار پہ کچھ عجیب سا چپکا ہوا تھا۔۔ شاید کوئی کیڑا۔۔

--

میں اس سے نہیں ڈرتی۔۔ ساتھ وہ آگے کھسکی۔۔ عصام کپڑے ہینگر سے نکال رہا تھا۔۔

وہ ابھی اڑ کے آپ کے اوپر ائے گا۔

نہیں۔۔ عصام۔۔ میں جب نہیں لگا سکتی۔۔ وہ بھاگتے ہوئے اس کے پاس آئی تھی۔۔

اسی لیے کہہ رہا ہوں۔۔ آپ کپڑے بھی نبھی چینچ کر سکیں گی۔۔ اسے کندھوں سے پکڑ کے سامنے کھڑا کیا۔۔

مجھے کون سا کچھ نظر آرہا ہے۔۔۔ گلے کی ڈوریاں کھولی جو اگے کی طرف تھیں۔۔۔ وہ بازو اوپر نہیں کر سکتی تھی۔۔۔ پہلے ایک طرف سے اتارا۔۔۔ پھر دوسری طرف سے احتیاط سے دوسرا بازو نکالا۔۔۔

میں نے چینچ کرنے تھے تو اپ نے شرٹ کیوں اتاری ہے۔۔۔ وہ اسے گھور بھی نہیں پا رہی تھی۔۔۔
— چہرے پہ ہاتھ رکھتے خود کو چھپانے کی کوشش کی۔۔۔

گرمی لگ رہی تھی اس لیے۔۔۔ اس کے لب مسکرائے۔۔۔ پرپل گلر کی لوگ فراک پہناتے پہناتے رکا۔۔۔

ویسے اپ نے یہ کپڑے کہاں سے بنائے ہیں۔۔۔ فراک کو گھمایا۔۔۔
یہ۔۔۔ ممانے لا کے دیے تھے۔۔۔ کچھ دن پہلے۔۔۔ ہاتھ ہٹا کے فراک کو دیکھا۔۔۔

اسی طرح کا میرے پاس ڈریں کوٹ بھی ہے۔۔۔ سیم یہی گلر۔۔۔ وہ اسے بتا رہا تھا۔۔۔

واو۔۔۔ ابھی وہی پہننیں پلیز۔۔۔ اور عشوے محترمہ بھول چکی تھیں کہ وہ کس حالت میں کھڑی ہیں

ہاں ہاں۔۔ بلکل۔۔ اسے شر رات بھری آنکھوں سے دیکھتے۔۔ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے خود قریب
ہوا۔۔ اسے کھینچتا تو درد ہوتا نا۔۔۔

ع۔۔ عصام۔۔ ا۔۔ آپ۔۔ سانسیں حلق میں اٹکیں۔۔

جی میرا بچہ۔۔ بال پیچے کیے جو شرت اتارتے الجھ گئے تھے۔۔

بابا۔۔ جلدی کریں نا۔۔ آب ان باہر دروازے پہ کھڑا تھا شاید۔۔۔

یہ نہیں ہونے دے گا کچھ بھی۔۔ جبڑے بھینختے پیچے ہوا۔۔ پھر فراک اٹھا کے پہنانے لگا۔۔

کاش اس کی کوئی پھپو ہوتی۔۔ اسے جوان ہونے تک وہیں اس کے پاس چھوڑ دیتا جلے دل کے ساتھ
بڑبڑایا۔۔

باقی۔۔ میں کر لوں گی۔۔ آپ تیار ہو جائیں۔۔ صرف قمیض پہنا مشکل تھا۔۔

اوکے۔۔ لائٹ جلائی۔۔

بابا۔۔ کیا کر رہے ہیں۔۔ جلدی کریں۔۔ دیر ہو رہی ہے۔۔ آب ان نے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے
دروازہ پیٹا۔۔

آرہا ہوں میرے باپ۔۔ تمہارے ہوتے ہوئے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔۔ ابھی تمہیں کہیں اور بھیجتا
ہوں۔۔ سفید کاٹن کا کرتا پچامہ نکال کے باتح رومن چلا گیا۔۔ پچھے سے عشوے نے جلدی سے
کپڑے سمیٹے۔۔ ہلکی سی لپ سٹیک لگائی۔۔ بالوں کی اوپنجی سی پونی بنائے دوپٹہ کندھے پہ ڈالا۔۔ ہیل
وہ پہن نہیں سکتی تھی۔۔ سفید کلر کے کھسے نکالے۔۔ جو جہیز میں ملے تھے۔۔

اتنی دیر میں عصام بھی باہر نکل آیا۔۔

اپ کو ایک بات بتاواں۔۔ وہ بال صاف کر رہا تھا عشوے نے جوتے پہننے اسے دیکھا۔

ہاں جی۔۔ آپ دو بتائیں۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے اتے آئنے سے اسے دیکھا۔

اپ کا وہ جو پرپل گلر کا کوت تھا نا۔۔۔

ہاں وہ آپ نے کاٹ دیا تھا۔۔ اس کی بات مکمل کی۔۔۔

اپ کو پتہ تھا۔۔ دوپٹہ۔ کندھے پہ سیٹ کیا۔۔

جی پتہ تھا۔۔ پرفیوم چھڑکا

پھر آپ نے اس وقت کیوں کہا تھا۔۔

تاکہ کچھ دیر اور آپ کو دیکھ سکوں۔۔ پیچھے مڑ کے ایک سپرے اس پہ کیا۔۔

آ۔۔ آپ۔۔ کو نظر آرہا تھا۔۔ وہ پریشان ہوئی۔۔

ہاں ظاہری سی بات ہے۔۔ اتنی دور سے وہ کیڑا نظر آگیا تھا اپ تو پھر پاس تھیں۔۔ اپ تو بلکل صاف صاف نظر آرہی تھیں۔۔ جھک کے اس کے بلش کرتے گال پہ ہونٹ رکھے پھر۔۔ انہیں خود ہی صاف کیا۔

--آپ کو شرم--

نہیں آتی۔ بلکل بھی نہیں آتی۔ اور ناہی کبھی ائے گی۔ آپ کے سامنے تو بلکل بھی نہیں ائے گی۔
اس کی بات کاٹتے انفارمیشن میں دوبارہ تازہ کی۔

ممما۔ آپ ہی آجائیں۔ ورنہ میں دروازہ توڑ دوں گا۔ آب ان بیچارا کب سے باہر کھڑا تھا۔

آرہے ہیں بس۔ ساتھ ہی دروازہ کھولا۔۔۔

اوہو۔ میچنگ۔ آب ان نے بھی لائٹ پرپل شرٹ کے ساتھ وائٹ نکر پہنی تھی۔ اس کی کبڈی چھوٹی سی تھی جہاں سے وہ خود بھی کپڑے نکال لیتا تھا۔ بقول عصام کے یہ اس کے سائز کے مطابق بڑی ہوتی جائے گی۔ اپنے کپڑے نکالنا۔ اپنے آپ کو منچ کرنا۔ عصام نے اسے سیکھایا تھا۔ اسے اکیلے جینے کا طریقہ۔ اپنے لیے خود ہی کافی کیسے ہوا جاتا ہے یہ سب سیکھانے والا عصام تھا۔

چلیں۔ بھی۔ اس کا ہاتھ کپڑے کے کھینچا۔ ایک طرف سے عشوے کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ ان کا کمرہ اج کل نیچے شفٹ ہتا اس لیے وہ جلدی ہی پورچ تک پہنچ گئے۔ گاڑی میں بیٹھتے اندر سے عشوے کے لیے دروازہ کھولا۔ پھر پچھے مڑ کے آب ان کے لیے کھولا۔۔۔

میں ماما کی گود میں بیٹھ جاوں گا نا۔۔۔ وہ بھی اگے بیٹھنا چاہتا تھا۔۔۔

نہیں۔۔۔ وہ نہیں بیٹھا سکتیں۔۔۔

آجائو۔۔۔ یہاں سامنڈ پہ ساتھ بیٹھا لوں گی تھوڑا کلوز ہوتے اسے بھی ساتھ بیٹھا لیا۔۔۔ یوں ان کا چھوٹا سا قافلہ فارم ہاؤس کی طرف رواں دواں ہوا

کیا مامو نے مامی سے بات کی۔۔۔ ہمارے بارے میں۔۔۔ عزت اپنی چھت پہ کھڑی تھی۔۔۔

نہیں۔۔۔ لیکن انہیں شک ہو گیا ہے۔۔۔ اور وہ اس رشتے کے لیے راضی بھی نہیں ہو نگی۔۔۔ وہ اپنی طرف کھڑا آڑو کھا رہا تھا۔۔۔

پھر۔۔ پریشانی سے اسے دیکھا۔۔

پھر کیا۔۔ اگر ماما نامی تو میں تو کچھ نہی کر سکوں گا۔۔ کیونکہ پہلے عشوے کے لیے آپ لوگوں نے کتنی پر ابلمنز کھڑی کی ہیں۔۔ اب ان کا اس طرح رینکٹ کرنا تو بتتا ہے نا۔ باسٹ لیتے اسے یاد کروایا

--

ہاں۔۔ لیکن اس میں عشوے کی بھلانی تھی۔۔ ماما سے کبھی ایکسپٹ نا کرتیں۔۔ پتہ تو ہے۔۔

تو اب ایسے تو اس میں تمہارے لیے بھی بھلانی ہی ہے۔۔ کیونکہ میری ماما بھی کبھی تمہیں ایکسپٹ نہی کریں گی۔۔

اچھا۔۔ وہ خاموش ہو گئی۔۔

میں کچھ نہی کر سکتا۔۔ سچ میں۔۔ بابا اگر راضی کر لیں تو مجھے کوئی اعتراض نہی ہے۔۔ لیکن اگر ماما مانیں تو۔۔ میں تم سے شادی نہی کروں گا۔۔ وہ اس کا دل توڑ رہا تھا۔۔

کل تک تو بڑی محبت تھی۔ اب ختم ہو گئی ہے۔۔۔ غصے سے دیکھا۔۔۔

وہ تو اب بھی ہے۔۔۔ لیکن ماما پہلے ہیں۔۔۔ میں ان کی بات تو نہیں رد کر سکتا نا۔۔۔ ویسے بھی پڑوس میں ایک لڑکے نے ایسا ہی کیا تھا۔۔۔ پھر اس کی آج تک اولاد نہیں ہوئی۔۔۔ روہانی ہوتی عزت کو دیکھ کے بات بدلتی۔۔۔

اگر میں نے بھی ماما کی بات نامانی تو میرے بھی بچے نہیں ہوں گے۔۔۔ بات کو سمجھو۔۔۔ انداز سیریس ہی تھا۔۔۔

واہ واہ۔۔۔ کیا ڈرامہ ہے۔۔۔ وہ ہنسی تو تم کیا یہی چاہتی ہو کہ میرے ننھے ننھے پیارے پیارے گولو مولو بچے نا ہوں۔۔۔ اداس شکل بنائی۔۔۔

ہاں۔۔ میں چاہتی ہوں تمہاری اولاد نا ہو اور تم دوسری شادی کے لیے میرا انتخاب کرو۔۔ وہ شاید بات کو دل پہ لے رہی تھی لینا بھی چاہیے تھا۔۔ آخر لڑکی تھی اور محبت تو وہ بھی کرتی تھی ناشدید والی۔۔

حد ہے حد ہے لڑکی۔۔ اپنے محبوب کو بد دعائیں دے رہی ہو۔۔

تو میرا محبوب ایسے کام نا کرے۔۔ سچ کہہ رہی ہوں۔۔ اگر تم نے میرے علاوہ کسی اور سے شادی کی نا۔۔ تو میں خود اسے ماروں گی۔۔

ہائے ہائے۔۔ بھری جوانی میں میں بیواہ ہوتا اچھا لگوں گا۔۔

شٹ اپ۔۔ اپنی ماما کو مناؤ۔۔ ورنہ میں نے خود کشی کر لینی ہے۔۔ اسے دھمکاتے وہ دوپٹہ جھاڑتے واپس مڑی۔۔

اچھا ناراض تو مت ہوں۔۔ دوسری شادی آپ سے کروں گا۔۔ پیچھے سے ہنستے ہوئے اوپھی آواز میں
کہا۔۔ عزت نیچے جا چکی تھی

سامنے پلوشہ بیگم بیٹھی اج کل اس کے حچکت کی طرف لگتے چکر بخوبی نوٹ کر رہی تھیں۔۔ کچھ نا
کچھ تو دال میں کالا ضرور تھا

ٹوں ٹوں۔۔ ٹوں ٹوں
دانیہ سورہی تھی جب تکیے کے پاس رکھا ہوا موبائل بجا۔۔ ہاتھ مار کے اٹھایا۔۔

ہیلو۔۔ کون۔۔ بند آنکھوں سے جواب دیا۔۔

تم سورہی ہو پاگل لڑکی۔۔ وہ لوگ گھر پہ نہی ہیں۔۔ جا کے پیپر ز اٹھاؤ۔۔

کون گھر نہیں ہے۔۔ اور تم کون ہو۔۔۔۔۔

تمہارا باپ ہوں۔۔ ہوش کے ناخن لو۔۔ اور اٹھو جلدی سے۔۔ سیٹھ علی کے بندوں نے بھی اسے کال کر کے بتایا تھا کہ عصام ود فیملی گھر سے نکلا ہے۔۔ انہیں بس موقعے کی تلاش تھی جو مل گیا تھا۔۔ اس کی غیر موجودگی میں تمام چیزیں انہوں نے حاصل کرنی تھیں۔۔

ٹھیک ہے۔۔ وہ اٹھ کے باہر نکلی۔۔ ایک دفعہ ہر طرف دیکھا کہ کوئی ہے تو نہیں۔۔ پھر عصام کی سٹڈی روم میں آئی۔۔ جو کہ لاک تھی۔۔ یہ عجیب تھا۔۔ جس پہ اسے تپ بھی چڑھتی تھی۔۔ وہ کبھی بھی یہ دروازہ نہیں کھول پائی تھی۔۔

دوبارہ سیٹھ علی کو کال کر کے سیچوئیشن بتائی۔۔ اس پہ فنگر پر نیٹس لگتے تھے۔۔ اگر عصام ہینڈل گھماتا تو خود ہی دروازہ کھل جاتا تھا۔۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں کھول سکتا تھا۔۔ لیکن اج کل عشوے کے فنگر پر نیٹس بھی لگتے تھے۔۔ اس نے اپنے بہت سارے راز رکھے تو سٹڈی میں ہوئے تھے لیکن عشوے کو بھی وہ نبی مل سکتے تھے۔۔

تم ہینڈل کو ہاتھ مت لگاؤ۔۔ اس دروازے کی کوئی ناکوئی چابی تو ہو گی۔۔ وہیں تلاش کرو۔۔

دانیہ نے پورا کمرہ چھان مارا لیکن اسے چابی نہیں ملی۔

بہت خبیث انسان ہے یہ۔۔

لیکن۔۔ چھوڑوں گی تو نہیں۔۔ اس نے تلاش چھوڑ دی۔۔ کچھ دن پہلے جب عصام نے اسے فون پہ بات کرتے سنا تھا تو اس نے پلین چینج کر لیا تھا۔۔ انہیں بڑا ہاتھ مارنا تھا فیکٹری کو جلا کے انہیں کچھ نا ملتا۔۔ انہیں فیکٹری ہی لینی تھی۔۔ تاکہ ان کی محنت کا انہیں پھل تو مل سکے۔۔ یہ پلین دانیہ کا تھا۔۔ جس پہ ان دونوں باپ بیٹی نے عمل کرنا تھا

ایک بات تو بتائیں۔۔ یہ نمرہ باجی کہاں ہیں۔۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے آباں پیچھے مالی بابا کے ساتھ پودوں پہ ڈسکشن کر رہا تھا۔۔

ہاں اسے میں نے بھیج دیا ہے۔۔ انہیں وہاں آئے گھنٹہ ہونے کو تھا۔۔

کیوں۔۔۔ وہ زمین پہ دیکھ رہی تھی سر اٹھا کے اسے دیکھا۔

کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ آپ اسے دیکھیں۔۔۔ اسے ملیں۔۔۔ ٹینشن ہو گی آپ کو۔۔۔

کیوں۔۔۔ وہ اتنی خوبصورت ہے۔۔۔ منہ بسورا۔۔۔

ہاں نا۔۔۔ آپ ایسے ہی اسے دیکھ کے جیلیس ہوں گی۔۔۔ چلتے چلتے وہ کافی دور آچکے تھے۔۔۔

نہیں میں کسی سے جیلیس نہیں ہوتی۔۔۔ میں آپ کی ناپہلی بیوی سے جیلیس ہوتی ہوں کبھی نا آپ کی مجھ سے بعد والی بیوی سے اور نا ہی آپ کی کسی گرل فرینڈ سے ہو نگی۔۔۔ تیزی سے بولتے قدم بھی تیز کیے۔۔۔

اسے دیکھ کے پھر بھی ہوتی۔۔۔ اس کا ہاتھ پکڑ کے آہستہ کیا۔۔۔ کیونکہ ایسے چلنا اس کے لیے ہی تکلیف دہ تھا۔۔۔

اس کا کلر اپ کی طرح ڈل نہی ہے۔۔۔ یہ جیسے اپ کا سانو لا سا تیکھا سارنگ ہے۔۔۔ دو قدم اگے ہو کے اس کی طرف گھوما۔۔۔ وہ رک گئی۔۔۔ پلکیں ساکت ہو گئیں۔۔۔ اسے کبھی اپنا رنگ اتنا برا نہی لگا تھا جتنا اب اس ایک لمحے میں لگا تھا۔۔۔

اچھا۔۔۔ نظریں چراتے وہ ساندھ پہ ہوئی۔۔۔ اسے ہرٹ ہوا تھا۔۔۔

اس کے ہونٹ بھی بہت پیارے ہیں۔۔۔ گورے رنگ پہ گلاب کی پتیوں جیسے ہونٹ تو بس۔۔۔ قتل کر دیتے ہیں بندے کو۔۔۔ وہ ابھی بھی بول رہا تھا۔۔۔ عشوے کچھ کہے بنا پلکیں چھپک چھپک کے آنسو اندر دھکیل رہی تھی۔۔۔ دل اتنا بھاری ہو گیا تھا کہ کچھ بولا ہی نہی جا رہا تھا۔۔۔

اب چپ کیوں ہو گئی ہیں۔۔۔ ذرا جھک کے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو پانی سے لباب بھری ہوئی تھیں۔۔۔

مما۔۔۔ مجھے بھی ساتھ لے جائیں۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا۔۔۔ پیچھے سے آبان دوڑتا ہوا آرہا تھا

--

لو جی۔۔۔ یہ ہڈی تو ہر حال میں شامل ہوتی ہے۔۔۔ ایک دفعہ پھر عصام بد مزہ ہوا۔۔۔

بابا۔۔۔ آپ لوگ آبان کو کیوں چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کے درمیان آتے ہاتھ چھڑوانے۔۔۔ پھر دونوں کا ہاتھ پکڑا۔۔۔

چلیں اب۔۔۔ عشوے اتنی دیر میں آنسو صاف کر چکی تھی۔۔۔

میں تھک گئی ہوں۔ واپس گھر چلتے ہیں۔۔۔ اداسی سے کہتے واپسی کے لیے مڑی۔۔۔

چلیں ٹھیک ہے ماما۔۔۔ آپ کی طبیعت بھی تو ٹھیک نہی ہے نا۔۔۔ آبان نے سمجھداری سے اس کے ساتھ قدم بڑھائے عصام بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔۔۔ واپسی پہ آبان ہی بولتا آیا تھا۔۔۔ لیونگ ایریا میں آتے آبان نے عشوے کا ہاتھ چھوڑا تھا۔۔۔

میں پانی لے کے اتا ہوں۔۔۔ آپ بیٹھیں۔۔۔ عشوے کو بیٹھنے کا کہہ کے وہ خود بھاگ گیا۔۔۔

ممکی خدمتیں۔۔۔ ہلکا سا بڑھ رہا یا۔۔۔

ویسے اپ کیوں اداس ہیں۔۔۔ پھر عشوے کو مخاطب کیا۔۔۔

نہیں تو۔۔۔ بس ایسے ہی درد ہو رہا تھا۔۔۔ کمر پہ ہاتھ رکھتے بتایا۔۔۔

زیادہ ہو رہا ہے تو واپس چلتے ہیں۔۔۔

نہیں۔۔۔ بس ٹھیک ہو جاؤں گی۔۔۔ وہ پیچھے سیدھی ہو کے لیٹ گئی۔۔۔ اصل درد تو دل میں ہو رہا تھا

--

یہ لیں ماما۔۔۔ پانی کا گلاس اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے وہ آہستہ آہستہ چلتا آرہا تھا۔۔۔ آبان نے اگے ہو کے پکڑا۔۔۔ پھر عشوے کو سہارا دے کے اٹھایا۔۔۔

یہ لیں۔۔۔ گلاس ہونٹوں سے لگاتے کندھوں سے تھاما ہوا تھا۔۔۔

پھر خالی گلاس ٹیڈیں مل پہ رکھا۔۔۔

چلیں۔۔۔ بیٹا۔۔۔ اب گھر چلتے ہیں۔۔۔ پھر کبھی آئیں گے۔۔۔ ابھی آپ کی ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔۔ گاڑی کی چابیاں۔۔۔ اور باقی سامان اٹھایا جو ساتھ لائے تھے۔۔۔ پھر وہ باہر گاڑی میں رکھنے چلا گیا۔۔۔ آب ان عشوے کے پاس ہی بیٹھا رہا۔۔۔ عصام باہر مالی کو ہدایت دے رہا تھا۔۔۔

ماما۔۔۔ آپ ٹھیک ہیں۔۔۔ عشوے کو لوگا پاس کوئی نہیں ہے اس لیے انسو جو کب سے نکلنے کو بے تاب تھے انہیں بہنے دیا۔۔۔ آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے وہ آب ان کو نہیں دیکھ پائی تھی۔۔۔ اس کی اواز پہ ہر بڑائی۔۔۔

آب ان۔۔۔ جی میں ٹھیک ہوں۔۔۔ بس درد ہو رہا تھا۔۔۔

میں بابا کو لے کے اتنا ہوں۔۔۔

نہیں۔۔۔ رکو۔۔۔ اسے پکڑ کے روکا۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔۔ اب۔۔۔ ویسے بھی ابھی گھر ہی تو جانا ہے۔۔۔ اسے اپنے ساتھ بھایا۔۔۔

اچھا۔۔ وہ خاموش ہو گیا۔۔

اچھا۔۔ اپ کو بابا نے وہ نوز پن دی۔۔ کچھ یاد آنے پہ بولا۔۔

کون سی۔۔

وہ بابا۔۔ نے اپ کے لیے منگوائی تھی نا۔۔ انہوں نے کہا تھا ماما کو دینی ہے۔۔ لیکن اپ کے تو نوز میں سوراخ ہی نہیں ہے۔۔ آگے ہو کے دنوں سائندوں کو دیکھا۔۔

پتہ نہی۔۔ کون سی ماما کو دینی ہے۔۔ شاید پریشے کو دینی ہو۔۔ خود ہی سوچا۔۔ اسے نبی پتہ تھا پریشے مر چکی ہے۔۔

چلیں۔۔ وہ کچھ اور سوچتی۔۔ عصام نے آنے کا اشارہ کیا۔۔ پھر گھر آتے واپسی پہ انہوں نے ہوٹل میں ہی ڈنر کیا تھا

عشوے اسکائے بلو شوت کے ساتھ وائٹ کلر کی کپڑی پہنے آب ان کے ساتھ قالین پہ بیٹھی کھیل رہی تھی جب دانیہ اس کے پاس آئی۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔ عشوے۔۔۔ کیسی ہے اب طبیعت۔۔۔ صوفے پہ بھی

ٹھیک ہوں۔۔۔ پاس پڑا دوپٹہ اٹھا کے سر پہ کیا۔۔۔

اچھا۔۔۔ چلیں۔۔۔ یہ تو اچھی بات ہے۔۔۔ اپنا خیال رکھا کرو۔۔۔

اما۔۔۔ میں کچن سے پانی لے کے آتا ہوں۔ آبان نے کھیل چھوڑتے اسے دیکھا۔۔۔

اوکے۔۔۔

عصام کیسا ہے کب سے اس سے ملاقات نہی ہو سکی میری۔۔۔

ٹھیک ہیں وہ بھی۔۔۔ بس مصروف ہوتے ہیں۔۔۔ ڈبل ہو گیا ہے کام۔۔۔ تفصیلا بتایا۔۔۔

ہاں۔۔۔ یہ تو ہے۔۔۔ دوسرا ایک پار کھڑا کرنا کون سا آسان ہوتا ہے سالوں لگ جاتے ہیں۔۔۔

جی۔۔۔ وہ سر جھکائے ٹرین کی پڑی جوڑ رہی تھی۔۔۔

اچھا۔ تمہیں پتہ ہے یہ گھر تمہارے نام ہے۔ اور عصام کہ پہلی فیکٹری بھی۔ راز داری سے جھکتے اسے کہا۔ آب ان بھی آپکا تھا اسے دانیہ اب اچھی نہیں لگتی تھی کیا مطلب۔ اسے لگا وہ مزاق کر رہی ہے۔

مطلوب یہ کہ اس گھر کی اصل مالکن تم ہو۔ مسکراتے دوستانہ انداز میں بتایا۔

نہیں۔ بلکل بھی نہیں یہ تو عصام کا گھر ہے۔ میں۔ اسے شاک لگا تھا۔

اگر یقین نہیں آرہا تو ابھی سڑی روم میں جا کے دیکھتے ہیں۔

ن۔ نہیں۔ عصام سے پوچھ لوں گی۔ وہ سنبھلی۔

نہیں۔ میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں نا یار۔ اسے لگا تھا عشوے ایک بار میں ہی مان جائے گی۔

نہیں پلیز۔ میں ان کی غیر موجودگی میں ان کی چیزیں نہیں چھپر تی۔ سختی سے کہا۔ ہم۔ سوری تمہیں برا لگا۔ میں تو بس ایسے ہیں۔

آنٹی آپ کی بات ختم ہو گئی ہے تو ہم کھیل لیں۔۔ آنکھیں پیپٹاتے دانیہ کو دیکھا۔۔

دانیہ بمشکل مسکراتے اٹھ گئی۔۔ یعنی۔۔ عشوے تو نہیں بتائے گی۔۔

کیا کروں۔۔ کیا۔۔ اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔۔

مجھے وہ فائلز لینی ہی ہیں ہر حال میں۔۔ اپنے کمرے کی طرف آئی۔۔

پچھلی بار بھی تو دو لوگ مرے تھے۔۔ ذہن نے کام کرنا شروع کیا۔۔ اس بار ایک مر گیا تو کچھ نہیں ہو گا۔۔ ویسے بھی کون سا میرا نقسان ہو گا۔۔

ایسے نہیں تو ایسے سہی۔۔ بیڈ پہ لیٹتے چھت کو گھورا۔۔

میں گھر جا رہا ہو۔۔ تم مجھے وہیں مل لو۔۔ کان سے فون لگائے وہ پورچ کی طرف آ رہا تھا

اوکے سر۔۔

کان سے فون ہٹاتے دور سے بُٹن دباتے گاڑی اون کی۔۔۔ پھر بیٹھتے اپنا والٹ جو اتنا بڑا تھا کہ اس میں ٹبلٹ بھی آ سکتا تھا کو ڈیش بورڈ پر رکھا۔۔۔

میں سڑک پر آتے ہی اس نے گاڑی کا رخ مارکیٹ کی طرف موڑا۔۔۔ کچھ سامان خریدا پھر گھر کی طرف روانہ ہوا۔۔۔ آدھے گھنٹے میں وہ اپنے لیونگ روم میں کھڑا تھا۔۔۔ سامنے ہی آب ان اور عشوے دونوں نیچے صوف سے ٹیک لگائے کوئی بک پڑھ رہے تھے۔۔۔ مغرب کا وقت تھا باہر اندر ہیرا پھیل رہا تھا۔۔۔ وہ آہستہ سے ان کے پیچھے سے نکلا اور اپنے روم میں داخل ہوتے دروازہ بند کر دیا۔۔۔ دوبارہ جب دروازہ کھلا تو کمرے کا حلیہ ہی بدل چکا تھا۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔ سفید شرت کے ساتھ بلیک ٹراوزر میں باہر نکلا تو وہ دونوں اب نیچے زمین پر کچھ دیکھ رہے تھے۔۔۔

ہائے۔۔۔ دونوں ہر بڑائے۔۔۔

آپ۔۔۔ آپ کب ائے۔۔۔ عشوے کھڑی ہوئی ساتھ آب ان بھی اٹھ کے عصام سے سلام کر رہا تھا۔۔۔ ابھی۔۔۔ کچھ دیر پہلے بس چنج کیا ہے تو یہاں آگیا ہوں۔۔۔

اوکے۔۔ پھر عشوے نے اسے پانی لا کے دیا۔۔ جیسے اس کی ماما ہر شام بابا کو لا کے دیتی تھیں۔

بابا۔۔ اپ کو پتہ ہے ہم لوگ زمین پہ کیا دیکھ رہے تھے۔۔

کیا۔۔ خالی گلاس عشوے کو پکڑا۔۔

ہم نے ایک چیونٹی قید کی پھر اس کی فرینڈز اسے لینے آئیں۔۔ ہم نے اسے نہیں چھوڑا۔۔ وہ پریشان ہو کے باکس کے اس پاس ہی پھرتی رہیں۔۔ اور پھر روتے ہوئے گھر واپس چلی گئیں۔۔ ہاتھ ہلا کے باتیں کرتا وہ بہت کیوٹ لگ رہا تھا۔۔

قید کس نے کیا تھا۔۔ مامانے یا آپ نے۔۔

قید میں نے کیا تھا۔۔ لیکن آئیڈیا ماما کا تھا۔۔ ماما کہتی ہیں۔۔ سانس لی۔۔ ماما کہتی ہیں کہ جب وہ چھوٹی سی تھی۔۔ ہاتھوں کے اشارے سے بتایا۔۔ تو وہ ایسے ہی انہیں قید کر لیتی تھیں۔۔ پھر رکا۔۔ عصام عشوے کو دیکھ رہا تھا جو کچن میں جانے کیا بنارہی تھی۔۔

اپ نے کھانا کھا لیا۔ اسے دیکھتے سوال آبان سے پوچھا۔۔

نہیں۔۔ ماما نے کہا بابا کے ساتھ کھائیں گے۔۔

اوہ۔۔ لیکن میں تو کھا ایا ہوں۔۔

اچھا بابا۔۔ میں ماما کو بتا کے اتا ہوں۔۔ وہ کچن کی طرف بھاگ گیا۔۔ عصام نے نیوز چینل لگاتے وہیں ٹانگیں پھیلاتے ٹیک لگائی۔۔ اس کے پاس عشوے کے لیے سرپراز تھا۔۔

رات کو دس بجے تک وہ لوگ لاونچ میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔۔ پھر آبان اپنے رقم چلا گیا تو وہ لوگ بھی اٹھ گئے۔۔

اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے عشوے اگے اگے تھی اور عصام پیچھے تھا۔۔

جو نہیں دروازہ کھولا تو قدم رکے۔۔ عصام جو اس کے پیچھے پیچھے تھا وہ بھی رک گیا۔۔

چلیں۔۔

اندھیرا ہے۔۔ اندر تو۔۔ ہاتھوں سے سوچ بورڈ ٹھوٹتے وہ اندر آ چکی تھی۔۔ پھر لائٹ جلائی۔۔ ایک دم سے کمرا روشن ہوا۔۔ سامنے ٹیبل پہ پیزا اور ساتھ کیچب اور ڈرنس رکھی تھیں۔۔ پورا کمرا کینڈلز سے سجا ہوا تھا بیڈ پہ پھولوں کے ساتھ عشوے لکھا تھا۔۔ عین سے عشوے اور عین سے عصام۔۔۔ وہ منہ کھولے دیکھ رہی تھی۔۔

یہ کیا۔۔ پچھے مڑی۔۔ عصام دروازہ لاک کر چکا تھا۔۔

یہ ہماری رومنٹک نائٹ کا سامان۔۔

تو آپ سے کس نے کہا میں رومنس کروں گی۔۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔۔

رومیں میں کروں گا۔۔ آپ بس انجوائے کرنا۔۔

وہ خاموش ہو گئی۔۔

چلیں اب بیٹھیں۔۔ پہلے پیزا انجوائے کرتے ہیں پھر رات۔۔ معنی خیز انداز۔۔

عصام اپ کو اس سب کے علاوہ کچھ اور کام نہی ہوتا۔۔۔ اسے چڑھوئی۔۔۔

نہیں۔۔۔ وہ بنا برا منائے بولا۔۔۔

لیکن مجھے ہوتی ہے۔۔۔ مجھے اچھا نہیں لگتا اپ کا یہ سب کرنا۔۔۔ ہر وقت ہر ٹائم۔۔۔ بس نارمل رہا کریں۔۔۔ کوئی سینس اپل یا میچور انسان ایسا نہی کرتا۔۔۔ وہ اس کا دل توڑ رہی تھی۔۔۔

اچھا۔۔۔ مسکراتے لب سکڑے تھے۔۔۔ پھر وہ بنا کچھ کہے خاموشی سڈی میں بند ہو گیا۔۔۔ کینڈ لز وہیں پکھل گئیں پیزا ٹیبل پہ پڑا رہ گیا۔۔۔ عشوے بیڈ پہ آکے لیٹ گئی۔۔۔ پتہ نہی اس نے اچھا کیا تھا یا برا۔۔۔ لیکن اب اسے برالگ رہا تھا۔۔۔

کچھ نہی ہوتا عشوے۔۔۔ اگر وہ تمہارا دل توڑ سکتے ہیں تو تم بھی کر سکتی ہو۔۔۔ خود کو تسلی دی۔۔۔ کل جب عصام نے اس کے کمپلیکشن پہ چوٹ کی تھی اسے بھی برالگا تھا۔۔۔ اس کا دل بھی ٹوٹا تھا۔۔۔ تکیہ سیدھا کرتے کمفرٹر تان لیا۔۔۔ دوسری طرف عصام سپاٹ چہرا لیے کرسی پہ بیٹھا تھا۔۔۔ انکھوں کی پتلیاں ساکت تھیں۔۔۔ جبڑے بھیچے ہوئے جیسے خود پہ شدید ضبط کیا ہو۔۔۔ وہ پوری

رات اس نے ایسے ہی اکڑو بیٹھے گزار دی تھی۔۔۔ اگلے دن عشوے کے اٹھنے سے پہلے ہی وہ میںشن سے جا چکا تھا

اگلی صبح معمول کے مطابق تھی۔۔۔ وہ اٹھی ناشتہ بنایا۔۔۔ پھر حمید صاحب اور ریض کو بلایا۔۔۔ جو تقریباً پانچ دس منٹ بعد آئے تھے

اج ریض کا جاب کا پہلا دن تھا اسی لیے وہ تیار بیٹھا تھا۔۔۔ جلدی سے ناشتہ کرتے وہ ٹائم بھی دیکھ رہا تھا۔۔۔

ارام سے کرلو۔۔۔ کچھ نہی ہوتا ابھی ٹائم ہے۔۔۔ عائشہ نے نوالہ توڑتے اسے ٹوکا۔۔۔

پہلا دن ہے ماما۔۔۔ جلدی ہی پہنچوں تو بہتر ہے۔۔۔ چائے کا بڑا سا گھونٹ لیا۔۔۔

اچھا چلو۔۔ پھر بھی ارام سے۔۔ پھر وہ بھی ناشتہ کرنے لگیں اس کے جانے کے بعد۔۔ انہوں نے جمید صاحب کو مخاطب کیا جو دوسرا کپ چائے کا پی رہے تھے۔۔

اگر اپ کہیں سے لوں لے سکتے ہیں تو لے لیں۔۔ اور جو ہمارے پاس سیونگ ہے وہ بھی نکلا لیں۔۔ میں چاہتی ہوں ریض کے لیے سامان لینا شروع کر دوں جو سوت بنوانے اس کی دلہن کے باقی بھی کافی چھوٹی موٹی چیزیں ہوتی ہیں۔۔

میں لا تو دوں گا۔۔ لیکن ایک بار ریض سے بھی پوچھ لینا۔۔ اسے لڑکی پسند ہے بھی یا نہیں کیونکہ زندگی اس نے گزارنی ہے۔۔

پسند ائے گی۔۔ کیوں نہی ائے گی۔۔

ولیسے میں ایک مشورہ دوں۔۔ کپ ٹیبل پہ رکھا۔۔

کیوں نا عزت کو بہو۔۔

اہا۔۔ کبھی نہی۔۔ سوچنا بھی مت۔۔

ایک تو وہ میرے بیٹے سے بڑی ہے--

اچھی بات ہے نا۔۔۔ مپور ہو گی تو گھر کو سنچالے گی۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن میں کیوں کروں۔۔۔ اگر میرے بیٹے کے پاس اور اپشن ہیں۔۔۔ تو میں اپا کی بیٹی کیوں کروں۔۔۔ انہوں نے کیا تھا۔۔۔

انہوں نے نہیں کیا تھا کیونکہ تمہاری بیٹی کا نصیب کہیں اور جڑا تھا۔۔۔

ہمارے بیٹے کا نصیب بھی کہیں اور جڑا ہے۔۔۔ اور یہ باتیں اپ کو کس نے سیکھائی ہیں۔۔۔ اپا نے کہا ہے نا۔۔۔ وہ ہتھ سے اکھڑ گئیں۔۔۔

جانقی تھی میں۔۔۔ انہوں نے ہی اپ سے کہا ہو گا۔۔۔ انہیں ہی اب اپنی بیٹی کے لیے اچھے رشتے کی پڑی ہو گی اب انہیں۔۔۔ انہیں میرے بچے ہی ملے ہیں۔۔۔ ان کی اوaz اوپنجی ہونے لگی

بس کر دو۔۔ میں نے تو بس ایسے ہی بات کی ہے اور تم شروع ہو گئی ہو۔۔

بات بھی ناکریں۔۔ انہیں میری بیٹی سے کتنی نفرت تھی میں دیکھتی رہی ہوں۔۔ اور اب میں ان کی بیٹی کو گودوں میں بیٹھاؤں۔۔ اتنی اچھی تو میں بھی نہیں ہوں۔۔ بے شک میرا بیٹا ایسے ہی بیٹھا رہے۔۔ نوکرانی رکھ لاوں گی۔۔ پلوشہ بیگم کی بیٹی بیاہ کے نہیں لاؤں گی۔۔

اور اگر تمہارا بیٹا چاہتا ہوا تو۔۔

بے شک چاہتا رہے۔۔ میری بیٹی بھی چاہتی تھی۔۔ نہیں ہونے دی نا۔۔ جب بیٹی قربان ہو سکتی ہے تو بیٹا کیوں نہیں۔۔ تلخ انداز سے کہتیں وہ انہیں شرمندہ کر گئیں۔۔

اگر اپ لوگوں نے میرے بیٹے کو ورغلانے کی کوشش کی ناقسم سے مار دوں گی سب کو۔۔ پہلے میری بیٹی کو جانے کس کے ساتھ بیاہ دیا ہے۔۔ اور اب بیٹے کے لیے اپا کی بیٹی یاد آگئی ہے۔۔ اپ کی اپا کی چالیں سمجھ ارہی ہیں مجھے۔۔ میں بتا رہی ہوں۔۔ مر جاوں گی لیکن عزت اس گھر میں نہیں آئے گی۔۔

حمدید صاحب خاموشی سے انہی دیکھ رہے تھے۔۔۔ کچھ دیر بیٹھے رہے پھر اٹھ گئے۔۔۔ وہ واقع شرم سار تھے۔۔۔ انہیں عصام سے ملنا تھا۔۔۔ باسک سٹارٹ کرتے وہ عصام کے افس ایے۔۔۔ وہاں سے انہیں پتہ چلا تھا کہ وہ ابھی ایسا نہی ہے۔۔۔ باسک ان کے گھر کی طرف موڑ لی۔۔۔ لیکن وہ گھر بھی نہی تھا۔۔۔

کوئی ضروری کام تھا۔۔۔ عشوے ان کے پیچے پیچے چلتی ڈرائیکٹ روم تک آئی۔۔۔

ہاں۔۔۔ تھا تو سہی۔۔۔ صوفے پہ بیٹھتے اسے دیکھا۔۔۔ جو پریشان تھی۔۔۔

ہم۔۔۔ وہ بھی سامنے والے صوفے پہ بیٹھ گئی۔۔۔ اسے لگا تھا عصام افس گیا ہو گا۔۔۔ لیکن وہ افس بھی نہی تھا تو کہاں گیا تھا۔۔۔ گھر پہ تو نہیں تھا۔۔۔ دل ایک دم سے پریشان ہوا۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔ تم خوش ہو۔۔۔ اسے پریشان دیکھ کے رہا نہی گیا تو حمید صاحب نے پوچھ لیا۔۔۔

ہو سکتی ہوں۔۔۔ ایک شکوہ کناء نظر سے دیکھا۔۔۔

معاف کر دو بیٹا میں نے۔۔۔

چھوڑیں بابا۔۔۔ پہلے زبردستی عزتوں کا ڈروادے کے کسی سے بھی نکاح پڑھوا دیتے ہیں پھر پوچھتے ہیں خوش ہو۔۔۔ خوشی تو چھین لی جاتی ہے ناپہلے ہی۔۔۔ وہ پریشانی میں زیادہ ہی بول رہی تھی۔۔۔ حمید صاحب پہلے عائشہ سے سن کے ارہے تھے اور اب عشوے کی باتیں انہیں شرمندہ کر رہی تھیں۔۔۔

خاموشی سے دو منٹ اور بیٹھے پھر اٹھ کے واپس اگئے۔۔۔ انہیں اپنی زندگی ختم ہونے سے پہلے پہلے عصام کو ساری سچائی بتانی تھی۔۔۔ لیکن کیا زندگی انہیں اتنی مہلت دیتی کہ وہ اب کے دلوں اے اپنے لیے جو نفرت تھی وہ نکال سکتے۔۔۔ ہائی بلڈ پریشر کے ساتھ وہ بانک پر سوار ہوئے

وہ افس جانے کی بجائے فارم ہاؤس ایا تھا۔۔۔ گھوڑے پر بیٹھتے گھوڑے کی لگام کو جھٹکا دیتے اسے چلنے کا اشارہ کیا۔۔۔

انھوں میں گھری خاموشی نظر اتی تھی مسکراہٹ جو پچھلے کچھ مہ سے اس کے ہونوں پہ نظر انہوں شروع ہوئی تھی وہ سمٹ گئی تھی۔۔۔ گھوڑا تیز ہو رہا تھا۔۔۔

اس کی زندگی میں دو عورتیں ائی تھیں۔۔۔ اور دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔۔۔

"مریم۔۔۔ اس کی پہلی بیوی "

جو ہر وقت اس کے قریب رہنا چاہتی تھی۔۔۔ مریم سے شادی اس کی بائیں سال کی عمر میں ہوئی تھی۔۔۔ اس وقت وہ یونیورسٹی میں تھا۔۔۔ ساتھ جاب بھی کرتا تھا۔۔۔ جس کے ہاں جاب کرتا تھا اس کی بیٹی تھی۔۔۔

مریم کے بابا کو عصام اتنا پسند تھا کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی عصام سے کر دی۔۔ اور مریم کو بھی عصام سے عشق ہو گیا تھا۔۔ مریم ایک اچھی اور سلیمانی ہوتی لڑکی تھی سو عصام کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا اس سے شادی میں۔۔

لیکن اس کے بعد عصام نے مریم کے بابا کے پاس کام کرنا چھوڑ دیا۔۔ دوسری جگہ جاب مشکل سے ہی ملی تھی۔۔ لیکن مل گئی۔۔ پڑھائی مکمل ہونے تک وہ کچھ سیونگ کر چکا تھا۔۔ اس نے اپنا چھوٹا سا بزنس شروع کیا۔۔

اسے اپنے پاؤں پہ کھڑے ہونے میں چار سال لگے تھے۔۔ اس دوران اللہ نے انہیں اباں جیسی نعمت سے نوازا تھا۔۔ مریم اباں اور عصام۔۔ چھوٹی سینقیمیلی بہت خوش تھے۔۔ اباں چار سال کا تھا جب میریم ایک بار پھر ایکسپیکٹ کرنے لگی۔۔ وہ بہت خوشی تھے۔۔ بس ایک ننھی پری کی کمی تھی۔۔ جو یقیناً اనے والی تھی۔۔

لیکن انفارچو نیٹولی ڈپیوری کے دوران ایسے کمپلیکشن ہوئے کہ مریم اپنی جان ہار گئی۔۔۔ وہ چھوٹی سی پچی بھی کچھ ہی گھنٹے زندہ رہ سکی۔۔۔ عصام کی زندگی ایک بار پھر اجڑ گئی تھی۔۔۔ اب کی بار اسے تھوڑا وقت لگا تھا خود کو سنبھالنے میں۔۔۔

لیکن اب ان۔۔۔ وہ ماں کو کیسے بھولتا۔۔۔ اسے سنبھالنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔۔۔ لیکن عصام نے ہمت نہیں ہاری۔۔۔ اٹھائیں سال کی عمر میں عصام نے دوبارہ اس میںیشن میں قدم رکھا۔۔۔ اب اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔۔۔ اس کی توجہ کی ضرورت تھی جو عصام نے زرا مختلف طریقے سے دینا شروع کی۔۔۔ وہ اسے خود گھر میں پڑھاتا تھا۔۔۔ اسے اکیلے رہنے کی عادی ڈالنی تھی۔۔۔ ایک۔۔۔ ل مضبوط انسان بنانا تھا۔۔۔ وہ اسے رونے نہیں دیتا تھا۔۔۔ اسے اپنے اپ کو کیسے میخ کرنا ہے سب سیکھایا تھا۔۔۔

پہلے پہلے وہ بہت پریشان ہو جاتا تھا۔۔۔ پھر آہستہ آہستہ وہ سمجھنے لگا۔۔۔ اسے ماں کے ساتھ ساتھ باپ کی کمی بھی محسوس ہونے لگی تھی۔۔۔ یہ نہی تھا کہ عصام اس سے پیار نہی کرتا تھا۔۔۔ بس وہ اظہار نہیں کرتا تھا۔۔۔ کبھی اسے پیار سے گلے نہی لگایا۔۔۔ گھوڑا ہواں سے باتیں کر رہا تھا۔۔۔ لگا میں مضبوطی سے تھامے وہ تیر کی تیزی سے فارم ہاؤس کے گرد چکر کاٹ رہا تھا۔۔۔

عشوے اس سے بہت مختلف تھی۔۔ اسے عصام کو خود ٹریٹ کرنا پڑتا تھا۔۔ وہ خود اس کے قریب جاتا تھا۔۔ عشوے اس سے ہمیشہ دور رہنے کی کوشش کرتی تھی۔۔ اور اس کی ایک بڑی وجہ ماہ بیر تھا۔۔ جس سے وہ محبت کرتی تھی۔۔

اس نے اباں کے لیے کئی بے بی سڑ بھی رکھیں لیکن وہ کچھ دنوں میں ہی عصام کے رویے سے تنگ اجائی تھیں اباں تنگ نہیں کرتا تھا عصام چاہتا تھا اسے کسی کی عادت نا ہو۔۔ وہ چاہتا تھا کوئی بھی اباں سے محبت سے بات نا کرے کہ بعد میں اسے مشکل ہو۔۔

پھر اس نے دوسری شادی کا سوچا۔۔ یعنی اباں کے لیے سٹیپ مدر۔۔ اباں کو سیکھایا کہ سیٹیپ مدر کبھی بھی ریل مدر جیسا پیار نہیں کرتیں۔۔ وہ ہمیشہ جھوٹ بولتی ہیں۔۔ وہ اسے پہلے ہی عشوے سے دور کر رہا تھا۔۔ تاکہ بعد میں اباں کو اس کی بھی عادت نا پڑے۔۔ لیکن یہاں عشوے نے اسے غلط ثابت کیا تھا۔۔ اس کا بی ہیوئیر اچھا تھا اباں۔۔ کے ساتھ شروع شروع میں وہ الجھتی تھی لیکن پھر اسے وہ بچہ اچھا لگنے لگا یوں ان کی دوستی ہو گئی۔۔۔

عشوے اس کی دوسری نہیں پہلی بیوی تھی۔۔ یہ بات عشوے خود نہیں جانتی تھی

عصام نے دوبارہ گھر واپس نا جانے کا فیصلہ لیا تھا۔۔۔ اور وہ اپنے فیصلوں سے پھیرنے والوں میں سے نہی تھا اگر عشوے اس کے قریب آنے سے تنگ ہوتی تھی تو وہ اس سے دور چلا جائے گا۔۔۔

آگ آگ۔۔۔ ماما آگ۔۔۔

بچاؤ۔۔۔ بچاؤ وو۔۔۔ بابا۔۔۔

مما۔۔۔ بابا۔۔۔

وہ کمرے میں تھی جب باہر سے اسے چینخ کی اواز آئی۔۔۔ وہ بھاگتے ہوئے باہر آئی تھی۔۔۔ کچن کو چاروں طرف سے اگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

مما۔۔۔ میرے کپڑے جل رہے ہیں۔۔۔

ع۔۔۔ عصام۔۔۔ درد تھا جو عصام نے سٹڈی روم میں سنا تھا۔

مما اباں کو بچا لیں

سنس نہیں لے رہا اپن

م۔۔۔ اب ان کا جسم جل رہا تھا۔

وہ بھاگتا ہوا باہر نکلا۔۔

ماما کی جان۔۔۔ وہ سسکی

و۔۔۔ وہ وہاں۔۔۔ عشوے دور سے ہی دہشت زدہ انگھوں سے کچن کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔۔ عصام
دور تا ہوا اگے گیا تھا۔۔۔ لیکن شاید بہت دیر ہو چکی تھی۔۔۔

ا۔ اپاں۔۔۔ اگ پھلانگتے وہ اندر گیا۔۔۔ اپاں۔۔۔ میرا بیٹا۔۔۔

لیکن وہ نہایا وجود جل کر خاکستر ہو چکا تھا۔۔۔ عصام کی دل دھلا دینے والی چیخ نے میشن کے درو

دیوار ہلا دیے تھے۔۔

وہ ہر بڑا کے اگھی --

پورا جسم پسینے سے شر ابور تھا۔۔۔ اب ان۔۔۔ دوسری طرف دیکھا وہاں کوئی نہی تھا۔۔۔ وہ اکیلی سورہی تھی۔۔۔ اٹھ کے باہر نکلی۔۔۔ پھر اب ان۔۔۔ کے روم کی طرف اتے وہ بہت خود فزدہ تھی۔۔۔ دل کانپ رہا تھا۔۔۔ دروازہ کھول کے اندر ائی اب ان سورہا تھا۔۔۔ وہ بھی پاس لیٹ گئی۔۔۔ اس وقت وہ اور اب ان گھر میں اکیلے تھے۔۔۔ سوچ کے ہی رو نگٹے کھڑے ہوئے۔۔۔ اس کے پاس موبائل بھی نہی تھا کہ وہ عصام سے رابطہ کرتی۔۔۔ ہوں اٹھ رہے تھے

بھائی۔۔۔ کیا آپ اپنا موبائل دیں گے۔۔۔ صح صح عشوے گارڈ کے پاس کھڑی تھی۔۔۔

جی بی بی جی۔۔۔ اس نے اپنی جیب سے موبائل نکال کے دیا۔۔۔

اس میں عصام کا نمبر ہے۔۔۔

جی جی۔۔۔ دیں میں ملا دیتا ہوں۔۔۔ اس سے موبائل لیا پھر عصام کو کال کی۔۔۔ وہ جم میں تھا۔۔۔

ہاں بولو۔۔۔ پھولتے سانس کے ساتھ جواب دیا۔۔۔

سر۔۔۔ وہ۔۔۔

مجھے دو۔۔۔ عشوے نے اس سے موبائل لیا۔۔۔

ع۔۔۔ عصام۔۔۔ سوری۔۔۔ پلیز گھر آ جائیں۔۔۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا اکیلے۔۔۔ پلیز سوری۔۔۔ تیزی سے کہا کہیں فون بند ہی نا کر دے

آپ کا موبائل سٹڈی روم میں رائٹنگ ٹیبل کے تھرڈ ڈرار میں رکھا ہے نکال لیں۔۔۔ دوبارہ گارڈ سے موبائل لینے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ ٹھک سے فون بند۔۔۔

ہیلو۔۔۔ عصام۔۔۔ عشوے بس اسے پکارتی رہ گئی۔۔۔ پھر اسے موبائل دے کے واپس کمرے میں اگئی۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ نہیں تو نا سہی۔۔۔ سٹڈی روم کا دروازہ کھولتے اپنا موبائل نکالا۔۔۔ میں اکیلی رہ سکتی ہوں۔۔۔ فلحاں وہ جذبات میں تھی۔۔۔ اسے نہیں پتہ تھا اگے اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔۔۔ پورا ہفتہ اس نے آبان کے ساتھ وہاں اکیلے گزارا تھا۔۔۔ اور ساتویں دن وہاں دانیہ آئی تھی۔۔۔ اسے جب پتہ چلا کہ عصام وہاں نہیں ہے۔۔۔ اس کی خوشی کی انتہا نا رہی۔۔۔

کب سے نہیں ہیں۔ مسکراہٹ آنکھوں میں نظر آتی تھی۔ عشوے پریشان تھی بھی اور نہیں بھی تھی۔ گروسری کا سامان گارڈ روز لا دیتا تھا۔ ہر چیز ویسے ہی چل رہی تھی جیسی اس کی موجودگی میں تھی۔ بس ایک وہ خود نہیں تھا۔

کچھ دن سے۔۔۔ عشوے کو دانیہ کا آنا بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

اوکے۔۔۔ چلیں آپ پریشان نا ہوں۔ میں بھی یہیں ہوں۔۔۔ اسے مکاری سے دیکھا۔۔۔

ہمہم۔۔۔

چلو۔۔۔ پھر میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔۔۔ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتانا۔۔۔

ہوں۔۔۔ بمشکل اسے برداشت کر رہی تھی۔۔۔ اس کے جانے کے بعد عشوے نے روٹی بنائی تھی مغرب کا وقت تھا۔۔۔

اما۔۔۔ بابا کب آئیں گے۔۔۔ آبان باہر تھا ابھی اندر ایا۔۔۔

مجھے کیا پتہ بیٹا۔۔۔ آپ خود بات کر لیں۔۔۔

ایسے بات کرنے میں مزہ نہیں آتا نامما۔۔۔ میں نے ان سے کہا تھا۔۔۔ وہ آجائیں۔۔۔ اس کی ایک بار عصام سے بات ہوئی تھی سرسری سی۔۔۔

آجائیں گے۔۔۔ انہیں کام ہے نا بہت اس وجہ سے۔۔۔ ہر بار کی طرح کا جواب۔۔۔

اوکے۔۔۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گیا۔۔۔ کر بھی کیا سکتا تھا۔۔۔

فائلز ساری یہاں رکھو۔۔۔ اور میٹنگ رکھو۔۔۔ میجر کو آرڈر دیتے اپنا لیپ ٹاپ بند کیا۔۔۔

جی سر۔۔۔ راجا کمپنی کا کانٹریکٹ ہمیں ملا ہے۔۔۔ اس کے بارے میں بھی ڈسکس کرنا ہے۔۔۔

اوکے۔۔ مجھے اس کی ڈیٹلیز بھی بھیج دو۔۔ ان دونوں اس کا فل ٹائم صرف بنس کے لیے تھا۔۔ وہ وہیں اسی شہر میں تھا لیکن اپنی فیملی سے دور تھا۔۔ وہ ہمیشہ عشوے کو سزا دیتا آیا تھا۔۔ درحقیقت سزا کا حقدار تو وہ خود تھا۔۔ اتنی مصروفیت میں بھی وہ عشوے کو اپنے ذہن سے نہیں نکال پایا تھا
۔۔ شاید وہ اس سے محبت۔۔

وہ اس شاید سے اگے کچھ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔ اسے محبت سے خوف نہیں تھا۔۔ اصل خوف اس بات کا تھا کہ وہ عشوے کو جب بتائے گا تو کیا ہو گا۔۔ وہ اس کی بیوی تھی۔۔ اس سے محبت کرنا اس کا حق تھا۔۔ لیکن وہ اس کے دل کو چاہ کے بھی اپنی طرف مائل نہیں کر سکتا تھا۔۔ اس لیے اس کا منظر سے ہٹ جانا شاید دونوں کے لیے بہتر تھا لیکن اس بہتری میں اسے خود تکلیف ہو رہی تھی

ساری ساری رات جاگنے کے بعد صحیح پاگلوں کی طرح کام کرنا اور تھکاؤٹ کے باوجود پھر وہی ساری رات جاگنا۔۔ کبھی جو اس کی آنکھ لگ جائے۔۔

سر سب میڈینگ روم میں جمع ہو چکے ہیں۔۔ منجر دروازہ ناک کر کے اندر آیا۔۔

اوکے۔۔۔ تم چلو میں آتا ہوں۔۔۔ وہ اپنا موبائل اور فائل اٹھاتا اس نیجر کے ساتھ مینگ روم میں آیا۔۔۔

گڈ مورنینگ ایوری ون۔۔۔ اپنی۔۔۔ جگہ سنبھالی۔۔۔ آپ کو پتہ ہے ہم یہاں کس مقصد کے لیے جمع ہوئے ہیں۔۔۔

جی سر۔۔۔ سب نے کہا۔۔۔

اوکے۔۔۔ گڈ۔۔۔ تو چلیں ہم ڈسکس کرتے ہی۔۔۔ جو رحیم کمپنیز کا کانٹریکٹ ہے وہ ہمارے لیے بہت زیادہ ایمپورٹنٹ ہے۔۔۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ہم اسے حاصل کر لیتے ہیں۔۔۔ تو ہم لوگ بزنس کی دنیا میں ٹاپ لسٹ کے سٹارٹ میں آجائیں گے۔۔۔ جس سے ہماری ولیو ہڑھے گی اور ہمارا مارکیٹنگ یوں بھی اپ ہو گا۔۔۔

آپ سمجھ رہے ہیں نا۔ میری بات۔۔۔

جی سر--

ٹھیک ہے۔ تو میں چاہتا ہوں۔ ہم سب دل لگا کے کام کریں۔ اگر کچھ سمجھ نا آئے تو آپ لوگ بلا جھگ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔ لیکن۔ کام کے علاوہ میں کسی اور قسم کی ایکٹویٹی برداشت نہی کروں گا۔ انڈر سٹینڈ۔

اوکے سر--

کسی کو کچھ پوچھنا ہے۔

جی۔ ایک نے ہاتھ کھڑا کیا۔ پھر میٹنگ کچھ دیر ہی اور چلی تھی۔ ختم کر کے وہ ابھی دروازہ کھول رہا تھا موبائل بجا۔

میری طبیعت بہت خراب ہے۔ اپ پلیز اجائیں۔ عشوے تھی اواز بھی اتنی دھمی تھی کہ بمشکل سمجھ پایا

مجھے چکر آرہے ہیں۔ مجھے لگتا ہے میں ایکسیپٹ کر رہی ہوں۔ ڈائریکٹ مدارے پہ آئی۔ عاصم کے لبوں نے مسکراہٹ کو چھوا۔

اچھا۔ کنگر جو لیشن۔ آپ ریسٹ کریں پھر۔ کان کھجایا

پلیز۔ میری طبیعت سچ میں خراب ہے عصام۔ اسے لگا جان چھڑوارہا ہے

ٹھیک ہے۔ میں کسی کو بھیجنتا ہوں۔ کال بند کر دی۔

مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ دوبارہ کال کی۔

وہ خاموش ہو گیا۔ اچھا ٹھیک ہے۔ آپ ریسٹ کریں۔

مجھے نہیں کرنا ریسٹ۔ آبان آپ کو مس کر رہا ہے۔

ٹھیک ہے میں اس سے مل لوں گا۔ بلکہ ابھی میں رفاقت کو بھیجنتا ہوں۔ آپ اسے تیار کر دیں وہ اسے پک کر لے گا۔

اچھا۔ اسے سے کچھ کہا ہی نہیں گیا۔ وہ اسے بتا ہی نہیں سکی کہ آبان سے زیادہ وہ اسے مس کر رہی تھی۔

ٹھیک ہے اللہ حافظ۔

اللہ حافظ۔۔۔ اس نے بھی فون بند کر دیا۔۔۔

آبان۔۔۔ اس کے کمرے کی طرف آئی۔۔۔

جی ماما۔۔۔ وہ ہوم ورک کر رہا تھا جو اسے عشوے نے دیا تھا۔۔۔

بaba بلا رہے ہیں آپ کو۔۔۔ تیار ہو جائیں۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ وہ خوشی سے اٹھا۔۔۔ آپ تیار کر دیں گی آبان کو۔۔۔ آبان خوش ہو تو کام نہی کرتا۔۔۔

اب یہ کہاں سے سیکھا ہے۔۔۔ ہمارے پیارے آبان نے۔۔۔

کہیں سے نہیں۔۔۔ بس میں انٹلیجنٹ ہوں نا۔۔۔ تو خود ہی دماغ میں آ جاتا ہے۔۔۔

ہاہا۔۔۔ وہ ہنسی۔۔۔ پھر اسے تیار ہونے میں مدد کی۔۔۔

آپ بھی تیار ہو جائیں نا۔۔۔

نہیں۔۔۔ انہوں نے بس آپ کو بلایا ہے۔۔۔

آپ بھی ساتھ چلیں ماما۔۔۔ ایسے مزہ نہیں ائے گا۔۔۔

میری طبیعت نہیں ٹھیک نا۔۔

اب بابا کو دیکھیں گی تو ٹھیک ہو جائیں گی۔۔

وہی تو وجہ ہیں طبیعت خرابی کی۔۔ بس سوچا۔۔

آئیں ماما۔۔ اب میں ہیلپ کرتا ہوں آپ کی تیار ہونے میں۔۔ زبردستی اسے کھینچتے ہوئے ساتھ لایا

اس دن بابا نے کیسے ہیلپ کی تھی۔۔ مجھے بتائیں۔۔ مزے سے واڈروب کھولا۔۔۔

آبان۔۔۔

عشوے کا دماغ سننا اٹھا۔۔

جی ماما۔۔ وہ باہر نکلا۔۔

آپ اکیلے جا رہے ہیں۔۔ میں نہیں جا رہی۔۔ ٹھیک ہے۔۔ اسے پیار سے سمجھایا۔۔

ماما کیوں۔۔ بابا کو مس نہیں کرتیں آپ۔۔۔ وہ اداں ہوا۔۔

کرتی ہوں۔۔۔ بہت زیادہ۔۔۔ لیکن انہوں نے صرف آپ کو ہی بلا�ا ہے۔۔۔ اور پھر آفس میں اتنے سارے مرد ہونگے۔۔۔ آپ کے بابا کو اچھا نہیں لگے گا۔۔۔

ہاں۔۔۔ اچھا تو مجھے بھی نہیں لگے گا۔۔۔ سوچتے ہوئے بولا۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ میں انہیں کہہ دوں گا وہ آپ کے لیے بھی ٹائم نکالیں۔۔۔ گھر نہیں انا تو نا آئیں۔۔۔ کسی ہو ٹمل۔۔۔

آپ کچھ نہیں کہیں گے۔۔۔ دیکھیں باہر رفاقت انکل آئے ہیں۔۔۔ گاڑی کے ہارن پہ متوجہ کیا۔۔۔

ٹھیک ہے ماما۔۔۔ آپ خیال رکھنا اپنا۔۔۔ پھر اوپر ہو کے اس کے گال پہ پیار کیا ساتھ ہی صاف بھی کیا۔۔۔ اسے عاصام یاد آگیا۔۔۔ بہت ساری چیزوں میں وہ اس کی کاپی تھا۔۔۔ جیسے ایک دم سے اگلے بندے کا دل توڑ دینا۔۔۔ لیکن پھر دوبارہ نارمل ری ایکٹ کرنا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔۔۔ اسے عاصام کی کمی اذیت دیتی تھی۔۔۔ شاید اس سے محبت ہو رہی تھی۔۔۔ اگر عاصام سے محبت ہو رہی تھی تو ماہ بیر سے کیا تھا۔۔۔

آب ان جا چکا تھا وہ ابھی سے بیڈ پہ بیٹھی سوچ رہی تھی

ماہ بیر کے دن رکھنے کے لیے انہوں نے بیش کے گھر جانا تھا لیکن اس سے پہلے بھائی اور بھا بھی کو بھی راضی کرنا تھا۔ ایسا کرنے کے لیے انہیں قطب خان نے کہا تھا۔ وہ نہیں چاہتے تھے یہ دشمنیاں ساری زندگی کے لیے بن جائیں۔ پلوشہ بیگم نے بھی کچھ خاص اعتراض نہیں کیا اور ان کے ساتھ حمید صاحب کے گھر چلی آئیں۔ رات کے وقت آئے تھے تاکہ حمید صاحب سے بات ہو سکے۔ عائشہ بیگم نے بڑی مشکل سے صبر کے گھونٹ پی رکھے تھے انہیں بلکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن حمید صاحب کی وجہ سے خاموش رہیں۔ اگلے دن انہوں نے بیش کے گھر جانا تھا اور وہ چاہتے تھے وہ لوگ بھی آئیں۔ حمید صاحب نے حامی بھر لی تھی اور عائشہ سے پوچھنا کسی نے شاید ضروری نہیں سمجھا۔ بس یہ ہوا کے دونوں گھروں میں جو ایک دوری کی دیوار کھڑی تھی ہلنا شروع ہو چکی تھی۔ ان کے جانے کے بعد عائشہ بیگم نے حمید صاحب کو خوب سنائیں۔ جیسے عام طور پر بیویاں شوہروں پہ چڑھائی کرتی ہیں۔ وہ بھی کان لپیٹے پڑے رہے۔ پھر عائشہ بیگم کا رخ ریض کی طرف ہوا جو اپنے کمرے میں کوئی اسائمنٹ بنارہا تھا۔

تم اگر عزت میں انٹریٹ ہو تو اپنے ذہن سے یہ بات نکال دو کہ میں ایسا ہونے دوں گی۔ میرے جیتنے جی تھم باپ بیٹا ایسا کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ ہونگوں کی طرح ان کی شکل دیکھ رہا تھا۔

ایسے منہ پھاڑ کے مت دیکھو۔ جو کہہ رہی ہوں اسے سمجھو۔ اور اپنے دماغ میں بیٹھا لو۔

مما لیکن عزت میں کیا برائی ہے۔

عزت میں نہیں۔ عزت کی ماں میں برائی ہے۔

تو شادی عزت نے کرنی ہے اس کی ماں۔ سوری۔ میرا مطلب پھپو نے تو نہیں کرنی۔ عائشہ کی
گھوری پہ ادب سے نام لیا۔

میں اس گھر سے کوئی اور نیا رشتہ نہیں بنانا چاہتی انہوں نے میری عشوے کے ساتھ کیا کیا تھا
جانتے نہیں ہو۔

ٹھیک ہے ماما۔ وہ ان سے بحث نہی کر سکتا تھا۔ خاموش ہو گیا۔ اپ جس سے کہیں گی میں اس
سے شادی کر لوں گا۔ بس اپ خوش رہیں۔۔۔ منه بناتے نظریں دوبارہ لیپ ٹاپ کی سکرین پہ
مرکوز کیں۔

شباش۔۔ مجھے پتہ تھا میرا بیٹا اپنی ماں کی نافرمانی نہی کرے گا۔۔ اسے مسکرا کے دیکھتے باہر چلیں گی
۔۔ طوفان کی طرح آئی تھیں۔۔ اور اسے اسی زد میں چھوڑ کے خود باہر چلی گئیں۔۔

پتہ نہی کیا ہو گا۔۔ یہ خاندانی مسئلے کبھی ختم نہی ہوتے۔۔ اب کیا کروں گا میں۔۔ سر تھامتے وہ
پریشان تھا۔۔

اسے عزت کو ساری سیچوں کا بتا دینا چاہیے تھا۔۔

کیا آپ مل سکتی ہیں ابھی۔۔ میسح کیا

ابھی اس وقت۔۔ پانچ منٹ بعد رپلانے آیا

ہاں پلیز۔۔

خبریت ہے۔۔ واٹس ایپ پر بات کر رہے تھے۔۔

جی۔۔ آپ آئیں تو سہی۔۔

اوکے۔۔

ریاض اپنا لپ ٹاپ اٹھائے اوپر آگیا تاکہ ماما کو شک نا ہو وہ کچن سمیٹ رہی تھیں۔۔ کچھ دیر میں
عزت بھی آگئی۔۔

ہاں بولو کیا ہے۔۔ اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کے پوچھا۔۔

مما نہی مان رہی ہیں۔۔ بہت سختی سے منع کیا ہے۔۔

پھر۔۔ ایک دم سے سب مانند پڑ گیا۔۔

پھر کیا۔۔ میں کیا کروں کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔ میں ان کا دل نہیں توڑ سکتا۔۔

اور میرا۔۔ عزت کی انکھوں میں نہی بھرنے لگی۔۔

آپ۔۔ کا بھی نہی توڑ سکتا۔۔ اسے دیکھا۔۔ کچھ سمجھ نہی آرہا کیا کروں۔۔

کیا پتہ ابھی غصے میں ہوں۔۔ جب غصہ ختم ہو گا تو پھر بات کرنا۔۔

مجھے نہی لگتا وہ مانیں گی۔۔ انہیں مسلسل آپ سے نہیں۔۔ آپ کی ماما سے ہے۔۔ اور عشوے کی وجہ

سے۔۔ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتیں۔۔ ان کی بیٹی کا دل ٹوٹا ہے وہ۔۔

اس لیے اب وہ میرا توڑیں گی۔۔

انہیں نہیں پتہ کہ آپ انٹرسٹڈ ہیں مجھ میں۔۔ انہیں تو بس یہ لگتا ہے میں چاہتا ہوں۔۔

تو وہ اپنے بیٹی کی خواہش پوری نہیں نہی کر رہی ہیں۔۔ اسے برا الگ رہا تھا

یار پتہ نہی۔۔ میں کیا کروں۔۔ میرے ہاتھ میں کچھ نہی ہے۔۔

ہم ٹھیک ہے تم ان کی پسند سے کر لو۔۔۔ وہ واپس مڑ گئی۔۔۔ ریض نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔۔۔

پتہ نہیں کیا ہو گا ہمارا۔۔۔ ہاتھ جھلاتے وہ بھی واپس آگیا۔۔۔ اور کر بھی کیا سکتا تھا

اسلام و علیکم بابا۔۔۔ وہ اس سے لپٹا۔۔۔

و علیکم اسلام۔۔۔ عصام نے اسے اٹھاتے گال پہ پیار کیا۔۔۔ کیسا ہے میرا بیٹا۔۔۔ اسے دیکھتے پوچھا۔۔۔

بابا میں بلکل تھیک ہوں۔ لیکن آپ گھر کیوں نہیں آتے۔۔۔

آفس میں کام ہوتا ہے نا اس لیے۔۔۔ اسے اپنی چیئر پہ بیٹھایا۔۔۔

پہلے بھی ہوتا تھا۔۔۔ تب تو گھر آتے تھے۔۔۔ وہ پیپر ویٹ اٹھا کے دیکھ رہا تھا۔۔۔

پہلے کم کام ہوتا تھا اب زیادہ ہوتا ہے۔۔۔

پھر بھی بابا۔۔۔ ایسے کون کرتا ہے۔۔۔

میں۔۔۔

افف اف بابا۔ سر پہ ہاتھ مارتے اس کی طرف گھوما۔ اپ کو پتہ ہے ماما کتنی بیمار رہتی ہیں
— انہیں ہر وقت دمیٹ ہوتی ہے اور وہ روتو بھی رہتی ہیں۔

یہ ماما نے سیکھا کے بھیجا ہے۔

نہیں۔ وہ مجھے بھی نہی بتاتیں۔ لیکن۔ میں خود دیکھ لیتا ہوں۔ وہ۔ میرے ساتھ روم میں سوتی ہیں
— بلکہ جاتگی ہیں۔

آپ گھر اجائیں بس۔

پلیز بابا۔

ابھا دیکھتے ہیں نا۔ موبائل نکالتے عشوے کا نمبر ڈائل کیا۔ دل میں کچھ کچھ ہو رہا تھا۔ واقع وہ چیز
کہہ رہی تھی اور اس نے مراقب سمجھا تھا
ہیلو۔ کال رسیو کرتے آواز ائی۔

آپ ساتھ کیوں نہی آئیں۔ کچھ سمجھ نہی آیا تو یہی پوچھ لیا۔

آپ نے بلا یا تھا۔ اس کی اواز بھی بدلي سی تھی۔ جیسے نزلہ ہوا ہو۔ ہر دو سینڈ کے بعد شوں
کی آواز اتی۔

طبعیت ٹھیک ہے اپ کی--

جی۔۔۔ ایک۔۔۔ لفظی جواب۔۔۔

اوکے۔۔۔ فون بند کر دیا۔۔۔

دیکھا۔۔۔ میں نے کہا تھا نا۔۔۔ ابھی وہ گھر میں اکیلی بھی ہو نگی۔۔۔ اور ان کو وہ میٹ بھی ہو رہی ہو گی۔۔۔ اس کی پوری کوشش تھی عصام گھر جائے۔۔۔

اوکے ٹھیک ہے۔۔۔ چلتے ہیں۔۔۔ وہ سامنے والی کرسی پہ بیٹھا تھا۔۔۔

سچ میں ہم ساتھ چلیں گے۔۔۔ مسکراتے دوبارہ پوچھا۔۔۔

ہاں جی۔۔۔ ساتھ چلیں گے۔۔۔ والٹ میں چیزیں رکھتے گاڑی کی چابی اٹھائی۔۔۔

چلیں۔۔۔

جی بابا۔۔۔ بازو پھیلائے۔۔۔ تاکہ وہ اسے اتارے۔۔۔ عصام نے اگے ہو کے اسے اٹھایا۔۔۔

بابا میں آج بہت خوش ہوں۔۔۔ اس کے گال پہ ہونٹ رکھے وہ کیسینز کے سامنے سے گزر رہا تھا

لوگ کام کر رہے تھے انہیں دیکھ کے مسکراتے۔۔۔

کیوں۔۔۔ باہر نکلتے عصام نے پوچھا۔۔۔

کیونکہ اپ نے مجھے خود سے اٹھایا ہے۔۔۔

اگر ایسا ہے تو پھر اپ کو میں یہ خوشی روز دوں گا۔۔۔ گاڑی کا دروازہ کھولتے اسے بیٹھایا۔۔۔ پھر
خوسروی طرف سے اکے خود بیٹھا۔۔۔

گاری سٹارٹ کرتے اس کا رخ اج پورے دو ہفتے بعد گھر کی طرف تھا۔۔۔ ورنہ وہ یا تو آفس ہی رہ
لیتا تھا یا فارم ہاؤس چلا جاتا تھا

وہ سٹڈی روم سے ناول اٹھا کے باہر نکلی تھی۔۔۔ دروازہ کھلا۔۔۔ ایک چھوٹی سی سٹک اندر کی طرف
نکلی۔۔۔ عشوے باہر نکلی دروزہ خود بند ہو جاتا تھا لیکن اس سٹیک کی وجہ سے وہ وہیں اٹکا رہ گیا
۔۔۔ عشوے لاونج میں آگئی۔۔۔ پیچھے سے تاک میں بیٹھی دانیہ سٹڈی روم میں داخل ہوئی۔۔۔ اور اپنی
تمام مطلوبہ چیزیں تلاشیں۔۔۔ وہ عصام سامنے تو رکھ نہیں سکتا تھا۔۔۔ اس لیے وہ وہاں بنے بکس ریک
کے پیچھے ایک لاکر کے پاس گئی۔۔۔ جو فل سیکیورٹی میں تھا۔۔۔ پاسورڈ لگاتے اس نے احتیاط سے لاکر
کا دروازہ کھولا۔۔۔ اور اندر چلی گئی۔۔۔ وہ اتنا بڑا دروازہ تھا کہ کوئی انسان اس کے اندر جا سکتا
تھا۔۔۔ اندر ایک الگ ہی دنیا تھی۔۔۔ صاف سترہ۔۔۔ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔۔۔ جہاں چھوٹی چھوٹی نمبرز
کے حساب سے الماریاں بنی ہوئی تھیں۔۔۔ وہاں بھی ہر الماری کا ایک الگ کوڈ تھا۔۔۔ ڈائری نکالتے
اس نے ایک الماری کھولی۔۔۔ جہاں فائلز رکھی تھیں۔۔۔ اس نے تمام فائلز نکالیں جو اسے ضرورت
تھیں۔۔۔ دو تین اور الماریاں بھی تھیں جن کے پاسورڈ اسے نہیں پتہ تھے۔۔۔ لیکن اسے جو چاہیے تھا
وہ تو مل گیا تھا۔۔۔ باہر نکلتے اس نے دروازہ بند کیا۔۔۔ پھر سٹڈی روم سے نکلی سٹیک اتاری۔۔۔ اور باہر

آگئی۔۔ پچھے سے دوبارہ دروازہ لاک ہو چکا تھا۔ اس نے یہ تمام پاسورڈز عصام کی شرط پر کیمرہ لگا کے حاصل کیے تھے۔۔ یہ کام بھی کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن یہ اس نے بہت پہلے کا کر لیا تھا۔۔ تمام پاسورڈ حاصل کرنے کے لیے اس نے دو ماہ لگائے تھے۔۔ عشوے نیچے لاونچ میں بیٹھی ناول پڑھ رہی تھی آب ان ابھی تک واپس نہیں ایسا تھا۔۔

مما دیکھیں بابا واپس آگئے۔۔ وہ وہیں صوفے پر نیم دراز تھی اب ان کا ہی انتظار کر رہی تھی۔۔ اواز پر سر اٹھا کے دیکھا تو عصام دروازہ بند کر رہا تھا۔۔ اٹھ کے سیدھی ہوئی۔۔ ان کچھ دنوں میں وہ بلکل کملاتی گئی تھی۔۔

اسلام و علیکم۔۔ عصام اس کے سامنے آ کے صوفے پر بیٹھا۔۔

و علیکم اسلام۔۔ بالوں کو کانوں کے پچھے اڑیستے جواب دیا۔۔

پانی۔۔ عصام کو اس ایک گلاس کی عادت ہو گئی تھی جو اسے روز اس کے انے پر عشوے دیتی تھی

--

ہاں سوری۔۔۔ میں لاتی ہوں۔۔۔ اٹھ کے کچن کی طرف ائی۔۔۔ عصام بغور اسے دیکھ رہا تھا

طبعیت کو کیا ہوا ہے۔۔۔ واپس انے پہ پوچھا۔۔۔

کچھ نہیں بس ایسے ہی فلو ہو گیا تھا۔۔۔

ابان تو کہہ رہا تھا بہت بیمار ہیں۔۔۔ پھر اباں کو دیکھا۔۔۔

ہاں۔۔۔ ماما بیمار ہیں۔۔۔ اپ سے ناراض ہیں اس لیے نہیں بتا رہی۔۔۔ معصومیت کے ریکارڈ توڑے۔۔۔

عشوے نے اسے گھورا۔۔۔ عصام نے گلاس واپس پکڑاتے اسے دیکھا۔۔۔

ڈاکٹر کو بلاوں۔۔۔ پھر پوچھا۔۔۔

نہیں۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔۔ بس ایسے ہی اباں کہہ رہا ہے۔۔۔

واپس کچن میں چلی گئی۔۔ روٹی بناؤ۔۔ وہیں سے پوچھا۔۔

جی۔۔ میں فریش ہو کے اتا ہوں۔۔ پھر وہ اٹھ کے چلا گیا

کچھ دیر بعد کھانا کھایا۔۔ عشوے عصام کے سونے کے بعد روم میں گئی تھی۔۔ وہ اس سے ناراض تھی لیکن شاید وہ سمجھا نہیں تھا

بات سنیں۔۔ حمید صاحب ناشتہ کر رہے تھے جب عائشہ نے کچھ یاد آنے پہ انہیں متوجہ کیا۔۔

ہاں۔۔ بولو۔۔ چائے کا سپ لیتے انہیں دیکھا۔۔

وہ میں کہہ رہی تھی شام کو جلدی آجانا۔۔ وہ زاہدہ آپا کے گھر چلیں گے۔۔

کیوں۔۔

کیا مطلب کیوں۔۔ آپ کو بتایا تو تھا۔۔ ریض کے لیے انگی بیٹی دیکھنے جانا ہے۔۔

اور میں نے بھی کچھ کہا تھا۔۔ دو ٹوک انداز میں جواب دیا۔۔

آپ نے جو کچھ کہا تھا وہ میں نے ریض سے پوچھا ہے۔۔۔ وہ کہتا ہے جیسا آپ کا دل کرتا ہے
کریں۔۔۔ میری کوئی خواہش نہیں ہے جھوٹ بولا۔۔۔

ایسا نہی کہہ سکتا۔۔۔ کیونکہ۔۔۔

کیونکہ کچھ نہیں۔۔۔ اور جو میں نے کہا ہے آپ بس ویسا ہی کریں۔۔۔ کوئی ضرورت نہیں ہے کسی اور
کے بارے میں کچھ سوچنے کی۔۔۔ انہوں نے جب کسی کی پرواہ نہی کی تو ہم بھی نہی کریں گے
۔۔۔ بس آپ آج جلدی آ جانا۔۔۔ نہیں تو میں اکیلی چلی جاوں گی۔۔۔

ہوں۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔

پھر شام کو وہ خوب اچھے سے تیار ہو کے حمید صاحب کے ساتھ زادہ کی طرف گئی تھیں۔۔۔ ان کی
بیٹی نورالعین۔۔۔ واقع ہی نور تھی۔۔۔ بہت پیاری سلیمانی ہوئی اور صوبر سی۔۔۔ عائشہ نے ایک جتنا ہوئی
نظر حمید صاحب پہ ڈالی۔۔۔ دیکھو یہاں۔۔۔ عزت بھلا اس کے مقابلے کی ہے۔۔۔ حمید صاحب خاموش
ہو گئے۔۔۔ انہوں نے کچھ وقت مانگا تھا سوچنے کے لیے۔۔۔ ویسے تو ان کے انداز سے لگ ہی رہا تھا
کہ انہیں کوئی اعتراض نہی ہے پھر بھی مصلحتاً وقت مانگا۔۔۔ کہ ایسے اچھا نہی لگتا۔۔۔

العرض ریض کا رشتہ طے ہو گیا اس کی مرضی کے بنا۔ دوسری طرف عزت۔ دعاوں میں مشغول تھی۔

عصام جو اس کے انتظار میں تھا۔ اب سونے لگا تھا جب وہ اندر آئی تھی۔ اس کے پاس لیٹنے تک کوئی حرکت نہیں کی۔

ناراض ہیں۔ جب وہ پاس اکے لیٹ گئی تو اسے دیکھا۔ عشوے جو سمجھ رہی تھی کہ وہ سوچکا ہے مزے سے دوپٹہ اتار کے سائند پر رکھ چکی تھی۔

ن۔ نہیں جلدی سے دوپٹہ گلے میں ڈالا۔ عصام گھری سانس لیتا نظریں بھیر گیا۔ ہنم۔ ٹھیک ہے سو جائیں۔ حلاںکہ وہ ناراض لگ رہی تھی۔

اپ کو اتنے دن اباں کا خیال نہیں آیا۔ شکوہ کیا۔

اباں کا تو آیا تھا۔ لیکن اس کی ماما کا۔

مریم سے محبت کرتے ہیں۔۔ حمشکھین نظروں سے دیکھا۔۔

بات تو پوری سن لیں۔۔

نہیں سنی۔۔

مطلوب ناراض ہیں۔۔ وہ اسے بس دیکھ رہا تھا۔۔

نہیں ہوں ناراض۔۔ بلکہ سوری۔۔ میں نے اپ سے۔۔

اُس ہو کے۔۔ جب تک اپ خود نہیں چاہیں گی میں اپ کے قریب نہیں اوں گا۔۔ وہ اسے سپسیں دینا چاہتا تھا۔۔

ہمیں وہ خاموش ہو گئی۔۔

لیکن میں تو لڑکی ہوں۔۔ بے اختار پھسلا۔۔ عصام کے لبوں پہ بے ساختہ مسکراہٹ۔۔ اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔۔ پھر پچھے ہو کے ڈرار سے چھوٹا سا باکس نکالا۔۔

یہ۔۔۔ لیں۔۔۔ اپ کے لیے می تھی۔۔۔ اگر کبھی اپ کا دل راضی ہو تو اپ اسے پہن لینا میں سمجھ جاؤں گا۔۔۔ اس کی مشکل اسان کی۔۔۔

اپ کو پتہ ہے ایسا سین نمراء احمد کے ایک ناول میں بھی ہوا ہے۔۔۔ نمل میں۔۔۔ اس میں بھی وہ اسے گفت دیتا ہے۔۔۔ اور۔۔۔

لیکن میں نے ناول نہی پڑھا۔۔۔ بس ایسے ہی ہماری سیچو بیشن کے لحاظ سے کہا ہے۔۔۔

ہاں میں جانتی ہوں۔۔۔ وہ عصام کے فصلے سے کچھ ریلیکس ہو گئی تھی۔۔۔
پھر ایسے ہی باتیں کرتے جو کے ناولوں کے متعلق تھیں کرتے کرتے غشتو سو گئی۔۔۔ عصام جاگتا رہا۔۔۔

دل مضطرب تھا۔۔۔ کہیں سکون نہیں تھا۔۔۔ ریض سے بات چیت بلکل بند تھی اس کے رشتہ طے ہونے کی بات بھی اسے بابا سے پتہ چلی تھی۔۔۔ انہیں حمید صاحب نے خود بتایا تھا شاید۔۔۔

اج ریض کی بات بھی پکی کر دی۔۔۔ قطب خان نماز پڑھ کے ارہے تھے۔۔۔ وہ جو کچن میں سالن نکال رہی تھی ہاتھ رکے۔۔۔ اسے لگا شاید سننے میں غلطی ہوئی ہے۔۔۔ چچ چھوڑ کے باہر آئی اور ڈائرکٹ پوچھا۔۔۔

کس کی بات پکی ہوئی ہے۔۔۔

یہ۔۔۔ اپنے ریض کی۔۔۔ حمید صاحب کی پھپھو زاد بہن کی بیٹی سے۔۔۔ بہت خوبصورت بچی ہے میں نے دیکھا ہوا ہے اسے۔۔۔ وہ سکون سے بتا رہے تھے اور عزت کے پاؤں تلے سے زمین دھیرے دھیرے سرک رہی تھی۔۔۔

ا۔۔۔ اپ کو۔۔۔ پکا پتہ ہے ریض کی۔۔۔ اسے سمجھ نہیں ایا وہ کیسے پوچھے۔۔۔

ہاں۔۔۔ مجھے خود حمید نے بتایا ہے۔۔۔ دو دن پہلے ہی وہ لوگ میٹھائی دے کے آئے ہیں۔

ریض راضی ہے۔۔ ڈوبتے دل کے ساتھ پوچھا۔۔

ظاہری بات ہے۔۔ اس سے پوچھے بنا تو نہی ہو سکتا نا۔۔ اس بچی کو دیکھ کے تو کوئی بھی راضی ہو جائے۔۔ وہ اپنی جون میں تھے اسی لیے عزت کا سفید پڑتا رنگ دیکھ نہی سکے۔۔ وہ کتنی دیر ساکت سی وہیں کھڑی رہی۔۔ پھر پاؤں گھستنے کچن میں اکے کرسی پہ گر سی گئی۔۔ اس میں اتنی ہمت نہی تھی کہ اٹھ کے ڈونگے کا ڈھکن بند کر دے۔۔

کتنی دیر وہیں بیٹھی رہی پھر اٹھ کے کمرے میں ائی اور ریض کو کال کی۔۔ جو کہ اس نے پک ہی نہی کی۔۔

ریض میری کال اٹھاوا نہی تو میں ابھی تمہارے گھر آجائوں گی۔۔ دھمکی بھرا میسح چھوڑا۔۔

ریض جو موبائل ہاتھ میں لیے بیٹھا تھا۔۔ اسے دو دن سے انتظار تھا کہ عزت اس سے کب اس بارے میں پوچھے گی اور وہ اسے کیسے تسلی دے گا۔۔ وہ یہ تو جانتا تھا کہ اس سے لڑے گی لیکن وہ یہ نہی جانتا تھا وہ اس لڑائی کو کیسے سنبھالے گا۔۔

ریض۔۔ میں جانتی ہوں تم جاگ رہے ہو۔۔ پلیز کال پک کرو۔۔ دوبارہ کال بھی پک نہیں ہوتی تو اس نے پھر مسج کیا۔۔

پھر ریض نے خود کال کی۔۔

ہاں۔۔ بولیں۔۔ اجنبی سا لہجہ۔۔

ت۔۔ تم نے کہا تھا تم راضی۔۔ اس کے حلق میں الفاظ بھنس گئے تھے
ائی ایم سوری میں نہیں کر سکا۔۔

تو میں کیا کروں۔۔ مجھے نہیں پتہ جیسے مرضی تم بس مجھ سے شادی کرو گے۔۔ نہیں تو۔۔ اسے اپنا مقام بھول گیا تھا۔۔ کہ۔۔ وہ۔۔ لڑکی ہے

میں ایسا کچھ بھی نہیں کر سکتا جب تک میرے والدین خاص طور پر میری ماں راضی نہیں ہو جاتیں
عزت۔۔ اور پلیز۔۔ اپ خود کو ازیت۔۔

ازیت۔۔ ازیت بہت چھوٹا لفظ ہے ریض۔۔ اس وقت میرے جسم میں خون نہیں درد بہہ رہا ہے
۔۔ اور تم کہتے ہو ازیت نا دوں۔۔

پلیز۔۔ ائی ایم ریلی سوری۔۔ میں کچھ نہی کر سکتا۔۔

مجھے مرتا ہوا دیکھ سکتے ہو۔۔

اپ ایسا کچھ نہی کریں گی۔۔

میں کروں گی۔۔ جب تم اپنی مرضی کر سکتے ہو تو۔۔ میں بھی کر سکتی ہوں۔۔ انسو صاف کرتے خود
کو مضبوط کیا۔۔

اپ ایسا کچھ نہی کریں گی۔۔

اگر تم مجھے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو۔۔ یہ رشتہ توڑ دو۔۔

میں نہی کر سکتا۔۔ اگر کر سکتا تو پہلے اپ کے لیے راضی کر لیتا۔۔ پلیز بات کو سمجھیں۔۔

ٹھیک ہے۔۔ پھر تم میری بات سمجھو۔۔ اور دماغ کھول کے سمجھو۔۔ میری۔۔ موت کے زمہ دار تم ہو
گے۔۔ کبھی معاف نہی کروں گی میں تمہیں ریض۔۔ کبھی نہی۔۔ وہ چیخنی تھی۔۔ جلدی سے اپنے منہ
میں دوپٹہ ڈالا۔۔ کہ شاید یہاں آواز دب جائے۔۔ ورنہ اس کا دل کر رہا تھا وہ اسماں سر پہ اٹھا لے

-- جس پہ بھروسہ کیا تھا وہ کتنی اسانی سے اسے توڑ کے چلا گیا تھا۔ کاش وہ اس درد سے مر جائے
کاش۔۔۔ بے تحاشہ انسو تھے جو انکھوں سے بہہ رہے تھے۔۔۔ اواز دبانے کے لیے اس نے کپڑے
کے اوپر سختی سے ہاتھ رکھا ہوا تھا۔۔۔ وہ اپنے ماں باپ کو کیسے بتائے کہ اس کا دل ٹوٹا ہے۔۔۔

کوئی نہی تھا اس کا۔۔۔ کوئی بھی نہی۔۔۔ میرے اللہ پلیز۔۔۔ تو میری مدد کرنا۔۔۔ توں راضی ہو جا باقی
خود راضی ہو جائیں گے۔۔۔ دل سے دعا نکلی تھی

وہ میرا ساتھ نا دے۔۔۔ اللہ تو تو میرا ہے نا۔۔۔ تو۔۔۔ تو میرا ساتھ دے نا۔۔۔ اسے میرے نصیب میں
لکھ دے وہ ترڑپ رہی تھی۔۔۔ بے شک کوئی ساتھ نا دے۔۔۔ میں پھر بھی اللہ کو مناؤں گی۔۔۔ وہ
رات عزت پہ قیامت بن کے ٹوٹی تھی اور

وہ رو رہا تھا پہلی بار شاید اپنے حوش و حواس میں۔۔۔ وہ اسے کیسے بتاتا کہ وہ خود بھی نہی چاہتا کسی
اور سے شادی کرنا۔۔۔ لیکن وہ اپنی ماں کو کیسے راضی کرتا جو پہلے انہی سے ڈسی ہوئی تھی۔۔۔ بابا بھی
خاموش ہو گئے تھے۔۔۔ کون تھا جو مما کو منا سکتا تھا۔۔۔ شاید عشوے۔۔۔ ہاں۔۔۔ مجھے عشوے سے
بات کرنی چاہیے۔۔۔ شاید وہ ہلپ کرے ہماری۔۔۔ موبائل پہ اس کا نمبر ڈھونڈا۔۔۔

مجھے اپ سے بات کرنی ہے۔۔۔ پلیز مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔۔۔ فرمی ہو کے مجھے کال کیجیے
گا۔۔۔ مسج کیا۔۔۔

یہاں مسج پہ ہی بول دو کیا ہلپ چاہیے۔۔۔ کچھ دیر بعد رپلانے ایا

اپ کو پتہ تو ہو گا میری منگنی کا۔۔۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں عزت سے شادی کرنا چاہتا ہوں
۔۔۔ لیکن ماما نہی مان رہی ہیں۔۔۔

تو تم کیا چاہتے ہو۔۔۔ رپلانے ایا۔۔۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ اپ ماما سے بات کریں۔۔۔ پلیز ایک اپ ہی ہیں جو انہیں منا سکتی ہیں۔۔۔

عزت چاہتی ہے تم سے شادی کرنا۔۔۔

جی۔۔۔ وہ ہی تو زیادہ چاہتی ہے۔۔۔

اوکے۔۔۔ ٹھیک ہے میں بات کروں گی۔۔۔

ٹھینکیو۔۔۔ اسے کچھ امید بنی۔۔۔ کہ شاید کچھ ہو سکے۔۔۔

رات کے بارہ نج رہے تھے۔۔۔ وہ۔ پوری رات عزت اور ریض دونوں نے بے سکونی میں گزاری تھی۔ عزت کو دوبارہ وہ امید نہی دینا چاہتا تھا۔۔۔ پہلے بھی اسی نے اس کی محبت کو بڑھاوا دیا تھا۔۔۔ اگر وہ نا جانتا ہوتا تو شاید اس کے لیے اتنا مشکل نا ہوتا

مجھے اور اب ان کو ماما کے گھر چھوڑ دیں گے جاتے ہوئے۔۔۔ ناشتہ کرتے ہوئے عشوے نے تھرماں سے چائے کپ میں ڈالی۔۔۔

کیوں۔۔۔ خیریت۔۔۔ کف فولڈ کرتے نیپکین سٹ کیا۔۔۔ وہ ابھی ابھی افس کے کیے تیار ہو کے ایسا تھا ہاں جی۔۔۔ وہ بس ماما سے ملنا ہے۔۔۔ یاد ارہی تھی ان کی۔۔۔ اس کا لہجہ بلکل نارمل تھا۔۔۔

اوکے۔۔۔ چھوڑ دوں گا۔۔۔ جلدی سے تیار ہو جائیں۔۔۔

اوکے۔ ناشستہ کر کے تیار ہونے میں اسے پندرہ منٹ لگے تھے۔ اتنی دیر میں عصام سوئے ہوئے
ابان کو کندھے پہ ڈالے ایک ہاتھ میں اس کا چھوٹا سا بیگ جس میں کپڑے اور جوتے تھے لیے
گاڑی کی طرف جا رہا تھا۔

اٹھا دیتے اسے۔ وہ کاٹن کے سادہ شلوار قمیض کے ساتھ بڑی سی چادر لیے اس کے پیچھے باہر نکلی

--

جگایا تھا۔ لیکن گھری نیند میں تھا شاید۔ جا گا ہی نہی۔ اسے گاڑی کی بیک سیٹ کو تھوڑا پیچھے کرتے
لیٹایا۔ پھر عشوے کے لیے دروازہ کھولا۔

کتنا سر پر انز ہو گا۔ گاڑی۔ میں بیٹھے وہ مسکرائی۔

ہاں بلکل۔

شام تک وہیں رہیں گی یا اس سے پہلے واپس آنے کا ارادہ ہے۔

نہیں وہیں رہوں گی۔ شام کو اپ پک کر بجیے گا۔

ٹھیک ہے۔ وہ میں روڈ پہ اچکے تھے۔

ہم۔ لوگ کہیں جا رہے ہیں۔۔ کسماتے اب ان نے گاڑی کو دیکھتے پوچھا۔۔۔

ہاں۔۔ ہم میری ماما کے گھر جا رہے ہیں

عشوے نے پچھے مڑ کے اسے دیکھا۔۔۔

اوکے۔۔ جب گھر انے والا ہو مجھے جگا دیجیے گا۔۔ وہ پھر انکھیں بند کر گیا۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ وہ مسکراتی

کچھ دیر بعد۔۔ عصام انہیں وہاں چھوڑ کے خود افس چلا گیا تھا۔۔

سامنے سے ریض ارہا تھا شاید وہ بھی جا ب پہ جا رہا تھا۔۔

اوہ واو۔۔ اسے دیکھ کے اندر تک ٹھنڈ پڑ گئی۔۔۔ اسلام و علیکم۔۔۔ ملتے ہوئے الگ سی خوشی تھی۔۔

و علیکم اسلام۔۔۔ عشوے بھی مسکراتی۔۔۔

اسلام و علیکم ریض۔۔۔ اب ان کو خود کا اگنور ہونا اچھا نہی لگا۔۔

واعلیکم اسلام اباں۔۔۔ نچے بیٹھتے اسے گود میں اٹھایا۔ کیسا ہے میرا بچہ۔۔۔ بال خراب کرتے وہ اندر ایا۔۔۔ عشوے بھی اس کے پیچے پیچے تھی شادی کے بعد پہلی بار وہ اس گھر میں ائی تھی عجیب سی فلینگز ہو رہی تھیں۔۔۔ حمید صاحب اور عائشہ ناشته کرنے میں مصروف تھے اسے دیکھ کے دونوں کھڑے ہوئے۔۔۔

اوہ۔۔۔ یہ اج سورج کس طرف سے نکلا ہے۔۔۔

سورج نہی چاند۔۔۔ ریض نے ٹکڑا لگایا۔۔۔ پھر وہ دونوں سے باری باری ملی۔۔۔ دراصل وہ خاص ماما سے ملنے ائی تھی۔۔۔ ریض کچھ دیر بیٹھ کے چلا گیا

اور سناؤ۔۔۔ سب ٹھیک ہیں وہاں۔۔۔ عصام کیسا ہے۔۔۔ تمہارے ساتھ کیسا ہے۔۔۔ عائشہ نے اس سے پوچھا۔۔۔

بابا ناراض ہو گئے تھے۔۔۔ پھر۔۔۔ اباں فٹ سے بولا

وہ۔۔۔ ویسے ہی تھوڑی سی لڑائی ہو گئی تھی۔۔۔ پھر صلح بھی ہو گئی جیسے اپ کی اور بابا کی ہوتی ہے۔۔۔ اباں کی چلتی زبان کو بمشکل روکا تھا۔۔۔

صلح ہو گئی۔۔۔ اباں نے حیرت سے دیکھا۔۔۔ میرے سامنے تو اپ لوگ گلے نہیں ملے۔۔۔

اس دن جب عشوے اور اباں لڑے تھے تب عصام نے ان دونوں کو گلے ملوایا تھا۔۔۔ اور اباں اسی بات کو لے کے کہہ رہا تھا۔۔۔

یہ کس پہ گیا ہے۔۔۔ شرمندہ ہوتی عشوے کو عائشہ نے بچانا چاہا کیوں کے حمید بھی ساتھ ہی بیٹھے تھے ان کے۔۔۔

اپنے باپ پہ اور کس پہ۔۔۔ منہ بسورتے اباں کو گھورا۔۔۔ جو یہ سمجھ نہیں پارا تھا کہ انہیں کون سی بات بری گئی ہے۔۔۔ گلے ملنے والی یا صلح ہونے والی۔۔۔

اپ لوگ گپ شپ لگاو۔۔۔ میں چلتا ہوں۔۔۔ حمید صاحب اٹھ گئے۔۔۔

میں اکیلا کیا کروں گا۔۔۔ حمید صاحب۔۔۔ اس نے شاید عائشہ کے منہ سے سنا تھا۔۔۔ جو ایسے کہہ رہا تھا۔۔۔ وہ مسکراتے۔۔۔

اکیلے کہاں ہیں۔۔ اپ کی مما بھی ہیں اور عائشہ بھی۔۔ اپ کو بور نہیں ہونے دیں گے۔۔ اس سے
ہاتھ ملاتے کہا۔۔

ہم مما تو روز ہوتی ہیں۔۔ آج عائشہ سے کام چلا لوں گا۔۔ ویسے بھی گھر میں بہت بور ہوتا ہوں
۔۔۔ یہاں بھی کوئی چھوٹا بچہ نہی ہے جسے میں دوست بناتا۔۔ وہ اپ سیٹ ہوا۔۔۔

میں اپ کو بور نہیں ہونے دوں گی۔۔ اسے گود میں بیٹھاتے عائشہ نے کہا۔۔ ہم لوگ خوب مسٹی
کریں گے۔۔ اور

اور اج بریانی بھی بنائیں گے۔۔ اب ان نے کہا۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔ عائشہ نے حامی بھری۔۔

اوکے میں تو جا رہا ہوں۔۔ اپ لوگ کرو گپ شپ۔۔ گوشت بھجوا دوں گا۔۔ پھر چلے گئے تو اب ان
عشوے اور عائشہ کچھ دیر ساتھ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔۔ پھر عشوے اپنے روم میں چلی ائی
۔۔ جہاں اب کوئی بھی نہی رہتا تھا۔۔ کچھ چیزیں غائب تھیں جو یقیناً ریض اڑا لے گیا تھا۔۔ کپڑوں
کی الماری کھولی۔۔ اس کا یونی فارم اور اس کے کتنے نیوں جوڑے تھے جو ویسے ہی پڑے تھے۔۔۔

مما میں اپنے کپڑے لے جاو۔ وہیں سے اواز لگائی۔۔

نہیں۔ یہ میں نے دینے تھے کسی اور کو۔۔ وہ اب ان کو اٹھانے اندر آئیں

کیوں۔۔ یہ تو میں نے بس ایک دو بار ہی پہنچے ہیں۔۔

شادی کے بعد پہلے والے کپڑے نہیں پہنتے۔۔ اسے گھورتے الماری بند کی کیوں کہ اگر وہ دیکھتی رہی تو اٹھا کے لے جائے گی

کیوں مما۔۔ کچھ نہی ہوتا کون سا کسی کو پتہ چلے گا۔۔ وہ بضد تھی۔۔

کیوں تمہارے شوہر کے پاس اتنے پسیے نہی ہیں وہ تمہیں اور کپڑے دلا دے۔۔۔۔۔

نہیں۔۔ میرے بابا کے پاس ہیں بہت پسیے۔۔ وہ خاموشی سے عشوے کو دیکھ رہا تھا۔۔

ہاں تو پھر بابا سے کہنا۔۔ اسے کپڑے دلا دیں۔۔

اوکے عائشہ۔۔ پھر سے نام لیا۔۔۔۔۔

ہاہا

عائشہ کی ہنسی نکل گئی۔۔ یہ تمہیں سہی انظر ٹین کرتا ہو گا۔۔۔۔۔

ہاں جی۔۔ کرتا ہے۔۔ ہم خوب مزے کرتے ہیں گھر میں۔۔ اب وہ اپنے دوسرے ڈرار دیکھ رہی تھی۔۔ پھر اسے کچھ یاد ایسا۔

مما۔۔ میرے بعد یہاں کون کون ایسا تھا۔۔ پہلی بار کون ایسا تھا۔۔ کیونکہ جو نوٹ اس نے لکھا تھا اس وہاں نہیں تھا۔۔

تمہارے بابا۔۔ اور جب ائے تھے تو دوبارہ اپنے قدموں پے۔۔

ماما۔۔ اسے لگا اگر اگے عائشہ نے کچھ بولا تو وہ پتھر ہو جائے گی۔۔

تمہارے ریسیپشن پہ اسی وجہ سے نہیں آسکے تھے۔۔ وہ خاموش نہیں ہو سکیں۔۔

اور وہ کیا سمجھ رہی تھی کہ اس کے ماں باپ اسے بوجھ سمجھ کے اتار چکے اور اب انہیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔۔ اس کے بابا کو ہارت اٹیک اس کی وجہ سے ہوا تھا۔۔ یہ خیال ہی جان لیوا تھا۔۔ اس کے جانے کے بعد اس گھر میں کیا کیا ہوا تھا۔۔ وہ نہیں جانتی تھی۔۔۔

ا۔۔۔ اپ لوگوں نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا ماما۔۔۔ میں عصام کو جانتی تک نہی تھی اور اپ لوگوں نے بس اپنی ضد کی وجہ سے۔۔۔ اسے شدت سے رونا آیا۔۔۔

میں تو خود چاہتی تھی تمہاری شادی ماہ بیر سے ہو۔۔۔ لیکن تمہارے بابا کو جانے کیوں عصام سے ہی کرنی تھی۔۔۔

میں نے ان سے کہا تھا کہ میں ماہ بیر سے محبت کرتی ہوں۔۔۔ لیکن انہوں نے بس پسیوں کے لیے مجھے۔۔۔ قربان کر دیا۔۔۔

پ۔۔۔ پسیوں۔۔۔ عائشہ کا دل دھڑکا۔۔۔ وجہ تو انہیں بھی نہی پتہ تھی۔۔۔ کہ اخراجی سختی سے انہوں نے اس رشتے کے لیے کیوں عمل کیا تھا۔۔۔

ہاں۔۔۔ پسیوں کے لیے۔۔۔ انہوں نے عصام کے شاید پیسے دینے تھے اور۔۔۔ میرا نکاح۔۔۔ انہوں نے بہت پہلے کر دیا تھا جب میں چھوٹی تھی۔۔۔ مجھے خود کچھ سمجھ نہی اتا کیا ہوا تھا۔۔۔ اس وقت۔۔۔ سب کچھ اتنی ہڑبڑی میں ہوا کہ۔۔۔ ایسے لگا شاید کوئی خواب تھا۔۔۔ پاس بیٹھا اباں سب کچھ سن رہا تھا اور اپنے نہنے سے دماغ میں سیو کر رہا تھا۔۔۔

لیکن انہوں نے تو مجھے پسیوں کے بارے میں کچھ نہی بتایا۔

کیسے بتاتے۔۔۔ شرمندگی نا ہوتی۔۔۔ لبجے میں تلخی سمت ائی۔۔۔ میں ماہ بیر سے شادی کرنا چاہتی تھی۔۔۔ اس بات کا عصام کو بھی پتہ ہے اور وہ کیسا رینیکٹ کرتے ہیں اپ سوچ بھی نہیں سکتی ماما۔۔۔

مجھے وہاں دوسرے دن ہی جا کے جو تکلیفیں برداشت کرنی پڑی ہیں اپ کو نہیں بتا سکتی۔۔۔ بیڈ پہ بیٹھے وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ میں یہ سب اپ کو بتانا نہی چاہتی۔۔۔ لیکن۔۔۔ اتنا ضرور کہوں گی کہ اولاد پہ زبردستی اپنے نیصلے تھوپنے کی بجائے ان کی سن لیا کریں۔۔۔ کیونکہ ساری زندگی انہوں نے گزارنی ہے نا کے والدین نے۔۔۔ اگر دل ہی راضی نا ہو ممما تو پھر کچھ بھی مل جائے بہت اچھا۔۔۔ علی۔۔۔ بہت ساری دولت پیسے۔۔۔ کچھ بھی اپ کے سکون کی وجہ نہی بن سکتا۔۔۔ وہ رو نہی رہی تھی۔۔۔ لیکن اداس تھی۔۔۔

اگر اپ اس وقت میرا ساتھ دیتیں تو شاید اج میری زندگی کچھ اور ہوتی۔۔۔ شاید اج میں سکون میں ہوتی۔۔۔ لیکن۔۔۔ ہمارے ہاں مانیں خود ہی بیٹیوں کا گلہ گھونٹ دیتی ہیں۔۔۔ وہ تلخ بول رہی تھی۔۔۔ پھر جب اولاد خوش نا ہو تو انہیں تکلیف ہوتی ہے۔۔۔ بے شک ماں باپ کا درجہ بہت بلند ہے۔۔۔ لیکن اولاد کو بھی سمجھا کریں۔۔۔ یقین مانیں میں اپ اپ کو بتا نہیں سکتی میں نے پچھلا کچھ وقت کیسے

گزارا ہے۔ عصام نے مجھ سے موبائل لے لیا تھا صرف اس لیے کہ میں اپ لوگوں سے یا ماہ بیر سے رابطہ ناکر سکوں۔ اپ نہی جانتی کسی کیسی تلخ کلامی ہوئی ہے ماہ بیر اور عصام کے درمیان۔ اج وہ بول رہی تھی اور عائشہ سن رہی تھیں۔ ساتھ میں بیٹھا اباں دونوں کو دیکھ بھی رہا تھا اور سن بھی رہا تھا۔

مجھے معاف کر دو۔ عائشہ نے اگے ہو کے اسے خود سے لگایا۔

اپ کو پتہ جب میں چھوٹی تھی اور میری طبیعت خراب ہو جاتی تھی بہت۔ مجھ سے درد برداشت نہی ہوتا تھا۔ میں کہتی تھی بس مما میرا ہاتھ پکڑ لیں میں ٹھیک ہو جاوں گی۔ لیکن اپ نے زندگی کے اس سب سے بزرے وقت میں میرا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔ میرا دل کرتا تھا میں چینوں اور بلاوں اپ کو کہ دیکھیں۔ میں کس تکلیف میں ہوں۔ ان کے سینے سے لگتے وہ بلک بلک کے رو دی۔ کتنے عرصے بعد اسے یہ سہارا ملا تھا۔ ماں کی گود کی جو ٹھنڈک ہوتی ہے وہ کہیں سے بھی نہیں ملتی۔ چاہے تم پوری دنیاں کا سکون لے لو جق سکون ماں کے سینے سے سر لگا کے ملتا ہے وہ کہیں نہیں ملتا۔ اباں عشوے کو دیکھ کے خود رونا شروع ہو چکا تھا۔

مما۔۔ مت روئیں۔۔ چھوٹے سے ہاتھوں سے اس کا سر پیچھے کیا۔۔

میں بابا سے بات کروں گا۔۔ وہ اپ کو نبی ڈانٹیں گے۔۔ پلیز مما۔۔ وہ سیدھی ہوئی۔۔ پھر انسو
صف کیے عائشہ بھی رو رہی تھیں۔۔ لیکن دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔۔

چپ کریں عائشہ۔۔ اباں نے اب عائشہ کو دیکھا۔۔ وہ روتے میں مسکرائیں۔۔ اوکے میری جان
۔۔ اسے خود میں بھینچا۔۔

میں مما کو خوش رکھوں گا۔۔ پلیز اپ نا روئیں۔۔ ساتھ میں عشوے کا ہاتھ تھاما۔۔ جو انسو صاف کر
رہی تھی مسکرائی۔۔

اپ بابا سے ناراض ہو جائیں۔۔ میں اپنکے ساتھ ہوں۔۔

اوکے۔۔ ٹھیک ہے اج سے اپ کے بابا سے بات نہیں کریں گے۔۔

اوکے۔۔ ڈن۔۔ اب بریانی بناتے ہیں۔۔ پھر زبردستی دونوں کے موڑ اباں نے سیدھے کیے تھے۔۔

بابا کو بلائیں۔۔ کچن میں اتے عشوے نے اباں کو دیکھا۔۔

کیون۔۔ ہم ناراض ہیں ان سے۔۔

ہاں۔۔ لیکن وہ کھانا ہمارے ساتھ کھا لیں گے۔۔

رات کو۔۔ ابھی نہیں پہلے بنالیں پھر۔۔

اوکے۔۔ کیا میں اپکی ہلپ کروں۔۔

نہیں۔۔ اپ جا کے مووی دیکھیں

اپ لگا دیں۔۔ وہ کچن میں اس کے پاس کھڑا تھا۔۔ عائشہ چاول نکال رہی تھیں۔۔ گوشت بابا نے
بھجوانا تھا ابھی۔۔۔

اوکے۔۔ لہسن اور پیاز باسکٹ میں ڈال کے ساتھ ٹرے اور چھری اٹھائی۔۔

چلو۔۔ چھوٹی کٹوری اباں کو پکڑائی جس میں لہسن رکھنا تھا۔۔

پھر باہر اکے چینل سرچ کیے کہیں بھی اچھی مووی نہیں لگی تھی۔۔ ایک جگہ پہ لگی ہوئی تھی لیکن
وہ اباں کے دیکھنے والی نہیں تھی۔۔

مما موبائل پہ لگا دیں--

نہیں۔۔۔ ایک منٹ میں آتی ہوں۔۔۔ پھر ریپ کے کمرے سے لیپ ٹاپ لے آئی۔۔۔ نٹ فلکس اوپن کرتے وہاں پہ اسے موسوی لگا کے دی۔۔۔

یہ ٹھیک ہے۔۔۔ ساتھ کچھ ریفریشمٹ بھی ہوتی تو زیادہ مزہ اتا۔۔۔

بیٹا یہ گھر ہے سینما حال نہی ہے۔۔۔

میں لا دیتی ہوں ڈانٹو مت۔۔۔ عائشہ کچن سے باہر نکل رہی تھیں۔۔۔ سنتے واپس چلی گئیں۔۔۔ پھر پلیٹ میں نمکو اور لیز کے دو پیکٹ لا کے اباں کو دیے۔۔۔

یہ ہوتی نا عائشہ والی بات۔۔۔ عشوے دانت کچکچا کے رہ گئی

یہ ہیں وہ کاغذات جو اب ہمارے ہیں۔۔۔ یہ نیو تیار کیے ہیں تین چار فالکنر۔۔۔ سیٹھ علی کے سامنے رکھتے دانیہ کر سی کھچیخ کے بیٹھی۔۔۔

شاباش۔۔۔ انہوں نے اٹھائے۔۔۔ وہاں عاصام کے سائین بھی تھے۔۔۔

بس اب یہاں۔۔۔ آپ سائین کر دیں۔۔۔ پھر وہ سب کچھ آپ کا۔۔۔ جگہ کی نشان دہی کرتے وہ مسکرا رہی تھی۔۔۔

انہوں نے پن نکالتے سائین کر دیئے۔۔۔

پندرہ سولہ پیجز پہ سائین کرتے وہ تھکے نہیں تھے۔۔۔

اب سے وہ اسفند یار کا بیٹا۔۔۔ سڑک پہ آگیا۔۔۔ وہ ہنسے تھے۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ پھر ہستے ہی چلے گئے۔۔۔ دور بیٹھا قسمت کا پرندہ ان پہ ہنس رہا تھا

واہ بھئی۔۔۔ آج تو پڑوس سے خوشبوئیں آرہی ہیں۔۔۔ پلوشہ بیگم ابھی باہر نکلی تھیں۔۔۔ اکیلی تھیں اس لیے جواب تو کسی نے دینا نہیں تھا۔۔۔ سو خاموشی سے باسکٹ رکھ کے واپس آئیں۔۔۔ عزت منہ تک دوپٹہ کیے صوفے پہ لیٹی تھی۔۔۔ صح سے یہی حال تھا

تمہیں ہوا کیا ہے بتاتی کیوں نہیں ہو۔۔۔ پلوشہ کو اسے دیکھ کے اب غصہ آیا۔۔۔

کچھ نہیں ہوا۔۔۔

ہوا ہے کچھ تو۔۔ ماں ہو تمہاری۔۔ اتنا تو اندازہ لگا سکتی ہوں۔۔ بتاو مجھے۔۔ اس کے پاس آکے

بیٹھیں۔۔۔

کچھ نہیں ہوا سچ میں۔۔۔

پھر یہ ایسا منہ کیوں بنایا ہوا ہے۔۔ جیسے پتہ نہیں کتنا بڑا نقصان ہوا ہے۔۔۔

مورے۔۔۔ آپ میری مدد کریں گی۔۔۔ پلیز۔۔۔ وہ اٹھ کے بیٹھی۔۔۔

ہاں کیوں نہیں۔۔ اس کے بال سیدھے کیے چہرا بھی کملا گیا تھا۔۔۔

پلیز پہلے میری بات سن لجھنے گا تھل سے۔۔ ان کے ہاتھ تھامے

ہاں بتاو۔۔۔ ٹینشن ہو رہی ہے اب۔۔۔

میں اپ کی بیٹی ہوں۔۔ آپ۔۔ کو۔۔ مجھ سے محبت تو ہو گی۔۔۔

جان ہو میری۔۔۔

کچھ بھی کر سکتی ہیں میرے لیے۔۔۔

ہاں۔۔۔ سب کچھ۔۔۔

تو میں ریض سے محبت کرتی ہوں۔۔ اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔۔ بول دیا۔۔ جو ہونا ہو گا
ہو جائے گا۔۔

پلوشہ تو سکتے میں آگئی تھیں۔۔

ت۔۔ تم پاگل واگل تو نہیں ہو گیا۔۔

پلیز مورے۔۔ آپ کو اپنی بیٹی عزیز ہے یاناک۔۔

بیٹی۔۔ دل سے آواز آئی تھی۔۔ لیکن لب خاموش رہے

بولیں نا۔۔ ان کی خاموشی پہ اس کا دل ہول رہا تھا

تم عزیز ہو۔۔ اور میں تمہارے بابا سے بات کروں گی۔۔ وہ ہی بھائی جان سے کچھ۔۔

عزت کو یقین نہیں آیا اپنے کانوں پہ۔۔ پھر تیزی سے ان سے لپٹی۔۔ عائشہ سے تو پلوشہ اچھی نکلی تھیں۔۔ جنہوں نے اپنی بیٹی کا دل دیکھا۔۔

نہیں بلکہ عزت کی قسمت اچھی تھی۔۔ کہ اس کی زندگی میں کوئی عصام جیسا شخص نہیں تھا۔۔ جس کی وجہ سے وہ اپنی محبت کھو دیتی۔۔

پھر پلوشہ نے قطب خان سے خود بات کی تھی پہلے تو وہ حیران ہوئے۔۔ اس بات پہ کہ پلوشہ کہہ رہی ہیں۔۔ وہ۔۔ شرمندہ تھیں۔۔ لیکن اپنی بیٹی کا دل نہیں اجاز سکتی تھیں۔۔ وہ جانتی تھیں۔۔ محبت کے

بنا جو بے سکونی ہوتی ہے وہ کیسی جان لیوا ہوتی ہے۔۔۔ وہ اپنی بیٹی کی زندگی میں ایسی بے سکونی نہیں پھیلانا چاہتی تھیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کی زندگی میں پھیلا دی تھی۔۔۔ بیٹے تو پھر برداشت کر لیتے ہیں۔۔۔ لیکن بیٹیاں اندر ہی اندر گھلتے خاک ہو جاتی ہیں اور کسی کو پتہ بھی نہیں لگنے دیتیں۔۔۔ انہوں نے صحیح وقت پہ اپنی بیٹی کا مان رکھا تھا

سر آپ سے باہر کوئی حمید صاحب ملنے آئے ہیں۔۔۔ وہ ابھی میٹنگ سے واپس آیا جب انظر کام پہ اسے بتایا گیا۔۔۔

سامنے لگی سکرین پہ نظر ڈالتے اسے اندر بلوانے کا کہا۔۔۔ پھر ٹیبل پہ بکھرے پیپر سیٹ کر کے رکھے ان کے آنے تک ٹیبل نارمل حالت میں آچکا تھا۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔ وہ جھجکے۔۔۔ براہراست وہ بہت دنوں بعد بات کر رہے تھے۔۔۔

و علیکم اسلام۔۔۔ آئیں بیٹھیں۔۔۔ بیٹھے بیٹھے سامنے چیر کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

وہ خاموشی سے بیٹھ گئے۔۔۔

کہیں کیسے آنا ہوا۔۔۔ عصام کے ماتھے پہ شکنیں نمودار ہو رہی تھیں۔۔۔ ان کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔۔۔

یہ تمہاری امانت۔۔ لوٹانے آیا تھا۔۔ فائل ان کے سامنے رکھی۔۔ اس میں وہ تمام چیزیں ہیں جو تمہارے والد صاحب نے تمہارے لیے مجھے امانت رکھوائی تھیں۔

اب آپ کا کون سا ڈرامہ ہے۔۔ فائل کھولتے انہیں طنزیہ نظروں سے دیکھا۔۔ وہ خاموش بیٹھے رہے جانتے تھے ان کا کوئی لفظ عصام کو سچائی نہیں سمجھا سکتا جب تک کہ وہ خود نا دیکھ لے عصام نے تمام پیپر ز دیکھے۔۔۔۔۔ اس میں فیکٹری کے کاغذات تھے ان کے گھر کے اس کے علاوہ بینک میں موجود رقم۔۔ جو عشوے کے نام پر تھا اس کے علاوہ اس کی ماں کے زیوارات کی سٹیٹیمینٹس۔۔ سب کچھ تھا

یہ کیا ہے۔۔۔ وہ حیران ہوا۔۔

یہ سب تمہارا ہے۔۔ جو عشوے کے اٹھارہ سال کے ہونے تک میرا تھا۔۔ پھر عشوے کا۔۔ اور عشوے تمہاری ہے۔۔ سب کچھ تمہارا ہے تمہارے والد صاحب کی امانت۔۔ اسے آسان لفظوں میں سمجھایا۔۔

مجھے نہیں سمجھ آرہی۔۔۔۔۔ یہ سب کیا ہے۔۔۔۔۔ گھر کے کاغذات فیکٹری کے۔۔۔۔۔ یہ لیٹر ز۔۔۔۔۔ یہ سب تو میرے پاس بھی ہیں۔۔ آپ آخر کیا بتانا چاہ رہے ہیں۔۔

یہ اور بچنل کاغزات ہیں۔۔ اور جو تمہارے پاس ہیں وہ سب ان کی کاپی تھے۔۔۔ یہ لیٹر ہے
۔۔۔ اسفند صاحب کا تم خود پڑھ لو۔۔

میں کیسے مان لوں۔۔۔

تمہیں ماننا پڑے گا۔۔ کیونکہ اس میں سب سچ لکھا ہے۔۔ تمہارا دل گواہی دے گا۔۔ دوپھر کے دو
نج رہے تھے تپتی دوپھر میں وہ باستک پہ صرف اس کی امانت اسے دینے آئے تھے۔۔

اپ یہ سب مجھے پہلے بھی دے سکتے تھے۔۔۔

ہاں دے سکتا تھا۔۔ لیکن میں نے معاملات ٹھنڈے ہونے کا انتظار کیا۔۔ کیونکہ میں اگر پہلے بتاتا تو
شاید تم اسے میرا کوئی ڈرامہ سمجھتے جیسے ابھی سمجھ رہے ہو اور میری بیٹی کو نقصان پہنچاتے جیسے پہلے
پہنچایا یہ۔۔ شکوہ کیا۔۔

ہم او کے میں دیکھ لیتا ہوں۔۔۔

ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔۔ وہ اٹھ گئے۔۔۔ اگے عصام نے خود سمجھنا تھا
اللہ حافظ۔۔ وہ چلے گئے تو عصام نے سارے پیپرز آرام سے دیکھے۔۔ ان۔۔ میں جو لکھا تھا اس سے
ملتا جلتا اس کے پاس بھی تھا۔۔ لیکن کہیں کہیں بلکل مختلف باتیں تھیں۔۔ جیسے کہ یہاں جو لیٹر ز
تھے وہ الگ تھے اور اور بچنل ہینڈ رائٹنگ میں تھے۔۔ جو اس کے پاس تھے وہ الگ تھے اور ان کی
کاپیز تھیں۔۔ وہ لیٹر ز وہ پڑھتا جا رہا تھا اور اس کی نسیں پھولتی جا رہی تھیں۔۔۔ مطلب وہ غلط

سوچتا آیا تھا آج تک۔۔ عشوے کو تکلیف دینے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔۔ حمید صاحب کو ذہنی ٹارچر
کرنا بھی سب اس کی ہی۔۔

اففف۔۔ بال۔۔ مٹھی میں بھینختے وہ سوچ رہا تھا۔۔ اگر یہ سب سچ تھا تو جو اس نے اپنی آنکھوں
سے دیکھا تھا وہ کیا تھا۔۔

اما جب بابا آئیں گے تو ہم انہیں یہ سر پرائیز دیں گے۔۔ وہ ابھی چاولوں اور گوشت کی تہہ بنا دیں
تھی۔۔

کیا۔۔ اسے دیکھا۔۔ وہاں کھڑے کھڑے اس کا دل بھی گھبرا رہا تھا
بریانی کا۔۔ جب وہ ہمیں پک کرنے آئیں گے تو ہم انہیں اندر بلا لیں گے۔۔ اور پھر انہیں کہیں
گے کہ کھانا کھا لیں۔۔ اور جب وہ بریانی دیکھیں گے تو ان کے ایکسپریشن ایسے ہوں گے۔۔ ہاہاہا
دوںوں ہاتھ ہوا میں بلند کرتے منہ اور آنکھیں پوری کھولیں۔۔

ہاہا۔۔ ہاں۔۔ وہ تو جیسے چھوٹے سے بچے ہیں۔۔

نہیں۔۔ وہ بچے نہیں ہیں میری طرح۔۔ لیکن جب ان کا موڈ اچھا ہو تو وہ ایسے سر پرائیز ہوتے ہیں

اچھا۔ ٹھیک ہے۔۔ تم۔ جاو باہر۔۔ گرمی ہے یہاں۔۔ اس کا اپنا گرمی سے برا حال تھا اور آب ان وہاں
فضول میں کھڑا تھا۔۔

اوکے۔۔ جلدی آجائیں۔۔ آپ بھی۔۔ آپ کی مما تو نماز پڑھ رہی ہیں۔۔ وہ باہر جانے لگا۔۔ پھر رکا۔
ویسے مما اپ نے کبھی پڑھی ہے نماز۔۔
ہاں پڑھتی ہوں اسے کوفت ہوئی۔۔

کبھی دیکھا تو نہی ہے۔۔ اففف۔۔ پھر خود ہی باہر نکل آیا۔۔ عشوے کے پاس اسے حیرت سے
دیکھنے کا وقت نہیں تھا۔۔ جلدی سے دم بند کرتے اس کے اوپر ہاون رکھا۔۔ پھر کی ہونے کی وجہ
سے وہ کافی وزنی تھی دم کے لیے یہی استعمال کرتے تھے۔۔

مغرب ختم ہونے والی تھی ویسے تو عصام دس بجے آتا تھا جانے آج کتنے بجے آتا۔۔

مما آپ بھی پڑھ لیا کریں نماز۔۔ وہ ابھی آکے پنچھے کے نیچے بیٹھی تھی کہ آب ان نے اسے
گھورا۔۔

میرے باپ مت بنو۔۔

لیکن بیٹا تو ہوں نا۔۔ نماز پڑھ لیں۔۔

اوکے پڑھتی ہوں۔۔۔ ابھی ہوا لگوالوں۔۔۔

ٹھیک ہے وہ خاموش ہو گیا۔۔۔ اس کے ہاتھ میں عشوے کا موبائل تھا جس میں پہلے سے موجود گیم کینڈی کرش کھیل رہا تھا۔۔۔

لمحے بعد ہی اٹھ کے اس نے نماز پڑھی تھی کتنے دن بعد۔۔۔ پتہ نہیں اس لڑکی کے اندر نماز کی فکر کب پیدا ہو گی۔۔۔ عائشہ غصے سے اسی طرف آرہی تھیں۔۔۔ انہوں نے آبان کی باتیں سن لی تھیں شاید۔۔۔

یہ گھر نماز نہیں پڑھتی۔۔۔ آبان۔۔۔ کے پاس بیٹھتے پیار سے پچکارا۔۔۔
میرے خیال میں تو نہیں۔۔۔ کیونکہ میں نے کبھی دیکھا نہی ہے انہیں۔۔۔ وہ مزے سے بتا رہا تھا۔۔۔

اگر ایسا کرے گی تو پھر مشکلات ہی آئیں گی نا۔۔۔ اللہ کے لیے ظاہم نکالے گی تو اللہ اس کے لیے نکالے گا۔۔۔ پھر کہتی ہے فلاں فلاں ہوا ہے۔۔۔ انہیں سہی معنوں میں غصہ آگیا تھا۔۔۔ نماز کے بنا کیسے سکون مل سکتا ہے۔۔۔ پچی نہیں ہو۔۔۔ ناخود پڑھتی ہو نا اپنی انے والی نسلوں کو سیکھاو گی۔۔۔ عقل شعور تو ہے ہی نہیں۔۔۔ بس فلمیں ڈرامے دیکھا لو اسے۔۔۔

مم۔۔۔ بس کریں۔۔۔ کیوں اتنی کر رہی ہیں۔۔۔ وہ روہانی۔۔۔ ہو گئی۔۔۔

آبان کے بچے تمہیں بابا سے سیدھا کرواؤ گی۔۔۔ اس کے پاس بیٹھتے چکلی کائی۔۔۔

عاشرہ اپ کی بیٹی میں واقع عقل نہیں ہے۔۔۔ اسے درد ہوا تھا۔۔۔

ہیں۔۔۔ ہیں۔۔۔ شرم کرو۔۔۔ بڑی ہوں اپ سے۔۔۔

شرم نہیں اتی۔۔۔

ہاں۔۔۔ باپ کو اج تک نہیں ائی آپ کو کیسے آئے گی۔۔۔ عاشرہ ابھی تک صلواتیں سنارہی تھیں
۔۔۔ اس چکر میں وہ دم اتارنا بھول چکی تھی۔۔۔

چولہا میں بند۔ کروں گی یا تمہارا شوہر۔۔۔ عاشرہ کچن میں گئی تو اس کی عقل پہ ماتم کیا۔۔۔

مما۔۔۔ ایک تو آپ اتنا پریشر ڈال دیتی ہیں بندے پہ کہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی

ہے۔۔۔ وہ۔۔۔ کلس کے رہ گئی۔۔۔

بیٹا وہ تم میں پہلے ہی نہیں ہے۔۔۔ طزر کیا۔۔۔

اوف ٹھیک ہے۔۔۔ آئندہ نہیں آؤں گی۔۔۔

ہاں بس۔۔۔ اب ہمیں غلط ثابت کرنے کے لیے نہیں آؤں گی۔۔۔

اچھا مما سوری۔۔ آئندہ نماز پڑھوں گی۔۔ بلکہ اس آبان کے بچے کو سامنے بیٹھا کے پڑھوں گی
۔۔ اصل فساد کی جڑ تو وہی تھا نا۔۔

سامنے بیٹھا کے نہیں۔۔ بلکہ ساتھ پڑھایا کرو اسے بی سیکھاو۔۔
اوکے۔۔ جیسا آپکا حکم۔۔ بات ختم کر دی۔۔ لیکن مما پھر بھی بڑھاتی رہیں۔۔
اب رائستہ بنالو۔۔ دم انہوں نے خود کھولا تھا۔۔
اچھا۔۔ وہ دہی اٹھانے کے لیے فرج کے پاس آئی دہی نکالا۔۔ اور بس۔۔ کام خراب۔۔
مما۔۔ میں نہیں کروں گی۔۔ بڑی مشکل سے ویٹینگ روکی تھی۔۔
کیوں۔۔ اس کے پاس آئیں۔۔ دہی پکڑ کے شیلف پر رکھا۔۔
مجھ سے نہی ہوتا۔۔ اتنی گندی سیمیل لگتی اس کی۔۔
پہلے تو نہیں لگتی تھی۔۔ وہ اسے لیے باہر آئیں۔۔
پہلے بھی ہوا ہے ایسا۔۔
کیسا عائشہ۔۔ پاس ہی آبان بیٹھا تھا۔۔
کچھ نہیں۔۔ تم چپ رہو۔۔ اب کی بار عائشہ نے اسے گھورا۔۔
اوکے۔۔ گندھے اچکائے۔۔

جی۔ بہت زیادہ خراب ہو جاتی ہے طبیعت۔۔۔ و مینگ۔۔۔ اور مجھے پتہ ہے میں پر گینینٹ ہوں۔۔۔ آرام سے بتایا۔۔۔

اور تم مجھے اب بتا رہی ہو۔۔۔ اتنی دیر کچن میں گرمی میں کھڑی رہی ہو۔۔۔ انہیں افسوس ہوا۔۔۔

نہیں خراب تھی طبیعت۔۔۔ اور آپ بھی تو کام کرتی ہیں۔۔۔ نا۔۔۔ میرے انے سے چلو کچھ ریسٹ ہو
آپ کا بھی۔۔۔

ہو جائے گا میرا ریسٹ بھی۔۔۔ بس تم اب ارام۔۔۔ کرو۔۔۔ اور کچن میں جانے کی کوئی ضروت نہیں ہے
میں کر لوں گی۔۔۔ اور اب جو میں بتاول گی ویسے ہی کرنا ہے۔۔۔ خوشی سے اس کے ماتھے پہ پیار دیا
۔۔۔ آبان خاموشی سے سن رہا تھا

اوکے۔۔۔

پانی زیادہ سے زیادہ پینا ہے۔۔۔ گرمی میں نہیں بیٹھنا۔۔۔ کھانا تین ٹائم پیٹ بھر کے اور فریش فروٹ
بھی۔۔۔ ڈیلی۔۔۔ اور سب سے پہلے چیک اپ کرواؤ اپنا۔۔۔

اوکے۔۔۔ عشوے نے سر ہلایا۔۔۔ آبان سن رہا تھا۔۔۔

اب تم بیٹھو۔۔۔ میں بناتی ہوں۔۔۔

مجھے سلااد کے لیے سب چیزیں بیہیں لادیں۔۔۔ میں بناتی ہوں۔۔۔

اوکے۔۔۔ وہ پھر اسے کھیرے اور ٹماڑ دے گئیں تھیں۔۔۔ جو عشوے کا ٹھی رہی۔۔۔

وہ سارا ہے آٹھ بجے پہنچا تھا حمید صاحب کے گھر وہ گھر پہ ہی موجود تھے۔۔۔

اسلام و علیکم بابا۔۔۔ سب سے پہلے آبان اس سے آکے ملا تھا۔۔۔ اس کے پیچے پیچے عشوے تھی پھر عائشہ۔۔۔ حمید صاحب اپنے روم میں ہی تھے

پھر عشوے نے سلام کیا پھر عائشہ نے۔۔۔ پہلی بار سرال والی فیلنگ آر ہی تھیں۔۔۔ عصام کو۔۔۔ پھر وہ لوگ اندر آئے۔۔۔

بابا اج بہت کچھ ہوا ہے۔۔۔ گھر جا کے بتاوں گا۔۔۔ آبان اس کے ساتھ گھس کے بیٹھا۔۔۔ عشوے نے پانی لا کے دیا۔۔۔

آج ماما کی سہی والی ہوئی۔۔۔

اچھا۔۔۔ کس بات پہ۔۔۔ خالی گلاس پکڑا یا۔۔۔ عشوے آبان کو گھور رہی تھی۔۔۔

ساری باتیں ڈیل سے گھر جا کے بتاؤں گا۔۔۔ یہاں ممما ایسے دیکھتی رہیں گی۔۔۔ وہ جا تو کچن کی طرف رہی تھی لیکن دیکھ آب ان کو رہی تھی وہ بھی غصے اور بے بسی کی ملی جملی کیفیت سے۔۔۔ اگر اسے ذرا بھی اندازہ ہوتا ناکہ آب ان۔۔۔ یہ سب کرنے والا ہے تو وہ اسے کبھی بھی اپنے ساتھ نالاتی بلکہ عاصام کے ساتھ بھیج دیتی۔۔۔ گلاس رکھ واپس آئی اور اب ان۔۔۔ کے دوسری طرف بیٹھی۔۔۔ پھر ذرا سانچے ہو کے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔۔۔

اگر تم نے کچھ بتایا تو جان نکال لوں گی تمہاری۔۔۔

بابا دیکھیں دھمکا رہی ہیں۔۔۔ فوراً سے عاصام کو بتایا۔۔۔

کون۔۔۔ وہ عائشہ کی بات سن رہا تھا۔۔۔ جو دوسرے صوفے پہ بیٹھی تھیں۔۔۔

ہاں۔۔۔ کون۔۔۔ کون دھمکا رہا ہے میرے بیٹے کو۔۔۔ عشوے نے انجان بننے کا ناٹک کیا۔۔۔

آپ اور کون۔۔۔ عاصام واپس عائشہ کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔۔۔

تم گھر چلو۔۔۔ سیدھا کروں گی۔۔۔ عشوے دھیمی آواز میں غراتی وہاں سے اٹھ گئی۔۔۔

پھر دس بجے انہوں نے کھانا کھایا تھا۔۔۔

کس نے بنائی ہے۔۔۔ پریانی پلیٹ میں نکالتے حمید نے پوچھا

بریانی ممانتے بنائی ہے۔۔۔ حمید صاحب۔۔۔

نانا کہیں۔۔۔ عصام نے ٹوکا۔۔۔ جبکہ باقی سب مسکراتے تھے۔۔۔

نانا تو میری ماما کے بابا تھے۔۔۔ وہ کنفیوز تھا شاید۔۔۔

تو عشوے بھی ماما ہیں اپ کی اس لحاظ سے آپکے نانا ہوئے۔۔۔

ٹھیک ہے بابا۔۔۔ اور عائشہ کو نانو کہوں۔۔۔ عصام۔۔۔ کو حیرت ہوئی۔۔۔ کسی اور نے اسے ابھی تک روکا
کیوں نہیں تھا۔۔۔

تم مجھے عائشہ بلا سکتے ہو۔۔۔ تمہارے منہ سے سننا بہت اچھا لگتا ہے۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ وہ ساتھ ساتھ کھا بھی رہے تھے۔۔۔ کھانا کھا کے کچھ دیر ہی وہ لوگ بیٹھے۔۔۔ عشوے بابا
کے ساتھ باتیں کر رہی تھی اور عصام عائشہ کے ساتھ۔۔۔ آب ان عصام اور عشوے کا موبائل اٹھائے
کچھ ادھر ادھر شر کر رہا تھا۔۔۔ وہاں سے نکلتے عصام نے فرنج کے اوپر پڑا پن اٹھایا۔۔۔ یہ وہ پن تھا
جو اس نے ماہ بیر کو دیا تھا۔۔۔

پھر واپسی پہ ڈاکٹر کے پاس گئے تھے۔۔ پر اپر چیک اپ کے بعد پتہ چلا تھا پر یونیورسٹی کو تھری ویک ہو چکے تھے۔۔ عصام۔۔ بہت خوش۔۔ اگر قریب انے کی پابندی نا ہوتی تو وہ ضرور عشوے کو ایک بار خود میں بھینج لیتا۔۔ عشوے نے بس نارمل رائیکٹ کیا تھا۔۔ آبان کو فلحاں کچھ پتہ نہیں تھا۔۔

بابا آئس کریم کھاتے ہیں۔۔ آبان ان دونوں کی سیٹ کپڑے پیچھے کھڑا تھا

اس وقت۔۔ ابھی تو کھانا کھا کے ائے ہو۔۔ عشوے نے ٹوکا۔۔۔

کوئی نہیں۔۔ ہمارے آبان کے دو پیٹ ہیں۔۔ پیچھے مڑتے اسے انکھ ماری۔۔۔

جی بلکل ماما۔۔ ایک میں میں کھانا رکھتا ہوں اور ایک میں آئسکریم۔۔۔

ہا ہا ہا۔۔ بہت ہنسی ائی۔۔ عشوے نے دونوں کو گھورا۔۔ عصام کا موڑ بہت اچھا تھا اس لیے اسکریم پارلر کے سامنے گاڑی روکی۔۔۔

بابا اپ کے پاس پسیے ہیں۔۔ وہ اور عصام دونوں باہر نکلے تھے۔۔۔

ہاں کیوں۔۔

یار ماما کو کپڑے تو لے دیں۔۔ وہاں عائشہ۔۔ سوری نانو کے گھر جا کے اتنا تنگ کیا انہیں۔۔۔ وہ کھڑے ویٹ کر رہے تھے

کپڑوں کے لیے۔۔۔ وہ جیران ہوا۔۔۔

ہاں جی۔۔۔ نانو کہتیں۔۔۔ کہ میرے بابا کے پاس پسیے نہیں ہیں جو انہیں دیلا دیں۔۔۔

اوکے۔۔۔ اوکے۔۔۔ وہ اس کی بات سمجھ رہا تھا۔۔۔ یعنی انہوں نے عشوے کو ڈالنا تھا۔۔۔

وہ اپنے پرانے کپڑے لے رہی تھیں۔۔۔ وہ اسے سب بتا رہا تھا

انہوں نے لینے سے منع کیوں کیا۔۔۔ وہ ساتھ ساتھ اُس کریم کے پیکٹ کپڑ رہا تھا

کیونکہ وہ چاہتی ہیں۔۔۔ کسی اور لڑکی کو دیں۔۔۔ جس کی شادی نا ہوئی ہو۔۔۔ اپنے دماغ کے مطابق
اسے یہی سمجھ ایا تھا۔۔۔

اچھا اچھا۔۔۔ اب وہ لوگ گاڑی کے قریب اچکے تھے

جی۔۔۔ دروازا کھول کے پہلے اباں کو اندر بیٹھایا پھر اسکریم عشوے کو کپڑائی اور خود بیٹھا۔۔۔

اور بابا اپ نے بہنا ڈاؤنلوڈ کرنی تھی نا۔۔۔ اسے کچھ اور یاد ایا۔۔۔

لیں بیٹھا انسٹالیشن پہ لگائی ہوئی ہے۔۔۔ عشوے کو دیکھ کے مسکراہٹ چھپائی۔۔۔

اوہ۔۔۔ کتنا وقت لگے گا۔۔۔ وہ ایکسا ٹنڈ ہوا۔۔۔

نا کہیں منتھ۔۔۔ گاڑی سڑک پہ ڈالتے گئیر چلنچ کیا۔۔۔

کہاں ہو رہی ہے انسٹال--

اپ کی ماما کے پیٹ میں

اپ کتنے بتھیز ہیں۔۔ عشوے ہونکوں کی طرح ان کی باتیں سن رہی تھی۔۔ بے بسی سے بولی

بس اتنا کے اس کے ساتھ ایک اور بھی انسٹال کر سکتا ہوں۔۔۔

عصام۔۔ بس وہ رو دینے کو تھی۔۔

جی جی۔۔ گاڑی موڑتے سر خم کیا۔۔

اپ کو کب شرم ائے گی۔۔

مما اپ کو بھی تو نہیں آتی۔۔ اباں فٹ سے بولا۔۔ نانو کہہ رہی تھیں ایسا۔۔ اس کے تملانے پہ جلدی سے وضاحت دی۔۔

مجھے شرم تب ائے گی جب میں بڑا ہو جاوں گا۔۔ اباں فل مزے میں تھا۔۔۔

جس طرح کی اپ حرکتیں کرتے ہیں وہ چھوٹے بچے نہیں کرتے۔۔ بڑے ہی کرتے ہیں۔۔

اچھا۔۔ حیرانگی سے دیکھا۔۔ سارے راستے وہ اور اباں عشوے کو ٹنگ کرتے ائے تھے۔۔

تمام دروازے کھڑکیاں بند کر دو۔ بس ایک مین گیٹ کھلا رکھنا ہے علی اور دانیہ۔ سائنس ہوتے ہی وہاں آپکے تھے۔ اس گھر پہ قبضہ کرنا کوئی چھوٹی بات نہیں تھی۔ اس حوالی پہ نظر برسوں سے تھی اس کے جوانی کے دن تھے جب وہ یہاں گیٹ کے سامنے بیٹھا کرتا تھا۔ پھر خود ہی اس نے اپنے پاؤں پہ کلہاڑی مار لی

بaba ہر طرف سے دروازے بند ہو چکے ہیں۔۔۔ بس ان کا انتظار ہے۔۔۔ وہ عصام کا انتظار کر رہے تھے
۔۔۔ ان کے خیال میں آبان اور عشوے گھر ہونگے وہ لوگ اسانی سے قبضہ کر سکتے تھے اگر وہ
دونوں گھر ہوتے۔۔۔ پر چلو۔۔۔ کچھ نہیں ہوتا وہ اب بھی کر سکتے تھے۔۔۔ گیٹ کے پاس آتے فل
جوش میں نظر آرہے تھے۔۔۔ اتنے میں انہیں باہر گاڑی رکتی نظر آئی۔۔۔ ساتھ ہارن بھی بج رہے
تھے۔۔۔ لیکن دروازہ کسی نے نہیں کھولنا تھا۔۔۔ عصام جو پیچھے سے ہی ہارن بجا تا آرہا تھا۔۔۔ ناکھلنے پر
باہر نکلا۔۔۔ گارڈ وہاں موجود نہیں تھا۔۔۔ شاید کہیں گیا تھا یہی سوچ کے اپنی چابی سے دروازہ کھولا
لیکن سامنے دانیہ کھڑی مسکرا رہی تھی۔۔۔
آپئے آپئے۔۔۔ علی اسے دیکھتے ہی بولا۔۔۔

علی کو دیکھ کے حیرت کا جھٹکا لگا تھا عصام کو۔ کہیں تو دیکھا تھا اسے پہلے۔۔

آئیے نہیں۔ جائیے۔ کیونکہ اب یہ ہمارا گھر ہے۔ فالنے سے خود کو ہوا دیتے وہ ہنسی یہ عصام مینشن نہیں رہا اب۔ ڈیر عصام۔ یہ گھر اب سیٹھ علی کا ہے۔ اور میرا ہے۔

کیا بکواس کر رہی ہو تم۔ پچھے ہٹو۔ اگے ہو کے گیٹ کھولا۔ پھر باہر جا کے گاڑی میں بیٹھا آباں سوچ کا تھا عشوے نے اتنا ٹائم لگانے کی وجہ پوچھی عصام خاموش رہا۔ پھر گاڑی اندر لے کے آیا۔ سیٹھ علی اور دانیہ غصے اور تیش سے اسے دیکھ رہے تھے۔

تم۔ یہاں رہ سکتے ہو کچھ دن۔ لیکن یہ گھر اب تمہارا نہیں ہے۔ جو نہیں باہر نکلا دانیہ دوبارہ سامنے آئی۔

میرا دماغ مت خراب کرو۔ بہت برا ہو گا۔ اباں کو کندھے پہ ڈالتے عشوے کا ہاتھ پکڑا۔

دروازے بند ہیں۔ سیٹھ علی نے ہانک لگائی۔

عصام دروازے کے قریب گیا تھا کہ دروازہ خود ہی کھل گیا۔ دانیہ کا منہ کھلا۔

تمہارا باپ بھی اس گھر کے دروازے مجھ پہ بند نہیں کر سکتا۔ واپس مرتے اسے دیکھا۔ عشوے پریشانی سے سب دیکھ رہی تھی۔ اباں کو اس کے روم میں لٹا کے دروازہ لاک کیا۔ پھر کسی کو

کال کرتے راہداری میں بنے ایک شیف کے پیچھے واز اٹھایا۔ اس کے اندر سے چھوٹی سی پسل نکالی
اور اپنی پاکٹ میں رکھی۔

عشوے

آپ کمرے میں جائیں میں آتا ہوں عشوے جو سیڑھیوں کے پاس کھڑی تھی اسے دیکھا۔
نہیں۔ میں اپ کے ساتھ آؤں گی۔ عجیب ساخوف تھا۔

میں نے آپ سے کہا ہے کمرے میں جائیں۔ جب تک میں ناکہوں۔ باہر نہیں انا۔ اس کی اواز
اوپھی ہوتی۔ عشوے پیچھے مڑی اور اپنے کمرے میں بند ہو گی۔ عصام نیچے آیا۔ اپنی اندر ورنی
جیب سے پین نکال کے سامنے والی پاکٹ میں رکھا۔ پھر صوف پہ بیٹھ گیا۔ وہ دونوں اس کے
سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

شروع کریں اپنی بکواس۔ دماغ کی رگیں تن رہی تھیں۔

بکواس نہی۔ سچ۔ اور یہ جو تم اپنی زر خرید بیوی کو کمرے میں بھیج دیا ہے نا اسے بھی باہر نکالو
زر خرید پہ عصام کی آنکھیں بھی سرخ ہوئیں۔ لیکن وہ ضبط کر کے بیٹھا رہا۔

یہ فائل ہے اس گھر کی۔ جس کے مطابق تم اپنا یہ گھر میرے نام کر چکے ہو۔۔

عصام نے اٹھا کے دیکھی۔۔ پھر واپس چھینکی۔۔

پہلی بات۔۔ یہ گھر میرے نام نہیں ہے۔۔ اور دوسری بات۔۔ جو کاغذات تمہارے پاس ہیں وہ فیک ہیں۔۔

فیک کیسے ہو سکتے ہیں عصام شیخ۔۔ یہ میں نے خود تمہارے لاکر سے نکالے ہیں۔۔ اپنے ان ہاتھوں سے۔۔ ہاتھ ہوا میں لہرانے۔۔ وہ بہت ایکسائز نظر آ رہی تھی۔۔

جی میں بھی انہی کاغذات کو فیک کہہ رہا ہوں۔۔ تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب نقی ہے

--

تم جھوٹ بول لو۔۔ کوئی بات نہیں۔۔ یہ لیگل طور پہ اب ہمارا گھر ہے۔۔ تم چاہو تو یہاں ایک دن رک سکتے ہو۔۔ ورنہ۔۔ یہاں سے اپنا بوریا بستر سمیٹو۔۔ سمیٹھ علی کھڑا ہوا۔۔

بیٹھ جائیں ابھی۔۔ اپ کو کچھ دیکھانا ہے۔۔ وہ سرد آواز میں کہتا سیدھا ہوا۔۔ انکھیں ہنوز سرخ تھیں۔۔ انداز سپاٹ تھا۔۔

چند سینکڑ میں باہر بائیک رکی تھی۔ پھر حمید صاحب اندر آئے۔

اوہ۔۔۔ واؤو۔۔۔ علی۔۔۔ علی کو دیکھ کے انہیں حیرت ہوئی۔۔۔ کافی عرصے بعد ملاقات ہوئی تھی۔۔۔

اپ جانتے ہیں انہیں۔۔۔ جیرا گنگی سے دیکھا۔۔۔

ہاں۔۔۔ ہم دونوں۔۔۔ تمہارے بابا کے پاس کام کرتے تھے یہ گارڈ تھا۔۔۔

اور اس کمینے کو میں لے کے ایا تھا۔ اس نے میری ہی رسیاں کاٹ دیں۔ علی کو غصہ آیا حمید کو دیکھ کے ---

مطلب۔۔ سمجھا نہیں میں۔۔

تمہیں سمجھ بھی کیسے ائے گا۔۔۔ علی حمید صاحب کی طرف بڑھا۔۔۔ تمہاری وجہ سے میں اس جگہ سے کنگال ہو کے گیا تھا۔۔۔ آج دیکھو۔۔۔ تیری بیٹی کو ننگے سریہاں سے نکالوں گا۔۔۔

اپنی زبان کو لگام دو۔ عصام اٹھتے اس کے قریب آیا۔۔۔

میری زبان کو لگام دینے سے کیا ہو گا۔ سچائی بد لے گی تو نہیں۔ علی پچھے ہوا۔

سچائی تمہیں حمید صاحب بتائیں گے۔۔۔ پھر حمید نے عصام کو دیکھا۔۔۔

یہ فائلز۔۔ دیکھنے کے بعد اور کون سی سچائی رہ جائے گی مسٹر عصام۔۔ دانیہ کب سے خاموش تھی

--

ان فائلز میں سب جھوٹ ہے۔۔ اور یہ گھر۔۔ میرے نہیں عشوے کے نام پہ ہے۔۔ عصام نے
دھماکہ کیا تھا۔۔

تم اب جھوٹ بول رہے ہو۔۔ علی بھڑکا۔۔

نہیں۔۔ وہ سچ بول رہا ہے۔۔ حمید صاحب بولے۔۔ یہ گھر عشوے کے اٹھارہ سال کے ہونے تک
میرے نام تھا۔۔ پھر یہ گھر عشوے کے نام ہوا ہے۔۔ لیکن تم نے یہ گھر اپنے نام کیوں کروایا
۔۔ مجھے سمجھ نہیں آئی۔۔ نہیں علی والے معاملے کا کچھ معلوم نہیں تھا۔۔

تم بھونک رہے ہو اج بھی۔۔ جیسے اس وقت بھونکے تھے۔۔ میں کتا ہوں نا۔۔ جو اس وقت اسفند
اور اس کی بیوی کو قتل کر دیا اس گھر کے لیے اس دولت کے لیے اور اب تم کہہ رہے ہو
۔۔ عصام کا وجود ساکت ہوا۔۔ مطلب اس نے بابا کو قتل اس نے کیا تھا۔۔

رکو۔۔ اتنی آہستہ آواز تھی کہ۔۔ بمشکل ہی وہ۔۔ لوگ سن پائے۔۔

جمید صاحب نے میری ماما کے ساتھ۔۔

نہیں۔ وہ سب میں نے کیا تھا۔۔ وہ سب مان رہا رہا۔۔ وہ سب میں نے کیا تھا تاکہ میں آرام سے اس پر اپرٹی کا مالک بن جاوں۔۔ پر تمہارے اس ذلیل باپ نے سب کچھ اس کمینے کو دے دیا۔۔۔
اتنی بڑی سچائی۔۔ آج عصام کو پتہ چلی تھی۔۔ اصل۔۔ میں تو وہ بے وقوف بنا تھا۔۔ اسے کہتے ہیں کبھی کبھی آنکھوں دیکھا بھی سچ نہی ہوتا۔۔۔

ہاہا۔۔ وہ۔۔ ہنسا۔۔ اور میں سزا کیسے دے رہا تھا۔۔ بے ساختہ اس کا ہاتھ پاکٹ کی طرف گیا۔۔ گن نکالی۔۔۔

ٹھا۔۔۔ ٹھا۔۔۔ ٹھا۔۔۔ تین گولیاں۔۔ علی کے سینے میں پیوسٹ کیں۔۔ اچانک اس افتاد کے لیے کوئی بھی تیار نہیں تھا۔۔ عشوے جو کب سے اندر بیٹھی خوف سے کانپ رہی تھی باہر سے آتی اوپنجی اوپنجی آوازیں اس کا دل ہولا رہی تھیں۔۔ گولی کی آواز پہ اس کی چیخ نکلی تھی۔۔۔ اگے ہو کے عصام نے پوری گن اس پہ خالی کی تھی۔۔۔

بابا۔۔ دانیہ مرتے ہوئے باپ کو دیکھ کے چلانی تھی۔۔۔ کچھ ہی دیر میں وہاں پولیس اچکی تھی جو عصام شیخ کو ہر است میں لیتے ان کے گھر کو سیل کر گئی تھی۔۔۔ کیونکہ اس گھر کے کاغذات کو

پر اپر چک کیا جانا تھا۔۔۔ لیکن عصام۔۔۔ وہ اب عشوے سے جدا ہونے والا تھا کیا۔۔۔ قتل کرتے اسے دو لوگوں نے دیکھا تھا۔۔۔

عشوے اور آبان حمید صاحب کے ساتھ واپس انہی کے آگئے تھے۔۔۔ جبکہ عصام حوالات میں تھا کیا میں اپنے وکیل کو ایک کال کر سکتا ہوں۔۔۔ کوریڈور میں چلتے اس نے ساتھ چلتے انسپیکٹر سے پوچھا۔۔۔

جی جی۔۔۔ سر کیوں نہیں۔۔۔ وہ عصام کو پہلے سے جانتے تھے۔۔۔

میرے موبائل میں ہے نمبر۔۔۔ اس نے اپنا موبائل دیا تو عصام نے ٹوکا۔۔۔

پھر آپ کو کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔۔۔ کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کرتے انسپیکٹر نے کاغذات نکالے

عصام بیٹھ گیا۔۔۔ میرے پاس کچھ ہے آپ کو دیکھانے کے لیے۔۔۔ پھر اس نے وہ سیکرٹ کیمرہ انسپیکٹر کے حوالے کیا۔۔۔ انہوں نے فوراً اسے لیپ ٹاپ سے کنیکٹ کیا تھا۔۔۔ وہ سب دیکھتے رہے۔۔۔ سب کچھ موجود تھا قتل بھی اور جو جو وہاں باتیں ہوئی تھیں۔۔۔

اس میں تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قتل آپ نے کیا ہے۔۔

جی سر۔۔ میں اپنے حصے کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔۔ لیکن۔۔ یہ جو مجرم ہیں۔۔ انہیں کھلے عام
نہیں گھونٹنے دے سکتا۔۔

ٹھیک ہے۔۔ ویسے اگر آپ اپنے کیس میں چچا ہیں تو دیست کی افر بھی کر سکتے ہیں انہیں۔۔۔

اپ کنوئیں سمجھیے گا۔۔۔

اوکے ائی ول ٹرائے۔۔۔ لیکن اپ کو اپ کے جرم کی سزا بھی ملے گی۔۔۔

جی میں جانتا ہوں۔۔۔ وہ کچھ ڈپریس تھا۔۔۔ صورتحال اس طرح خراب ہو جائے گی ایک دم سے کسی
کو بھی نہیں پتہ تھا۔۔۔ وہ کتنے خوش تھے۔۔۔ نظر ہی لگ گئی تھی۔۔۔ عشوے اور اب ان کی الگ ٹینشن
تھی۔۔۔

کچھ دیر بعد وہاں دانیہ ائی تھی اپنے وکیل کے ساتھ۔۔۔ عصام۔۔۔ کے ائی برو تنے۔۔۔

مجھے کمپلینٹ کرنی ہے۔۔۔ اپنے باپ کے قتل کی۔۔۔ کرسی گھسیٹ کے بیٹھتے وہ عصام کو دیکھ رہی تھی
۔۔۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ عصام۔۔۔ نے بمشکل صبر کے گھونٹ پئے تھے۔۔۔

صاحب کو موبائل لا کے دو۔۔۔ کچھ لکھ کے اس نے عصام کی طرف بڑھایا۔۔۔ پھر پاس کھڑی کانٹیبل سے کہا۔۔۔

یہیں سر۔۔۔ وہ باہر۔۔۔ چلی گئی۔۔۔

جی بی بی۔۔۔ شروع کریں۔۔۔

اپ کمپلینٹ لکھیں۔۔۔

وہ تو میں لکھ لوں۔۔۔ لیکن اس سے پہلے اپ کو ایک افر کرتا ہوں۔۔۔ عصام پسپر پڑھ رہا تھا۔۔۔

مجھے کسی بھی قسم کی افر نہی چاہیے۔۔۔ مجھے قتل کا بدلہ قتل چاہیے۔۔۔

دیکھیں۔۔۔ بی بی۔۔۔ اگر اپ قتل کے بد لے قتل چاہتی ہیں تو ایسا ہو نہیں سکتا۔۔۔

کیوں نہی ہو سکتا۔۔۔ اب اپ نے رشوت لے لی ہو گی ان سے۔۔۔

زبان سنبحال کے بات سمجھیے۔۔۔ اگر قتل کے بد لے قتل کرنا ہے تو پھر یہ کسی بھی سزا کے مستحق نہی ہوتے۔۔۔ انہوں نے اپنے باپ کے قاتل کو مارا ہے۔۔۔ اب مسکرانے کی باری عصام کی تھی۔۔۔

اپ مجھے قانون مت سیکھائیں۔۔ اگر قتل باپ کا کیا ہے تو بیٹا سزا کیوں دے رہا ہے قانون دے نا

--

جیسے اپ کی مرضی۔۔ کوٹ کچھریوں کے چکر لگائیں گی تو ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔۔

اپ کو فکر کرنے کی ضروت نہی ہے جو کہا ہے کریں۔۔

بی بی۔۔ پہلے تو یہ کاغذات کورٹ کو پیش کیے جائیں گے۔۔ ان کی تحقیق وہ اپنے مطابق کریں گے

۔۔ پھر اگے کا فیصلہ ہو گا۔۔ اگر اپ یہاں سزا کی مستحق ہوئیں تو جیل کے لیے اپ کو بھی انا

پڑے گا۔۔

اور ایک بات۔۔ انسپیکٹر اگے ہوا۔۔ مجرم کمپلینٹ نہیں کروا سکتا۔۔

میرا وکیل کروانے کا کمپلینٹ۔۔

بھی میدم۔۔ انہوں نے دیکھا نہی ہے۔۔ ناسب۔۔

حمدید صاحب کرواں گے۔۔ وہ چلا اٹھی۔۔

انہوں نے کچھ دیکھا ہی نہی ہے۔۔ عصام نے کندھے اچکائے۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا حمید صاحب

کبھی بھی سنکے خلاف گواہی نہیں دیں گے۔۔

اپ لوگ ایسا نہی کر سکتے۔۔ میں میں۔۔

اپ تھمل سے بات سن لیں میری۔۔ کمپلیٹ لکھنا اور کروانا اسان ہے اس کے بعد جو ہو گا۔۔ وہ اپ کے لیے۔۔ عصام صاحب سے کہیں زیادہ مشکلات کھڑی کر سکتا ہے۔۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپ خون بہا یعنی دیست کر لیں۔۔

ہر گز نہی۔۔ میں اسے پھانسی کے پھندے تک لے کے جاوں گی۔۔

ٹھیک ہے۔۔ انہیں حوالات میں رکھو چوبیں گھنٹے میں ان کے پیپرز کورٹ میں پیش کیے جائیں گے۔۔ حوالدار کو اشارہ کیا۔۔

مجھے کیوں۔۔ وہ کھڑی ہوئی۔۔

کیونکہ اپ نے چوری کی ہے۔۔

اپ کے پاس کوئی ثبوت نہی ہے۔۔

ثبوت۔۔ یہ رہا۔۔ پن سامنے لہرا یا۔۔ اس میں اپ اور اپ کے والد صاحب دونوں نے خود اپنے جرم قبول کیے ہیں۔۔ یہ کافی ہو گا میرے خیال میں۔۔

چھوڑوں گی نہیں میں تمہیں عصام شخ-- وہ بھول چکی تھی کہ کہاں کھڑی ہے---

میدم خاموشی سے اندر جائیں۔۔۔ یہ دھمکیاں اپ کے لیے جان لیوا بھی ہو سکتی ہیں۔۔۔

اس کے جانے کے بعد وہ عصام کی طرف گھوما۔۔۔

اپ کو بھی چوبیس گھنٹوں کے لیے جیل میں رکھا جائے گا۔۔۔ پھر اس کے بعد جو کورٹ کا فیصلہ ہوا

--

اوکے--

ابھی اپ اپنے وکیل سے بات کر سکتے ہیں۔۔۔ موبائل اسے پکڑا یا۔۔۔ پھر عصام نے رفاقت کو کال کر کے سارا معاملہ سمجھایا تھا۔۔۔ وہ ابھی انے کے لیے تیار تھا لیکن عصام نے اسے صحیح انے کا کہا۔۔۔ وہ رات عصام نے حوالات میں گزاری تھی

انہیں کچھ پتہ ہی نہیں تھا ساتھ والے گھر میں کیا ہوا رہا ہے۔۔۔ اگلے دن پلوشہ بیگم خود عائشہ سے ملنے آئی تھیں۔۔۔ وہاں عشوے کو دیکھ کے انہیں حیرت ہوئی۔۔۔

یہ کب ائی ہے۔۔ حال چال پوچھنے کے بعد پوچھا۔۔

کل صبح۔۔ عائشہ نے جواب دیا۔۔ انہیں لگ رہا تھا جیسے وہ ٹوہ لینے ائی ہوں کہ عشوے کس حالت میں ہے۔۔

رہنے کے لیے آئی ہے۔۔ پلوشہ نے ایسے ہی پوچھا۔۔

ہاں۔۔ کچھ دن رکے گی۔۔ وہ مختصر جواب دے رہی تھیں۔۔

اچھا اچھا۔۔ شوہر چھوڑ کے گیا ہے۔۔

نہیں حمید صاحب لے کے ائے ہیں۔۔

اچھا چلو سہی ہے ماں باپ سے مل لے گی تو۔۔

اپ کو کچھ کام تھا۔۔ انہیں بلکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔ عشوے کی بھی طبیعت ٹھیک نہیں تھی آب ان ریاض کے ساتھ باہر گیا تھا۔۔ حمید صاحب تھانے عصام کے لیے کھانا لے کے گئے تھے ن۔۔ نہی۔۔ میں بس ایسے ہی۔۔ انہی بات کرنے میں اتنی دقت ہو رہی تھی سمجھ نہیں آرہا تھا کیسے شروع کریں۔۔ اوپر سے عائشہ کا سپاٹ انداز۔۔

مم۔۔ عشوے کو تھانے بلا�ا ہے۔۔ ریاض اپنی جون میں اندر آیا تھا۔۔

تھانے۔۔ خیریت ہے۔۔ پلوشہ کے کان کھڑے ہوئے۔۔ عائشہ ریاض کو دیکھ کر رہ گئیں۔۔

محجوراً عائشہ کو ساری بات بتانی پڑی۔۔

پتہ نہیں کیسے لوگ دوسروں کو کو تکلیف دے لیتے ہیں۔۔ ان کے دکھ میں شریک ہونا چاہا۔۔

تم عشوے سے کہو۔۔ تیار ہو جائے۔۔ میں بھی ساتھ چلوں گی۔۔ طبیعت نہیں سہی اس کی۔۔۔۔۔

ہائے۔۔ کیا ہوا اس کی طبیعت کو۔۔

کچھ نہیں۔۔ بس امید سے ہے نا تو اس لیے یہ بتاتے ہوئے عائشہ کے دل میں ٹھنڈ پڑی تھی۔۔۔

مبارک ہو پھر تو۔۔

شکر یہ۔۔ اتنی دیر میں عشوے چادر لیے باہر آئی تھی۔۔۔۔۔

آپا پھر ہم چلتے ہیں۔۔ آپ اگر بیٹھنا چاہیں تو۔۔

میں اکیلی کیا کروں گی۔۔ میں بھی چلتی ہوں گھر عزت اکیلی ہے۔۔

ریض ٹیکسی لینے کے لیے باہر نکل رہا تھا۔۔ عزت کے نام پر ہوک سی اٹھی۔۔ اس متعلق فلحال کوئی

بات چیت ہی نہیں ہوئی تھی اس کا رابطہ دوبارہ عزت سے ہوا، ہی نہیں تھا تھوڑی دیر میں ٹیکسی آئی

تو عشوے اور عائشہ چلی گئیں۔۔ ریض اور آبان گھر ہی تھے

وہاں عشوے کی عصام سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔ عصام کے وکیل نے عشوے سے سارے معملاں کلیئر کیے تھے۔ حمید نے تمام باتیں جو انہیں معلوم تھی بتا دیں۔ ان کے کاغذات کو رٹ میں جمع کروادیے گئے تھے۔ پانچ تاریخ کو پہلی پیشی تھی۔

انہیں اُنے میں دیر ہو گئی تھی۔ اج پہلی ہسٹری ٹھیں۔ سامنے ہی حمید صاحب کھڑے انہیں کا انتظار کر رہے تھے۔ اندر پہنچنے تک وہ انہیں میں میں باتیں سمجھاتے گئے۔ کورٹ کے اندر بہت کم لوگ تھے۔

وہ تم سے پوچھیں گے فالکنر کے بارے میں تم نے کہنا ہے کہ۔۔۔ وہ سب کچھ تمہارے نام ہے۔۔۔ بس ایک جو نیو فیکٹری ہے وہ عصام کے نام تھی۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھے وہ چل رہے تھے۔۔۔

اور نرس بلکل بھی نہیں ہونا۔۔۔

بابا۔۔۔ وہ عصام کو چھوڑ تو دیں گے نا۔۔۔ وہ خوف زدہ تھی

ہاں ہاں۔۔۔ وہ ابھی ہمارے ساتھ ہی جائے گا۔۔۔ اسے تسلی دی بس ہمیں دانیہ کو دینت کے لیے کنوپس کرنا ہو گا۔۔۔

وہ نا۔۔۔ مانی تو۔۔۔ عائشہ نے انہیں دیکھا۔۔۔

یہی تو مسلسلہ ہے۔۔۔ وہ مان نہیں رہی۔۔۔ وہ لوگ روم میں داخل ہوئے۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔ سامنے ہی نجح صاحب بیٹھے تھے۔۔۔ ایک طرف عصام کرسی پہ بیٹھا ہوا تھا اور دوسری طرف دانیہ پہ چوری کا کیس تھا۔۔۔ جو پہلے حل کرنا تھا۔۔۔ اسی کے لیے آج ہرینگ تھی۔۔۔ عصام کو دیکھ کے دل دھڑکا۔۔۔ وہ پریشان نہیں تھا۔۔۔ تو اسے بھی نہیں ہونا چاہیے۔۔۔ گھری سانس لیتے دوسری طرف مڑی۔۔۔

بیٹھے۔۔۔ کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔۔۔ آپ میں سے عشوے کون ہے۔۔۔ نجح نے پوچھا۔۔۔
عشوے نے گردن ہلائی۔۔۔

اوکے۔۔۔ یہاں آئیں۔۔۔ آپ سے کچھ سوال پوچھنے ہیں۔۔۔ بس آپ نے ان کا جواب دینا ہے۔۔۔ وُنس بَس کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

اوکے۔۔۔ وہ چلتے ہوئے اس کے اندر آئی۔۔۔

پرو سیکیوٹر نے اس کے سامنے غلاف میں لپٹا قرآن رکھا۔۔۔ ہاتھ رکھ کے کہیں جو کہیں گی سچ کہیں گی سچ کے سوا کچھ نہیں کہیں گی۔۔۔

اس نے ہاتھ رکھتے دھرایا۔ جو کہوں گی سچ کہوں گی سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گی۔۔

ٹھیک ہے۔۔ پروسیکیوٹر نے ساتھ کھڑے آفیسر کو قرآن پکڑا۔۔

چلنے شروع کرتے ہیں۔۔ وہاں چند لوگ ہی موجود تھے جو انہیں دیکھ رہے تھے۔۔

کیا آپ عصام شیخ کو جانتی ہیں۔۔۔

جی وہ میرے شوہر ہیں۔۔

آپ کے پاس نکاح نامہ موجود ہے۔۔

اس نے بابا کو دیکھا کیونکہ اس کے پاس نہیں تھا۔۔ حمید نے ہاں کا اشارہ دیا۔۔

جی موجود ہے۔۔

اوکے۔۔ کیا آپ دکھا سکتی ہیں۔۔

یہ رہی فائل۔۔ ڈیندینٹ وکیل نے نکاح نامے والی فائل نکال کے نج صاحب کے ٹیبل پر رکھی۔۔ جو انہوں نے اٹھا کے دیکھی۔۔

ٹھیک ہے آپ شروع کریں۔۔ دیکھنے۔۔ کے بعد پروسیکیوٹر کو اشارہ دیا۔۔۔

تو جی۔۔ آپ کی شادی کو کتنا عرصہ ہوا ہے۔۔ فائل نج صاحب سے لی۔۔

سات ماہ۔۔ عشوے نے جواب دیا۔۔

آپ کا ایک بیٹا بھی ہے۔۔ ساتھ مہ میں۔۔ شادی سے پہلے ہی بچے۔۔ وہ ہنسا۔۔
جی نہی سر۔۔ وہ میرا نہیں میرے شوہر یعنی عصام شخ کا بیٹا ہے۔۔ پہلی واکف سے۔۔ عشوے نے
تحمل سے جواب دیا۔۔ اسے پہلے ہی بابا نے بتا دیا تھا وہ کچھ بھی کسی قسم کا بھی سوال پوچھ سکتے
ہیں۔۔ اور اس نے ناول بھی تو پڑھا تھا نمل۔۔ جس میں حنین یوسف سے کس طرح کے سوالات
کیے گئے تھے۔۔

ٹھیک ہے۔۔ ان کا بیٹا۔۔ کیا نام ہے آباد۔۔ ہاں آباد۔۔ ان کی پہلی واکف سے ہے۔۔ تو انہوں
نے اپ کو ان کی سینئڈ مدر یعنی دیکھ بھال کے لیے اپنے نکاح میں لیا ہے۔۔

جی نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔۔ عصام نے انہیں گھورا۔۔

اپ خاموش رہیں۔۔ پروسکیوٹر نے اسے ٹوکا۔۔۔

آپ مدعا سے ہٹ کے سوال کر رہے ہیں۔۔ ڈینڈنٹ وکیل نے اعتراض کیا۔۔
رکیں رکیں۔۔ ہم اسی طرف آرہے ہیں۔۔

نج صاحب یہاں میں یہ پوچھنا چاہوں گا۔۔ کہ اگر انہوں نے عشوے سے دوسری شادی کی ہے تو
۔۔ یہ ان پیپرز کے مطابق تمام جائیداد ان کی شادی سے پہلے ہی ان کے نام کیوں کر دی گئی

-- جبکہ اصولاً تو یہ ہوتا ہے کہ اگر شوہر ایسا کرنا چاہتا ہے تو وہ شادی کے بعد یہ سب کر سکتا ہے

--

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیپرز جعلی ہیں۔۔ اور جو یہ والے پیپرز ہیں میری معقلہ کے پاس ہیں وہی اصلی ہیں اور وہی اس جائیداد کی اصلی مالکن ہیں۔۔ وہ بول رہا تھا۔۔

او بھیشن۔

آڈر آڈر۔۔ اعتراض ریجکٹ کر دیا گیا۔۔

اگر یہ اصلی مالکن ہیں بھی تو پھر ان کے تعلقات عصام صاحب سے پہلے ہی تھے اب وہ تعلقات کیسے تھے کہ جائیداد ان کے نام کر دی گئی۔۔

عشوے کا چہرا ہیتک سے سرخ پڑ رہا تھا

بکواس بند کرو۔۔ عصام اپنی جگہ سے اٹھا۔۔۔

نجح صاحب میری درخواست ہے اپ مس دانیہ کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے کیس ختم کر دیں۔۔۔

انجھیکشن مالٹ۔۔۔ مجھے میرے معقل کی صفائی پیش کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔۔۔

جی بلکل ملے گا۔۔۔ کہیں اپ نے کیا کہنا ہے۔۔۔ ڈینڈنٹ نے عصام۔ کو دوبارہ کرسی پہ بیٹھایا۔۔۔۔۔

سر میں دانیہ صاحبہ کو بلانا چاہوں گا۔۔۔

جی۔

مس۔۔۔ دانیہ کو بلایا گیا۔۔۔ وہ خوف زدہ تھی۔۔۔

ویسے ہی اس کے سامنے قران رکھا گیا۔۔۔

اپ عصام شیخ کو۔ کب سے جانتی ہیں۔۔۔

جی میں ان کو کافی عرصے سے جانتی ہوں۔۔۔

کس تعلق سے۔۔۔ اگلا سوال

میرے بابا ان کے بابا کے گارڈ تھے۔۔۔ اس سے ہماری۔ ملاقات ہوئی تھی۔۔۔ وہ بے دھیانی میں بول گئی

سر کیس تو حل ہو گیا ہے۔۔۔

کیسے---پرو سیکیوٹر جیران ہوتے کھڑا ہوا۔

ایسے---کہ جب اس کے والد صاحب اسفندیار کے گارڈ تھے تو یہ حولی اگر ان کی ہوتی تو وہ
یہاں گارڈ کے حساب سے تو نارہ رہے ہوتے نا۔ اگر باپ گارڈ ہے تو بیٹی مالکن کیسے ہو گئی۔

یہ کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔ کورٹ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ نیکسٹ ہیرنگ اٹھائیں تاریخ کو ہو
گی۔

عدالت برخاست کی جاتی ہے۔ نج صاحب اٹھ کے چلے گئے۔

تمہیں تو دیکھ لوں گا میں۔ حوالدار دانیہ اور عصام دونوں کو لے گئے

مما بابا نہیں ائے نا۔ اباں اسے شدت سے یاد کر رہا تھا۔

نہی۔ لیکن جلدی آجائیں گے۔ حمید صاحب نے اسے گود میں اٹھایا۔

نانا میں انبیں مس کرتا ہوں۔ اپ انبیں بتاتے۔ وہ رونے لگا تھا۔

وہ اجائیں گے۔۔ عائشہ نے اگے ہو کے اسے کپڑا۔۔ یہاں ہم ساتھ ہیں سب تو اب بابا کو مس مت کریں۔۔ وہ ٹھیک ہیں کام کر رہے ہیں۔۔ فری ہونگے تو واپس اجائیں گے۔۔

کب فری ہونگے۔۔ ماما اپ لے جائیں۔۔ میں انہیں ڈیسٹریب نہی کروں گا۔۔

ٹھیک ہے ہم لوگ کل چلیں گے۔۔ عشوے بھی اداس تھی۔۔

میں بابا کے بنا نہی رہ پارہا ہوں نانو۔۔ وہ عائشہ سے لپٹا۔۔

صبر کرو میرے پیارے بیٹے۔۔ اسے پیار کرتے خود میں بھی نہیں چاہا۔۔

ہم لوگ ابھی باہر گھومنے چلیں گے۔۔ اباں ٹھیک ہو جائے گا۔۔ ریض بھی وہیں تھا۔۔

نہیں مامو۔۔

کیوں۔۔

کیونکہ۔۔ میں اداس ہوں اور۔۔ بابا کے بنا اب مزہ ہی نہی اتا۔۔

بابا کے بنا مزہ تو نہیں اتا لیکن ہمیں اداس بھی تو نہیں ہونا نا۔۔

خود ہی ہو جاتا ہوں یار۔۔ بابا کی جب یاد آتی ہے۔۔

ویسے مم۔ پہکے تو بابا مجھے بلا تے تھے اس بار اپ کو کیوں بلا یا۔ مشکوک نظرؤں سے دیکھا۔۔۔

اس لیے کہ اب میری باری تھی۔۔۔ نیکست اپ کی۔۔۔

اوکے۔۔۔ کل۔ ہم ساتھ ہی چلیں گے۔۔۔ اسے تسلی ہوئی۔۔۔

ساتھ ہی چلیں گے۔۔۔ پتہ نہیں اتنے دن بعد کیوں ہیرنگ کی ڈیٹ دی ہے۔۔۔ کیا تھا جلدی رکھ لیتے۔۔۔ بچارا بچہ کتنا پریشان ہے۔۔۔ عائشہ نے شکوہ کیا۔۔۔

کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ یہ۔ دن بھی گزر جائیں گے۔۔۔ اور پھر وہ دن گزر ہی گئے۔۔۔ عصام کے گھر کو باعزت بری کر دیا گیا تھا۔۔۔ دانیہ کے کاغذات کو جعلی قرار دیتے تمام چیزیں عشوے کو ہی سونپ دی گئی تھیں۔۔۔ دانیہ کو عمر قید کے ساتھ کروڑوں کا جرمانہ بھی ہوا تھا۔۔۔ کیونکہ اس نے کوئی چھوٹی موٹی نہیں بلکہ کروڑوں کے حساب سے جائداد پہ ڈاکہ ڈالا تھا

عصام ابھی جیل میں تھا۔ اگر دانیہ دینت کے لیے نامی تو اسے بھی پچیس سال عمر قید ہو سکتی تھی

۔۔۔

۔۔۔

اگر دانیہ نہیں مان رہی دینت کے لیے تو۔۔۔ مقتول کے اور کوئی والی وارث بھی تو ہوں گے نا۔۔۔ وکیل صاحب اس وقت رفاقت کے کیپن میں بیٹھے تھے۔۔۔

جہاں تک میرا خیال ہے ان کی بیوی کی وفات ہو چکی ہے۔۔ پھر بھی میں جاؤں گا۔۔ اس کے گھر

--

جی جتنا جلدی ہو سکے اس ہیرنگ سے پہلے ہمیں دینت کے لیے کچھ کرنا ہے۔۔ نہیں تو پھر پچس سال کی سزا ہو سکتی ہے۔۔

نہیں نہیں۔۔ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔۔ میں بس ابھی نکلتا ہوں۔۔ بلکہ ایک کام کریں۔۔ آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔۔ اگر کوئی ملے تو ہم ان سے پیپر ورک کروں سکیں۔۔

اوکے ٹھیک ہے۔۔ پھر وہ دونوں کچھ دیر میں وہاں سے نکلے تھے۔۔ سیدھے علی کے علاقے تک پہنچنے کے لیے انہیں کافی وقت لگ گیا تھا۔۔

یہ سیدھے علی کا گھر کہاں ملے گا۔۔ ایک عورت جو بچے کو اٹھائے کہیں سے آرہی تھی۔۔ اس سے پوچھا

جی ان کا گھر تو نہیں حویلی ہے۔۔ وہ سامنے جو سرخ رنگ کی دیواریں نظر آرہی ہیں۔۔ وہ۔۔ اس نے اشارہ کرتے بتایا۔۔

اوکے شکر یہ۔۔

اللہ کرے کوئی تو مل جائے جو ہماری مدد کر دے۔۔۔ حویلی کے سامنے گاڑی روکتے وہ اترے۔۔۔

جی۔۔۔ مسٹر علی سے ملاقات ہو سکتی ہے۔۔۔

صاحب۔۔۔ ان کی تو وفات ہو چکی ہے۔۔۔

اوہ۔۔۔ افسوس کا ناٹک کیا۔۔۔ ان کے گھر میں کسی سے ملاقات ہو سکتی ہے۔۔۔

جی صاحب۔۔۔ ان کی بیوی ہیں۔۔۔ آپ ان سے مل سکتے ہیں۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔

وہ اندر کی طرف بڑھے۔۔۔

صاحب آپ یہاں رکیں۔۔۔ میں پوچھ کے بتاتا ہوں۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ وہ لوگ رکے۔۔۔

بات سنو۔۔۔ وکیل نے گارڈ کو روکا۔۔۔

جی۔۔۔ وہ رکا۔۔۔

اندر جا کے کہنا کہ علی صاحب کے وکیل آئے ہیں۔۔

جی سر ٹھیک ہے۔۔ وہ چلا گیا۔۔ پھر کچھ دیر بعد واپس آیا اور انہیں اندر لے گیا۔۔ ڈرائیور میں بیٹھاتے انتظار کا کہہ کے وہ خود چلا گیا۔۔۔

شکر ہے۔۔ بس وہ لاچی عورت ہو آسانی ہو گی ہمارے لیے۔۔

اسلام و علیکم۔۔ ایک پچیس چھیس سال کی نوجوان لڑکی اندر داخل ہوئی
و علیکم اسلام۔۔ وہ کھڑے ہوئے۔۔

بیٹھیں بیٹھیں۔۔ انہیں اشارہ کرتے وہ خود بھی بیٹھ گئی۔۔

وہ دراصل ہم لوگ ایک مقصد کے لیے آئے ہیں۔۔

جی کہیں۔۔ وہ سمجھدار لگ رہی تھی۔۔ اپنے حلیے سے ایک پروقار لڑکی
آپ جانتی ہوں گی۔۔ علی صاحب کا قتل ہوا ہے۔۔ رفاقت نے بات شروع کی۔۔

جی جانتی ہوں۔۔ اور مجھے۔۔ کسی کی کوئی کمپلین نہیں کرنی اور ناہی مجھے کسی پہ شک ہے۔۔ شاید
پہلے بھی ان کے پاس پولیس آچکی تھی اس لیے اکتاہٹ سے جواب دیا تھا۔۔

نہیں۔۔ ہمارا ایسا کوئی مقصد نہیں ہے۔۔ ایکچولی ہم آپ سے کچھ اور بات کرنے لگے ہیں۔۔ بس پلیز
تحمل سے ہماری بات سن لیجئے گا۔۔

ہم۔۔ اس کے چہرے سے کسی قسم کی حیرانگی ظاہر نہیں ہوتی تھی
ہم لوگ قاتل کی طرف سے ہیں۔۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ قاتل کو دیست لے کے معاف کر
دیں۔۔

اوہ۔۔ اب اس کے ہونٹ سکڑے۔۔

ٹھیک ہے۔۔ مجھے منظور ہے۔۔ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی۔۔

چ کہہ رہی ہیں۔۔ انہیں یقین نہیں آیا
جی چ کہہ رہی ہوں۔۔ آپ کا اور میرا مzac کا رشتہ تو ہے نہیں۔۔

اوکے۔۔ پلیز آپ یہ یہاں سائین کر دیں۔۔ اور آپ کو چیک لکھ کے دیتا ہوں۔۔
سائنس کروا کے رقم چیک پہ لکھ کے دی جو پاکستانی روپے کے مطابق آج کے دور میں
524،318،4 تھے۔۔

کامل تصدیق کے بعد انہیں کل کورٹ آنے کی درخواست بھی کی تھی ساتھ اپنا نکاح نامہ بھی لے کے اُنے کا کہا۔ وہ لوگ وہاں سے آدھے گھنٹے میں واپس آگئے تھے۔ ان کا کام ہو گیا تھا۔ اب دانیہ کی کیا مجال کہ وہ عصام کی آزادی کی راہ میں رکاوٹ بنتی۔

ماما۔ آج بابا کو آزاد کر دیں گے نا۔ اسے ریض نے سب بتا دیا تھا۔

انشاء اللہ۔ عشوے تیار ہو رہی تھی۔ آج آخری ہسیرنگ تھی۔

جب بابا آجائیں گے پھر ہم اپنے گھر چلے جائیں گے۔ وہ اس کے جوتے نکال کے سامنے رکھتے ہوئے بولا۔

ضرور۔ بس بابا کے لیے دعا کرنا۔ جوتے پہننے اپنا بیگ اٹھایا۔

آجاؤ بیٹا۔ حمید صاحب اسے بلانے کے لیے دروازے پہ آئے تو وہ آبان کے بال سیدھے کرتے ان کے پیچھے باہر نکل آئی ایک ماہ سے وہ اسی روم میں رہ رہے تھے۔ انہیں گھر واپس کر دیا گیا تھا لیکن عائشہ نہیں چاہتی تھیں کہ اس حالت میں وہ اکیلی رہتی۔

ٹیکسی میں بیٹھتے اس نے موبائل نکالنے کے لیے بیگ میں ہاتھ ڈالا۔ ہاتھ سے وہ باکس ٹکرایا جو اسے عصام نے دیا تھا۔ اسے بہت کچھ یاد آگیا۔ اس میں نوز پن تھی وہ پہلے دیکھ چکی تھی لیکن اس نے کبھی نوز پن یوز ہی نہیں کی تھی۔ ناک ہی نہیں سلا تھا تو وہ کیسے پہنتی۔۔۔

مما اگر ٹائم ہے تو ہم کچھ دیر جیولر کی شاپ پہ رک سکتے ہیں۔۔۔

کیوں۔۔۔ اس وقت ایسے حالات میں تمہیں جیولری چاہیے انہوں نے ڈالنا۔۔۔

نہیں۔۔۔ بس کام ہے چھوٹا سا پلیز۔۔۔

بابا پلیز۔ آپ رکو ایئے گا۔۔۔ عائشہ کی گھوری کو اگنور کرتے بابا سے کہا۔۔۔

اوکے دیکھتا ہوں۔۔۔ انہوں نے حامی بھر لی تھی۔۔۔ پھر کچھ دیر بعد وہ جیلوں سے ناک بنواری تھی۔۔۔ اور عائشہ اسے صدمے سے دیکھ رہی تھیں۔۔۔ اس نے نوز پن اپنی دی۔۔۔ تھی۔۔۔ درد تو بہت ہوا تھا لیکن وہ عصام کی خوشی کے لیے برداشت کر سکتی تھی

تم پاگل ہو۔۔۔ عائشہ بمشکل بول پائیں۔۔۔

ہاں جی۔۔ اب آپ نے شادی کروائی ہے تو مجھے شوہر کی پسند کا خیال بھی تو رکھنا ہے نا۔۔ آنکھ سے نکلتا پانی صاف کرتے وہ درد برداشت کرتے سرخ ہو رہی تھی۔۔

ہاہ۔۔ اللہ نصیب اچھے کرے۔۔ انہیں اچھا لگا تھا لیکن وقت ٹھیک نہیں تھا۔۔ پر عشوے جانتی تھی اس سے بہترین وقت کوئی نہیں ہو سکتا۔۔ عصام سے دور ہونے کے بعد اسے سمجھ آیا تھا کہ اس کے بنا وہ رہ ہی نہیں سکتی۔۔ پہلے جب دو ہفتوں کے لیے گیا تھا۔۔ تب بھی اس کی ایسی ہی حالت لیکن وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔۔ لیکن اب وہ فیصلہ کر چکی تھی۔۔ کہ عصام کو کبھی خود سے دور نہیں کرے گی۔۔

آدھے گھنٹے میں وہ لوگ کوٹ پہنچ چکے تھے۔۔ وکیل اور رفاقت پہلے سے ہی روم کے باہر بیٹھے کچھ ڈیسکس کر رہے تھے۔۔

ان سے ملتے وہ لوگ بھی اپنی باری کا انتظار کرنے لگی۔۔ دس منٹ بعد انہوں نے جانا تھا سیٹھ علی کی بیوی ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔۔ انہوں نے سیٹھ منٹ لکھوا تو لی تھی لیکن کورٹ کے سامنے دیست قبول کرنا ضروری تھا۔۔ سیچپو نیشن پھر سے سنگین ہو رہی تھی وقت گزر رہا تھا۔۔ دس منٹ لمبے ہو رہے تھے۔۔

اسلام و علیکم۔۔ ٹک ٹک کی آواز ان کے قریب رکی۔۔ مسکراتی ہوئی وہ لڑکی۔۔

و علیکم اسلام۔۔ مسز سیٹھ۔۔ بہت شکر یہ آپ کے تعاون کا۔۔ رفاقت نے اسے دیکھتے جگہ دی
اہاں۔۔ اُس اکے اس میں میرا ہی فائدہ ہے تو میں کیوں نا اتی۔۔ وہ انتہائی خوبصورت تھی۔۔ اس
کی مسکراہٹ سے گال پہ ننھا سا گڑھا نمایاں ہوا۔۔ وہ اس کی چھوڑی ہوئی جگہ پہ بیٹھی۔۔۔
اور مجھے مسز سیٹھ مت کہا کریں۔۔ میرا نام نوشین ہے آپ مجھے میرے نام سے ہی پکاریں۔۔

ہم ٹھیک ہے۔۔ کچھ دیر میں ان لوگوں کو بلایا گیا تھا۔۔۔
ہیرنگ شروع کی گئی عشوے اور آبان سب سے پہلی لائن میں بیٹھے تھے دوسری میں حمید صاحب
اور عائشہ تھے۔۔ اور لوگ بھی تھے
ملزم کو لایا جائے۔۔ عصام کو بلایا گیا تھا۔۔۔ پولیس کسٹڈی میں عصام کو وٹنس باکس میں لایا گیا۔۔
بڑھی ہوئی داڑھی بڑھے ہوئے بال ایک مہینے میں اس کا حلیہ تبدیل ہو گیا تھا۔۔ عشوے نے اسے
ایک نظر دیکھا۔۔ ناک میں ابھی بھی ہلاکا ہلاکا درد ہو رہا تھا

جی عدالت کی کارروائی شروع کی جائے۔ نج نے اجازت دی۔

امید ہے کہ آج اخیری بار آپ کو ہمارے لیے زحمت ہو گی نج صاحب۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ سیٹھ علی کی بیوہ۔ نوشین صاحبہ نے دیست لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ فائل نج صاحب کے ٹیبل پر رکھتے وکیل نے کہا۔

او بھیشن مالکاٹ۔ پروسیکیوٹر فوراً کھڑا ہوا۔

اگر پروسیکیوٹر کوئی سوالات کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں مس نوشین سے۔ وہ جانتا تھا آرام سے تو نہیں بیٹھے گا۔

جی میں ان کی بیوہ کو بلانا چاہوں گا۔

ان کو وٹنسیس باکس میں بلایا جائے۔ نج نے اجازت دی۔

نوشین پر اعتماد چال سے چلتے اندر آئی۔ اس کے سامنے قرآن رکھتے اس سے حلف لیا گیا۔

آپ کی عمر کیا ہے مس نوشین۔ پروسیکیوٹر نے شروع کیا۔

جی ستائیس سال۔

اور اپ کے مرحوم شوہر کی--

وہ ساٹھ ستر کے قریب ہو گے--

تو آپ کو کیا ایسی ضرورت تھی ان سے شادی کرنے کی-- یا اپ جھوٹ بول رہی ہیں--

مجھے ضرورت نہیں تھی انہیں ضرورت تھی-- بے باک انداز--

کیسی ضرورت--

جسمانی ضروریات-- جو ہر مرد کو کسی بھی عورت سے ہوتی ہیں-- اب میں واضح کر کے تو نہیں بتا سکتی نا--

اہم گلا کھنکارتے وکیل شاید شرمندہ ہوا--

آپ انہیں منع کر سکتی تھیں-- کیا آپ ان کے بینک بیلنس سے ایمپریس ہوئی تھیں---

نہیں-- مجھے انہوں نے خریدا تھا۔ پانچ لاکھ میں-- سب کی نظریں نوشین پہ تھیں--

میں سمجھا نہیں۔ کہنا کیا چاہتی ہیں--

میں ایک طوائف خانے کی بے بس طوائف تھی۔۔ جیسے وہاں کی رانی نے شیخ دیا تھا سیٹھ کے ہاتھوں۔۔ سیٹھ نے پہلے تو کچھ راتیں میرے ساتھ سہانی کیں۔۔ پھر اسے لگا کہ میں اس کی بیوی بننے کے قابل ہوں تو اس نے مجھ سے نکاح کر لیا۔۔ نکاح نامہ ساتھ لائی ہوں میں۔۔ اپنے پرس سے نکاح نامہ نکال کے دیکھایا۔۔

وکیل نے دیکھتے نجح صاحب کو پکڑا۔۔ انہوں نے دیکھ کے واپس شروع کرنے کا اشارہ کیا۔۔

میں نے دیست لینے کا فیصلہ کیا ہے۔۔ اور میں ابھی یہاں نجح صاحب کے سامنے دوبارہ یہ اقرار کر رہی ہوں کہ مجھے دیست دل سے قبول ہے نا کہ کسی زور زبردستی سے۔۔

اوکے۔۔ مجھے کچھ سینکڑ میں فیصلہ سنانا ہوں۔۔ عدالت میں خاموشی چھاگئی۔۔

پھر دیست کی رقم جو رفاقت ساتھ لایا تھا نجح کے میز پر رکھی۔۔ ساتھ بیٹھے ہیلپر نے بیگ اٹھا کے سارے پیسے مشین میں ڈالے تو فوراً ہی رقم لکھی آگئی۔۔

ٹھیک ہے۔۔

عدالت۔۔ عصام شیخ کو باعزت بری کرتی ہے۔۔ اور حکم دیتی ہے کہ ان پر کسی بھی قسم کا الزام اگر لگایا گیا ہے تو اسے ختم کر دیا جائے۔۔ نجح صاحب نے فیصلہ سناتے کیس بند کر دیا تھا۔۔

ہر ایک کے چہرے پہ مسکراہٹ چھائی۔۔

بابا۔۔ آب ان اٹھ کے عصام کے پاس آیا تھا۔۔ اس سے لپٹتے وہ بہت خوش لگ رہا تھا۔۔ لیکن ابھی بھی عصام کے چہرے پہ مسکراہٹ نہیں آئی تھی۔۔

چلنے سر۔۔ کچھ پیپر ورک کرنا ہے پھر آپ گھر جاسکتے ہیں۔۔ نسپیکٹر نے اسے اپنے ساتھ آنے کا کہا۔۔ باقی سب لوگ گاڑیوں کی طرف چلے گئے تھے عشوے عصام کے ساتھ تھانے آئی تھی۔۔ وہ دونوں الگ گاڑی میں تھے نسپیکٹر کے ساتھ ان کا وکیل بھی تھا۔۔ آب ان عائشہ اور حمید رفاقت کے ساتھ جا رہے تھے وہ انہیں گھر ڈر اپ کرنے والا تھا۔۔

تھانے میں آتے اس نے کچھ پیپر ز پہ سائین کیے۔۔

مجھے اپنا سامان لینا ہے۔۔ ایک دفعہ لاک اپ میں جا سکتا ہو۔۔۔

جی سر۔۔ لے لیجئے۔۔ نسپیکٹر نے اجازت دی۔۔ عصام اٹھ کے چلا گیا۔۔ نسپیکٹر اپنے کام میں مصروف ہوا تو عشوے بھی اٹھ کے اس کے پیچھے آئی تھی۔۔ وہ لاک اپ کے اندر دیوار کے پاس سے کچھ اٹھا رہا تھا۔۔ آہٹ پہ پیچھے مڑ کے دیکھتے سیدھا ہو۔۔

م--- میں آپ سے دور نہیں رہ سکتی وہ بھاگ کے اسکے قریب آئی۔۔۔

بے بسی سے اس کے ہونٹوں پہ جھکتے وہ شاید ایک مہینے کی پیاس بجھانا چاہتا تھا شاید۔۔۔ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے وہ شدت سے اپنے ہونٹ اس کے لبوں میں پیوست کر چکا تھا۔۔۔

اس کی شرت کو سختی سے بھینختے وہ بدحواس ہوئی۔۔۔ ناک۔ کا درد غائب ہو چکا تھا۔۔۔

عصام بھول چکا تھا کہ اس وقت وہ حوالات میں ہے۔۔۔ ہونٹوں کو قید کیے وہ اپنی ساری تھکن ان میں انڈیل رہا تھا۔۔۔

ب۔۔۔ بس ہونٹوں کو صاف کرتے وہ پیچھے ہوئی۔۔۔

لیکن وہ اسے اپنی قید میں لیے بالوں کی خوشبو میں مدھوش ہوا تھا

عشوے اپنی گردن پہ اسکے ہونٹوں کا لمس محسوس کرتے تیز تیز سانس لے رہی تھی۔۔۔ عصام گھر چلیں۔۔۔ وہ پکھل رہی تھی۔۔۔

برداشت نہیں ہو رہا تو نوز پن کیوں۔۔۔ اس کا چہرہ ہاتھوں میں لیتے سرخ ناک کو دیکھا۔۔۔ پھر جھک کے اس پہ لب رکھ دیئے۔۔۔

م۔۔۔ میں۔۔۔ وہ۔۔۔

کچھ بھی نہیں۔۔۔ وہ پھر سے اس کے ہونٹوں پہ جھکا۔۔۔

ہم۔۔۔ پہلے گھر چلیں۔۔۔ ہونٹوں پہ ہاتھ رکھتے اسے روکا۔۔۔

ہاں۔۔۔ اس کی کلائی پکڑتے ہتھیلی چومی۔۔۔ جو اس کے ہونٹوں سے لگی تھی۔۔۔

پہلے گھر جانا چاہیے۔۔۔ پیچھے مڑتے اس نے زمین سے کچھ اٹھایا۔۔۔ اسے دیکھ کے عشوے کی آنکھیں
کھلی تھیں۔۔۔

عصام۔۔۔ یہ گن۔۔۔

چپ رہیں۔۔۔ اس کی کلائی پکڑتے وہ لاک اپ سے باہر نکلا۔۔۔ دو لاک اپ چھوڑ کے اگلے لاک اپ
میں دانیہ سرگھٹنوں میں دیئے بیٹھی تھی۔۔۔ اسے وہاں سے آزاد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔۔۔

لیکن ایک تھا۔۔۔ اس کا مسیح۔۔۔ عصام شخ۔۔۔ پستول سے نشانہ باندھتے اس کی کپٹی پہ سٹ کیا۔۔۔ پھر
ٹریگر دبادیا۔۔۔ گولی چلنے کی کوئی آواز نہیں آئی۔۔۔ دانیہ کے جسم نے ایک ہچکولہ لیا تھا۔۔۔ پھر بیٹھے
بیٹھے ہی وہ زمین پہ گر گئی۔۔۔ وہ ازاد ہو گئی تھی۔۔۔ عشوے نے بمشکل اپنے منہ پہ ہاتھ رکھتے چیخ
روکی تھی۔۔۔ عصام نے اس کی طرف دیکھا پھر اس کا ہاتھ اٹھایا۔۔۔

غلط نہیں کیا میں نے۔۔ اس کا چہرہ اوپر کرتے آنکھوں میں جھانکا۔۔ اپ۔ کو خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ اس کی کلائی تھامتے وہ واپسی کے لیے مڑا۔۔ عشوے گھسیتے چہرے کے ساتھ اس کے پیچھے تھی باہر نکلتے انسپیکٹر کو گردن ہلا کے اللہ حافظ کہا تھا اس نے

ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔ گاڑی رفاقت نے بھجوادی تھی۔۔ وہ دونوں اس وقت ساتھ تھے۔۔

اپنے گھر۔۔

اور آبان۔۔

وہاں اس کا خیال نہیں رکھیں گے۔۔ الٹا سوال۔۔۔

رکھیں گے کیوں نہیں رکھیں گے وہ ہٹبرٹائی۔۔

تو اسے کچھ دن وہیں رہنے دیں۔۔۔

کیوں۔۔ وہ آپ کو مس کر رہا تھا اور اپ اسے وہیں چھوڑنے کی بات کر رہے ہیں۔۔

میں بھی آپ کو مس کر رہا تھا۔ اور اب میں کوئی ڈیسٹرنس نہیں برداشت کروں گا۔۔۔

وہ آپ کا اپنا بیٹا ہے۔۔۔ عشوے نے گھورا۔۔۔

تو۔۔۔ اسے ہمارے بیچ آنے دوں۔۔۔

نہیں۔ میرا مطلب ہے وہاں کیسے رہے گا میں بھی نہیں ہوں۔۔۔ اور پھر وہ آپ کے لیے کتنا اداس تھا۔۔۔

اوکے اس نے گاڑی کا رخ موڑا۔۔۔ ایک دم سے اس کا موڑ خراب ہو گیا تھا۔۔۔ آپ کو وہیں چھوڑ کے اسے لے آؤں گا۔۔۔ گاڑی کی سپید تیز کرتے جا رہا نہ انداز میں کہا۔۔۔

ع۔۔۔ عصام آپ اتنے جلدی۔۔۔

خاموش رہیں۔۔۔ اسے بریک لگایا۔۔۔ گاری کی سپید تیز سے تیز ہو رہی تھی۔۔۔

پلیز گاڑی سلو کریں۔۔۔ ہوا کی طرح وہ گاڑیاں کراس کر رہے تھے۔۔۔

عصام ان سنبھل کرتے ڈرائیو کرتا رہا۔۔۔ پانچ منٹ میں عشوے کے گھر کے سامنے گاڑی روکی۔۔۔

اتریں۔۔۔ اس کی طرف کا دروازہ کھولا۔۔۔ عشوے بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔۔

نہیں۔۔ میں ساتھ جاؤں گی۔۔ وہ بیٹھی رہی۔۔ عصام نے آگے ہوتے اسے باہر نکالا۔۔ جھٹکا لگنے سے اس کے پیٹ میں بھیس سی اٹھی تھی۔۔

ع۔۔ عصام۔۔ آرام سے۔۔ بیلنਸ سیدھا کرتے وہ مشکل سے کھڑی ہوئی تھی۔۔ عصام نے کندھے سے کپڑتے اسے سہارا دیا۔۔

بھیس۔۔ میں آبان کو لے کے آتا ہوں۔۔ اسے واپس بیٹھا دیا۔۔

ہاں بس مجھے تکلیف دینے میں مزہ آتا ہے۔۔۔

ہاں جیسے آپ کو میرا دل توڑنے میں۔۔

اگر دل توڑنا ہوتا نا تو یہ نوز پن اس وقت یہاں نا ہوتی انگلی سے ناک کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

تو پھر مجھ سے فرار کیوں ہونا چاہ رہی ہیں۔۔۔

فرار نہی ہونا چاہتی۔۔ بس آبان کو ساتھ لے کے چلتے ہیں۔۔۔ اس کی بھی فکر تھی۔۔ وہ جانتی تھی آبان نے اسے کتنا مس کیا تھا

کاش آپ اسٹیپ مدر کی طرح اس کے ساتھ بی ہیو کریں۔۔

گاڑی کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔۔

اب لے آئیں۔۔ عشوے نے اسے یاد دلایا

اوکے۔۔

میں بھی آتی ہوں۔۔ میں نے بھی سامان لینا ہے۔۔۔

اوکے۔۔ وہ اس کا اشارہ سمجھتے مسکرا یا۔۔

پھر آبان کو لے کے وہ لوگ گھر آگئے تھے۔۔ ماما نے کہا تھا کھانا کھا کے جاؤ۔۔ لیکن عصام کو پہلے اپنا حلیہ درست کرنا تھا۔۔ کھانا عائشہ نے پیک کر دیا تھا۔۔

ہم لوگ ہوٹل سے لے لیں گے۔۔۔

ہوٹلوں سے بھی کھاتے رہنا۔۔ یہ۔۔ لے جاؤ۔۔ ابھی جا کے فوراً سے تو نہیں بنے گا نا۔۔ اسرار کر کے دے ہی دیا۔۔

گھر آکے عصام پہلے فریش ہوا تھا

عشوے کچن میں آگئی۔۔۔ کھانا وغیرہ گرم۔ کرنے۔۔۔

میں سیلوں جا رہا ہوں۔۔۔ واپسی پر روٹیاں لیتا آؤں گا۔۔۔ آپ سالن بنائیں بس۔۔۔

وہ کچن کی صفائی کر رہی تھی جب عصام فریش سا وہاں آیا۔۔۔

گھر میں کچھ ہے ہی نہیں بنانے کے لیے۔۔۔ شیلف سے چچ اٹھا کے کیبن میں رکھی۔۔۔ ویسے بھی
لانے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔ ممانے دیا تو ہے۔۔۔

اوکے آپ اور آبان کھا لینا۔۔۔ مجھے دیر ہو جائے شاید۔۔۔

کتنے بجے آئیں گے۔۔۔

جلدی آجائوں کوشش کروں گا۔۔۔ آپ بس آبان کو سلا دینا۔۔۔ کہتے وہ باہر چلا گیا۔۔۔

آبان کو کیوں سلاوں۔۔۔ وہ سوچ رہی تھی۔۔۔ پھر ماتھے پر ہاتھ مارتے ہنسی۔۔۔ اب تو نہیں سلانا۔۔۔ سر

ہلاتے وہ واپس کام میں مصروف ہو گئی

بھائی کی شادی پہ بھی نہیں آؤ گے۔ عزت اپنے کمرے میں لیٹی چھپت کو گھور رہی تھی پھر کچھ سوچتے ریض کو مسج کیا۔

دس منٹ پھر میں۔ پھر آدھا گھنٹہ گزر گیا ریض کا جواب نہیں آیا۔ آج کل ایسا ہی ہو رہا تھا۔ ان کی فیس ٹو فیس بات ہوئے دو ماہ ہونے کے قریب تھے۔ پلوشہ نے عائشہ سے بات کی تھی لیکن انہوں نے کہہ دیا تھا کہ وہ ریض کی ملکنی کر چکے ہیں۔ انہیں کنویں کرنا اب پلوشہ کے بس کی بات ہی نہیں تھی سیم وہی سب جیسے عشوے کے لیے پلوشہ کرتی تھیں اب عائشہ کر رہی تھیں۔ عزت بھی کچھ سنبھل گئی تھی۔ ریض سے بات ہوتی تھی لیکن بہت کم۔ جب بھی ہوتی وہ ایسے ہی رپلای کرتا تھا۔ شاید وہ اس سے تھک چکا تھا۔ تین گھنٹے بعد اس کا جواب آیا تھا۔

شايد۔ ایک لفظ بس۔

ٹھیک ہے۔ عزت فوراً رپلای کر دیتی تھی۔

عشوے چلی گئی۔ اس کا کوئی مسج نہیں آیا تو عزت نے دوبارہ کیا۔

جی۔ پھر ایک لفظی جواب۔

عاصام بھائی رہا ہو گئے۔ دوبارہ مسج کیا۔

ہاں جی۔ آج ہی ہوئے ہیں۔ وہ مووی دیکھ رہا تھا۔

اچھا۔۔۔ عزت نے رپلائے کیا۔۔۔

اس طرف سے کوئی مسج نہیں آیا عزت نے موبائل رکھ دیا۔۔۔ وہ خود پہ اتنا کنٹرول کرتی تھی پھر بھی دن میں ایک دو بار وہ ریپس کو مسج کر ہی لیتی تھی۔۔۔ ماہ بیر کی شادی میں بھی بیس بائیس دن رہتے تھے۔۔۔ اس کی تیاری میں مشغول پلوشہ عزت کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔ انہیں لگتا تھا اگر وہ اسے دیکھیں گی تو شاید اپنے بیٹے کی خوشیوں کو بھول جائیں گی۔۔۔ ان سے دل اچاٹ ہو جائے گا۔۔۔ پہلے ہی وہ اس کے ساتھ اتنا کچھ کر چکی تھی اب اور نہیں۔۔۔ غزت کے لیے بھی بہت وقت تھا۔۔۔ انہیں یقین تھا ان کی بیٹی بھی اپنے حصے کی خوشیاں ضرور حاصل کرے گی۔۔۔

رات کو جب وہ واپس ایا تو اب ان عشوے سے لپٹا سو رہا تھا۔۔۔

واہ۔۔۔ اج کی رات تو میری باری ہے اور یہ محترم۔۔۔ اگے ہو کے اسے عشوے سے الگ کیا۔۔۔

بابا۔۔۔ اپ اگئے۔۔۔ اس نے پٹ سے انہیں کھولیں۔۔۔

نہیں۔۔۔ اپ خواب دیکھ رہے ہیں۔۔۔ واپس سو جائیں۔۔۔

اپ بھی یہیں سو جائیں۔۔ دوبارہ عشوے کی طرف کھسکتے اس کے لیے جگہ بنائی۔۔

نہیں بیٹا۔۔ اپ اپنے کمرے میں سوئیں گے۔۔

بaba کیا ہے یار۔ مجھے ماما کے ساتھ سونے کی عادت ہو گئی ہے۔۔ اپ چلے جائیں۔۔ وہ اٹھ کے بیٹھا

مجھے بھی عادت ہے۔۔ اور میری زیادہ عرصے کی عادت ہے۔۔ وہ بھی بچہ بناء۔۔

ایک کام کرتے ہیں۔۔ کچھ سوچتے اس نے عصام کو دیکھا۔۔

ہوں۔۔ وہ اسے بڑے ضبط سے دیکھ رہا تھا۔۔

مما کو درمیان میں کریں۔۔ ایک طرف اپ سو جائیں ایک طرف میں۔۔

جی نہیں۔۔ چپ چاپ اپنے روم میں جائیں۔۔

بابا۔۔ کیا ہے اپ کو ڈیسٹریب نہیں کروں گا میں۔۔

بیٹا تم نا بھی کرو تو تمہارے سامنے کچھ نہیں کر سکتا میں۔۔ وہ وسپرنگ میں بات کر رہے تھے۔۔

اپ کو ایسا کیا کرنا ہے جو۔ میرے سامنے نہیں کر سکتے۔۔۔

بتا بھی نہیں سکتا۔۔۔ وہ الجھا۔۔۔

تو میں سو جاوں گا نا۔۔۔ اپ کر لینا۔۔۔

اٹھو یہاں سے۔۔۔ عصام نے زبردستی اسے اٹھانے کی کوشش کی۔۔۔

ماما۔۔۔ اباں کی اواز اوپنجی ہوئی اور عشوے کی انکھ کھل گئی۔۔۔

ک۔۔۔ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ اسے کچھ سمجھ نہیں ایا۔۔۔ عصام اباں کو گھور رہا تھا اور اباں روہانسا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

یہ اپ نے اسے اپنے ساتھ سلانے کی عادت کیوں ڈالی ہے جا ہی نہیں رہا اب یہاں سے۔۔۔

ماما کے گھر میں زیادہ روم نہیں تھے ساتھ ہی۔۔۔

تو۔۔۔ ریض کے ساتھ سلانا تھا اسے۔۔۔

کیا ہو گیا ہے عصام۔۔۔ اس کے ماتھے کے بل عشوے کو بلکل بھی اچھے نہیں لگے۔۔۔

اسے اپنی زبان میں سمجھا دیں ورنہ میری باتیں اپ کو ہی بری لگیں گی۔۔۔ وہ عشوے پہ غصہ ہونے لگا۔۔۔

اچھا اچھا۔۔۔ جاتا ہوں۔۔۔ اپ تو بس ڈانٹنے ہی لگ جاتے ہیں۔۔۔ اب ان بیڈ سے اترتے جوتے پہنے لگا

۔۔۔

مما بابا نے اپ کو سونے نہیں دینا میں بتا رہا ہوں۔۔۔ جاتے جاتے عشوے کو دیکھا۔۔۔

اسی لیے اپ کو بھگا رہے ہیں کہ ہم جاگ سکیں۔۔۔ عصام نے اسے جتا یا۔۔۔

عصام۔۔۔ عشوے نے دانت کچکچائے۔۔۔

تو میں بھی جاگ لوں گا۔۔۔ اب ان رکا

تم جاو میرے باپ تمہارا یہاں کوئی کام نہی ہے۔۔۔ عصام نے اسے باہر دھکیلا۔۔۔

لاک مت کیجیے گا۔۔۔ مجھے واپس بھی انا پڑ سکتا ہے۔۔۔

میں دونوں لاک لگاؤں گا۔۔۔ کوئی مسلہ ہوا تو خود ہی سولو کر لینا۔۔۔ اسے کمرے کا راستہ دیکھاتے دروازہ بند کر دیا۔۔۔

ویڈیو بنا لجھے گا ماما۔ میں دیکھو گا بابا کیا کرتے ہیں۔ وہ باہر نکلتے نکلتے کہہ گیا۔

اپ اسے کیوں خراب کر رہے ہیں۔ عشوے نے اسے ٹوکا۔

ایسے کرے گا تو کسی دن اسے میں کہیں چھوڑ آؤں گا۔ بیڈ پہ بیٹھتے جوتے اتارے۔

اپ کی اپنی ہی اولاد ہے نا۔ مشکوک نظروں سے دیکھتے عشوے پیچھے سر کی تھی کیونکہ عصام کا ہاتھ اس کی شرٹ کو پکڑ چکا تھا۔

یہی تو مسلہ ہے سارا۔ میری ہی اولاد ہے۔ دور ہوتی عشوے کو اپنے قریب کیا۔ یہ اپ کے ان سے پہلے بڑا شریف تھا۔ اپ نے پتہ نہیں کیا کھیلایا ہے اسے۔ اس کے بالوں کو سمیٹنے جوڑا بنایا

--

یہاں کچھ لگا لیتیں۔ ناک ابھی بھی ہلکی ہلکی سرخ تھی۔

اس نے لگایا تھا۔ اب درد نہیں ہو رہا۔ اس کے سینے پہ ہاتھ رکھتے اس کی گردن کو دیکھ رہی تھی۔ شہرگ کے اوپر چھوٹا سا گولا بنا ہوا تھا جو ابھرا ہوا تھا۔

عصام نے اس کا چہرہ اوپر کرتے اس کے ہونٹوں پہ ہونٹ رکھتے شرارت کی--

یہ زیادہ میٹھے ہو گئے ہیں۔۔۔ دوبارہ ایسے ہی کیا۔۔۔

اپ کو وہم ہے۔۔۔ وہ مسکراتی۔۔۔

اچھا۔۔۔ اس کی گردان پہ ہونٹ رکھے۔۔۔

یہ نمکین ہے۔۔۔ ہر ہر حصے کا اپنا زائدہ۔۔۔

بابا۔۔۔ زبان کی نوک اس کی کان کی لو سے ٹکرائی ہی تھی کے اباں کی آواز ائی

نیند کی گولیاں نہیں ہیں ہمارے پاس۔۔۔ گہری سانس لیتے پیچھے ہوا۔۔۔

ہاہایا۔ عشوے کھکھلا کے ہنسی۔۔۔

ناکریں یار۔۔۔ دروازہ کھولتے اسے روکا۔۔۔

بابا۔۔۔ وہ اپ کا سیکرٹ کیمرہ۔۔۔ لینا تھا۔۔۔ شریفوں کی طرح نظریں جھکائے اباں اندر ایا۔۔۔ پھر
ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑا کیمرہ اٹھایا۔۔۔ عصام نا سمجھی سے اور عشوے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

یہ کیوں۔۔۔

وہ بابا۔۔۔ ریض نے مجھے بتایا تھا۔۔۔ لپ ٹاپ پہ کنیکٹ کرنا۔۔۔ نیند نہیں ارہی تھی تو میں اپ لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ مزے سے کہتے باہر نکل گیا۔۔۔ جبکہ عصام منہ کھولے بند دروازہ دیکھ رہا تھا۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔ بچارہ عصام۔۔۔

رکیں میں اتا ہوں۔۔۔ عصام اباں کے پیچھے باہر نکلا۔۔۔

رکو زرا۔۔۔ وہ سامنے ہی جا رہا تھا۔۔۔

جی بابا۔۔۔ معصومیت سے اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔۔۔

جو ابھی کہہ کے ائے ہو۔۔۔ واقع سچ تھا۔۔۔ اسے لگا شاید مzac ہو۔۔۔

جی۔۔۔ اپ کا اور میرا اس وقت مzac نہیں ہے۔۔۔

میں نے دیکھا جب اپ نے مما کو یہاں پیار کیا۔۔۔ اپنے ہونٹوں پہ انگلی رکھتے اسے شاک کیا۔۔۔ اوکے۔۔۔ تحمل سے اسے دیکھا۔۔۔

یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔۔۔ انہیں بس ناک میں درد ہو رہا تو میں نے۔۔۔

ان کی نک پہ تو درد نہیں تھا۔۔۔ معصومیت سے انکھیں پٹپٹائیں۔۔۔

یہ مجھے دو۔۔۔ اس کے ہاتھ سے کیمرہ لیا۔۔۔ یہ میں توڑ رہا ہوں۔۔۔ زمین پہ مارا۔۔۔ بڑی مشکل سے وہ اسے برداشت کر رہا تھا۔۔۔

یہ۔۔۔ نکال لیا ہے میں نے۔۔۔ کمیرہ تو اس کی ہتھیلی میں تھا۔۔۔ ہتھیلی سامنے کی۔۔۔

بڑے کمینے ہوں۔۔۔ منہ میں بڑا کے رہ گیا۔۔۔

یہ لے لیں اپ اب میں نے کیا کرنا ہے ویسے بھی۔۔۔ اسے دیتے وہ اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔۔۔ عصام اس کے پیچھے گیا۔۔۔

یہ لپٹاپ اب ہرگز نہیں ملے گا۔۔۔

مت دیں بابا۔۔۔ میں کچھ نہیں کہوں گا۔۔۔ اداسی کا ڈرامہ کرتے وہ اپنے سنگل بیڈ پہ لیٹ گی۔۔۔ عصام نے زرا بھی رحم نہیں کیا۔۔۔ اور لپٹاپ اٹھا کے اپنے کمرے میں لے ایا۔۔۔

حد ہے یار۔۔۔ سارا موڑ خراب کر دیا ہے اس لڑکے نے۔۔۔

اوون تھا کیمرہ کیا۔۔۔؟ عشوے نے پوچھا۔۔۔

جی اور اس نے سب دیکھا بھی ہے۔۔۔ وہ تو شکر ہے جلدی پہنچ گیا یہاں کیمرہ لینے ورنہ پتہ نہیں۔۔۔ مجھے تو پتہ بھی ناچلتا اور وہ۔۔۔ جھر جھری لی۔۔۔

ہاہاہا۔ کیسا لگ رہا ہے پھر۔۔۔ اسے چھیرا۔۔۔

اپ تو کچھ کہیں ہی مت۔۔۔ اپ کی وجہ سے لے کے ایا ہوں اس اب ان کو۔۔۔ ورنہ وہیں سڑتا رہتا تو
اچھا تھا۔۔۔

ایسے ہی سڑتا رہتا۔۔۔ اس کی ماں ابھی زندہ ہے۔۔۔

بس بس۔۔۔ ماں۔۔۔ اسے گھورتے وہ لیٹ چکا تھا۔۔۔

اب لائٹ بند کر دیں۔۔۔ کہیں کچھ اور نالگایا ہوا ہو۔۔۔

غصہ ناکریں۔۔۔ اس نے بس شرارت کی ہے۔۔۔

ایسی شرارتیں کون کرتا ہے۔۔۔ بے شرمی والی اپنے ماں باپ کو ہی نہیں بخشتا۔۔۔ عصام نے لیٹتے اپنی
طرف گھسیٹا۔۔۔

اس کی کمر کے گرد بازو حائل کرتے لائٹ اوف کر دی۔۔۔

عصام شخ کا۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ بیٹا کہتی اس کے ہونٹوں پہ کفل لگ چکے تھے۔۔۔

کبھی دن تیزی سے گزر رہے تھے تو کبھی لمبے مشکل سے سرک رہا تھا۔ اباں کو سکول داخل کروا کے عصام کچھ حد تک پر سکون ہو گیا تھا۔

بابا اپ افس نہی جا رہے کیا اج کل۔۔۔ وہ ابھی سکول سے واپس ایا تو عصام روز کی طرح ٹیوی لاونج میں بیٹھا کام کر رہا تھا۔

نہیں۔۔۔ ایک نظر اسے دیکھا جو بیگ اتار رہا تھا۔۔۔ عشوے پانی نکال رہی تھی۔۔۔

کیوں۔۔۔ اس سے سلام کرتے پاس بیٹھا۔۔۔

تمہاری ماما اکیلی ہوتی ہیں تو اس لیے۔۔۔

اپ نے مجھے سکول ہی اسی لیے بھیجا ہے نا۔۔۔ تاکہ اپ سکون سے ماما کو پیار کریں۔۔۔

یا۔۔۔ عصام بس گردن ہلا کے رہ گیا۔۔۔ اب کیا کہتا اسے۔۔۔

ماما اج کھانے میں کیا بنایا ہے۔۔۔ وہ کچن کی طرف ایا۔۔۔ پھر عشوے کو چک کیا۔۔۔

کچھ خاص نہیں گو بھی کا سالن اور روٹیاں۔۔۔

اچھا ٹھیک ہے۔۔ اس کا ہاتھ پکڑتے باہر لے ایا۔۔

مجھے ابھی روٹی بنانی ہے۔۔

اپ کو یاد ہے نانو نے کہا تھا گرمی میں کام نہیں کرنا۔۔ اسے یقند دلایا۔۔

ہاں یاد ہے۔۔ صوفے پہ بیٹھتے عصام کو دیکھا جو۔۔ پر سوچ نظرؤں سے اباں کو دیکھ رہا تھا۔۔

اما اپ بابا سے کہیں وہ میڈ رکھ دیں۔۔ عشوے کے ساتھ بیٹھتے اس کی گود میں سر رکھا۔۔

ہاں پہلے تم کم ہو جو میڈ بھی منڈلانے لگے آس پاس۔۔ اسے دیکھتے سوچا۔۔

زیادہ چپکو مت۔۔ دور رہو مما سے۔۔ عصام نے ٹوکا۔۔

اپ کی طرح نہیں چپ رہا۔۔ اس کے پیٹ کی طرف منہ کرتے انکھیں بند کیں کیونکہ عصام کے
ماتھے پہ اتے بل وہ نہی دیکھنا چاہتا تھا۔۔

مما اپ بعد میں پیدا ہو جاتیں۔۔ کافی دیر بعد اباں کی اواز ائی تھی۔۔

ہیں۔۔ ہیں۔۔ وہ کیوں۔۔ عشوے نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔۔

مجھے اپ سے شادی کرنی تھی۔۔

کیا۔۔ وہ اچھی۔۔

کیا ہو گیا ہے۔۔ بس کہہ رہا ہوں۔۔ بابا جیسے انسان کو اپ ڈیزو نہی کرتیں۔۔ عصام اس کی باتیں
خاموشی سن اور برداشت کر رہا تھا

- اج کل وہ کچھ زیادہ ہی ماما کر رہا تھا۔۔

کیوں۔۔ کیا ہے انہیں۔۔۔ اتنے اچھے ہیں کئیرنگ ہیں۔۔۔

ان کی حرکتیں دیکھی ہیں ماما اپ نے۔۔ وہ اٹھ کے بیٹھا۔۔

کیسی ہیں میری حرکتیں۔۔ عصام نے غصے سے لپن اپ بند کر دیا۔۔

بہت چیپ ہیں۔۔ ارام سے کہا گیا۔۔

فار ایگزیمپل۔۔ کڑوا گھونٹ پیتے عصان نے اسے دیکھا

اپ ماما کر پریشان کرتے ہیں۔۔۔ انہیں اور ان کے کان کھاتے ہیں۔۔

وہ تو تم میرے بھی کھار ہے ہو ابھی۔۔۔

ایسے نہیں۔۔۔ ایسے۔۔۔ تھوڑا اونچا ہو کے اس نے عشوے کے کان کی لو سے ہونٹ ٹھیکیے۔۔۔

عصام کا دل کر رہا تھا وہ کہیں ڈوب مرے۔۔ بال نوچتے وہ کھڑا ہوا۔۔ پھر اباں کو اپنے سامنے کھڑا
کیا۔۔

یہ جو تمہاری ماما ہیں نا۔۔۔ یہ بیوی ہیں میری۔۔۔ میں ان کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہوں۔۔۔ اور
اسنہدہ اگر اپ نے ایسی باتیں دوبارہ کیں۔۔۔ تو میں اپ کو بورڈینگ چھوڑ آؤں گا۔۔۔ دھمکی دی۔۔۔
اپ مجھے پریشان کر رہے ہیں بابا۔۔۔ مجھے بلکل بھی اچھا نہیں لگتا اپ جب ماما کو ایسے تنگ کرتے
ہیں۔۔۔

مما اتنا تنگ نہیں ہوتیں جتنا اپ ہو رہے ہو۔۔۔

میں اپنی بیٹی کو اپ دونوں سے دور رکھوں گی۔۔۔ اپ دونوں ایک جیسے ہو۔۔۔ بلکل بھی شرم نہیں
اتی۔۔۔ عشوے بمشکل بول پائی تھی۔۔۔ وہ دونوں ایسے لڑ رہے تھے جیسے کس لڑکی کے دو عاشق
لڑتے ہیں۔۔۔

نہیں اتی شرم۔۔۔ دونوں نے ایک ساتھ کہا تھا۔۔۔

سچ میں۔۔۔ اپ لوگوں کا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔ وہ اٹھ کے چلی گئی۔۔۔ پچھے عصام اباں کی کلاس لیتا رہا
۔۔۔ اور اباں شرافت سے کھڑا رہا۔۔۔ اخیر میں سوری بول کے اس نے بات ختم کی۔۔۔ لیکن جو چیز
اس کے دماغ میں ایک بار آگئی۔۔۔ وہ جانے مشکل ہی تھی

کب آؤ گی اب یہاں---اسے وہاں سے گئے دو ہفتے ہو گئے تھے اور عشوے نے ایک چکر بھی
واپس ماما کے گھر نہیں لگایا تھا۔۔۔

بس کچھ دنوں تک میں اور اباں اپ کے پاس دوبارہ شفت ہو رہے ہیں۔۔۔ ماہ بیر کی شادی کی وجہ
سے اس کا پلین وہیں ماما کے گھر رکے لیکن عصام کو ابھی اس بات کا پتہ ہی نہیں تھا۔۔۔

کتنے دن رو گے۔۔۔ وہ خوش ہو گئیں۔۔۔

شادی تک۔۔۔ اباں سکول گیا ہوا تھا اور عصام کی اج کوئی میٹنگ تھی اس لیے وہ اس وقت گھر
موجود نہیں تھا۔۔۔

چلو ٹھیک ہے۔۔۔ تمہارے دو جوڑے بنوائے ہیں میں نے۔۔۔ خود بھی شاپنگ کر لینا عصام کے ساتھ
جا کے۔۔۔

اپ کے ساتھ اوں گی۔۔۔ اباں کے بھی لینے ہیں۔۔۔ اپ ساتھ ہونگی تو اچھا رہے گا۔۔۔
پہلے اپنے میاں سے پوچھ لینا۔۔۔ وہ کیا کہتا ہے۔۔۔ یہ نا ہو اسے برا لگے

انہیں اج کل سوائے اب ان کے اور کچھ برا نہی لگ رہا۔۔ جس طرح کے ان کے حالات ہے مجھے تو
لگتا ہے وہ اسے کہیں چھوڑ ہی نا آئیں۔۔۔ صرف سوچا بولا کچھ نہی۔۔

چلو ٹھیک ہے۔۔۔ میں کام کر رہی ہوں پھر بات کروں گی۔۔۔

اچھا۔۔۔ ایک بات بتائیں۔۔۔ جلدی سے بولی۔۔۔

ہاں بولو۔۔۔

اپ نے ریاض کے لیے جو لڑکی دیکھی ہے اس کی پکھر تو بھیج دیں۔۔

میرے پاس تو نہی ہے اس کی تصویر۔۔۔ شادی پہ او گی تو دیکھ لینا۔۔۔

چلیں ٹھیک ہے۔۔۔ میں رکھتی ہوں۔۔۔ پھر اس نے کال بند کر دی

عصام کا نمبر ڈھونڈھ کے اسے کال کی۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔

واللیکم اسلام۔۔۔ وہ ابھی میٹنگ کے لیے جا رہا تھا۔۔۔ خیرت ہے۔۔۔ چلتے چلتے رکا۔۔۔ اس کا فور منتھ
سٹارٹ تھا۔۔۔

جی جی۔۔۔ وہ مجھے پوچھنا تھا کہ کچھ دن امی کے گھر رہ اوں۔۔۔ معصومیت سے پوچھا۔۔۔

نہیں۔۔ واپس اکے بات کریں گے۔۔ اور۔۔ وہ رکا۔۔

اپنا خیال رکھیں اور فالتو باتیں مت سوچیں۔۔ چیٹا سفید انکار تھا سمجھو۔۔ اور عشوے منه پھلا چکی تھی۔۔

اچھا۔۔ کال کاٹ دی۔۔

عصام جب واپس ایا تو عشوے ناراض تھی۔۔

وہاں جانا کیوں ہے۔۔ اگر جانا بھی ہے تو رکنے کے لیے نہیں ویسے ملنے چلے جاتے ہیں۔۔ ٹائی ڈھیلی کرتے اس کے پاس بیٹھا۔۔

نہیں نا۔۔ شادی ہے ماہ بیر کی۔۔ وہ پانی لانے کے کیے اٹھنے لگی تو ماہ بیر نے روک لیا۔۔

بھائی بولا کریں ساتھ۔۔ گھورا۔۔

انسیکیور کیوں ہو رہے ہیں اس کے لیے۔۔ اب میرا اس سے کوئی ایسا ویسا ریلیشن نہیں ہے۔۔

کیا نہیں ہونا چاہیے انسیکیور۔۔ اسے دیکھا۔۔ بے شک نا ہو۔۔ لیکن اپ کو بھائی کہنا چاہیے۔۔

اچھا ٹھیک ہے۔۔ اب اجازت دیں۔۔ چلی جاؤں۔۔؟ اب ان کو ساتھ لے کے جاؤں گی۔۔

نہیں جانا۔۔۔ جب شادی ہو گی تو ساتھ چلیں گے۔۔۔

ایسے مزاہ نہی ائے گا۔۔۔ وہاں انجوائے کریں گی۔۔۔ عشوے نے اسے دیکھا

ہم لوگ رسم۔ شروع ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے چلے جائیں گے اور جب سب سو جائیں گے تو پھر
واپس آئیں گے۔۔۔ اپ۔ کا انجوائے منٹ پورا ہو جائے گا۔۔۔

واہ۔۔۔ کبھی میری بھی بات مان لیا کریں۔۔۔

ساری اپ کی ہی مانتا ہوں۔۔۔

بس کہتے ہیں مانتے کچھ بھی نہی ہیں۔۔۔ منہ پھلاتے پاس سے اٹھ گئی۔۔۔ عاصام بس دیکھ کے رہ گیا
۔۔۔ اب اسے کیسے بتاتا کے اس کا عشوے کے بنا گزرا ہی نہیں ہوتا۔۔۔ اتنے دن کیسے رہتا۔۔۔

میں نے شادی میں جانا ہی نہی ہے اب۔۔۔ ڈائنگ ٹیبل سے گلاس اٹھا کے نیچے سے شیٹ ٹھیک کی

--

یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔۔۔ تسلی سے پاؤں پسارے

عاصماً امام۔۔۔ اپ خود بھی تو افس ورک کے لیے دو دو دن نہیں اتے۔۔۔

اپ بدلا لے رہی ہیں۔

نہیں۔۔۔ بس تین دن کی بات ہے۔۔۔ پلیز جانے دیں۔۔۔ وہ واپس آئی۔۔۔

اچھا۔۔۔ جانا کب ہے۔۔۔

منڈے کو۔۔۔ اور ابھی شاپنگ بھی کرنی ہے۔۔۔ اس کے پاس بیٹھتے خوشی سے کہا۔۔۔

اچھا۔۔۔ عصام نے اسے دیکھا۔۔۔ نوز پن ناک میں جھملارہی تھی۔۔۔

اب مجھے کیا ملے گا۔۔۔

کیا مطلب۔۔۔ وہ ٹھٹھکی۔۔۔

مطلوب یہ کے۔۔۔ میں نے اپ کو اجازت دی ہے جانے کی۔۔۔ تو اب مجھے اس خوشی میں کیا ملے گا

--

کچھ بھی نہیں۔۔۔ منه بناتے وہ کھسکی۔۔۔

کچھ کھانے کے لیے ہی دے دیں۔۔۔ بھوک لگی ہے۔۔۔ ہونٹوں پر نظر جمائی۔۔۔

لاتی ہوں۔۔ سپٹاٹتے اٹھی۔۔ پھر دوسری طرف سے ہو کے وہ کچن میں ائی۔۔ اس کا کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ راستے میں ہی کپڑ لیتا۔۔ اب ان بھی انے والا تھا۔۔ فرتتح سے کتاب نکالے جو ممانے بن کے بھیجے تھے۔۔ پھر انہیں فرائی کر کے عصام کو دیے

میری بھوک یہ نہی مٹا سکتے۔۔ ایک اٹھاتے اسے دیکھا۔۔

فلحال تو یہی ہے۔۔ باقی چیزوں کا انتظام رات کو کیا جائے گا۔۔ گردن اکڑاتے شہانہ انداز میں کہا
— وہ مسکرا یا۔۔ زندگی سکون کی راہ پر روان دواں تھی

شام کے سائے پھیل رہے تھے۔۔ وہ گھر کی پچھلی طرف بنی ایک چھوٹی سی دیور جس پر پہلے نچ سا
بنا ہوا تھا اس پر اداس سی بیٹھی تھی جب مورے اسے ڈھونڈھتے وہاں آئیں۔۔

عزت اپنی شکل سیدھی کر لو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔ اس کے قریب اتے ڈانٹا۔۔

میرے بس میں نہیں ہے۔۔ بے بسی سے انہیں دیکھا۔۔

کیوں نہی ہے بس میں۔۔۔ سب کچھ بندے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔۔۔ تم مسکرانا چاہو تو تمہیں کوئی
نہیں روک سکتا۔۔۔

لیکن میں چاہ ہی تو نہی پارہی نا۔۔۔ م۔۔۔ میں کتنا خود کو روکتی ہوں مورے دل اتنی ہی تیزی سے
اس طرف ہمکتا ہے۔۔۔ میں خود کو تو سنبھال لوں لیکن دل کو کیسے۔۔۔ اس۔۔۔ نے جاب بھی چھوڑ دی
تھی۔۔۔ دل ہی نہیں کرتا تھا کچھ کرنے کو۔۔۔

میری بات مانو۔۔۔ اور بھول جاو سب۔۔۔ بھائی کی شادی ہے کوئی ہلا گلا کرو۔۔۔

کوئی اور راستہ نہی ہے۔۔۔ وہ کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔۔۔

اور کیا راستہ ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ اس کے پاس بیٹھیں۔۔۔

ہم لوگ میرا مطلب میں اور ریض چھپ کے نکاح کر لیتے ہیں۔۔۔

ہر گز نہی۔۔۔ اور ایسا سوچنا بھی مت۔۔۔

کیوں۔۔۔ کیوں نا سوچوں۔۔۔ میں بھائی کی طرح کمزور نہی بنوں گی۔۔۔

ایسی بہادری کا کوئی فائدہ نہی ہے عزت جس سے بندا منہ دیکھانے کے قابل بھی نا رہے۔۔۔

نا دیکھیں۔ کم سے کم میرا دل تو پر سکون ہو گا نا۔۔۔

نہیں ہو گا۔۔۔ پھر کسی اور چیز کے لیے محلے گا۔۔۔ ایسا ویسا کوئی قدم اٹھاوگی تو ماں باپ شکل دیکھنا پسند نہیں کریں گے تمہاری۔۔۔ پھر تمہارا دل ان کی محبت میں تڑپے گا تو خوش رہ سکوگی۔۔۔ ماں باپ کو تکلیف دے کے تم سکھی رہ لوگی کیا۔۔۔

پھر اپ ہی بتائیں میں کیا کروں۔۔۔ وہ رونے لگی۔۔۔

بس صبر کرو۔۔۔ ایسا صبر جیسے حضرت یعقوب نے کیا تھا۔۔۔ وہ صبر جو حضرت یوسف نے کیا تھا۔۔۔ ان کی جھولیاں بھر دی گئیں تو تمہارا بھی وہی اللہ ہے نا۔۔۔ تمہاری جھولی بھی اللہ خالی نہیں لوٹائے گا۔۔۔ اسے خود سے لگاتے تسلی دی۔۔۔ بس دعا اور صبر کا دامن کبھی ناچھوڑنا۔۔۔ اگر ریض تمہارا ہے تو وہ تمہارے پاس ہی آئے گا۔۔۔ اگر نہی ہے تو اپنی دعاؤں کو اس قابل کرو کہ وہ تمہاری تقدیر بدل دیں۔۔۔

مورے۔۔۔ میں کروں گی۔۔۔ ضرور کروں گی۔۔۔ انسو صاف کرتے سیدھی ہوئی۔۔۔

اور صبر کا بہترین درجہ یہ ہے کہ تم مسکراتے ہوئے صبر کرو۔۔۔ چلو اب اٹھو۔۔۔ اور منہ ہاتھ دھو کے میرے ساتھ مدد کرو۔۔۔ ماں چاہے جیسی بھی ہو اس کے ساتھ جو سکون ملتا ہے وہ۔۔۔ کسی چیز میں نہی ہوتا۔۔۔

اوہف ماما۔۔ میں تو تھک گیا ہوں اج۔۔ اب ان صوفے پہ اکے گرا تھا۔۔ اس کے پیچے عشوے
لیونگ روم میں داخل ہوئی۔۔

ہاں۔۔ میں بھی بہت تھک گئی ہوں۔۔ وہ لوگ شانپنگ کر کے ارہے تھے۔۔ عصام خود افس چلا گیا
تھا ان کو ڈر اپ کر کے۔۔

میں پانی لا کے دوں اپ کو۔۔ اب ان نے عشوے کو دیکھا۔۔ جس نے دوپٹہ اتار کے سائند پہ رکھا تھا
۔۔ اب ان اس کا جواب سنے بننا کچن میں گیا اور فرنچ سے جوس نکالا۔۔ پھر بمشکل گلاس میں ڈال کے
اس کے پاس آیا۔۔

ماما یہ پی لیں۔۔ اس کے بالوں کو ہتھیلیوں سے پیچھے کیا۔۔

میں ٹھیک ہوں۔۔۔ وہ مسکرائی۔۔۔

یہ پی لیں۔۔۔ بے بی کو چاہیے۔۔۔ اس کے لبوں کے ہونٹوں کو دیکھا۔۔۔

بے بی کب ائے گا۔۔۔ پاس بیٹھتے پوچھا۔۔۔ اسے عشوے کا یوں ایک دم سے تھکنا اچھا نہیں لگتا تھا۔۔۔

اپ دعا کریں۔۔۔ گلاس اسے پکڑایا

اچھا۔۔۔ اس سے خالی گلاس لے کے ٹیبل پر رکھا۔۔۔

ہم لوگ نانو کے گھر جائیں گے تو میں ان سے اور ٹپس بھی پوچھوں گا مما کو کس کس چیز کی ضرورت ہے۔۔۔ وہ اس کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

اوکے۔۔۔ سیدھی ہوئی۔۔۔

میں کچھ دیر سو جاؤں۔۔۔ اپ کھیل لیں گے۔۔۔

میں بھی سو جاؤں گا۔۔۔ اپ کے ساتھ۔۔۔

اوکے۔۔۔ وہ اٹھ کے بیڈ پر لیٹی۔۔۔ وہیں ساند پر جگہ بنا کے بیڈ بھی رکھوا�ا گیا تھا۔۔۔

چلو اجاو۔۔۔ کھانا وہ لوگ کھائے تھے۔۔۔ پھر دونوں ماں بیٹا مغرب تک سوئے رہے۔۔۔

عاصام سات بجے ہی گھر آگیا تھا۔۔۔ ان دونوں کو گدھے گھوڑے پیچ کے سوتا دیکھ کے رکا۔۔۔ پھر جگانے کا خیال ترک کرتے کمرے میں آکے فریش ہوا۔۔۔ جس طرح سے وہ لوگ سورہے تھے

امید تھی کے کچھ نہیں بنایا ہو گا کھانے کے لیے۔۔۔ انہیں ڈسٹرپ کیے بنا ہی وہ واپس باہر چلا گیا
کچھ دیر بعد ایسا تو اس کے ہاتھ میں کھانے کے پیکٹس تھے۔۔۔

ان کو جگانے کی بجائے سامان کچن میں رکھ کے خود ٹیوی لاونچ میں صوفے پہ لیٹ گیا۔۔۔

بابا۔۔۔ شور کی وجہ سے پہلے ابا کی آنکھ کھلی۔۔۔

جی جاگ گئے۔۔۔ اسے دیکھتے بیٹھا۔۔۔

جی۔۔۔ مما زیادہ تھک گی ہیں انہی سونے دیں۔۔۔ وہ احتیاط سے نیچے اترًا۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ اگر بھوک لگی ہے تو کھانا کھا لیتے ہیں۔۔۔

اوکے۔۔۔ ان دنوں نے مل کے کھانا کھایا۔۔۔ عشوے ہنوز سورہی تھی۔۔۔

اپ اپنے کمرے میں چلے جائیں میں یہاں ہوں۔۔۔

اوکے بابا مما کا خیال رکھنا۔۔۔ وہ چلا گیا تو عصام عشوے کو اٹھا کے اپنے کمرے میں لے ایا۔۔۔

یہ مجھے جھولے کون دے رہا ہے۔۔۔ انکھیں بمشکل کھولتے بربرٹاں۔۔۔

اپ کا ون این اونٹی ہز بند۔۔۔ مسکراہٹ ہونٹ پھیلے

اوہ۔۔۔ میری شادی ہو چکی ہے کیا۔۔۔

جی ہو چکی ہے۔۔۔ اسے بیڈ پہ ڈالا۔۔۔

میرا شوہر کتنا خوش قسمت ہے۔۔۔

جی بلکل۔۔۔

اسے میری جیسی حسین بیوی ملی ہے۔۔۔

اور بہت ضدی بھی۔۔۔ ابھی بھی وہ چاہتا تھا ناجائیں۔۔۔

ضدی نہیں ہوں۔۔۔ بس ایک بات ہی تو منوائی ہے۔۔۔ وہ اٹھ کے بیٹھ گئی۔۔۔

اچھا۔۔۔ اب جاگ گئی ہیں تو پینگ کر لیں۔۔۔ ویسے بھی نیند پوری کر ہی لی ہو گی۔۔۔

ہو گی ہے نیند تو پوری۔۔۔ اپ بھی ہلپ کروائیں۔۔۔ کچھر اتار کے دوبارہ بال سمیٹے اور واپس لگایا۔۔۔

اوکے۔۔۔ اپ ٹارٹ کریں۔۔۔ مجھے ایک فائل بھیجیں ہے پھر اتا ہوں۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ وہ سٹڈی میں چلا گیا تو عشوے شاپنگ بیگز دیکھنے لگی۔۔۔ پھر ایک سے کچھ نکالا اور
ڈریسنگ روم میں اتی۔۔۔

یہ ٹرائے کرتی ہوں۔۔۔ گاؤن نما ناٹ ڈریس میں تھا۔۔۔ جس کے کندھے بس باریک سی ڈوری سے
جرڑے تھے۔۔۔ اس کے اوپر ایک اور شرٹ تھی۔۔۔ اسے امید تھی کے عصام اتنے جلدی نہیں
نکلے گا اس لیے وہ صرف گاؤن پہن کے باہر اتی۔۔۔ ابھی آئنے کے سامنے کھڑی ہوئی تھی کہ

سٹڈی کا دروازہ کھلا۔ دل دھک سے رہ گیا۔ پیچھے مڑ کے دیکھا تو عصام دروازہ بند کر رہا تھا۔۔۔
تیزی سے وہ ڈریسنگ روم میں گھسنے لگی تھی جب عصام کی اواز پہ قدم جامد ہوئے۔۔۔

عشوے۔۔۔ وہ قریب ایا۔۔۔

جی۔۔۔ اس کی طرف بیٹھ تھی۔۔۔

اپ مجھے پاگل کر رہی ہیں۔۔۔ بازووں کے حصار میں لیتے کندھے پہ ٹھوڑی رکھی۔۔۔

مم۔۔۔ مطلب۔۔۔

مطلب یہ کے میری قربت حاصل کرنے کے لیے اپ کو نائٹ ڈریس پہنے کی کوئی ضرورت نہیں
ہے۔۔۔ میں اپ کو سادہ کپڑوں میں دیکھ کے ہی بہک جاتا ہوں۔۔۔ اس کا رخ اپنی طرف موڑتے
انکھوں میں جھانکا۔۔۔ ڈیپ گلے سے نیک بون واضح نظر رہی تھی۔۔۔

عصام۔۔۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔۔۔

جی۔۔۔ اس کی انگلیاں اس کی کمر پہ سرک رہی تھیں۔۔۔

اپ پلیز کچھ مت کرنا۔۔۔ خود کو چھڑواتے پیچھے ہٹی۔۔۔ بس دور سے ہی دیکھ لیں۔۔۔ وہ روہانی ہوئی

۔۔۔

میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں۔۔۔ اسے اپنی طرف کھینچتے کندھے کی ڈوری میں انگلی پھنسائی۔۔۔

ا۔۔۔ اباں۔۔۔ پیچھے کھڑا ہے۔۔۔ اس کے کندھے سے پیچھے جھانکا۔۔۔ عصام نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو

اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔۔۔ کوئی بھی نہیں تھا۔۔۔ واپس سامنے دیکھا تو وہاں بھی کوئی نہیں تھا
۔۔۔ عشوے موقع ملتے ہی غڑاپ سے ڈریسنگ روم میں گھس چکی تھی۔۔۔

باہر آئیں آپ کو بتاتا ہوں۔۔۔ سر پہ ہاتھ مارتے اس کے کپڑے تہہ کرنے لگا۔۔۔

اگلے دن صبح آفس جاتے وہ انہیں وہاں چھوڑ گیا تھا۔۔۔ دن میں تیل لگانے کی رسم تھی اور رات
کو مہندی کی۔۔۔

مما میں عزت کی طرف چلی جاؤں۔۔۔ آباں ریاض کے لیپ ٹاپ پہ گیم کھیل رہا تھا۔۔۔
نہیں۔۔۔ عصر میں ایک ساتھ جائیں گے۔۔۔ وہ برتن دھو رہی تھیں۔۔۔

اتنی دیر سے جانا تھا تو میرے آنے کا فائدہ۔۔۔ وہی شام کو عصام کے ساتھ ہی آجائی۔۔۔

ہاں تو آ جاتی نا۔۔ کس نے کہا تھا۔۔ گلاس سٹینڈ پر لگاتے گھورا

اب آگئی ہوں تو جانے دیں۔۔۔

آہا۔۔ آرام سے بیٹھی رہو۔۔ آرام کرو۔۔۔

مما میری شادی ہو چکی ہے۔۔ اور اب مجھے آپ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ بس
عصام سے پوچھ کے جا رہی ہوں میں۔۔

پوچھ لو۔۔ اگر اجازت دیتا ہے تو چلی جانا۔۔ ہار مانتے نل بند کیا۔۔

دیکھا۔۔ آنکھیں سکیڑتے موبائل اٹھایا۔۔ پھر عصام کو کال کر کے پوچھا۔۔ اس نے اجازت دے دی
۔۔ اب گئی تھی اس مقصد کے لیے تو وہاں جانے میں منع تو نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

مل گئی ہے اجازت۔۔ اب جا رہی ہوں میں۔۔

اوکے ٹھیک ہے۔۔ جلدی واپس آ جانا۔۔

اوکے۔۔ وہ آبان کو بتا کے نکل آئی۔۔ آبان گیم میں مصروف تھا۔۔

اسلام و علیکم پھپو۔۔ پلوشہ لان میں سیٹینگ کروارہی تھیں۔۔ ڈیکوریشن والے رسماں کے حساب
سے پھول لگاتے پلوشہ اور خان بابا کے کہنے پر سجاوٹ کرنے میں مصروف تھے۔۔ ان سے مل کے
اندر آئی عزت اپنے روم میں ہی تھی۔۔ سامنے کپڑے پھیلے تھے۔۔۔

ہائے۔۔ دروازہ کھول کے اندر جھانکا۔۔

اوہ۔۔ وااا۔۔ اج تو بڑے بڑے لوگ آئے ہیں۔۔ اسے دیکھتے وہ اس کے پاس آئی۔۔ پھر دونوں
کس کے گلے ملی تھیں جیسے دو دوستیں ملتی ہیں۔۔

میں یہاں اتنے دن مما کے گھر رہ کے گئی ہوں اور تم نے ایک چکر بھی نہیں لگایا۔۔ عشوے شکوہ
کرتے ڈریسیز دیکھنے لگی۔۔

آنا چاہتی تھی۔۔ لیکن مصروفیت ہی اتنی تھی۔۔ جھوٹ بولا۔۔

چلو کوئی بات نہیں۔۔ اج تو میں اسپیشلی تم سے ملنے آئی ہوں۔۔ اسے خود سے قریب کرتے آنکھ
ماری۔۔

کیوں کیوں۔۔ خیریت ہے۔۔

ہاں۔۔ میں نے تم سے پوچھنا تھا۔۔ کہ وہ کون بد نصیب ہے جس کو تم پسند آگئی ہو۔۔ عزت کے
دل نے بیٹ مس کی۔۔

ایسی تو کوئی بات نہیں تھی۔۔ کہ مجھے کوئی پسند کرتا ہے۔۔ اس نے بات گول مول کی۔۔
اچھا مطلب تم کسی کو کرتی ہو۔۔ وہ اسے ہر طرف سے قابو میں لینے والی تھی۔۔

ہا۔۔ نہیں۔۔ نہیں۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔ تم بتاؤ کیسے کپڑے بنائے ہیں۔۔

وہ تم شام کو دیکھ لینا۔۔۔ ابھی جو پوچھا ہے وہ بتاؤ۔۔۔ نہیں تو میں ابھی مامی کو بتا دوں گی دھمکی دی۔۔۔
انہیں پتہ ہے۔۔۔

واٹ۔۔۔ مطلب صرف میں ہی جو جو اپنے دوست کے دل سے ناواقف ہے۔۔۔

تف ہے ایسی دوستی پہ۔۔۔ اسے صدمہ ہوا۔۔۔

مجھے ریض سے محبت ہے۔۔۔ عزت نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔۔۔

ک۔۔۔ کیا۔۔۔ وہ بندر۔۔۔ میرا بھائی۔۔۔ اسے شوک لگا۔۔۔ اس کے علاوہ تمہیں کوئی چج کا بندہ نہیں
ملا تھا۔۔۔ اسے اب زیادہ صدمہ ہوا۔۔۔

بندر مت کھو۔۔۔ گھورتے کہا۔۔۔

اہ۔۔۔ بندر۔۔۔ لنگور۔۔۔ پاگل۔۔۔

بس بھائی ہے تمہارا۔۔۔

ہاں معلوم ہے۔۔۔ چلو اب اصلی والا بتاؤ۔۔۔ سیر لیں ہوئی۔۔۔

عزت نے اسے دیکھا۔۔۔ مطلب وہ مراقب سمجھ رہی تھی۔۔۔ میں چج میں ریض سے محبت کرتی
ہوں۔۔۔ اس نے ریض پہ زور دیتے دوبارہ کہا۔۔۔

عشوے کی مسکراہٹ سمٹی۔۔۔ وہ اس سے دور ہوئی۔۔۔

م۔۔ مطلب تم میرے بھائی۔۔ لفظ ٹوٹ گئے۔۔ عزت کے حلق میں آنسوؤں کا گولا بننے لگا۔۔ نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔

م۔۔ میرے بس میں نہیں تھا۔۔ اگر تم کہو گی تو میں اس سے م۔۔ محبت۔۔ کرنا چھوڑ دوں گی۔۔ اسے لگا وہ اپنی دوست بھی کھو دے گی۔۔

تم چھوڑ سکتی ہو عزت۔۔ محبت تو کبھی بھی نہیں ختم ہوتی۔۔ اس کی پانی سے بھری آنکھوں میں دیکھا۔۔

۔۔ اور۔۔ مجھے برا لگا کہ اب تمہارا مقصد ہے تو پچھو ہمارے گھر آجائی ہیں۔۔ جب میرا تھا تو تب

--

ع۔۔ عشوے وہ سب تمہاری قسمت۔۔

قسمت۔۔ عزت قسمت بدل سکتی تھی نا اگر آپ لوگ ایسے ناکرتے۔۔
آئی۔۔ آئی ایم سوری۔۔ آنسو گال پہ لڑکھے۔۔

اچھا یہ بتاؤ ریض چاہتا ہے تم سے شادی کرنا۔۔ گھر اسанс لیتے اسے دیکھا۔۔ جو بھی تھا۔۔ اب تو ہو گیا تھا۔۔ اب کوئی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔

ن۔۔ نہیں۔۔ وہ کہتا ہے وہیں شادی کرے گا جہاں مامی چاہیں گی۔۔ اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھتے بتایا

--

ایسے ہی۔۔ ایک اور لڑکی کا دل ٹوٹے گا۔۔ پھر سے نفر تیں جیت جائیں گی۔۔ اب نہشی ہو گا۔۔ وہ بیڈ سے اٹھی۔۔

منگنی ہو چکی ہے اس کی۔۔

منگنی نہیں بات ہوئی ہے بس۔۔ اگر منگنی بھی ہوتی تو وہ بھی ٹوٹ جاتی ہے۔۔

عشوے۔۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔۔ م۔۔ میں نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔۔

نہیں۔۔ تم نے برا بھی تو نہیں کیا نا۔۔ پھر ان سب کی سزا تمہیں نہیں ہونی چاہیے۔۔ اور ویسے بھی اب میں عاصم کے ساتھ بہت خوش ہوں۔۔ اور۔۔ وہ رکی۔۔ میں چاہوں گی کہ میری دوست بھی خوش رہے۔۔

ریاض تم۔۔ میں کوئی اندرست نہیں لیتا۔۔ اس کے آنسو صاف کرتے پوچھا۔۔

لیتا تھا۔۔ لیکن جب سے رشتہ ہوا ہے پچھے ہٹ گیا ہے۔۔

بڑا ہی بیغیرت مرد ہے۔۔ میں اس کی بہن ہو کے اتنا چیخی چلانی تھی۔۔ بے شک بات نہیں سنی میری کسی نے لیکن سٹینڈ تو لیا تھا نا۔۔ اور وہ جانتے بوجھتے بھی۔۔

مامی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا ہو۔۔ اور پھر ہم نے بھی تو ان کا دل دکھایا ہے نا۔۔

ان کا دل صاف کروں گی۔۔ میں تمہاری مدد کروں گی بس۔۔ تم رونا دھونا بند کرو۔ آگے ہو کے اسے گلے لگایا۔۔

ٹھیک ہے۔۔ تھینکیو۔۔ وہ روتے روتے ہنسی۔۔

۔۔ پتہ بھی تو چلے نا کہ تم نے آخر دوستی کس سے کی تھی۔۔

ہاہا۔۔ باں بلکل۔۔

چلو اب دیکھاؤ۔۔ کپڑے کون کون سے لیے ہیں۔۔ کوئی ایک عدد میرے لیے بھی لے لیتی۔۔

تمہارے لیے تو جان بھی حاضر ہے۔۔ دل سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔۔

اوکے۔۔ لیکن فلحاں کپڑے۔۔

مما آپ یہاں بھی کپڑے مانگ رہی ہیں۔۔ آباں شاید اسی کے پیچھے آیا تھا۔۔

ہا دو دو۔۔ میرا پیارا بچہ۔۔ عزت الٹھ کے اس کے پاس آئی ائی پھر اسے بے شمار گال پہ کس کیے۔۔
کیسے ہو آباں۔۔

میں بہت اچھا ہوں مامی۔۔ مزرے سے کہتے بیڈ پہ چڑھا۔۔

مامی۔۔ دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔

جی آپ کی باتیں سنی میں نے۔۔

اور ابڑو بھی کر لیا۔۔۔

جی میں اس سے بڑی بڑی باتیں برداشت کر رہا ہوں۔۔۔ کپڑوں کو دیکھتے کہا۔

آہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ عشوے یہ تو تمہیں تخفہ ملا ہے۔۔۔

ہاں۔۔۔ منہ دیکھائی کا۔۔۔

ہاہا۔۔۔ پھر وہ تینوں بیٹھ کے شادی کے فنکشنز پہ ڈیسکس کرتے رہے جس میں آبان نے دلہن کا ہاتھ پکڑ کے لانا تھا۔۔۔ کمباٹین فنکشن تھا۔۔۔ مہندی میں ہی ماہ بیر اور بیش کا نکاح ہونا تھا۔۔۔

اگر توں دیکھ سکے میرے دل میں اپنا مقام

تو تجھے کسی اور کو دیکھنا گناہ لگے۔۔۔

مہندی کا فنکشن سٹارٹ ہو چکا تھا۔۔۔ بہت ساری عورتیں دائرہ بنا کے بیٹھی تھیں کوئی مہندی لگا رہی تھی تو کوئی ڈھوکی کی تھاپ پہ گنگنا رہی تھیں۔۔۔ آبان ان کے آس پاس مہندی سسٹیکس لے کے گھوم رہا تھا۔۔۔ دور کھڑا ریض کسی کو تلاش کر رہا تھا۔۔۔ لیکن۔۔۔ وہ جیسے تلاش کر رہا تھا وہ اسے کہیں نہیں ملی۔۔۔

عزت کمرے میں مہندی کی پلیٹیں سٹ کر رہی تھی ساتھ عشوے اور دو کرز بھی تھیں ان میں سے ایک نور بھی تھی اسے دیکھ کے تو عزت خود بہوت رہ گئی تھی۔۔۔ کتنی۔۔۔ معصوم سی تھی

جاو باہر سے بچیوں کو بلاو۔۔۔ انکو سمجھا دیں۔۔۔ عشوے نے عزت سے کہا۔۔۔

اوکے۔۔۔ میں جاتی ہوں۔۔۔ پنک گلر کا لہنگا سنبھالتے بالوں کو سامنے کی جانب سیٹ کیا ہوا تھا دوپٹہ دونوں بازوں کی کلائیوں پہ کنگن کے ساتھ پن اپ تھا۔۔۔ ہلاک سا میک اپ کیے وہ پیاری لگ رہی تھی۔۔۔

مورے۔۔۔ یہاں اگر کوئی چھوٹی بھی نظر آئے تو اسے روم۔۔۔ میں بھیج دینا۔۔۔ پلوشہ۔۔۔ کچن۔۔۔ میں ڈیشیز نکال رہی تھیں۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ وہ اپنے کام میں مصروف رہیں۔۔۔

باہر لان میں آئی تو رنگ رونقیں بکھری تھیں۔۔۔

عزت۔۔۔ آبان۔۔۔ اسے دیکھ کے چلایا۔۔۔ دور کھڑے ریض کے کان کھڑے ہوئے۔۔۔ مڑ کے دیکھا تو عزت آبان کو اٹھا رہی تھی۔۔۔

واہ۔۔۔ وہ سفید رنگ کی کرتا شلوار میں ملبوس تھا۔۔۔

عزت آپ بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔۔ آبان نے اس کے گال پہ ہونٹ رکھنے کہا۔۔۔

اچھا۔ آپ بھی بہت کیوٹ لگ رہے ہیں۔ آبان بھی سفید کاٹن۔ کے کپڑوں میں تھا۔

تھینکنیو۔۔۔ وہ شرما گیا۔۔۔

چلو میرے ساتھ ہیلپ کرواؤ۔ اسے نیچے اتارتے دو چھوٹی لڑکیوں کی طرف آئی جو ساتھ پیٹھی
چوڑیاں گن رہی تھیں۔۔۔

اوکے۔۔۔ کیا کرنا ہے۔۔۔ وہ پیچھے پیچھے آیا۔۔۔

ہمیں چاہیں لڑکیاں۔ کہاں ہیں لڑکیاں۔ اوپھی آواز میں کہتے وہ ہنسی۔۔۔ ریض اسے بس خور سے
ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔

عزت۔۔۔ لڑکیاں ملی نہیں۔ پیچھے سے کسی کی آواز آئی۔۔۔ تو ریض اور عزت دونوں نے مڑ کے
اسے دیکھا۔۔۔ نور کھڑی تھی۔۔۔ اور اب اسی طرف آرہی تھی۔۔۔

یہ دو لے لو۔ اور ایک یہ آبان ہو گیا۔۔۔ کچھ ہم لوگ پکڑ لیں گے۔۔۔ ویسے بھی ابھی گیست آرہے
ہیں تو۔۔۔ اس کی چلتی زبان رکی۔۔۔ کیونکہ وہ ریض کو دیکھ چکی تھی۔۔۔ اسے نہیں پتہ تھا ریض
اور عزت کا کوئی کنیکشن ہے۔۔۔ ریض کو دیکھ کے تیزی سے رخ بدلا۔۔۔ عزت نور کی اس حرکت پر
جل کے رہ گئی۔۔۔ پھر دور کھڑے ریض کو گھورا جو اسی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ نظر ملنے پر جیسے بہت کچھ
یاد آگیا۔۔۔ سر جھٹکتے عزت واپس چلی ائی جبکہ ماہ نور وہیں سائند پر آبان کے ساتھ لڑکیاں ڈھونڈھ
رہی تھی۔۔۔

تمہارا موبائل بنک کر رہا تھا۔ عشوے نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھا۔۔۔

پیاری لگ رہی ہیں۔۔۔ ریض کا میج تھا۔۔۔

ہونہے۔۔۔ منہ بناتے عزت مسکراتی۔۔۔ ویسے وہ نور ابھی تک وہیں ہے۔۔۔ جتنی شکل سے معصوم نظر آرہی تھی اتنی ہی تیز ہے۔۔۔ باہر ہی رک گئی اسے دیکھنے کے لیے شاید۔۔۔

وہ تیز نہیں تم بھولی لگ رہی ہو میری جان۔۔۔ تمہیں وہاں سے آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔۔۔ بلکہ اسے بتا کے آتی کہ میری بھاگھی صرف تم ہی بنو گی۔۔۔

انشاء اللہ۔۔۔ تم نے بات کی ماما سے۔۔۔

نہیں شادی کے بعد کروں گی۔۔۔ ایسے موڑ ناخراب ہو جائے فنکشنز مس ہو جائیں گے۔۔۔

اوکے ٹھیک ہے۔۔۔ لیکن پلیز انہیں راضی کرنا۔۔۔ میں نہیں رہ سکتی ریض کے بنا۔۔۔

کروں گی تم۔۔۔ فکر نا کرو۔۔۔ میں کچھ اور بھی سوچ رہی ہوں۔۔۔ اگر میں بات کروں تو شاید ماما اور خلاف ہو جائیں۔۔۔ بابا سے کہوں گی۔۔۔

مامو نے بات کی تھی ان کی بھی نہیں مانی۔۔۔

ہیں۔۔۔ انہیں بھی پتہ ہے۔۔۔

ہاں۔۔۔ سب کو پتہ ہے مان نہیں رہے بس۔۔۔

اچھا اچھا۔۔۔ چلو۔۔۔ اللہ بہتر کرے گا تم پریشان نا ہو۔۔۔ مسکراو۔۔۔ لوگوں کو جلانا بھی تو ہے۔۔۔

جن لوگوں نے جانا ہے نا۔۔۔ وہ اپنی منگیت کو دیکھے ٹھنڈی آہیں بھر رہے ہونگے۔۔۔

نا۔۔۔ میرا بھائی ایسا نہیں ہے۔۔۔ فوراً پینٹر ا بدلا۔۔۔ عزت اسے دیکھ کے ہنسنے لگی۔۔۔ بہنیں خود تو بھائیوں کی بے عزتی کر لیتی ہیں لیکن کسی اور کو ان کے خلاف بولنے پر کچا چبا جاتی ہیں

کیا میں آپ کا ہاتھ پکڑ لوں۔۔۔ آب ان بیش کے پاس کھڑا تھا۔۔۔ ان۔۔۔ کا نکاح ہو چکا تھا۔۔۔ اب اسے باہر سُلیج تک لانا تھا۔۔۔

جی جی۔۔۔ کیوں نہیں۔۔۔ اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔۔۔ پھر اپنی لوگوں چمکدار فرماں سنبھالتے کھڑی ہوئی۔۔۔

چلیں۔۔۔ آب ان اس کے آگے تھا۔۔۔ چلتے ہوئے وہ اس کا فرماں جو زمین پہ لگ رہی تھی اٹھا کے سامنڈ پہ کرتا جاتا۔۔۔

میں پیارا لگ رہا تھا نا مہما۔۔۔ اسے سُلیج پہ بیٹھا کے عشوے کے پاس آیا۔۔۔
جی۔۔۔ میرا شہزادہ۔۔۔

زیادہ پیارے تب لگو گے جب اپنے لیے گرل فرینڈ ڈھونڈو گے اور اس کا ہاتھ ایسے ہی کپڑ کے سٹچ پر جاوے گے۔۔۔ عصام جو آفس سے پہلے گھر گیا تھا چینچ کرنے۔۔۔ اب نکاح کے بعد پہنچا تھا۔۔۔ عشوے اسے دیکھ کے ہلا سا بلش ہوئی۔۔۔ کیونکہ وہ سکائے بلو کاٹن کے سوت میں بہت شاندار لگ رہا تھا۔۔۔

یہ میچنگ جان بوجھ کے کی تھی نا آپ نے۔۔۔ اس کے سکائے بلو شرارے کو دیکھتے گھورا۔۔۔ ہاں۔۔۔ بلکل۔۔۔ اور یہ اس کی پاکٹ پہ اور نج کلر کا چھوٹا سا فلاور بنا تھا۔۔۔ یہ۔۔۔ میرے دوپٹے اور چوڑیوں سے تیچ کر رہا ہے۔۔۔

سمی ہے۔۔۔ آپ۔۔۔ مجھے سب کے سامنے جورو کا غلام شو کروانا چاہتی ہیں۔۔۔ سب سے نظر بچا کے اس کے سرخ ہوتے گال پہ لب رکھے۔۔۔ پھر انہیں صاف کیا۔۔۔

میرا میک اپ خراب نا کریں۔۔۔ گال پہ ہاتھ رکھتے پیچھے ہوئی۔۔۔

میرا تو بس لپ اسٹک خراب کرنے کا ارادہ ہے اگر آپ۔۔۔

نہیں۔۔۔ بلکل بھی نہیں۔۔۔ دور رہیں مجھ سے۔۔۔ سب دیکھ رہے ہیں۔۔۔ بالوں کا اونجا چھولا جوڑا بنا تھا جس کے گرد سفید اور اور نج رنگ کے پھولوں کا گجرالگا ہوا تھا۔۔۔

مجھے تو دلہن آپ لگ رہی ہیں۔۔۔ تفصیلی جائزہ لیتے اس کی ہتھی سے اپنی انگلیوں کے پور ٹیچ کیے۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔ یہ مسکے کھاں سے لگانے سیکھے ہیں۔۔۔

نہیں سچ بتا رہا ہوں۔۔۔ وہ اسے نظروں کے حصار میں لیے ہوئے تھا اور عشوے بار بار پلکیں چھپکاتے ادھر دیکھتے مسکرانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اکیلے میں تو ٹھیک تھا۔۔۔ یوں سب کے سامنے۔۔۔ وہ بھی عصام اسے مزے سے دیکھتے ہوئے۔۔۔

ادھر دیکھیں نا۔۔۔ جلدی سے اس کے گال پہ انگلیاں لگاتے چہرا پھیرا۔۔۔
ادھر ادھر دیکھا تو اپکو پروبلم ہو گی۔۔۔ وارن کیا۔

نہیں ہوتی۔۔۔ بے شک جہاں مرضی جائیں۔۔۔

اوکے۔۔۔ پیچھے ہاتھ باندھتے وہ دو قدم پیچھے ہوا۔۔۔ پھر مڑا اور غائب ہو گیا۔۔۔

عشوے نے جب تک پیچھے مڑ کے دیکھا وہ غائب ہو چکا تھا پریشانی سے وہ کچھ قدم پیچھے آئی۔۔۔ اگے کی طرف اندھیرا تھا تو کچھ نظر نہیں آیا۔۔۔ پھولوں کی اوپنجی سی باڑ بنی ہوئی تھی شاید اس وجہ سے روشنی نہیں لگ رہی تھی۔۔۔ غور سے دیکھنے کی کوشش کرتے وہ تھوڑا اور اگے آئی۔۔۔ عصام جو جانتا تھا کہ اس کے پیچھے آئے گی۔۔۔ پکڑ کے اپنی طرف کھینچا۔۔۔ وہ جھولتی اس کے اوپر آئی تھی۔۔۔

آا۔۔۔ وہ چیخی

عصام اس کے لبوں کو خاموش کرتے ان پہ جھکا۔۔۔ اس کی لپسٹک خراب ہونے تک اسے الگ نہیں کیا تھا۔۔۔ اور عشوے اس کے سینے پہ زور دیتے بد حواس ہو چکی تھی۔۔۔ بمشکل جان چھڑوا کے دور ہوئی۔۔۔

آپ۔۔۔ جگہ کا لحاظ کر لیں۔۔۔ ہونٹوں کو رگڑتے بس رونے والی تھی۔۔۔

بس بیوی کا خیال اتنا حاوی ہوتا ہے کہ کچھ اور سوجھتا ہی نہیں۔۔۔

ٹشو پپر سے آکے ہونٹوں کے گرد لگی لپسٹک صاف کرتے کہا۔۔۔

عشوے بے بسی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

میرا فنکشن تو ہو گیا اب گھر چلیں۔۔۔

نہیں جی۔۔۔ ابھی ہم نے ڈانس کرنا ہے۔۔۔

ہم نے کس نے۔۔۔

آبان نے اور میں نے۔۔۔

آبان کا ٹھیک ہے لیکن آپ رہنے دیں۔۔۔

ساتھ اور کز نز بھی ہو نگی۔۔۔ میں ماکیلی تھوڑی ہو نگی۔۔۔

نہیں کرنا تو بس بات ختم زیادہ بحث نہی۔۔۔ دو ٹوک انداز میں کہتے وہ اسے چپ کرو گیا۔۔۔

اچھا ایک کام کریں گے۔۔۔ پھر اسے دیکھا انکھیوں میں ہلاکا سا غصہ شو ہو رہا تھا۔۔۔

اگر کرنے والا ہوا تو۔۔۔

اپ میرے ساتھ ڈانس کر لیں۔۔۔

میں اپ کا یہ شوق اپ گ کمرے میں پورا کر دوں گا۔۔۔

ایک اور کام بھی ہے۔۔۔ وہ لوگ سائند پہ کھڑے تھے اب ان اپنے لیے گرل فرینڈ ڈھونڈھنے میں
مصروف تھا تو ان کی طرف ایسا ہی نہیں۔۔۔

کیا۔۔۔ سینے پہ بازو باندھتے اسے دیکھا۔۔۔

اپ ماما سے بات کریں گے۔۔۔ عزت اور ریض کی شادی کے لیے۔۔۔ سیریں میٹر ہے ماما نہیں
رہیں اور یہ کوگ کرنا چاہتے ہیں۔۔۔

میں نے کرنی تھی پھر کیوں نہیں کی۔۔۔ اس کے زہن سے نکل گیا تھا۔۔۔ اس رات عشوے جب سو
گئی تھی تو اس کے موبائل پہ ریض کے میسجیز اس نے انسر کیے تھے۔۔۔ اس کے بعد وہ پر اپرٹی والا
مسلہ بن گیا تو موقع ہی نہیں ملا۔۔۔ اج ڈینینڈلی وہ بات کر کے ہی جاتا

ڈھوکی کی تھاپ پہ لڑکیوں کے ہاتھ نج رہے تھے بورنگ فنکشن اب شو خیوں اور شرارتوں سے بھرنے لگا تھا جب ایک طرف سے کچھ چھوٹی بچیاں اور کچھ بڑی بچیاں جن میں عزت اور عشوے سر فہرست تھیں مہندی کی پلیٹیں لیے نمودار ہوئیں۔۔۔

آبان عشوے اور عزت کے درمیان میں چلتا ہوا سٹیچ پہ چڑھا پھر سب نے پلیٹس دولہا دلہن کے سائند پہ پڑے ٹیبلز پہ سیٹ کر کے رکھیں۔۔۔

عصام دور حمید صاحب اور خان بابا کے ساتھ بیٹھا انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ آبان اپنی مہندی کی پلیٹ رکھ کے ماہ بیر کے پاس گیا تھا۔۔۔ اس کے پچھے عشوے بھی پاس جا کے کھڑی ہوئی۔۔۔

یہ میں نے بنائی ہے۔۔۔ بڑی پلیٹ کی طرف اشارہ کرتے ماہ بیر کو بتایا۔۔۔

واو۔۔۔ بہت پیاری بنائی ہے۔۔۔ وہ اور بینش دونوں مسکراتے۔۔۔

ٹھینکیو۔۔۔ یہ ماما نے ہیلپ کیا تھا۔۔۔ مزرے سے کہا۔۔۔

اچھا۔۔۔ ماہ بیر نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا۔۔۔ اور دور بیٹھا عصام یہ ساری کارروائی ملاحظہ فرمرا رہا تھا

۔۔۔

آپ میری ماما کو جانتے ہیں۔۔۔

آبان۔۔۔ عشوے نے اس کے کندھے پہ ناخن مارتے واپس جانے کا کہا لیکن آبان شاید چسکے لینے والا تھا۔۔۔

بaba ماما کو یہاں کس کرتے ہیں۔۔ ہونٹوں پہ انگلی رکھتے راز داری سے بتایا۔۔ عشوے پہلے سمجھی نہیں سمجھ آئی تو دل کیا سب کچھ غائب ہو جائے۔۔ کتنا بد تمیز تھا یہ آبان۔۔ شرمندہ ہوتی آبان کو کھینچ کے نیچے اتارا۔۔

میں تمہارے بابا کو بتاتی ہوں۔۔ کیسی باتیں کر رہے تھے۔۔ زبردستی اسے اپنے ساتھ کھینختے اسے اندر لے آئی۔۔

مما۔۔ سنیں تو۔۔ وہ روہانسا ہوا

کیا سنوں۔۔ باہر جو حرکت کی ہے آپ نے اس کے بعد کچھ سنا نا رہ گیا ہے۔۔ ان لوگوں کے سامنے شرمندہ کروا دیا مجھے۔۔

شرمندہ نہی ماما۔۔ ایکچوپی میں انہیں بتانا چاہتا تھا کہ میرے بابا آپ سے زیادہ عشوے کو پیار کرتے ہیں۔۔ اس دن آپ رو رہی تھیں نا۔۔ ان۔۔ کے لیے۔۔ وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔۔

عشوے کو اب سمجھ آیا کہ یہ سب کیوں ہوا ہے۔۔ مطلب وہ ماہ بیر کو ٹارچر کرنا چاہ رہا تھا اور یقیناً کامیاب بھی ہوا تھا۔۔ کیونکہ ماہ بیر جو پہلے مسکرا رہا تھا اب اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا۔۔

ایک چھوٹا سا بچہ۔۔ اسے بتا گیا تھا۔۔ یہ کوئی بری بات نہیں تھی وہ کپل تھے۔۔ ان۔۔ کے مابین یہ سب تو لازمی تھا۔۔ لیکن اسے یہ بات بری لگ رہی تھی۔۔ کیوں۔۔ کہیں نا کہیں اب بھی عشوے

اس میں باقی تھی شاید۔ لیکن اس کی زندگی میں اب بینش تھی جس سے اس کا نکاح ہو چکا تھا
۔۔۔ اسے اپنے دل کو قابو میں رکھنا تھا۔۔۔

مما یار۔۔۔ کچھ نہی کیا میں نے۔۔۔ عشوے ابھی بھی اسے غلط کہہ رہی تھی۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔ عصام جو انہیں اندر جاتے دیکھ چکا تھا کچھ لمحے بعد ان کے قریب آیا۔۔۔

کچھ نہیں۔۔۔ اپنے بیٹے سے پوچھیں شرمندہ کروا دیا ہے۔۔۔

کیوں۔۔۔ آبان کو دیکھا۔۔۔ کیا کیا ہے آپ نے۔۔۔ اسے پورا یقین تھا اسی نے غلطی کی ہو گی۔۔۔

بس بتایا کہ میرے بابا ماما سے پیار کرتے ہیں۔۔۔ گول گول آنکھوں سے معصومیت ٹپک رہی تھی۔۔۔

آہ۔۔۔ یہ تو اچھا کیا۔۔۔

کیا۔۔۔ عشوے کا منہ کھلا۔۔۔ مطلب یہ بھی سہی سمجھ رہے ہیں۔۔۔

ہاں اچھا کیا۔۔۔ آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ میرا بیٹا دوسروں کو جیلیں کرنا جانتا ہے۔۔۔

عصام۔۔۔ آپ اس سے پوچھیں اس نے کہا کیسے ہے۔۔۔ اس نے کہا ہے کہ یہاں پیار کرتے ہیں
۔۔۔ اس نے ناک پھلاتے اپنے ہونٹ پہ انگلی لگائی۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔ تو اس میں اتنا پریشان ہونے والی کون سی بات ہے قہقہے لگاتے اس کی رو تو سی شکل دیکھی

--

بھاڑ میں جائیں دونوں۔ کاش آپ دونوں کو کبھی شرم آجائے۔۔۔ تتمیز۔۔۔

بس۔۔۔ زیادہ ہو رہا ہے ماما۔ آب ان خاموش ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اسے ایسے بولیں۔۔۔

کیا ہوا۔ عائشہ اندر آئیں تو آب ان عشوے کو گھور رہا تھا۔۔۔

کچھ نہیں۔۔۔ بس ایسے ہی دو بچے لڑ رہے تھے۔۔۔ عصام نے ان دونوں کو دیکھا۔۔۔

عشوے۔۔۔ کیوں تنگ کر رہی ہو میرے بیٹے کو۔۔۔ آب ان کے پاس آتے انہوں نے بھی عشوے کو سنائیں۔۔۔

ہاا۔۔۔ آپ کو پتہ ہے اس نے کیا کیا ہے۔۔۔

کیا کیا ہے۔۔۔ چھوٹے سے بچے نے۔۔۔

اس نے وہاں۔۔۔

بس ایسے ہی دونوں لڑتے رہتے ہیں۔ چھوڑیں۔۔۔ آپ بھی پاگل ہو جائیں گی ان کے پیچھے۔۔۔ عشوے کا ہاتھ دباتے اسے روکا۔۔۔ ورنہ جنہیں نہیں پتہ تھا انہیں بھی بتا دیتی۔۔۔

اچھا چلو۔۔۔ باہر آ جاؤ۔۔۔ کھانا کھانے لگے ہیں۔۔۔ شabaش۔۔۔ وہ آب ان کو لے گئیں۔۔۔

ویسے آپ بھی آب ان سے کم نہیں ہیں۔۔۔ عشوے کا ہاتھ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔۔۔

عشوے منه پھلانے خاموش رہی۔۔ واقع ابھی اگر عصام ناروکتا تو وہ انہیں بتا چکی ہوتی۔۔

اچھا اب اداس نا ہوں۔۔

انہیں ہوں۔۔ لیکن مجھے کتنا شرمندہ ہونا پڑے گا۔۔

پیارا پیار آپ کے لیے شرمندگی کا باعث ہے عشوے۔۔ عصام نے اس کا ہاتھ چھوڑا۔۔

ن۔۔ نہیں۔۔ اس کا دل کانپ گیا تھا عصام کے لجھے پہ۔۔

پھر آپ ایسے رئیکٹ کیوں کر رہی ہیں جیسے کوئی گناہ کر دیا ہو۔۔

بس۔۔ اسے ایسے نہیں بتانا چاہیے تھا۔۔

اچھا کیا ہے بتا کے۔۔ آپ میری محروم ہیں۔۔ بیوی ہیں۔۔ چار لوگوں میں بیٹھ کے نکاح کیا ہے۔۔ تو

آپ ایسے کیوں بی ہیو کر رہی ہیں جیسے۔۔

سوری۔۔ وہ شرمندہ ہوئی۔۔

ایسے سوری سے کچھ نہیں ہو گا۔۔ وہ بلکل سیر لیں تھا۔۔

پھر۔۔ کنفیوز ہوتے اسے دیکھا۔۔

پہلے آبان والا پیار کرتے ہیں۔۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا سب باہر تھے۔۔ اس کی کمر کے گرد بازو

حائل کرتے اپنے قریب کیا۔۔

ابھی تو کیا ہے باہر---

وہ تو میں نے کیا تھا نا۔۔۔ اب آپ کی باری ہے۔۔۔ انگوٹھے سے اس کے گال مس کیے
م۔۔۔ میں نہیں کر رہی۔۔۔ سینے پہ ہاتھ رکھتے پچھے ہونا چاہا۔۔۔
دیکھ لیں پھر۔۔۔ میں اپ کا خالی سوری ایکسپٹ نہیں کر رہا۔۔۔ آپ نے ہرٹ کیا ہے مجھے۔۔۔
عصام۔۔۔ گھر جا کے کروں گی ابھی نہیں۔۔۔

یہیں۔۔۔ وہ بضدر تھا۔۔۔

ہونہے۔۔۔ وہ عصام کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے زرا سا اوپر ہوئی۔۔۔ پھر اس کے ہونٹوں کو دیکھا
۔۔۔ موچھوں تلے مسکراتے ہوئے ہونٹ۔۔۔ نہیں۔۔۔ واپس نیچے ہوئی۔۔۔

میں نے کیا تو پھر مسئلہ ہو گا آپ کو۔۔۔ عصام نے تپے ہوئے لبھ میں اسے واپس اپنی طرف کیا۔۔۔
اچھا۔۔۔ عشوے جلدی سے اوپر ہوتے اس کے ہونٹوں پہ ہونٹ رکھ دیئے۔۔۔ عین اسی وقت ماہ بیر
لیونگ روم میں انظر ہوا تھا اور اس کی نظر سیدھی ان دونوں پہ گئی۔۔۔ عشوے کی بیک اس طرف
تھی۔۔۔ عشوے تو نہیں دیکھ پائی لیکن عصام نے ماہ بیر کو دیکھ لیا تھا۔۔۔ وہ فوراً سے باہر نکل گیا تھا

عشوے پچھے ہوتے نرس ہوئی۔۔۔

باہر اگر کوئی لپسٹک خرابی کی وجہ پوچھے تو میری طرف مت دیکھنا۔ سب ہم پہ شک کریں گے یو
نو۔ اس کے سرد پڑتے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا

آپ جان بوجھ کے ایسا کرتے ہیں۔ انھوں میں پانی آگیا۔

اب روئیں گی۔ عصام نے گھورا۔ باہر سب کیا سوچیں گے۔

میں باہر آہی نہیں رہی۔ عزت کے روم میں جا رہی ہوں۔ ہاتھ چھڑواتے وہ دوسری طرف مڑ
گئی۔

آپ نے ڈانس کرنا تھا۔ عصام نے جاتی ہوئی لڑکی کو دیکھا۔

آپ کر لینا میرے حصے کا۔ روم کا دروازہ بند کرتے اسے دیکھا۔

ہا۔ مجھے راضی کرنا تھا خود ناراض ہو گئی ہیں۔ سر جھٹکتے باہر آگیا۔

عشوے کچھ دیر تو وہیں بیٹھی انتظار کرتی رہی کہ شاید عصام اس کے پیچھے آئے۔ لیکن وہ نہیں آیا
۔ البتہ باہر سے گانے کی چلنے کی آواز تیز ہو چکی تھی۔ اور اس سے وہاں بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔

میں خود ہی چلی جاتی ہوں۔ منه بناتے خود ہی دس منٹ بعد باہر نکل آئی۔ لوگ ہاتھوں میں
پلیٹیں کپڑے کھانا کھانے میں مصروف تھے۔ ایک طرف اس کی فیملی۔ جن میں حمید عائشہ
عصام آباد اور ریض بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ وہ ان کے پاس آئی۔ عصام نے مسکراہٹ چھپائی
۔ عائشہ نے آباد کو پلیٹ بنائے دی تھی۔

کہاں تھی۔۔ کب سے کہہ کے ائی ہوں۔۔ پر مجال ہے کبھی ماں کی بات پہ کان دھرے ہوں۔۔

آپ کی بات پہ کان دھرنے کے بعد ہی ایسے حسین لوگ ملے ہیں مجھے۔۔ عصام کو گھورتے سوچا
۔۔ پھر سب کے ساتھ کھانا کھایا۔۔ سٹھج پہ کچھ لڑکے ڈانس کر رہے تھے شاید ماہ بیر کے دوست تھے

--

تمہاری پریکٹس کیسی ہے۔۔ ریض نے عشوے سے پوچھا۔۔

کرنا ہی نہیں ہے۔۔ منه بنائے کہا۔۔

کیوں۔۔

کیونکہ میرے میاں جی کو نہیں پسند کہ ان کی بیوی ڈانس کرے۔۔ اکھڑے ہوئے انداز میں کہا۔۔

اچھا۔۔ یہ تو اچھی بات ہے نا۔۔ عائشہ نے عصام کو شباباشی دی۔۔

ہاں بلکل۔۔ بہت اچھی بات ہے۔۔ عشوے کلس کے رہ گئی۔۔

مما۔۔ آپ بابا کے ساتھ گھر میں ڈانس کر لیجئے گا۔۔ آبان نے جلتی پر پھر سے تیل چھڑکا۔۔

آبان۔۔ آپ اچھا نہیں بول سکتے تو پلیز بولا ہی نا کریں۔۔ تملاتے عشوے نے چچ پلیٹ میں ہی رکھ دیا۔۔

ہاہاہا۔۔ سب ہنسے تھے۔۔ کوئی بات نہیں۔۔ بچہ ہے۔۔

بچہ نہیں ہے۔۔ اندر سے پورا ہے۔۔ ہمیشہ ٹانگ کھینچتا رہتا ہے میری۔۔

اچھا اب چپ کر کے کھانا کھاؤ۔۔

ہونہے۔۔ اب تو ڈانس کروں گی بیہیں پہ سب کے سامنے عصام کو سنائی۔۔ آواز اتنی ہی تھی کہ بس عصام کو سمجھ ایا۔۔

ہمت ہے تو کر کے دیکھائیں۔۔ گھورا۔۔

کروں گی۔۔ کر کے دیکھاؤں گی چیلنج کرتے کھانا کھانے لگی

تم نے ریض کو دیکھا کہیں۔۔ عزت کچن میں تھی جب نور اس کے پاس آئی۔۔

کیوں۔۔ برلن میں دودھ نکلتے اسے دیکھا۔۔

ویسے ہی۔۔ وہ شرم سے مسکراتی۔۔

مجھے نہیں پتہ نہیں دیکھا میں میں نے۔۔ اس نے جھوٹ بولा۔۔ کیونکہ اسے پتہ تھا وہ باہر کھانا کھا رہے

ہیں۔۔ شاید نور کی نظر نہیں پڑی تھی ان پہ۔۔

اوکے۔۔ میں خود دیکھ لیتی ہوں۔۔ وہ واپس مڑی۔۔

اچھا سنو۔۔ دودھ کا باول اوون میں رکھتے اسے روکا۔۔

جی--

ریض سے محبت کرتی ہو۔۔ پوچھا

جی-- جب سے بات ہوئی ہے تب سے--

اور میں اس سے پہلے سے۔۔ بنا کسی لگی لپٹی کے کہہ دیا۔۔

کیا۔۔ حیرانگی سے اسے دیکھا۔۔

مطلوب یہ-- کہ ریض اور میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔۔ اور تم ہمارے درمیان ہڈی کو روں ادا کر رہی ہو۔۔

نہیں تو۔۔ اگر ایسی بات ہوتی تو ریض مجھے بتاتا۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔۔

اوہ۔۔ کیسے بتاتا تمہیں۔۔ زبردستی اس سے بات منوائی جا رہی ہے۔۔

وہ لڑکا ہے۔۔ اور لڑکوں کے ساتھ زبردستی نہیں کی جاسکتی۔۔ سختی سے کہا۔۔

کس نے کہا ہے لڑکوں کے ساتھ زبردستی نہیں کی جاسکتی۔۔ کبھی کبھی لڑکے بھی اتنے ہی مجبور ہوتے ہیں جتنی لڑکیاں۔۔ لڑکیاں اگر باپ کی عزت سنپھالتی ہیں تو لڑکوں کو بھی ماں کا مان رکھنا پڑتا ہے۔۔

نہیں۔۔ میں نہیں مان سکتی۔۔ اگر ایسا کچھ ہوتا تو۔۔

ایسا ہی ہے۔ تمہارے ماننے سے کچھ نہی ہوتا۔ اب تم آرام سے انکار کر دو۔ یا پھر کسی حادثے کی منتظر رہو۔ کیونکہ میں تمہیں تو ریض کا نہیں ہونے دوں گی۔۔۔

آپ جیلیس ہو رہی ہیں مجھ سے۔۔۔

نہیں۔ جیلیس تو تب ہوتی جب ریض بھی انٹر سٹڈ ہوتا تم میں۔۔۔

وہ تو ہے۔۔۔ یہ دیکھیں۔۔۔ اس کے میسح ز آئے ہوئے ہیں۔۔۔ اپنا موبائل آگے کر کے اس نے اسے دیکھایا۔۔۔

عزت نے سکرین کو دیکھا تو رنگ فق ہوا۔۔۔ یعنی وہ جو اتنا اتراء ہی تھی وہ سب۔۔۔ ایک لمحے میں خوش فہمی کا بت گرا تھا۔۔۔

ہو گئی تسلی۔۔۔ اب میں جاؤں۔۔۔ نور کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ عزت کے دل میں پیوسٹ ہوئی

--

بڑی مشکل سے مسکراتے اس نے خود کو میخ کیا تھا۔۔۔ گلہ ترکرتے اسے دیکھا۔۔۔

۔۔۔ یہ ریض نہی ہو سکتا

وہی ہے۔۔۔ کھول کے نہیں دیکھاؤں گی۔۔۔ اتنا ہی کافی ہے آپ کے لیے۔۔۔ وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی۔۔۔ عزت کی ساری خوشی ہوا ہو چکی تھی۔۔۔ ٹیبل کو تھامتے کرسی پہ بیٹھی۔۔۔ جان تو نکل ہی گئی تھی جیسے۔۔۔ ریض ایسے کیسے کر سکتا ہے۔۔۔ آج سے پہلے اتنی شرمندگی کبھی نہیں ہوئی جتنی اب ہو رہی

تھی۔ سر ٹیبل پہ رکھتے پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔ ذہن اور دل بلکل خالی سا ہو گیا تھا۔ وہیں بیٹھے بیٹھے کتنی دیر وہ خود کو سنبھال نہیں پائی۔

بیٹھا دو دھنگرم نہیں ہوا ابھی تک۔ قطب خان اندر داخل ہوئے۔

و۔۔۔ وہ بابا میں دیتی ہوں۔۔۔ وہ جلدی سے کھڑی ہوئی۔ اور اپنا چہرا دوسری طرف موڑا۔

کیا ہوا ہے میرے بچے کو۔۔۔ سامنے ہوتے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔۔۔

ک۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ آنکھوں کا جل پھیلتا اسے اور افسرده بنا رہا تھا۔۔۔

مجھے بھی نہیں بتاو گی۔۔۔ ہم دوست تھے نا۔۔۔ کرسی کھینچ کے پاس بیٹھے۔۔۔ پھر عزت نے سب انہیں

بتا دیا۔۔۔

میں حمید سے بات کروں گا اس لڑکی کی۔۔۔

اس سے کیا ہو گا۔۔۔ مان تو مای نہیں رہیں۔۔۔

پریشان نا ہو۔۔۔ مان جائیں گی وہ۔۔۔ اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے تسلی دی۔۔۔

بھائی کی شادی پہ اب ایسے رہو گی تو اچھا تو نہیں لگے گا نا۔۔۔ اس کی بکھری حالت پہ چوٹ کرتے کہا۔۔۔

ن۔۔۔ نہی۔۔۔ وہ۔۔۔ نہی۔۔۔ میں ابھی ٹھیک کرتی ہوں۔۔۔ دودھ نکال کے انہیں دیا۔۔۔ پھر اپنے کمرے
میں آکے دوبارہ سے پورا میک اپ سٹ کیا۔۔۔

کیا ہوا۔۔۔ عشوے جو اسے ڈانس کے لیے بلانے آئی تھی اسے دیکھا۔۔۔ کچھ نہیں۔۔۔ میک اپ خراب
ہو گیا تھا وہی ٹھیک کر رہی ہوں
اچھا۔۔۔ آجاو۔۔۔ باہر۔۔۔

آتی ہوں۔۔۔ تم چلو۔۔۔ اسے دیکھا۔۔۔ یہ تمہاری لپسٹک کہاں گئی۔۔۔ اتنی پیاری لگ رہی تھی۔۔۔
کھا گئیں ہوں۔۔۔

کھانا نہی ملا۔۔۔

کم تھا۔۔۔ جواب دیا۔۔۔

عشوے۔۔۔ دروازہ کھلا اور عصام نے اندر جھانکا۔۔۔

بھائی۔۔۔ آئیں۔۔۔ عزت نے جلدی سے دوپٹہ سر پہ کیا۔۔۔

نہیں وہ عشوے سے بات کرنی تھی۔۔۔ وہ عشوے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

عزت کی نظر عصام کے ہونٹوں سے ٹکرائی تو سمجھ آیا کہ لپسٹک کس نے کھائی ہے۔۔۔ ایک دم
سے بنسی نکل گئی۔۔۔

عشوے لپسٹک لگا لینا۔۔۔ باہر نکلتے شرارت سے اسے دیکھا۔۔۔

ڈلیش ڈلیش۔۔۔ تین گالیاں جو اس نے عزت کو من ہی من میں دی تھیں۔۔۔

آپ میرے پیچے پیچے کیوں پھر رہے ہیں۔۔۔

کہہ دیں کتوں کی طرح۔۔۔ بیٹھ پہ بیٹھتے کہا۔۔۔

استغفار اللہ۔۔۔

ڈانس نہی کرنا عشوے۔۔۔ میری بات نامانی آپ نے تو اچھا نہیں ہو گا۔۔۔

میں کروں گی اور اگر آپ نے میری بات نامانی تو اچھا نہیں ہو گا۔۔۔

سمی ہے۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ شوق سے سمجھئے۔۔۔

جاو۔۔۔ سٹیج میں عشوے کا نام پکارا گیا تھا۔۔۔ وہ باہر نکل گئی۔۔۔ عصام وہیں بیٹھا رہا۔۔۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔۔۔

بلو گلر کے شرارے کے ساتھ کچھ دیر پہلے اس نے اور نج گلر کا دوپٹہ لیا ہوا تھا اور اب گرین گلر کا۔۔۔ ہال میں مکمل اندر ہمرا تھا بس ایک سپوٹ لائٹ سٹیج پہ تھی۔۔۔ اس کے ساتھ اور لڑکیوں نے

بھی ڈانس کرنا تھا لیکن پہلے انٹری اسی کی تھی۔۔۔ دوپٹھ سر پر رکھے دونوں طرف سے پچھے جھول رہا
تھا

سپوٹ لائٹ میں پہلے اس کا پاؤں نظر آیا۔۔۔ چھن کی آواز کے ساتھ۔۔۔ دوبارہ چھن کی آواز پر
پاؤں ہلکا سا ہلا تھا۔۔۔

یہ کس کی ہے آہٹ۔۔۔ دونوں پاؤں سامنے آئے۔۔۔
یہ کس کا ہے سایہ۔۔۔ لائٹ ایسے پڑی تھی کہ اس کا سایہ سٹیچ پر نظر آیا۔۔۔
ہوئی دل میں دستک۔۔۔ دل پر ہاتھ رکھتے دستک دی۔۔۔ سپوٹ لائٹ تھوڑی پھیلی۔۔۔
یہاں کون آیا۔۔۔ آنکھوں پر ہاتھ رکھتے دیکھنے کی کوشش کی۔۔۔

ہم پر یہ کس نے ہرارنگ ڈالا۔۔۔ ہرارنگ اڑتا ہوا سپوٹ لائٹ کے سامنے آیا تھا۔۔۔ میوزک تیز
ہوا۔۔۔ وہ گھومی۔۔۔ سٹیچ فل انڈھیرے میں تھا۔۔۔

اوو اوو

ہم پر یہ کس نے ہرارنگ ڈالا۔۔۔ سٹیپس ترتیب سے بہہ رہے تھے۔۔۔
خوشی نے ہماری۔۔۔ ہمیں مار ڈالا ہاتھ ماتھے پر رکھتے سر کو پچھے جھٹکا۔۔۔

اوو مار ڈالا۔۔۔ مار ڈالا۔۔۔ مار۔۔۔ ڈالا

ہم پہ یہ کس نے ہر رنگ ڈالا۔۔

خوشی نے ہماری ہمیں مار ڈالا۔۔

ہمیں مار ڈالا۔۔ ہمیں مار ڈالا۔۔

اللہ۔۔ اللہ۔۔ مار ڈالا۔۔

اللہ۔۔ مار ڈالا۔۔

ہاتھوں کو ہوا میں تحرکاتے وہ ساتھ گوم بھی رہی تھی۔۔

ناچاند ہتھیلی پر سجا�ا۔۔ ہتھیلی پہ دیا رکھا جو مہندی کی پلیٹس کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔۔

نا تاروں سے کوئی بھی رشتہ بنایا۔۔ آسمان کی طرف دیکھا۔۔

نارب سے بھی کوئی شکایت کی۔۔ دیئے کو دل کے قریب لے جا کے سر جھکایا۔۔

ہر غم کو ہم نے چھپایا۔۔ دیا آنکھوں کے سامنے آیا۔۔

ہر ستم کو ہنس کے اٹھایا۔۔ دیا ٹیڑھا کر کے اس کا آئل دوسری ہتھیلی پہ گرا یا۔۔

کانٹوں کو بھی۔۔ گلے سے لگایا۔۔ پھر وہی آئل کان کے پیچے انگلیوں سے مس کیا۔۔

اور پھلوں سے زخم کھایا۔۔ جو نہی اس نے ہاتھ اٹھا۔۔ تو اس پہ سرخ رنگ لگا ہوا تھا

ہم مگر دعا میں۔۔ جب یہ ہاتھ اٹھایا۔۔ دعا کے لیے ہاتھ بند ہوئے۔۔

خدا سے۔۔ دعا میں تمہیں مانگ ڈالا۔۔

اللہ مانگ ڈالا۔۔ وہ گھومی۔۔

او۔۔ ہم پہ یہ کس نے ہر ارنگ ڈالا۔۔

ہمیں مار ڈالا

اللہ۔۔ اللہ۔۔ اللہ۔۔

مار ڈالا۔۔۔۔۔

اووو۔۔ مار ڈالا۔۔۔

مار ڈالا۔۔۔

ہوو۔۔ مار ڈالا۔۔۔

مار ڈالا۔۔۔ یہ۔۔ کس۔۔ کی اہٹ۔۔۔

مار ڈالا۔۔۔ یہ۔۔ کس۔۔ کا۔۔ ہے سایہ۔۔۔

ساز۔۔

ہیں۔۔۔ عشوے نے دیا نیچے رکھا۔۔۔ سب کہاں گئے ہیں۔۔۔

آپ کا شوق پورا ہو گیا۔ عصام مزے سے ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بیٹھا تھا۔۔۔

ب۔۔۔ باقی۔ کہاں ہیں۔۔

پچھے اپنے گھروں میں اور پچھے حمید صاحب کے گھر۔۔

آپ نے اچھا نہیں کیا۔ عشوے کی ساری محنت ضائع ہو چکی تھی۔ دینے کو پاؤں سے کھسکاتے وہ
نیچے اتری۔

آپ نے اچھا نہیں کیا۔۔

اور جو آپ کر رہی تھیں۔ وہ اچھا تھا۔۔۔

سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا۔ سارا خون جیسے گالوں پہ آگیا تھا۔ آپ کو پتہ ہے آپ کی طبیعت کا
۔۔۔ پھر بھی لازمی ضد پوری کرنی تھی۔ ہانپتی ہوتی عشتوے کو سینے سے لگایا۔

آپ---نے اچھا نہیں کیا۔۔۔ اسے غصہ تھا۔۔۔

جس نے دیکھنا تھا اس نے دیکھ لیا۔۔۔ کافی ہے آپ کے لیے۔۔۔ اور خبر دار دوبارہ ایسی حرکت کرنے کا سوچا بھی تو۔۔۔ کمر سہلاتے اس کی سانس بہال کرنے کی کوشش کی۔۔۔ اب آرام سے گھر چلیں
۔۔۔ کل صبح چھوڑ جاؤں گا۔۔۔

نہیں۔ ماما کے گھر ہی رہیں گے۔۔۔ پلیز۔۔۔ سر اٹھا کے اسے دیکھا۔۔۔

ایک بات منوائی ہے تو ایک میری مان لیں۔۔۔

ہووں۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ وہ راضی ہو گئی۔۔۔

چلیں اب آبان کو لے لیں۔۔۔

اسے بھیں رہنے دیں۔۔۔ اویں تنگ کرتا رہے گا۔۔۔

جو بھی ہے۔۔۔ ہماری ذمہ داری ہے اسے لے کے جائیں گے۔۔۔

مجھے سمجھ نہیں آتی آپ کی۔۔۔ وہ لوگ واپس آ رہے تھے۔۔۔

کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ آجائے گی۔۔۔ مسکراتی۔۔۔ پھر وہ لوگ آبان کو لے کے اپنے گھر واپس آ گئے تھے

اگلے دن حال میں رخصتی کا فنکشن تھا اور عشوے آرام سکون سے ایک طرف بیٹھی تھی۔۔ مجال ہے دو قدم بلی ہو۔۔ پاؤں ہلکے ہلکے سوجن زدہ تھے۔۔ گھر جا کے عصام سے بھی خوب ڈانٹ کھائی تھی ایک بجے تک وہ لوگ جا گئے رہے تھے پورا چیک اپ کروایا تھا۔۔ ڈاکٹر نے سختی سے تائید کی تھی کہ اب ایسا کوئی کام نہیں کرنا جس سے بہت زیادہ تھکا وٹ ہو۔۔

مما میرے کپڑے دیکھیں کیسے چر مر ہو گئے ہیں۔۔ آبان بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔۔

کچھ نہیں ہوتا بیٹا۔۔ کاٹن کے کپڑوں کا ایسا ہی ہوتا ہے۔۔ اسے تسلی دی۔۔ عصام ابھی تک نہیں آیا تھا۔۔ وہ بارات کے ساتھ نہیں گئی تھی ماما اس کے ساتھ حال میں ہی تھیں آبان کو بھی نہیں بھیجا تھا۔۔ رسماں تو ساری یہی ہونی تھیں پھر وہاں جانے کا کیا فائدہ۔۔

بابا سے کہیں میرے دوسرے کپڑے لے آئیں۔۔ اس کے پاس کھڑا تھا۔۔
ہاں۔۔ پتہ نہیں خود بھی آتے ہیں یا نہیں۔۔

فون دیں میں کہوں۔۔ اس کی گود سے موبائل اٹھایا۔۔ پھر عصام کو کال ملائی۔۔
آرہا ہوں۔۔ رسیو کرتے ہی کہا۔۔

بابا۔۔ میں آبان بات کر رہا ہوں۔۔

اچھا اچھا۔۔ آبان کون۔۔

آپ کا بیٹا ہوں یار۔ مجھے کپڑے چاہئے۔۔۔

مما والی بیماری لگ گئی ہے آپ کو بھی۔۔۔

ہاہا۔۔۔ وہ ہنسا۔۔۔ میرے کپڑوں کی پریس خراب ہو گئی ہے۔۔۔

تو۔۔۔ نیو لینے ہیں اب۔۔۔

جی بابا۔۔۔ اچھے نہیں لگ رہے۔۔۔ جیسے آپ نے پہنے ہیں ویسے لے کے آنا۔۔۔

اصل اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ عصام جیسا دیکھے۔۔۔

کیوں۔۔۔ میچنگ کا چسکہ بھی لگ گیا۔۔۔

بابا۔۔۔ مما نے عجیب سارنگ سلیکٹ کیا ہے۔۔۔ وہ ان کو تو پیارا لگ رہا ہے لیکن میں اچھا نہیں لگ

رہا۔۔۔ عشوے حیرت سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔۔۔

اوکے۔۔۔ میں دیکھوں گا وہ چیزیں سمیٹ رہا تھا۔۔۔

تھیں نکیو بابا۔۔۔

ویکم۔۔۔ مما کو دو۔۔۔ چابی اٹھاتے باہر نکلا۔۔۔

یہ لیں۔۔۔ مما۔۔۔ بابا بات کریں گے۔۔۔ فون اسے کپڑا یا۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔ کان سے لگاتے سلام کیا۔۔۔

و علیکم اسلام۔ طبیعت کیسی ہے۔۔۔

ٹھیک ہوں۔۔۔ کب آئیں گے۔۔۔

نکل رہا ہوں۔۔۔ اور آبان کے کیے کپڑے لانے ہیں۔ اس سے پوچھا۔۔۔

مجھے کیا پتہ۔۔۔ اتنے اچھے لگ رہے ہیں۔۔۔

اچھا چلیں ٹھیک ہے۔۔۔ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔

اوکے۔۔۔ کال بند کر دی۔۔۔

ایسے ہی بابا کو مشکل میں ڈال رہے ہیں۔۔۔ یہ اچھے بھلے تو ہیں۔۔۔

مما مجھے گرل فرینڈ نہیں مل رہی۔۔۔ بابا کے جسے دکھوں گا تو مل جائے گی۔۔۔ ایسے ان پر پل کفر کے کپڑوں میں میں جو کر لگ رہا ہوں۔۔۔ دانت پیستے اسے دیکھا۔۔۔

ہونہہ سر ہلاتے عشوے نے اسے گھورا۔۔۔ آئے بڑے۔۔۔

ناہی ملے تو اچھا ہے۔۔۔

اما مجھے اب سہی لگ رہا ہے اپ میری سٹیپ مام ہیں۔۔۔

واہ۔۔۔ اچھی بات بتاؤں گی تو سٹیپ ماما۔۔۔ اور خود جو حرکتیں کرتے ہو۔۔۔

تم دونوں پھر لڑ رہے ہو۔ عاشہ کام سے گئی تھیں۔۔۔ واپس آئیں تو دونوں چونچیں لڑا رہے تھے۔۔۔

نانو۔ اپ کی بیٹی ہر وقت اپنی مرضی چلاتی ہیں۔۔ اب دیکھیں یہ کپڑے مجھ پہ اچھے لگ رہے ہیں

--

عاشرہ نے عشوے کو دیکھا۔۔۔

اسے جو پسند تھے وہ پہنا دیتیں۔۔۔

وہاں اس نے خود پہنے ہیں۔۔۔ اب پریس تھے جو دل کر رہا تھا پہن لیتا۔۔۔ پہلے مہان بن کے میجنگ کی ہے۔۔۔ اب سارا الزام مجھ پہ لگا رہا ہے۔۔۔

اوھف تم دونوں کا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔ عصام کے دماغ کا دہی کرتے ہو گے تم دونوں۔۔۔ عاشرہ کے پاس سر پینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔۔۔

کچھ دیر بعد بارات آئی۔۔۔ پھر عصام بھی آگیا۔۔۔ آبان۔۔۔ کے کپڑے بھی لایا تھا۔۔۔ جو اس نے برائڈل روم میں چینچ کیے تھے۔۔۔

عزت نے دلہن کو سٹیچ پہ بیٹھایا تھا۔۔۔ ریض مسلسل اسی کو دیکھ رہا تھا اور عشوے نے یہ بات فورا نوٹ کی تھی۔۔۔ پاس بیٹھے عصام کو دیکھا۔۔۔

اپ سے کہا تھا کہ ماما سے بات کریں۔۔۔

کروں گا۔۔۔ اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے وہ اشارہ سمجھ گیا۔۔۔ موقع ملے تو۔۔۔

اوکے۔۔ لازمی کرنا۔۔

ہوں۔۔ کروں گا۔۔ موبائل پہ وقت دیکھا۔۔ شام کے پانچ نج رہے تھے۔۔

ہیلو۔۔ وہ ساند پہ کھڑا تھا جب نور اس کے پاس آئی۔۔۔

جی۔۔ اس نے عزت کو تلاشا۔۔ وہ سامنے ہی سٹیچ پہ ماہ بیر سے بات کر رہی تھی کوئی۔۔۔

آپ سے کچھ پوچھنا تھا۔۔ اس نے بھی عزت کو دیکھا۔۔۔

پوچھیں۔۔ اس کا انداز بس جان چھڑانے والا تھا۔۔

آپ نے کل مجھے میج کیا تھا کہ میں عزت سے دور رہوں۔۔ آپ نے کیوں کہا تھا ایسا۔۔

کل جب وہ کچن میں اس کے پاس کھڑی تھی تبھی اس نے اسے دیکھا اور میج کیا تھا۔۔ پہلا میج

نور نے ہی کیا تھا پتہ نہیں۔۔ کیسے نمبر اس کو ملا تھا

سوری۔۔ نہیں بتا سکتا۔۔

آپ عزت کو پسند کرتے ہیں۔۔ ڈائرکٹ پوچھا۔۔

ہاں۔۔ ایک نظر اسے دیکھتے جواب دیا۔۔

تو شادی کیوں نہیں کر رہے۔۔

مما نہیں مان رہیں--

ہم میں کوئی مدد کروں--

کیسی مدد کر سکتی ہیں--

میں انکار کر دیتی ہوں۔۔۔ پھر آپ لوگ۔۔۔

مسلہ یہ نہیں ہے کہ آپ سے نہیں کرنی مسلہ یہ ہے کہ عزت سے کرنی ہے۔ آپ انکار کریں گی تو وہ اور کسی کو لے آئیں گی پھر۔۔۔

ہم۔۔۔ وہ خاموش ہو گئی۔۔۔ عزت ان دنوں کو دیکھ چکی تھی۔۔۔ ان کی طرف اتے نور کو گھورا۔۔۔

ہائے۔۔۔ فیانسی کے ساتھ اچھی اٹچھ مینٹ ہو گئی ہے۔۔۔ دیکھ نور کو رہی تھی اور سناریض کو رہی تھی

--

ہاں جی۔۔۔ کرنی تو پڑے گی نا۔۔۔ نور نے اسے دیکھا۔۔۔

جیلیں ہوتیں پیاری لگ رہی ہیں۔۔۔ اس کے چہرے کو دیکھتے دوبارہ بولی۔۔۔

جی نہیں۔۔۔ میں کیوں جلوں گی۔۔۔ میں بس ریض کو بلانے آئی تھی۔۔۔ تمہیں وہاں سٹیچ پہ بلا رہے ہیں۔۔۔ منہ بناتے چلی گئی۔۔۔ ریض گیا تو پتہ چلا کسی نے نہیں بلا�ا۔۔۔ نور بھی وہاں سے چلی گئی

۔۔۔ عزت مزے سے اب وہاں کھڑی تھی

رسمیں ہوئی۔ کھانا کھایا۔ گپ شپ لگائی۔ اللہ اللہ کر کے شادی کا شور شرابہ ختم۔ ہوا تو دن پھر بوریت بھرے ہو گئے۔ وہی روٹین۔ کھاؤ پیو کام کرو اور سو جاو۔

آبان سکول چلا جاتا تھا۔ عصام آبان کے انے تک وہیں رہتا پھر وہ افس اور آبان اس کے ساتھ دراصل وہ عشوے کی طبیعت کی وجہ سے اسے اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ کاموں کے لیے مید بھی آگئی تھی۔ وہ کام کر کے چلی جاتی تھی۔ عصام کا ارادہ تھا کسی ادارے سے پوری ٹیم رکھے گا تاکہ وہ سب اپنے طریقے سے ملنے کریں۔ صرف ایک مید پورے گھر کوٹی اور نہی کر سکتی تھی۔ دن تیزی سے گزر رہے تھے۔۔۔

سیوں منٹھ سٹارٹ ہونے والا تھا۔ اور اب بہت زیادہ کیئر کرنی تھی۔ آبان عشوے کا پورا خیال رکھتا تھا۔ اکثر عصام کو پوری۔ پوری رات عشوے کے ساتھ جاگ کے گزرانی پڑتی تھی۔ کروٹ بد لانا۔ بیٹھنا۔ اٹھنا۔ سب کے لیے اسے کسی کے سہارے کی ضرورت تھی۔ پہلی بار تو زیادہ مشکل ہوتا ساتھ ڈر۔ اور بہت زیادہ احتیاط۔ ہر ماہ چیک اپ ہو رہا تھا۔

عصام۔۔۔ یہ پن اٹھا دیں نیچے سے۔۔۔ وہ کنگھی کر رہی تھی پن لگاتے ہاتھ سے گر گئی۔۔۔

عصام نے اٹھا کے خود ہی لگا دی تھی۔ ان۔ کچھ دنوں میں اسے سہی ایکسپریس نیس ہو گیا تھا سب چیزوں کا۔۔۔

آج چیک اپ کے لیے بھی جانا ہے۔ عشوے نے یاد کروایا

یاد ہے مجھے۔ سارے بالوں کو سمیٹ کے چلیا بنائی۔ بال بھی گر گر کے کم رہ گئے تھے۔۔۔

میں ڈاکٹر سے پوچھ لیں بیٹا ہے یا بیٹی۔۔۔ کیونکہ یہ چیز اچھی نہیں تھی۔۔۔ جو بھی تھا ان کا ہی تھا۔۔۔

ہاں۔۔۔ پوچھ لیں اگر وہ بتائیں تو۔۔۔

پوچھوں گی۔۔۔

اگر بیٹی ہوئی تو میں اس کا نام خوشی رکھوں گا

کیوں۔۔۔ آئینے سے اسے دیکھا۔۔۔

تاکہ جب آپ مجھ سے پوچھیں کہ آپ نے مجھے دیا ہی کیا ہے۔۔۔ تو میں کہوں خوشی۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔ ویری فنی۔۔۔ وہ۔۔۔ نہیں۔۔۔

اچھا نہیں ہے کیا۔۔۔ خوشی نام۔۔۔

اچھا ہے لیکن ہم ایزل رکھیں گے

دیکھتے ہیں کس کی چلتی ہے۔۔۔ جھک کے اس کے تپتے گال پہ ہونٹ رکھے پھر صاف کیے۔۔۔ وہ پریگنسی کے اس دور میں بہت پیاری ہو گئی تھی پھولہ پھولہ جسم اور تمتماتا چہرا۔۔۔

شام کو وہ لوگ ڈاکٹر کے پاس آئے تھے۔۔۔

الٹر اساؤنڈ کی مشین لگاواتے عشوے نے ڈاکٹر سے جینڈر پوچھا تھا۔۔۔

رپورٹس میں دیکھ لیجئے گا۔۔۔ انہوں نے نہیں بتایا۔۔۔

اوکے۔۔۔

کچھ دیر بعد رپورٹس لے کے وہ باہر نکلی تھی عصام ویٹنگ ایریا میں اس کا ویٹ کر رہا تھا۔۔۔ اگے آتے اس کا ہاتھ پکڑا۔

دیکھائیں۔۔۔

پہلے گاڑی میں تو بیٹھیں۔۔۔ آہستہ آہستہ قدم رکھتے اس نے مشکل سے سیڑھیاں اتری تھیں۔۔۔ دو تین ہی سیڑھیاں تھیں۔۔۔

گاڑی میں پہلے اسے بیٹھایا۔۔۔ پھر خود آکے بیٹھا۔۔۔ رپورٹس دیکھتے جینڈر چک کیا۔۔۔ ہونٹ سکڑے میل ہے۔۔۔ اسے بتایا۔۔۔

کیا۔۔۔ اپ کو کیسے پتا۔۔۔

مجھے پتا ہے۔۔۔ پہلے جب آبان ہوا تھا تب ڈاکٹر نے بتایا تھا۔۔۔ مجھے یاد تھا۔۔۔

اوہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ انکی خواہش بیٹی کی تھی لیکن بیٹا۔۔۔

سید مت ہوں۔۔۔ اب آپ کو ٹینشن نہیں ہو گی نا۔۔۔ کہ ہم دونوں باپ بیٹا مل کے آپ کی بیٹی کو
 بھی بے شرم بنا دیں گے۔۔۔ اب تو وہ بھی ہمارے ساتھ ہو گا۔۔۔ گاڑی ٹارٹ کرتے دل بہلا یا
 ۔۔۔ حالانکہ اسے بھی تھوڑا سا فیل ہوا تھا۔۔۔ عشوے کچھ دن ڈس ہارت رہی تھی۔۔۔ جو بھی تھا
 ۔۔۔ انہیں کی اولاد تھی اب اسے پھینک تو نہیں سکتے تھے نا۔۔۔ ماما کو بتایا تو انہوں نے سہی کلاس لی
 ۔۔۔ اللہ کی مرضی جو بھی دے۔۔۔ اولاد ہو رہی ہے اللہ کا شکر کرنے کی بجائے تم پتہ نہیں کون سے
 ۔۔۔ پلپین بن رہی ہو۔۔۔ وہ بھی تو ہوتے ہیں نا جن کی اولاد ہوتی ہی نہیں ہے۔۔۔

عصام نے بمشکل عائشہ کو کنٹرول کروایا تھا ورنہ ساری رات اسی کو عشوے کے ساتھ جا گنا پڑتا۔۔۔

اللہ اللہ کر کے وہ دن بھی آگیا۔۔۔ عصام ابھی گھر سے نکلا تھا جب عشوے کو لیبر پین ٹارٹ ہوا
 تھا۔۔۔ لاونچ میں بیٹھی تھی پاس ہی آبان بھی بیٹا نی وی دیکھ رہا تھا۔۔۔

آہ۔۔۔ آبان۔۔۔

ممما۔۔۔ وہ اس کے پاس آیا۔۔۔

بابا کو۔۔۔ بمشکل کہا۔۔۔ آبان نے فوراً کال کی تھی۔۔۔ اور عصام نے بھی فوراً اٹھایا تھا اس معاملے
 میں وہ الٹ رہتا تھا۔۔۔

بابا۔۔۔ ماما کی طبیعت خراب ہو رہی ہے جلدی آئیں۔۔۔ اس کی حالت دیکھ کے وہ خود بھی رونے لگا
 تھا۔۔۔

مما کچھ نہی ہو گا آپ کو۔۔

آبان۔۔ اس نے سختی سے آبان کا ہاتھ پکڑا۔۔

ماما۔۔ وہ آواز کے ساتھ رونے لگا تھا۔۔ عشوے چینے لگی تھی۔۔ دو منٹ میں عصام پہنچا تھا

۔۔۔۔

بابا۔۔ ماما۔۔ وہ پیچھے ہوا۔۔ عصام نے اسے اٹھایا۔۔ اور باہر نکلا۔۔

آبان بھی ساتھ گیا تھا۔۔ سارے راستے عشوے ترپتی ہوئی گئی تھی۔۔ یہ وقت کسی بھی عورت کے لیے اتنا تکلیف دہ ہوتا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔۔ جان نکل رہی ہوتی ہے جب وہ دوسری جان کو جنم دیتی ہیں۔۔ اسے ایر جنسی میں لے جایا گیا تھا فوراً کیس کرنا تھا۔۔ عصام نے عائشہ کو کال کر کے ساری سیچویشن بتائی انہوں نے آنے کا کہہ کے کال بند کر دی۔۔۔۔

بابا۔۔ ماما کو کیا ہوا ہے۔۔ آبان پریشانی سے ابھی تک آنکھوں میں انسو لیے ہوئے تھا۔۔۔

کچھ۔۔ نہیں بس دعا کریں۔۔ اسے خود سے لگاتے تسلی دی۔۔۔۔ کچھ دیر میں نرس نے بیٹھ کی نیوز دی تھی۔۔

میری والف ٹھیک ہیں۔۔ پوچھا۔۔۔۔ اسے عشوے کی ٹینیشن تھی۔۔۔۔

جی جی۔۔ الحمد للہ دونوں ٹھیک ہیں۔۔ نرس واپس چلی گئی۔۔ عائشہ بھی آگئی تھیں اس کے بعد سب کچھ عائشہ نے ہی سنبھالا تھا۔۔ آبان اداس تھا کیونکہ اسے بھی بہن چاہیے تھی۔۔

عاشه کو عزت کے لیے مناتے مناتے چار سال بیت گئے تھے آخر وہ مان ہی گئی۔۔ عصام کے سمجھانے پہ بھی وہ اپنی ضد پہ اڑی رہی تھیں۔۔ اسے تب سمجھ آیا تھا۔۔ اس کی بیوی بھی اپنی ماں پہ ہی گئی ہے۔۔

ریض کی شادی کا دن تھا۔۔ اور عشوے بہن ہو کے لیٹ ہو گئی تھی۔۔

اما۔۔ آج بھی آپ نے وہی حرکت کی ہے نا۔۔ چار سال کا آذان منه پھلائے ان کے روم کے دروازے پہ کھڑا تھا۔۔

کیا۔۔ وہ ایزل جو تین ماہ کی تھی کو گود میں لیے سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ عصام ہمیشہ کی طرح لیٹ تھا۔۔

میچنگ۔۔ مما آپ کو کیا ملتا ہے۔۔ آپ اپنی بیٹی کو پہنایا کریں یہ کلڑ ڈریز۔۔ مجھے اور بھائی کو لڑکی بنادیتی ہیں۔۔ اسے گھورتا ہوا واپس چلا گیا۔۔

عشوے نے رونے والی شکل بنائی ہوئی تھی۔۔ بچوں سے پہلے وہ کتنے سکون میں تھی نا۔۔ ایزل کو بخار تھا اسے وہ توجہ دیتی تو آذان آبان سے لڑائی کر کے پہنچ جاتا روتا ہوا۔۔ اسے چپ کراتی تو ایزل شروع ہو جاتی۔۔ سارا دن اس کا انہیں دونوں میں چلا جاتا تھا۔۔ آبان اب اتنا نگ نہیں کرتا تھا۔۔ بلکہ وہ کافی حد تک اس کی مدد کرواتا تھا۔۔ لیکن اس کی آذان سے بلکل نہیں بنتی تھی۔۔

دونوں ایک دوسرے کو بس کچا چبانے کی حد تک تنگ کرتے تھے عصام کی غیر موجودگی میں گھر میں ایک جنگ چھڑی ہوتی تھی جو نہیں گاڑی گیٹ سے انٹر ہوتی گھر میں سکون۔۔

ایزل کو سلا کے وہ خود تیار ہوئی تھی۔۔ پھر باہر آ کے۔۔ پہلے آب ان کو دیکھا۔۔

ہائے ماما۔۔ مسکرا کے چڑا یا۔۔

بہت تمیز ہو۔۔ کیوں تنگ کرتے ہو اسے۔۔ چھوٹا ہے تم سے۔۔۔

میں نہیں کرتا ماما۔۔ وہ خود کرتا ہے۔۔

اسے اور کپڑے نکال دیتے۔۔ آزان کے کپڑے نکالے۔۔

کوئی بھی پسند نہیں ہیں اسے۔۔ سب دیکھائے ہیں۔ آخر میں پھر مجھے غصہ آیا تو اگا دی ایک کان کے نیچے۔۔ عشوے اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔۔

نہیں مارا۔۔ مراق کر رہا ہوں۔۔ اسے لگا عشوے ہرٹ ہوئی ہے۔۔

مت کیا کرو ایسے مراق۔۔

اچھا سوری۔۔ میں اسے مناتا ہوں۔۔ آپ ایزل کو دیکھ لیں۔۔۔ وہ لیپ ٹاپ چھوڑ کے اٹھا۔۔۔ پھر آزان کے لیے خود کپڑے سلیکٹ کر کے اس کے پاس ایا۔۔۔

بات سنو یار۔۔ اس کے پاس بیٹھا۔۔۔

آپ کا یار نہیں ہوں۔۔۔ غصے سے گھورا۔۔۔

بڈی تو ہو نا۔۔۔ مسکا لگایا۔۔۔

ہاں۔۔۔ لیکن میں یہ بھی نہی پہنوں گا۔۔۔ کیونکہ یہ والے پرانے ہو گئے ہیں۔۔۔ پہلے پہنے تھے بر تھے
ڈے پہ آپ کی۔۔۔

ادھر آؤ۔۔۔ اچھتے ہوئے آذان کو پکڑا۔۔۔

کیا ہے۔۔۔ وہ ناراض تھا۔۔۔

ایک بات اپنے دماغ میں بٹھا لو۔۔۔ لڑکے جو ہوتے ہیں نا۔۔۔ وہ ہر فنکشن میں ایک ہی جوڑا پہن سکتے
ہیں۔۔۔ لڑکیاں الگ لیتی ہیں۔۔۔ اب اگر تم نے یہ ناپہنا تو تم بھی لڑکی سمجھے جاؤ گے۔۔۔ اسے ڈرایا

ہیں۔۔۔ وہ واقع اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ کسی بھوت کے متعلق بات کر رہے ہوں۔۔۔

ہاں۔۔۔ اب یہ پہنو۔۔۔ شاباش۔۔۔ اسے اٹھایا۔۔۔

اوکے۔۔۔ پھر اس نے آذان کو تیار کیا۔۔۔ عشوے ایزل کو بھی تیار کر چکی تھی۔۔۔ عاصام کے ان
تک وہ ریڈی تھے۔۔۔

میری بیٹی کی طبیعت ٹھیک ہے۔۔ ایزل کو اس سے لیتے خود اٹھایا۔۔ آبان بیگ جس میں آزان اور ایزل کے کپڑے تھے رکھ چکا تھا۔۔

آجائیں۔۔ ازان کو دیکھا جو پہلو انوں کی طرح منہ پھلانے۔۔ زمین پہ دیکھتا چل رہا تھا۔۔ عصام نے آبان کو اشارہ کرتے پوچھا کہ اسے کیا ہوا ہے۔۔

کچھ نہیں کپڑے نہیں پسند ائے۔۔

اچھا اچھا۔۔ عشوے کو بٹھا کر اسے ایزل کو کپڑا ایسا۔۔ آبان اور آذان پیچے بیٹھے چکے تھے۔۔ وہ لوگ سیدھا حال میں آئے تھے۔۔

سب سے مل کے ایزل کو اس کی نانو کے حوالے کر دیا۔۔ آذان کو عصام نے سنبھال لیا۔۔ آبان اپنا خیال خود رکھ سکتا تھا۔۔

یہ کیا۔۔ عزت دلہن بنی بیٹھی تھی جب ریض کمرے میں آیا۔۔ پھر کنڈی لگائی۔۔ جوتے اتار کے ایسے ہی پھینکے۔۔ شیر و انی اتار کے صوفے پہ اچھائی۔۔ اور اس کے پاس اکے گر گیا۔۔

یہ میں ہوں۔۔ یہ میری بیوی ہے۔۔ اور اب ہم ساری رات مزے کرنے والے ہیں۔۔ گھنگھٹ اٹھائے اس کی گود میں سر رکھ کے اندر سے جھانکا۔۔

ہاہاہا۔۔ ویری فنی۔۔ پیچھے ہو۔۔

اہا۔۔ ایسے بولتے ہیں مجازی خدا سے۔۔

نہیں۔۔ لیکن تمہیں بھی پہلے مجازی خدا کی طرح آکے میرا گھنگھٹ اٹھانا تھا لیکن نہیں۔۔ تمہیں کون سا پڑی تھی مجھ سے شادی کرنے کی۔۔۔ تم تو اس نور سے شادی کرنے والے تھے نا۔۔

بھی نہیں۔۔ میں نے عین نکاح کے وقت انکار کر دیا تھا۔۔

ہا۔۔ کیونکہ وہ مجھ سے ہو رہا تھا۔۔۔ ریض کو بتایا نہیں تھا اس کی شادی کس سے ہو رہی ہے وہ اتنا الجھا ہوا تھا کہ بنا کچھ سمجھے نکاح خواں کے سامنے انکار کر دیا۔۔۔ پھر جب سب نے اسے سہی ڈانٹ کے سمجھایا تو عقل میں بات بیٹھی۔۔

مجھے پتہ ہوتا تو اتنا اونچا کہتا کہ۔۔۔

بس بس بس۔۔۔ اب آرام سے بیٹھے رہو۔۔۔ میں سونے لگی ہوں۔۔۔

ایسے ہی سونے لگی ہیں۔۔۔ اس کا بازو پکڑتے روکا۔۔۔

چھوڑو ہاتھ میرا۔۔۔

نہیں۔۔۔ چھوڑنا۔۔۔ اور آج رات سونا بھی نہیں ہے۔۔۔ زبردستی واپس بیٹھایا۔۔۔ وہ اس سے ناراض تھی کیونکہ اس نے اس کے لیے کچھ نہی کیا تھا۔۔۔

مجھ سے چھوٹے ہو ذرا تمیز سے رہنا۔۔۔ دوبارہ اٹھی۔۔

نکاح ہوئے ابھی چند گھنٹے ہوئے تھے اور وہ اسے نیچے لگا چکی تھی

بے شک چھوٹا ہوں لیکن آپکا شوہر ہوں۔۔۔ وہ منمنایا

شوہر ہو تو کیا زبردستی کرو گے میرا کوئی موڈ نہیں ہے ساری رات جانے کا۔۔۔

پریشان نہ ہوں کام بس چند منٹ۔۔۔ سر پہ ہاتھ پھیرتے اسے دیکھا۔

اپنا یہ منہ بند رکھو۔۔۔ اور سکون سے بیٹھو۔۔۔ پاؤں ٹختے وہ باتھ روم میں بند ہو چکی تھی۔۔۔ ریض کو

اب اسے منانا تھا۔۔۔

مما۔۔۔ یہ کھول دیں۔۔۔ آزان کالے رنگ گا پتھر لیے اس کے پاس آیا۔۔۔ یہ وہی تھا جو عصام نے

شادی سے پہلے اسے دیا تھا۔۔۔

بیٹھا۔۔۔ اس کا پاسورڈ آپ کے بابا کو پتہ ہے۔۔۔ وہ ایزل کو۔۔۔ فیڈ۔۔۔ کروا رہی تھی۔۔۔

بھیا کو پتہ ہے وہ نہیں بتاتے۔۔۔ وہ۔۔۔ ہمیشہ سیدھی رہتا تھا۔۔۔ یا کسی سے پنگالے کے یا اپنی کسی مشکل

میں۔۔۔

اچھا میں اس سے پوچھتی ہوں۔۔۔

دو سال پہلے جب اس نے وہ پتھر عصام کو دیکھایا تھا تو اس نے کھول کے دیا تھا۔۔۔ اس میں رنگ
تھی۔۔۔

یہ رنگ اتنی قیمتی تو نہیں ہے جتنی سالار نے امامہ کو دی تھی۔۔۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ آپ کے
ہاتھ میں امامہ جتنی ہی پیاری لگے گی۔۔۔ ہاتھ کی پشت ہونٹوں سے لگاتے اسے کہا۔۔۔ اس انگوٹھی کے
اندر کالے رنگ کا ہیرا جڑا تھا۔۔۔ جو چاند کی شکل میں تراشا گیا تھا۔۔۔ عصام نے اس کی زندگی میں
ہر رنگ کے پھول کھلانے تھے۔۔۔ وہ مکمل تھی اپنے بچوں اور اتنی محبت کرنے والے شوہر کے
سامنے۔۔۔ اس کی زندگی کی تمام مشکلات کہیں دور جاؤں گیں۔۔۔ ایزل کو تھکی دیتے وہ مسکرا رہی
تھی۔۔۔ عصام قریب ہی پر سکون سورہا تھا۔۔۔ آزان باہر دوبارہ آبان کا سر کھانے جا چکا تھا۔۔۔ ایزل کو
الگ کرتے عشوے نے ایزل کو بیڈ پہ ڈالا۔۔۔ پھر کروٹ کے بل لیٹ گئی۔۔۔ ایزل آزان آبان
عشوے اور عصام پر سکون زندگی کی پر سکون ندی میں بہہ رہے تھے۔۔۔

The End